

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بشیر القاری

بشرح

صحیح البخاری

تالیف

علاء اللہ سید غلام بیگانی رحمۃ اللہ علیہ
صدر مدرسین مدرسہ اسلامی عربیہ المدینہ منورہ (اندھرا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بیشتر القاری

بشرح

صحیح البخاری

تالیف

علامہ سید غلام جمیلانی رحمۃ اللہ علیہ
صدر الدرسین مدرسہ اسلامی عربی اندرکوٹ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی

فہرست دیباچہ بشیر القاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱	خطبہ مشتمل پر صنعت کلمہ	۱۸	امام بخاری علیہ الرحمۃ مبارک حالت	۳۳	خوردلوش کے تین مرتبے
۲	وجہ تالیف	۲۰	امام بخاری کے والد ماجد	۳۳	اقسام حدیث باعتبار ذکر رواۃ
۶	حالات خود بخود	۱۹	ذخا مقبول نہ ہونے کا سبب	۳۴	حدیث مرسل و منقطع کا حکم
۷	بیمین کے سفر میں ایک مشہور	۲۰	امام بخاری کی ولادت	۳۴	انقطاع کی معرفت کیسے ہوتی ہے
۸	اعتراض کا حل	۲۱	اس کی دعائے بشارت و افسوس گوئی	۳۴	حدیث مذکور کا حکم
۸	مراد آباد سے دارالخیرہ شریف	۲۱	محقق حدیث کی طرف توجہ کیسے ہوتی	۳۴	تدلیس کا سبب
۹	کوٹہ درحال	۲۱	آختا زیت الیقوت	۳۴	حدیث کی روایت بالغین کا حکم
۹	واجب الاتباع طریقہ تدلیس	۲۱	تحصیل حدیث کی واسطے سفر	۳۵	مناہج و طریق تخریف
۱۰	شکر کا اسباق	۲۱	امام بخاری کے شیوخ کی تعداد	۳۵	اقسام حدیث باعتبار صحت علمی
۱۱	سلسلہ تدلیس	۲۲	اور ان کے طبقات	۳۵	عدالت و غیرہ کا بیان
۲	بزرگان دین کی جگہ میں انہی کی منزل	۲۸	حدیث لاشئ الذوال کا مطلب	۳۶	عدالت میں ظن کے وجوہ
۳	فقیر کے والد ماجد	۲۸	بیان کردہ وہ ہیں	۳۶	ضبط میں ظن کے وجوہ
۴	بزرگان دین کی امداد	۲۸	حدیث لاشئ الذوال کا مفہوم	۳۸	اقسام حدیث باعتبار تعداد روای
۱۳	فقیر کے علم معظم	۲۸	کہہ دیا امام بخاری علیہ الرحمۃ مبارک	۳۸	کوئی حدیث قابل احتجاج نہیں اور کوئی نہیں
۵	مصرعہ صریح ہائے جنہیں دو دو سو	۲۹	امام بخاری علیہ الرحمۃ مبارک کی قوت حافظہ	۳۹	حدیث کا موضوع ہونا کس طرح ثابت ہوتا ہے
۶	فقیر کے جد ماجد	۲۹	بہادر شریف کی تصویبات	۳۹	کوئی حدیث ثابت ہونا ہے اور کس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا
۷	ادب مرشد	۳۰	بخاری شریف کا جوہر عمل	۳۹	فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل مستحب ہے
۸	ذمہ گئے سے بھی رحمت قابل ہوتی ہے	۳۰	بخاری شریف کی تفسیر کے واسطے نبوی ارشاد	۳۹	اذان میں نبوی نامیک لکھنے کا حکم
۱۵	فقیر کی سند مستول	۳۰	بخاری شریف کی عمارت کا شمار	۳۹	انجو فقیر کے لئے ہے لہذا مستحب حدیث اور لایستہ نہیں کہلاتی ہے
۶	رواں صدی کے مؤرخ	۳۰	آداب کتاب	۳۹	
۱۶	فقیر کی سند مستول	۳۱	کتب حدیث کی تعریفیات	۳۹	
۷	ہندوستان کی تاریخ کوک اول	۳۱	علم حدیث کی اصطلاحات	۳۹	
۱۷	سلسلہ نبوت	۳۱	اقسام حدیث باعتبار نسبت	۳۹	

فہرست مضامین بشیر القاری بشرح صحیح البخاری

۱	بحث نمبر و تمہید	۲۰	باب النحو	۳۳	فاروقی زہد و تواضع
۳	حدیث نمبر و تمہیدیں وضع تحائف کے وجوہ	۲۰	رد علیٰ فیض البخاری	۳۳	فاروقی کسر نفس و حق پسندی
۵	رد علیٰ فیض البخاری	۲۱	جدید فرقہ مضاف بہ نیکو الفاظ	۳۳	فاروقی دست نظر
۹	حمد و شکر کے معانی میں نسبت	۲۱	آیت کو ترجمہ باب سے کیا ہے	۳۳	ہام نین مصر فاروقی مشور اور
۱۸	ردو شریف کی بحث	۲۱	رد علیٰ فیض البخاری	۳۳	فاروقی کرامت کا ظہور
۱۰	بارگاہ رسالت میں رد و رد کا کئی	۲۱	باب الصوف	۳۵	باب اللغۃ
۱۱	پیش کا پیدائش	۲۱	باب التفسیر	۳۵	رد علیٰ فیض البخاری
۱۲	پیش کا دور تخریب کا طریقہ	۲۱	آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کے ذکر سے ابتدا کیوں کی گئی	۳۶	نیت کی تخریب نفی اور اصطلاحان اور نیت و قصد و لازم میں فرق
۱۳	زمانہ موجود میں موجود ہے	۲۱	اور اس کے درجہ	۳۶	جانب باری عزوجل میں بارگاہ کا الفاظ درست ہے اور قصد نیت اور علم کا درست نہیں
۱۴	پیش کا پیدائش کا طریقہ	۲۱	حدیث بلا انما الاصل بالنیات	۳۶	رد علیٰ فیض البخاری
۱۵	کیا حضور پر نور رد و رد اسلام خود بھی سنتے ہیں	۲۱	اسما سے رجال	۳۶	
		۲۱	فاروقی علم ظہری نہ تخریب کے حالات	۳۶	

فہرست مضامین بشییر القاری بشرح صحیح البخاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۳۰	چیستان	۵۱	رد علی فیض الباری	۶۱	مضامین
۳۱	باب الفجر	۵۲	تقدیم کسی قصر مندر علی السنہ	۶۲	مضامین
۳۲	رد علی فیض الباری	۵۳	کا افادہ کرنے سے	۶۳	مضامین
۳۳	باب المعاف	۵۴	دوبارہ قصر تقدیم کو اندر بروقت	۶۴	مضامین
۳۴	رد علی فیض الباری	۵۵	تخالف ترجیح ہوگی ورنہ نہیں	۶۵	مضامین
۳۵	باب البیان	۵۶	ایصال ثواب پر اعتراض	۶۶	مضامین
۳۶	باب البیان	۵۷	فرض واجب عقب ہر عبادت کا	۶۷	مضامین
۳۷	باب البیان	۵۸	ایصال ثواب ہو سکتا ہے	۶۸	مضامین
۳۸	باب البیان	۵۹	جواب اول	۶۹	مضامین
۳۹	باب البیان	۶۰	اہل جنت کے ہوتے	۷۰	مضامین
۴۰	باب البیان	۶۱	فرضی حق اور فرضی حق کی کیا فرق	۷۱	مضامین
۴۱	باب البیان	۶۲	تا باغ کسی ایصال ثواب ہو سکتا ہے	۷۲	مضامین
۴۲	باب البیان	۶۳	ایصال ثواب کا بہترین طریقہ	۷۳	مضامین
۴۳	باب البیان	۶۴	جواب دوم	۷۴	مضامین
۴۴	باب البیان	۶۵	متعدد چیزوں سے ایک عمل بڑا ہے	۷۵	مضامین
۴۵	باب البیان	۶۶	ثواب متعدد دہر ہوتا ہے	۷۶	مضامین
۴۶	باب البیان	۶۷	طبیعی اعمال نیت سے عبادت ہو	۷۷	مضامین
۴۷	باب البیان	۶۸	جانکشی اور ثواب بنا ہے	۷۸	مضامین
۴۸	باب البیان	۶۹	اگر کسی عمل میں فرضی اور فرضی متعدد	۷۹	مضامین
۴۹	باب البیان	۷۰	ہیں ہوتے تو ثواب ملے گا نہیں	۸۰	مضامین
۵۰	باب البیان	۷۱	باب التصوف	۸۱	مضامین
۵۱	باب البیان	۷۲	نیت فاسد کی نفعیت اور فاسد	۸۲	مضامین
۵۲	باب البیان	۷۳	کی نفعیت	۸۳	مضامین
۵۳	باب البیان	۷۴	حضور نبوت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی	۸۴	مضامین
۵۴	باب البیان	۷۵	اتباع شریعت اور بارگاہ الہی میں	۸۵	مضامین
۵۵	باب البیان	۷۶	آپ کی کمال عظمت اور احوال قبور	۸۶	مضامین
۵۶	باب البیان	۷۷	پر آپ کی واقفیت	۸۷	مضامین
۵۷	باب البیان	۷۸	نیت صلوٰۃ کی تہہ تک پہنچنے کا حکم نہیں	۸۸	مضامین
۵۸	باب البیان	۷۹	من شکلت کبرئیتہ کو بیعت ہے	۸۹	مضامین
۵۹	باب البیان	۸۰	سنتی امور خیر خواہی	۹۰	مضامین
۶۰	باب البیان	۸۱	عبادت امور نفع و الدین	۹۱	مضامین
۶۱	باب البیان	۸۲	حضور نبوت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی	۹۲	مضامین
۶۲	باب البیان	۸۳	ذمیرگی اور طہر میں نیت صلوٰۃ کی	۹۳	مضامین
۶۳	باب البیان	۸۴	سے ایک قول کو توہم نصیب ہوا	۹۴	مضامین
۶۴	باب البیان	۸۵	انوار میں مراد کوہ جو بیجا	۹۵	مضامین
۶۵	باب البیان	۸۶	بیعت کی خصوصیت برکات صلوٰۃ	۹۶	مضامین
۶۶	باب البیان	۸۷	نیت بر موقوف نہیں	۹۷	مضامین
۶۷	باب البیان	۸۸	بیعت کی دو قسم ہیں اور بیعت	۹۸	مضامین
۶۸	باب البیان	۸۹	برکت کی تشریح بیعت برکت کے فوائد	۹۹	مضامین
۶۹	باب البیان	۹۰	حضور نبوت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے	۱۰۰	مضامین
۷۰	باب البیان	۹۱	مرتب ہیں اور میں اور میں نہیں ہوں کے		
		۹۲	لئے دخول جنت کا وعدہ الہی		
		۹۳	تقدیم کوہ میں سے پہلا کابینہ استماع		
		۹۴	دور سرزائیں کرنے کا عمل		
		۹۵	تقریب تکلیف اور نیت تکلیف میں		
		۹۶	ہند کھانا سے پہلے سب سے پہلے		
		۹۷	ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ		
		۹۸	تعالیٰ جنتا کے عبادت		
		۹۹	آپ کے خصوصیات		
		۱۰۰	ام المؤمنین حضرت عائشہ اور حضرت		
			فکر کی روشنی سے تہہ تکلیف میں کون		
			تفصیل میں اور تہہ تکلیف کے فوائد		
			خاتون جنت کا نام اور فرض تکلیف		
			جنت کی فضیلت پر واضح ہے		
			خاتون جنت کا نام عالم کی کرامت		
			سے فضل ہے		
			فقہ حکم روزانہ تفصیل وغیرہ		
			ازواج مطہرات کو ام المومنان		
			کہنا منظور ہے		
			انہوں نے کرام کی عبادت میں برکت		
			امین کے حاضر ہونے کی تعداد		
			ام المومنان کی ہر کتاب کے تولد سے		
			حصول مراد کا ایک حصہ عمل		
			ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے ہمارے		
			بکر فرشتہ ہر شہر کے اندر انسانی		
			وقت انسانی میں ہوتی ہیں		
			حدیث صحابہ سے کہہ رہے ہیں		
			پہلے اس قسم سے واسطہ ہے کہ		
			دوسری شکلوں میں انہاں ہوتی ہیں		
			اولیائے اول کونوں پہلے پہلے		
			حضرت رسول قدس سرہ تکلیف		
			میں کونوں پہلے پہلے پہلے		
			عقبات میں پہلے پہلے پہلے		
			اہل دل فرشتوں سے کہ ایک جنت		
			ایک جہنم جہنم جہنم جہنم		
			شب معراج میں اور دیگر ایسا کہ		
			عظیم حصہ کو اسلام کا ایک وقت		
			نہیں ان کا ان کا ان کا ان کا		
			مشق اور تہہ تکلیف میں اور کونوں		
			جنت میں اور کونوں میں جنت میں		
			سفر اولیائے کرام میں اور کونوں		
			جنت میں اور کونوں میں جنت میں		
			ایک ہاتھ سے مصافحہ پر تہہ تکلیف		
			ان کی اور کونوں میں اور کونوں		

فہرست مضامین بشیر اعجازی بشرق جامعہ البھاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۸۸	ہاتھوں سے منہ مسون نہ ہونے کا ثبوت اس حدیث سے ثابت شدہ باقی مسائل اور ایک نئی سوال جواب	۱۰۰	فاد حراس جبریل ابن الصلوٰۃ و التسلیم بشکل بشر حاضر ہوتے تھے۔	۱۰۸	ماانا بقاری کی پہلی تقریر	۱۱۵	محمد بن کزیکہ صحابی کی تعریف صحابی کی قسم اول
۹۰	حدیث بیضا	۱۰۹	دوسری تقریر	۱۱۶	فیر عدلہ کی تحقیق	۱۲۱	حضرت غوث اعظم کے مرید فرشتے بھی تھے
۹۱	ہم بخاری کے متفقہ تہذیب شیخ زماقتان کے تیس اور تیسین	۱۱۷	ماانا بقاری کی دوسری تقریر	۱۲۲	رد علیٰ فیض الباری	۱۲۳	مخبر دوم جو انہاں تالیف تھے
۹۲	حضرت بشرقانی قدس سرہ کی مسکن کے ساتھ فرم فرماری شکر دوں کی خدمت	۱۱۸	تحقیق غیر قطریہ	۱۲۳	جبریل ابن علی الصلوٰۃ و التسلیم کی طاقت کا بیان اور ایک مثال	۱۲۴	عبداللہ بن مسعود اور اس کے اصحاب
۹۳	براصطلاح صحابہ میں حافظ اور جب کی تعریف	۱۱۹	علامہ طبرانی کا جواب	۱۲۴	جواب غیر قطریہ	۱۲۵	رد علیٰ فیض الباری
۹۴	روایا سے صادر اور صادقہ کا فرق	۱۲۰	توحید کے تین مرتبے اولیٰ توحید ایمانی	۱۲۵	دوم توحید صلی	۱۲۶	ہام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیق
۹۵	روایا کے اقسام اور کونسا ایسا نبوت کا جز ہے	۱۲۱	سوم توحید حالی	۱۲۷	رد علیٰ فیض الباری	۱۲۷	سورہ یا ایہا الذکر کی ابتدائی آیت میں ارتباط
۹۶	علوت توحید کے فوائد	۱۲۲	روایت صحیحین کی روایت غیر صحیحین پر مطلقاً ترجیح دینا	۱۲۸	رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۱۲۸	رد علیٰ فیض الباری
۹۷	حدیث ابن بجان علی قلبی کا بہترین مطلب	۱۲۳	تحقیق احادیث کے خلاف ہے	۱۲۹	اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۱۲۹	رد علیٰ فیض الباری
۹۸	خلوت کے لئے فاد حراس کی تخصیر کے ظہور اور بعض دوسری دہان صحابین اور ان کے وقت	۱۲۴	رد علیٰ ابن الصلوٰۃ من بجز العلویہ مع اللہ تعالیٰ	۱۳۰	ناہوس اور جاسوس کا فرق	۱۳۰	قبضہ بصرہ اور جاسوس کا فرق
۹۹	انفاد کا بیان	۱۲۵	بسم اللہ کے جز ستر ہونے کی بحث	۱۳۱	ناہوس اور جاسوس کا فرق	۱۳۱	تخصیل علم و دین نہ فلام کو آقا بنا دیا
۱۰۰	اس امت میں سب سے پہلے غوث کون ہوا	۱۳۲	تائین جزیت کی پہلی دلیل	۱۳۲	رد علیٰ فیض الباری	۱۳۲	خواجہ اور اس کے شاگرد
۱۰۱	اولیائے انفراد حضور غوث علم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت تھے	۱۳۳	تائین عدم جزیت کی جانب سے اس کا جواب	۱۳۳	رد علیٰ فیض الباری	۱۳۳	ذیور شریف کا ارشاد
۱۰۲	فاد حراس آپ کا کیا ہونا کی شخص	۱۳۴	دوسری جزیت کی دوسری دلیل	۱۳۴	رد علیٰ فیض الباری	۱۳۴	خواجہ زوالین عصری کا سوال
۱۰۳	تفکر کے معنی	۱۳۵	بسم اللہ کی آیت سے دہم کی دلیل	۱۳۵	رد علیٰ فیض الباری	۱۳۵	خواجہ بایزید سلطانی کا جواب
۱۰۴	ذکر کے اقسام	۱۳۶	اس دلیل کا جواب	۱۳۶	رد علیٰ فیض الباری	۱۳۶	خواجہ بایزید کے نام کی برکت
۱۰۵	ذکر مجری چہا چہا کی طریقہ	۱۳۷	آیت واحد چہا چہا کا اثبات	۱۳۷	رد علیٰ فیض الباری	۱۳۷	صحید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات
۱۰۶	ذکر حنفی کی طریقہ	۱۳۸	رد علیٰ فسخ اللہم	۱۳۸	رد علیٰ فیض الباری	۱۳۸	تعالیٰ عنہ کے حالات
۱۰۷	ذکر کی خصوصیت	۱۳۹	رد علیٰ فسخ اللہم	۱۳۹	رد علیٰ فیض الباری	۱۳۹	آپ کی کرامت
۱۰۸	م المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۱۴۰	معرضہ علیٰ حاشیہ الصلوٰۃ السنذی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۴۰	رد علیٰ فیض الباری	۱۴۰	شان توکل اور اطاعت والدہ
۱۰۹	حدیث کی ترجمہ اور ایک ساتھ مطابقت	۱۴۱	معرضہ علیٰ حاشیہ الصلوٰۃ السنذی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۴۱	رد علیٰ فیض الباری	۱۴۱	موت کا عبرت آموز واقعہ
۱۱۰	احادیث اور حدیث بسم اللہ تک	۱۴۲	معرضہ علیٰ حاشیہ الصلوٰۃ السنذی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۴۲	رد علیٰ فیض الباری	۱۴۲	آپ کے ارشاد فرمودہ جوامع علیہ
۱۱۱	نائل ہوتیں	۱۴۳	معرضہ علیٰ حاشیہ الصلوٰۃ السنذی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۴۳	رد علیٰ فیض الباری	۱۴۳	واقفہ شہادت
۱۱۲	انورہ امر نہیں	۱۴۴	معرضہ علیٰ حاشیہ الصلوٰۃ السنذی رحمہ اللہ تعالیٰ	۱۴۴	رد علیٰ فیض الباری	۱۴۴	دعا مقبول ہونے کی علامت
				۱۴۵	رد علیٰ فیض الباری	۱۴۵	شہادت کے بعد آپ کی کرامت کا ظہور
					رد علیٰ فیض الباری		عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات
					رد علیٰ فیض الباری		عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کرامت

فہرست مضامین مشیر القاری بشریح صحیح البخاری

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۱۶۰	آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد	۱۶۹	آب زمزم ہر مقصد کے لئے مفید ہے	۲۱۸	سجود عبادت اور رکوع کا حکمیت میں مستحق کیلئے
۱۶۱	گناہوں سے زیادہ بڑی باتیں	۱۷۰	ح کے مغز میں مذہب مختار محمدین کے نزدیک مثل اور نحو کا فرق	۲۱۹	نبوی بارگاہ میں رکوع کا سجود نبوی کی اہمیت اور رکوع کی اہمیت
۱۶۲	امداد زیادہ بھیجیے۔ اسلامی اخلاق کی بہترین مثال	۱۷۱	مدینہ کی ترجمہ الباب کے ساتھ مطابقت	۲۲۰	نبوی حدیثوں میں کلمہ اور کلمہ بزرگان دین کی قدوسی سنون
۱۶۳	گالی کا بہترین جواب	۱۷۲	حدیث کے ساتھ	۲۲۱	ہونے کے اصل
۱۶۴	سناڑکی اہمیت	۱۷۳	ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات	۲۲۲	سجود عبادت اور رکوع کے بار بار
۱۶۵	تقریر اشکال	۱۷۴	ہر فعل کے حالات	۲۲۳	آیات کی ولادت قطعی نہیں
۱۶۶	۷۷ ص ۱۱ ابتدائی کی رسوم	۱۷۵	رکب اسم جمع ہے جمع نہیں قریش کن لوگوں کو کہتے ہیں	۲۲۴	سجود عبادت کی تحریم میں اور اشکال کا جواب اول
۱۶۷	اشکال کا جواب دوم	۱۷۶	قریش کی چند وجوہ تسمیہ	۲۲۵	متواتر ہیں
۱۶۸	انہں کے حقیقی اور صحابی معنی	۱۷۷	طہارت عرب کے نام	۲۲۶	سجود عبادت اور رکوع کی تحریم پر اجماع قطعی ہے
۱۶۹	لام تعین کے اقسام	۱۷۸	بنک اور ڈاک خانے میں روپیہ جمع کر کے مانع لینے کا حکم	۲۲۷	قرآن کریم سے سجود عبادت کی تحریم
۱۷۰	سماع استماع انصاف کے معانی	۱۷۹	لفظ ترجمان کی تحقیق	۲۲۸	آیت ناسخ کیوں نہیں ہو سکتی انہی سے کرام عظیم معلومہ اور ان کی مبادلہ شہ تصدیق
۱۷۱	ترجمہ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت	۱۸۰	افعال کا صمن وقوع مشی نہیں	۲۲۹	حضرت امیر عبد اللہ علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۷۲	درجہ اول فیض الباری	۱۸۱	حاصل ہے	۲۳۰	حضرت نوح علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۷۳	اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں	۱۸۲	امام الخاتون سے جوہر کی مغفرت کا عیب واقعہ	۲۳۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۷۴	رابطہ آیات	۱۸۳	لفظ "قطہ" کے معانی	۲۳۲	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۷۵	حدیث کے ساتھ	۱۸۴	ترجمہ الباب کے ساتھ مطابقت	۲۳۳	حضرت داؤد علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۷۶	امام عبداللہ بن مبارک کے حالات	۱۸۵	لفظ "مَافَا" کے وجوہ	۲۳۴	حضرت سلیمان علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۷۷	زینت سابق میں عالم دین کی جانب رغبت	۱۸۶	اشد ضروری تشبیہ	۲۳۵	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۷۸	صبر و استقامت کی صورت	۱۸۷	شرک کے معنی	۲۳۶	حضرت یونس علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۷۹	جس نصیب ہو سکتا ہے	۱۸۸	امور عبادت کا بیان	۲۳۷	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۸۰	اہل علم کی خدمت دوسرے اصحاب حاجت سے مقدم ہے	۱۸۹	نام خود کی بحث	۲۳۸	حضرت یونس علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۸۱	انسان صرف علم میں	۱۹۰	ان اور ان کے پاس میں کوئی حیوان ہر قول کے اسلام کی بحث	۲۳۹	حضرت داؤد علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۸۲	دعویٰ زہد ان زہد پر ہے	۱۹۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حدیث شریف	۲۴۰	حضرت سلیمان علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۸۳	اہل و عیال کی پرورش کیلئے کمانی عباد سے بہتر ہے۔	۱۹۲	نبوی دولت نامہ کی تشریح	۲۴۱	حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حدیث شریف
۱۸۴	اہل مشیت کو رکھنا انھوں کی خیرات سے بہتر ہے	۱۹۳	سیدنا علیہ السلام کا دعوت نامہ بنام یحییٰ مگر سب	۲۴۲	عجیب حدیثوں سے فقہاء کی تفسیر
۱۸۵	آپ کی کرامت سے تائبینا بننا ہو گیا۔	۱۹۴	امام ابو جعفر کے ساتھ مطابقت	۲۴۳	عجیب حدیثوں سے فقہاء کی تفسیر
۱۸۶	عزیزت میں سے کاتبین اور کاتبین	۱۹۵	کلمہ "اے" کی بحث اور اس کے معنی	۲۴۴	عجیب حدیثوں سے فقہاء کی تفسیر
۱۸۷	قیامت کی آیت کے ساتھ	۱۹۶	معانی معنی کی تفصیل	۲۴۵	عجیب حدیثوں سے فقہاء کی تفسیر
۱۸۸	اشکال بر سادیت	۱۹۷	سجود کی بحث اور اس کے اقسام احکام	۲۴۶	عجیب حدیثوں سے فقہاء کی تفسیر

ویساچہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ اَمجد عَلٰی + وَ الَّذِیْ هُوَ اَحْمَدُ رِضًا عِنْدَ كُلِّ ذِکْرِ + وَ الصَّلٰوةُ
خبر اول ہے امام خیرانی خبر اول ہے عمود خزان ہستی میں
 وَ السَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہِ الْاَتْحٰی + الَّذِیْ تَعَلٰی لَمْ یَکُنْ شَیْءٌ مِّنْ اِلٰہِیْ وَ الْخَفِیْ + وَ عَلٰی اٰلِ سُرْتُوْلِہِ
 عِبْدِ الْعَزِیْزِ عَلٰی کُلِّ عَابِتٍ وَ نَارِیْ + وَ هَدٰیةِ اللّٰہِ لَکُلِّ مُسْلِمٍ وَ مَخٰسِرِیْ
 وَ عَلٰی اصْحَابِہِ الَّذِیْنَ هُمْ فَضْلٌ حَقٌّ لِّمَنْ قَفَاہُمْ سِیَّمَا التِّرْمِذِیْ وَ النَّسَائِیْ +

نفسیہ پر صفت ہے

مَا ذَا اَمَّ الْبُیُوْا اُوْدُ وَا بِنِ مَا جَآءَ بِاَیْدِ الطَّالِبِیْنَ + لَا بَلَّیْ لَیْ اَلْبَدَا اَلْبَدِیْنَ

امتا بعد فقیر سید غلام جیلانی ابن مولوی سید غلام فخر الدین ابن قدوة العلماء الرافضی امام الفضلاء الکاملین واقف
 اسلما کا ب تو حسین سیدنا و مولانا مولوی سید سخاوت حسین قدس سرہ اللہ تعالیٰ سرورہما و افاض علیہما
 من بعد سخاوتہما۔ برا و ران مسلمین کی خدمات میں عموماً اظہار ابان علم دین کی خدمات میں خصوصاً گزارش کرتا ہے کہ اسلامی علوم میں
 علم حدیث اور علم فقہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ علمائے سابقین نے انہی پوری پوری چھان بین فرمائی۔ حتی الامکان کسی گوشہ گوشہ پر تحقیق
 نہ چھوڑا اپنی مقصدت کے اعتبار سے ہر ہر لوگو کو واضح فرمادیا۔ دیگر علوم اس خصوصیت پر محروم ہے۔ اسلوا اسلما علیہما جہاں کثرت کیا اعلان
 دونوں میں پائی جاتی ہیں۔ دوسرے علوم میں نہیں ملتیں۔ لہذا اسلوا اسلما علیہما جہاں کثرت کیا اعلان
 فرق ہر ذی کر کے کا مل متیاط کیسا تھا نبوی اعادیت کا ذخیرہ فراہم کیا اسلوا اسلما علیہما جہاں کثرت کیا اعلان
 قوت اجہاد کی روشنی میں اگلے صحیح معانی پر عبور حاصل کر نیکی بعد بڑی بڑی کاوشوں کیا تھ ان سے مسائل کا استنباط کیا اسلوا اسلما علیہما جہاں کثرت کیا اعلان
 فقہیہ کے ساتھ موسوم کیا جاتا ہے ان دونوں جماعتوں کو اسلوا اسلما علیہما جہاں کثرت کیا اعلان
 کو کہ اہمیت مسلمہ کے لئے راہ عمل آسان فرمادی۔

اسلوا اسلما علیہما

اسلوا اسلما علیہما

زمانہ قدیم سے مسلمان علوم اسلامیہ کی تحصیل کرتے چلے آ رہے تھے اور یہیں ہی انہی کی جذبات کے ماتحت ہوتی تھی۔ اس سے حصول دنیا مقصود نہ
 ہوتا تھا۔ اسلوا اسلما علیہما جہاں کثرت کیا اعلان
 حیرت کے حامل ہوتے ہر موقع پر مذہبی حمایت پیش نظر ہوتی۔ یعنی مفاد کو ذاتی مفاد پر مقدم سمجھتے بلکہ دینی مفاد کو ذاتی مفاد تصور کرتے تھے تحصیل میں
 اتنی جدوجہد کیا کہ ہر ذریعہ میں ممتاز قابلیت حاصل کر لیتے۔ علوم اسلامیہ کی تحصیل مسلمانوں کے کسی خاص طبقہ کیساتھ مخصوص نہ تھی۔ ہر غریب اور
 متوسط الحال طبقہ کی طرح سرمایہ داروں کا میلان طبع بھی اسی طرف تھا۔ اسلوا اسلما علیہما جہاں کثرت کیا اعلان
 آتی تھی ہندوستان کے مسلمان اپنی اس علمی زندگی کے اعتبار سے نہایت خوش حال و دنیا بینی جگہ پر ایسے حکم کے کہ قاری طاقت کے ہاتھوں
 اور کٹاؤں سے بھی ڈرنا تھا یہاں تک کہ دشمن اسلام انگریز کا تسلط ہوا۔ اس نے پورا پورا قابو پانے کے بعد ہندوستان میں سچریت کی بنیاد ڈالی

اور سید احمد صاحب کو فرما کر اسکی اشاعت و تبلیغ کے لئے مقرر کیا گیا ہے (تہذیب لاطلاق نامی ایک پرچہ جاری کیا جس میں مخالف اسلام غیرت کے اصول سرابے چلنے لگے۔ انگریزی تعلیم کے لئے کالج قائم کیا اور اسکے محاسن و فوائد بیان کرتے ہوئے اسکی تحصیل کی جانب بڑے زور و اثر کے ساتھ ترغیب دی جانے لگی۔ ابتداؤں میں جرم علی صاحب دہشتی ہمدی علی صاحب اپنے دو سواری تھے جو غیرت کے اثبات میں ناز و فخر دکھاتے رہے ان کے بعد مولوی الطاف حسین صاحب حالی پائی تھی اور آفتاب الہی صاحب کو انکی خدمات تفویض ہوئیں۔ ان دونوں صاحبان نے انگریزی تعلیم کی مدافعت کی کی تعریف اور غیرت کی توصیف میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ اولاً اپنی پوری قابلیت انگریز کے اثبات پر اسلام کی مخالفت میں صرف فرمادی۔ جس سے متاثر ہو کر مولوی حافظ محمد سلیم الدین احمد صاحب تسلیم کرنے لپئے صرفاً نذر انداز میں فرمایا تھا۔

- ۱) شہسودہ قدر کا خوب چوراہا ہے + توہب کی ہر شاخ میں پھل لکھ ہے + مزہ ایک بھل میں کٹے طرح کا ہے + نئی داستان ہے نیا ماہ ہے
- براک کام کا یا پٹ ہو گیا ہے + کہ اسلام کا یا پٹ ہو گیا ہے
- ۲) بجا احترازاں در توہب بھی پیلا + مگر کام پورا تسلط کے ڈھب کا (۲) ناول سے نکلنا تانی سے بھگتا + تو نالٹ نالٹا ہوتے بولتی افزا
- عطف در عطف واصل بن عطا + مخالفت نبی کے مقابل خدا کے
- ۳) وہ کفر و تزدق کے فرزند نامی (۳) ہوا کے دردگار بدعت کے حامی + خلافت کے سنبھے ہوئے سلائی
- وہ تہذیب خاتون کے فرزند یعنی + وہ آزادانہ کے دلہند یعنی
- انہیں اپنے نام مہارک سے ہیں + تو سنے کہ وہ فکر دنیا سے امین (۴) نہا ہند تقارنہ غم خور باطن + ز صوفی نزاہد مسلم نہ مومن
- متن کی جو دو ترقی کے شوق + وہ ہیں جن کو حضرات کہتے ہیں غیر
- اسی غصہ کے داد گیر دستارین + قدم آپ کے آئے ہندوستان میں (۵) بہنا گئی علم کے بوستان میں + کھلے عقل کے گلزار لی دوستان میں
- یہ آئے اہل ان کے خیالات دیکھو + دکھاتے ہیں کیا کیا کمالات دیکھو
- ۶) بنا مدرسہ کی جو بیلوں نے ڈالی + نئی راہ چننے کی پہلے نکالی (۶) تو پینے لگا ایک ایوان عالی + جیسے دیکھ کر کہتے ہیں حالی
- کہ پانی جی دست از حق نشوید + قلند جو گوید ہم دیدہ گوید
- بشارت ہو لے ہستیاں - پنجر علی گڑھ میں ہوتا ہے لہجہ کہ (۷) یہ جہ ہے کہیں جہ زندان سے بزرگ ہے + کہ ہے مدرسہ کھلا دلا سکے درہ
- کسی کا دل پاک ہے سنگ اسود + بڑھو کھکھ لیدیک یا مسین احمد
- ۸) یہ والاگر سید خساندانی + ہیں اس کجہ پنجر کے کھانی (۸) عرب میں جو ہے کبیرا ستانی + وہ حضرت کے دادا کی بڑ کا دانی
- تو خود کہ کول میں رہا ہے + یہ کبہ بنایا ہوا آپ کا ہے
- ۹) یہ رنگ انگن کجہ پنجریت + دیر الارادت مشیر المشیت (۹) ہیں اک مردی غم پاکیزہ + طبیعت میں پورائی قوی حیت
- یہ کرتے ہیں سلام کی فرخواری + یہ ہیں یادگار خلیل الہی
- ۱۰) یہی دین پنجر کے ہر خاص مرسل + یہ پنجر انہیں کا ہے وحی منزل (۱۰) یہی جانتے ہیں کتاب مفصل + انہیں پر کھلا ہے ہر کسلا ز محل
- جہاں ہیں نبوت کے صدق ان کے + صحیفے ہیں تہذیب لاطلاق ان کے
- ۱۱) بڑے کام کے پہلے وہ تھے جاری + کہ کوی تھے احکام تشریح جاری (۱۱) انہیں کو تھی تہذیب کی پانگاری + انہیں سے تھی تہذیب کی تھوڑاری
- چرخ ان کی تحقیق کے ٹھٹھانے + تو آئینہ ہمدویت دکھاتے
- ۱۲) گروہ جوش اب منبار بار ہے + زاگلی سی تابش نہ زور دنیا ہے (۱۲) اور اس ہمدویت کو بھی اختلاف ہے + اثر غیبت نامہ کا ہوا ہے

نہا جا چکے ہیں وہ اب گھی کے جلنے + نہرواب سے ہیں وہ مٹے نکلتے
 تو نیکے میں پھر دو حماری نای + تو انہیں شریعت نیچے کے حامی (۱۳) تمہیل کے عالم شریعت کے حامی + تزدق کے راجع تشنگی کے
 نروہ مستدگویا ولسان دونوں + بنی نوع نیچے کے انسان دونوں
 وہ ایک دن میں وہ باہم لگے واپسی + کہہیں نام کے آفتاب اپنی (۱۴) ریاضی دھیوں کے ماہر کیا ہی + تواریخ کے ماہر بے تنہا ہی
 عروج خیالات میں منبے اپنے + ہر اک طور کی قید نہ ہے اپنے
 خداوند عالم کو اب کہنے والے + نبی کو حکیم عسری کہنے والے (۱۵) شریعت کو دنیا کے دھبے کہنے والے + عقائد کو قومی ادب کہنے والے
 عقیدے میں پورے مقلدے پتے + کہ ہیں برزخ و حشر قومی ڈرگے
 وہ ہیں دوسرے صاحب طبع عالی + فین نظم میں ہم صغیر زلالی (۱۶) بہت کچھ ہے جن کا عروج خیالی + ہر اک قال کے وارہیں جن چالی
 یہ کچھ لطف گفتار ہے کام ان کا + کہ مجموعہ لطف ہے نام ان کا
 ترقی نے جلوہ یہ اپنا دکھایا + کہ صاحب نے مجموعہ کا نام پایا (۱۷) مگر سن آگے نہا رنگ لایا + کہ تفسیر کے پیر میں سما یا
 بجا ہے ترقی ہے ماں بھی نظرس + فروزی جو ہے سن کی تو مغرس
 تناسل شریعت کے کسی کی ضرورت + نہ اسکی مصلو کہ ہے ہم کدورت (۱۸) نظر انوشٹ نہ شان دکورت + غرض تم نہ گھولے جس صورت
 یہ وہ سن ہے سن پائید یعنی + جسے اہل دل کہتے ہیں سن معنی
 غرض آپ ہیں ناظم ملک خیر + سخن آپ کہتے ہیں دفتر کے دفتر (۱۹) مغلے سیاں کہ بدلا ہے بیکر + کہ ہر شعر ہے آپ کا موج گوہر
 نئی تھیٹ انصافی یہ شد مدح + کہ بھارت کے لفظ لائے میں کہ ہے
 سخن میں نیا ڈھنگ کے خوب صریح طبیعت میں یاد طرز عجیب ہے (۲۰) کلام آپ کو ہے سو منتخب ہے + مدد و جز دلا سلاہر ملک منتخب
 مدد و جز دلا سلاہر یعنی مدد + مددس کہو یا کتاب مددس
 غضب شوی ہے اہل خیر میں اسکا + فصاحت بلاغت لفظ ہے غیا (۲۱) لگایا ہے خیر کے مرسل نے فتویٰ + کہ یہ نظم ہے سائے ہم میں کیا
 نہیں مثل اس کا اس کے اسکان پھر + کہ یہ وہی خیر میں ہے نظم سبز
 بڑے ناز سے اس کے اشارہ ہو کر + مستانے کہ فرطے ہیں پیر خیر (۲۲) کہ گرجھ سے پوچھا گیا اندر عشر + عل کو نالائے ہو سب بہتر
 تو حاضر کروں گا یہی نظم طالی + ہے ہدیہ حضرت نوالہ جلالی
 نما آپ سے کوئی پوچھ کر حضرت + قیامت کے ہونے پہ تو اہل فرات (۲۳) نہیں ہائے کوئی دھوی نہ محبت + بھلا آپ کو کیا ہے عشرت نسبت
 کہ یہ اعتقاد اہل اسلام کہے + نہ قانون نیچے کے حکام کا ہے
 اور اچھا ہوا اندر عشرت تو پھر کیا + سوال آپ سے پہلے استاسی ہوگا (۲۴) مجھے یاد آتی ہے اک نقل زیبا + کسی نے یہ کہتے ہیں کسی سو پوچھا
 کہ سید اگر پوچھتا رہی جواری + تو احکام کیا آپہ ہوتے ہیں عاری
 کما شیخ نے ایک قطعہ جو ابی + کہ میں تو دیکھی نہیں یہ غرابی (۲۵) بنی فاطمہ ہاشمی پورتالی + غضب سے کہہ دیں جواری طالی
 خولے کیا ہے انہیں تو ظاہر + طہارت ہے قرآن سے انکی ظاہر
 اور اس اگر بے تو ابوائے قسمت + قیامت میں مت پٹنی نصیبت (۲۶) انہیں جو سیر کو کب ہوگی فرصت + کہ آئے گی اپنی شفاعت کی نوبت
 انہیں کچھ شریوں میں وہ درج سلا + نکل جائے گا کون ہے پھر ہمارا

اسی طرح جب اے خداداد نحیسر + برزخ جناب آگیا روز محشر (۲۷) اور اس قدر آخر کے جھگڑوں کو دفتر + کلمے میں خلاق دانائے داد
 اور اسکی بیرونی آپ سے دو کار کا + بھنے رد و کفر کے جوابات جاری (۲۸) لگی ہوئے تقریر کی محرک کاری + تو یہ مثل پر سخت جھگڑا ہر بھائی
 وہ دن ان کھیروں میں کٹ جائیگا + یہ نوبت بھلا کر نہ کرے گی اور کب
 کہ حضرت پوچھے خواہ نکرتا + ہمارے لئے نقد لائے ہو تم کیسا (۲۹) اور آپ بس مسوں دکھلا کے اجزا + کرس شعر کے جائزے کی منتا
 اور انت العزیز لکریں مسرت + خطا بپائیں کمال شرف
 مگر آپ کچھ نہیں رہا ان اس کا + نہ نہیں یہ خاص تھانے اعلیٰ (۳۰) اور اس سے بھی بڑھ کر کوئی اور تھا + یقیناً طے کا معتد رہے گا
 طے گاہے گا اور تلج تارک + تو پوچھیں گے ہم بھی خراج مبارک

چونکہ حکومت کا سایہ عاطفت سر پر تھا اس لئے مبارک ظاہر کے بار بار فرامی سے سبکدوش رہے اور اسکی تبلیغ نیچریت اور تعلیم انگریزی کی
 حرکت آنا فانا منازل ترقی طے کرتی چلی گئی۔ ابتداً طبقہ روشناس نے آپکی آواز پر لبلیاں کہا اور مدت ویدیک سائنس نام ترمیم میں صرف ہو کر شک
 بھرتے رہے۔ پھر حکومت نے کچھ ایسی تدابیر اختیار کیں جنکی بنا پر تو مسطاحال طبقہ کے لئے انگریزی تعلیم کے بغیر معاش کے ذرائع محدود چھوٹے نظر آ
 ی طبقہ بھی انگریزی تعلیم کی جانب متوجہ ہو گیا۔ رفتہ رفتہ نوبت باس جا کر سید کلاسلائی تھان سلائی معاشرت اسلامی وضع قطع اسلامی پر شک اسلامی
 آداب اسلامی اخلاق اور اسلامی امتیازات کی دولت بے بہا یہ دونوں طبقہ اپنے ہاتھ سے کھو بیٹھے۔ حکومت اور اقبال مرحوم نے محسوس کیا انکو اسوقت جبکہ
 پانی نہر سے اوجھا پوچھا تھا اور ہر گز پے سے سرایت کر گیا اور نہایت ہم پر کفر مانے لگے۔

کون ہے تاملکتین رسول محمد + مصلحت وقت کی بڑھ کر عمل مباد + کس کی نظر میں سما یا پے شہید اغیار + ہوئی کس کی نظر ز سلف سے بڑا
 بہنہ میں ہم ہندوئی تمدن میں ہند + یہ مسلمان ہیں جنہیں کچھ کے شرابین ہند + قلب یح نہیں روح میں اس نہیں + کچھ بھی بتایم کھٹکا تہیں اس نہیں
 یعنی تری بی بی ہونے بھی پوچھا ہے ہی + تم بھی کچھ پوچھو تو کہ مسلمان بھی ہو

الغرض برسرِ تادم خالق احب کی منگھہ لانا حرکت کی ثبوت قوم مسلم کے ان ہر دو طبقات میں جس طرح اور اسلامی امتیازات کا فقدان ہوا اسکی تحصیل علم
 دین بھی نہیں مغتور ہوئی۔ اسب طبقہ غریبا باقی رہا جو علوم دین کی تحصیل میں مشغول تھا۔ اور ہندوستان کے عربی مدارس سے مٹو مٹوس قابلیت الگ طبقہ
 فراغت پا کر کل رہے تھے کیونکہ اساتذہ اور طلبہ اس سے ہر ایک اپنے اپنے فرائض منصبی کو محسوس کرتا تھا اور پوری پوری امتداری کی بات تھ ان سے عہدہ
 بکارت کی طرف سے کوششیں جاری تھیں۔ دورہ حدیث میں طلبہ کا داخلہ فنون کی تکمیل کے بعد کیا جاتا تھا۔ امتحان اعلیٰ میں صلاہت رعایت کیجاتی۔ استدلال
 کے مطابق کتب ہرل جانتی شرکت سے تکامل تھا۔ پھر کتا میں بعد امتحان اعلیٰ ترمیم کی جاتیں طلبہ کی تحصیل میں فرقہ و فرقہ کیساتھ متعرف ہوتے ہر کتاب کے
 مطالعہ کو لازم سمجھا جاتا اور تکرار الزام کی جاتی تھی۔ اسی طرح اساتذہ کے نزدیک بھی یوں مطالعہ درس دینا یا امتداری کے خلاف تھا عربی مدارس انہیں
 جو شس گوارا دل دہنا سے گزر رہے تھے کر دیکھا یک ضلع ہانپور کی سر زمین پر نوبت کی گھٹائیں چھاپیں بصیبت مہال گجے اور ترمیم تعلیم کا ماحق
 آسمانی ٹوٹ کر دارالعلوم دیوبند پر گڑھا۔ بہتر اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے مابین ایسے شدید اختلافات پیدا ہو گئے۔ جہڑے مدرسین
 اور طلبہ میں تقرب و اکلانہ کو دو ماحقوں میں ختم کر دیا ایک جماعت جہتم کی ہوا خواہ جو اقلیت میں تھی۔ دوسری شیخ الحدیث کی خواہ جو اکثریت میں عرصہ ہوا
 تک دنوں چھائیں کہیں نہ گریبان انہوں در خوب۔ اچھا لگیا ہا لآخر اس سر حرکت جنگ افتخار میں ہار ہو کر ایک جماعت سے پسا ہوئی اور شیخ الحدیث
 میدان چھوڑ کر اپنے حوالی موالی کیساتھ ڈھائی صوبہ گجرات میں پھونکے پناہ گزین ہوئے۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۲۷ء یا ۱۹۲۸ء کا ہے۔ دورہ حدیث کے اکثر
 و بیشتر طلبہ جو کہ ان کے ساتھ چلے گئے تھے اسلئے دارالعلوم دیوبند کا دارالحدیث خالی ہو گیا اور اب یہ تمام نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ شیخ الحدیث کے چلنے

نظریں مثل سابقہ صرف شانِ یاست پر محدود ہیں۔ آپ کے منقول حالات انشاء اللہ تعالیٰ ہماری کتاب (اسلامی مہینے) میں لکھے جو ترجمانِ برکت
 فقیر تہذیب کو آپ کی محبت سے بہت فائدہ پہنچا بلکہ برکت کے ابتدائی مراحل آپ ہی کی برکت محبت سے طے ہوئے۔ پھر ایک دوسرے بزرگ کے
 سپرد کردیا گیا جن کا ذکر غیر عقربیک تو والا ہے۔ چونکہ شرح مفکر کے لئے آپ نے اپنے اپنے لطیف فرمایا تھا۔ نظریات حصول برکت کی خاطر نام مہارک کے پیشتر
 کو لیتے ہوئے اس شرح کو (شہید القاری شہوج صحیح البخاری) کے ساتھ موصول کرنا ہوں میں قابل تو نہیں کہ ان کے احسانات بیکران کی مکافحت کرنا
 بفرمائے **سَلَاخِيْلٌ جَدْنُكَ مَعْنَى نَيْمًا وَكَمَالٌ ۚ فَلْيَسْعِدِ النُّطْقُ اِنْ لَمْ يَسْعِدِ الْاِحْتِمَالُ**۔ ان ٹوٹے ہوئے حلمات کا ثواب جو برکت
 حایت دہری وجود میں لے لے ان کی روح مقدس کے لئے بہت کرتا ہوں۔ مگر قبولِ مفتد زہدہ عزد شرفہ

ارباب علم کی خدمات میں درخواست ہے کہ اسکو بغور ملاحظہ فرمائیں جہاں کہیں جو غلطی طے ملاحظہ کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ فقیر شکر کے ساتھ
 قبول کرے گا۔ اور آئندہ قلماعت میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔ وَمَا تَوْفِيقِي اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاللّٰهُ اَنۡبٰىبُ۔

حالات خود تسلیم خود

والد ماجد مرحوم کے یہاں کم از کم ایک گھنٹیس فرود تھی جہی جس کے دو دو گھنٹے پروردگار نے شنبہ فاتحہ دیکر بزرگانِ نبی اور جلاوطنین کو عمارت کی خدمت میں
 عیصال ثواب کیا کرتے تھے۔ اور غافلانہ دستور کیا تو گیا اور سویشہ اپن کی فاعلمی مولات میں اصل تھی یکے بعد دیگرے چار لڑکیاں پیدا ہوئیں جن
 گھر گری۔ دل میں فرزند کی آمد کو کھتے تھے۔ پانچویں مرتبہ تمید ہوئے ہر سب بڑا شاہدانی (والدین تقوالیہ لہا لوسیلہ) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
 وسیلہ بنا یا اور یہ نذرانی کہ اگر س مرتبہ فرزند تولد ہوا تو معمول سے زیادہ وسیع پیمانہ پر گاہیوں مشرفین کی فاکوٹوں کی جائیں۔ خواہ یہ کسی بزرگ کی نذر
 سے مشرف ہوئے۔ انہوں نے تولد فرزند کی بشارت شیتہ تھتے یہاں ت فوانی کرنا کا نام (مضامین حیلانی) رکھا ہے چنانچہ بتاؤنگے اور رمضان لایا کہ
 فقیر کی ولادت ہوئی اٹھدی اور شاد فرزند نام رکھا گیا۔ اور بڑی دھوم دھام سے گیا اور ہر مشرفین متائی گئی۔ فقیر کی دل تڑپا ہے کہ کوئی تعالیٰ اپنے صبر کے ہم
 طیر الصلوٰۃ والتسلیم کے صورت اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل میں اس ماہ مبارک کے اندر ذات بھی نصیب کرے۔

ایں دعا از بندہ آمین از ملک جہیز شہ نازندو اجابت از خاک

سین شورا اتر اسلامی طریقہ کے ماتحت برم سید غولانی ادا لگی۔ اور بعد اختتام ناظر دیکھ کر دو مکتبہ میں داخل کر دیا گیا۔ جہیں استاد محترم شرفی علی
 صاحب نے ترقوی تعلیم دیتے تھے۔ اس مکتبہ کا نصاب پورا ہونے کے بعد پرائمری اسکول میں داخل ہوا۔ جہاں شعبہ چہارم تک تعلیم ہوئی تھی۔ اور اس میں استاد محترم
 منشی محمود صاحب ہڈیا شریف تھے۔ وہ چہارم تک میرا ہی ہوئے بعد م معظم حضرت مولانا شاہ تیر غلام قطب الدین صاحب پرمجاری علیہ
 رحمۃ الہادی نے اپنے ہمراہ لیا کہ صدر مدرسہ انجمن اہل سنتت باز لڑیوں اور ادا دہی داخل کر دیا جو بالکل بنام جگہ واقعہ نجیبیہ
 موسسہ ہے۔ یہاں پڑھنا منام سے تعلیم کا آغاز ہوا۔ اور چند سال میں کافیہ تک سائی ہوئی جس کے متعلق ظہیر میں مشہور تھا کہ کافیہ کی نسبت قی حد
 چونکہ اسکودہ ہے یوم خیر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ عظیم ہوا کہ طبیعت میں شرفی تحصیل پر پرفرا دیا تھا کبھی قسرتا سکر کی خدمت میں نہ آئی۔ شوق تحصیل ہر کی
 اثر ہے کہ ان کا یاد کر کے سب رات کو سوئے نہ زبان پر جاری ہوجائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ملکہ شرفی میں جناب علی بن صاحب مرحوم پشتر انسپکٹر اعلیٰ ریاست
 راجپور کے مکان پر بعد نماز صلا طلبہ دستک ماثہ آیت کی کہ تم میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ چہاڑھے پڑھتے آگے لگ گئی اور کجائے آیت کریمین کا یہ سبق بنا
 پر بار و زبند جاری ہو گیا کہ اقبال اصل میں تو ان تھا وہ محرک تخیل کا منتوج ہا کو کو ہفت سے ہلا قال ہو گیا اور ہر دو میں میں بائیں طبعی طلبہ
 مسکرا رہے تھے کہ اتنے میں انسپکٹر صاحب مرحوم بیٹے اپنے تشریح سے آئے۔ مسکرا پڑھے اور توجیب ہو کر بیدار کیا کہ آیت کو کبھی کو کیلئے نہ گنج کا ختم
 ہوا ہے۔ موجودہ دور میں حالات طلبہ کی کثرت ہوتی ہے کہ ان کے تحصیل کی کایا بلطے ہوگی۔ مولانا کی کال لکھا کہ شکر دار کرتا ہوں کہ اتنے نچنا چیز

حالات خود تسلیم خود

سیکوں مثل فریاد تھا بلکہ حق یہ ہے کہ شکر ادا نہیں ہو سکتا۔ میں شکر چوں کہ کم کر بہ نعمت تو ام ۵ نعمت چو نہ شکر کند ہر زبان خوشی۔
 ابتدا ہی سے میلان طبع صرف دعویٰ کی جانب زیادہ تھا خوش قسمتی سے استاد بھی ملے تو ایسے جو مسائل صرف غور کے لحاظ سے یعنی شکر کا عظیم حضرت
 مولانا عبدالعزیز صاحب نے تصدیق فرمائی ہے کہ تم جو اچھل چاھو عمر بیٹھنا لگو اور سنہ صمدت کی زینت ہے۔ قوت حافظہ اتنی زبردست کہ کچھ
 نادر کا یہ طبع سینا کہا جلتے تو یہ جانے ہو گا کیوں تو قدرت نے ذات گرامی صفات میں بہت سے اوصاف و دعوت فرمائے ہیں۔ مگر ایک صفت ایسا بدعت
 فرمایا ہے جو ہر حاضر میں راجعت علماء کے اندر صدمہ یا کالمعروف ہے وہ ہے کہ آپ آرد قاری عربی انگریزی زبانوں کے علاوہ زمانہ سکونت کے بھی ماہ
 ہیں۔ آپ نے حصول بکری کے مسائل تا ختم اثنان جمع ادا کیے کہ مسائل مع جماعت تا ختم ہجرت تک تہذیب کا نیا نیا یاد کر لیتے تھے جو کہ یہ پیشہ پور غار عمر
 چوں چاہتے تھے کہ وہ میں رقم و غیرہ کر سکتا بھی کرتے اور قریب زرا و زراہ صبح چھا لگی طرح کا نیند کا تصور کرنا تھا۔ رمضان المبارک کی تعطیلات میں مکان پر بکر
 باقی ماندہ کاغذ کی اس نئی تکمیل کی کہ وہ پورے شام کی جا ہی سانس نہ لکھ کر کانی کی جماعت کا ایک حصہ لکھ کے بعد نماز ظہر اسکو پانی پیا کر لیتا اور بعد نماز کو کافر
 لیکر دیکر اسطے میل بھر مسافت تک جا ہوا مولیٰ میں داخل تھا ایک تہہ واپس پر راستے میں یک سن رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جو مولیٰ ابوبکر رضا
 صاحب مرحوم کے یہاں سے خدمت پر کوثر تشریف لائے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ بعد وہ اب سلام ہاتھ میں کتاب بھرا کر فرمایا یہ کیا کتاب ہے میں نے عرض
 کیا کاغذ لکھا کیوں لکھتے ہوئے ہیں۔ عرض کیا کہ نیا نیا یاد کرتا ہوں۔ اس پر قوی سے تعجب ہو کر استفسار کیا کس کے لکھے ہو۔ واللہ صاحب کی نام
 پہلے فرمایا ماہما شکر ہے۔ ہمارے دادا مولیٰ سعادت میں متا صرف و خوش رنگاں دیکھتے تھے یہ انہیں کا شہ ہے پھر کچھ دوسرے کلمات فرما کر
 تشریف لے گئے۔ بفضلہ تعالیٰ اس رمضان المبارک میں حقیر پورے کاغذ کا حافظہ ہو گیا۔

بہی کے سفر میں ایک مشہور اعتراض کا حل

امام المنصفین رئیس المناظرین استاد العلماء حضرت مولانا شاہ محمد نعیم الدین حصار آبادی قدس سرہ سے بھی شریف
 حاصل ہوا گلستاں۔ قدوسی۔ قال قول کے ابتدائی حصے آپ پر سے طبیعت میں تفصیل اور توجہ کا مادہ آپ ہی کی خدمت سے پیدا ہوا تھا۔ وہ پھر
 بعد طعام جب قیلولہ فرماتے تو پتے مبارک ہالے کی خدمت میرے سپر تھی اس وقت کہیں پر سے ہوئے مسکے پر عرض کر کے فرماتے کہ جواب ہو جا اور تاش
 کر کے ہا۔ جواب کہ ہم کی رسائی تہذیبی تو کتبہ تعلق کی جہان میں کرتا کبھی جواب مل جاتا۔ اور کبھی نہ ملتا۔ تو آتا تہذیب کا شاہ فرماتے۔ اس پر گروہن کی
 رسائی ہو گئی تو فیہا و فیہا و فیہا جواب بیان فرمایا کرتے تھے اس طرح مشکلات کے استخراج کی استعداد پیدا ہو گئی عربی مکالمہ اور عربی الشاکل ترقی ہوئی آپ
 ہی نے گرائی تھی۔ ان ایشیا میں تہذیب کے سفر میں کثرت خادہ ہر کتاب تھا اور آپ کے دربار میں مخلص دست حافظہ امیر حسین حصار آبادی مرحوم آپ کی خدمت
 میں تھے۔ مشہور علامہ ہمایون صاحب نے یہاں فرود گشت ہو کر کڑی کا مادہ بار کرتے تھے ایک دن کتابیں خریدنے کے ارادے سے کسی کتب فروش کی دکان پر
 تشریف لگے۔ دکان پر ہو کر وہاں طلب فرمایا میں نے جیب ڈبیر نکال کر پیش کی اور پورے کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ زائد تھا۔ ملائے میں کسی نے نکال لیا
 یہ کسی طرح جیب سے نکل کر گر پڑا۔ میری ہاس بجا صاطی پر غصہ ہو کر رفت ہو میں فرمایا ارفاقان ہو، یہ شکر شطانی فیرت پرید ہوئی۔ اہم میں چلایا۔
 چلتے چلتے اسٹیشن سامنے آ گیا۔ وہ پھر کا وقت ہو چکا تھا۔ جب کہ گس دی تھی ایک ٹو پو ڈالا نظر پڑا۔ اس سے ایک آنکھ کے ابلے ہوئے چنے غریب کو بھول
 تا وہ پتہ رات فارغ اور کھول پیر تھپتے تھپتے ایک سجد میں ہو گیا جہاں کتب خانہ بھی تھا چھوٹے استیجے سے فراغت پا کر کتب خانہ میں داخل ہوا۔ اور حافظہ صفا
 سے فرست کتب شہ کی باتوں نے فرمایا کس فن کی کتاب کھینا جانتے ہیں۔ چونکہ علم خوبی جانب طبعی رفت تھی اسلئے تو ہمیں ظاہر کی کہ علم خوبی کی کتاب
 دیکھنا چاہتا ہوں، انہوں نے فرست کھول کر سامنے کھدی امیں فوائد ضیا آئیہ کا ایک کاپی مشیہ نظر سے گزرا طلب کرنے پر حافظہ صاحب نے نکال کر
 دیا کہ وہ کتب شہ اور اعتراض در اسکا جواب دونوں تھے۔ مشہور اعتراض یہ ہے کہ (الکلمۃ لفظ وضع ملعنی مفرد) میں (الکلمۃ) کو جمع

قراردینا درست نہیں اسلئے کہ (الکلمۃ) الف لام حرف العریف اور کلمۃ اسم سے مرکب ہے۔ انہیں دل غیر مستقل اور ثانی مستقل ہے۔ اور مستقل اور غیر مستقل سے مرکب غیر مستقل ہوتا ہے اور غیر مستقل محکوم علیہ نہیں ہوتا لہذا جو کلمہ غیر متناہی نہ ہوگا کیونکہ ہر متناہی محکوم علیہ ہوتا ہے لہذا (الکلمۃ) کو جو قرار دینا درست ہوا۔ جواب یہ مذکور تھا کہ حرف تقریب عارض اور کلمۃ معروض ہے اور مجموعہ متناہی نہیں حتیٰ کہ عراض لازم آئے۔ بلکہ متناہی معروض ہے۔

استناد معظم قدس سرہ میری وجہ سے برلستان۔ بازار ہی میں تشریف فرما تھے۔ قیام گاہ پر راجت نہیں فرمائی تھی۔ اور حافظ صاحب مرحوم تلاش میں مصروف تھے۔ وہ گھنٹے مطالعہ کر کے بعد نماز ظہر اور کھانے کے بعد عراض میرا ذکر کرتے تھے۔ کیا حافظ صاحب مرحوم نے کہیں دور سے دیکھ پایا۔ یا دہلی میں جیلانی جیلانی کہتے ہوئے دو ڈیڑھے مہرہ طول قدر دراز پیش اور بھاری بھرکم انسان تھے۔ ان کے دورے کا سفر عجیب ذہب نظر تھا۔ دوکانہ دار اور دیگر بھائی تھے ہوتے۔ اور اسٹیشن پر یہ نہ بلٹ کر دیکھا کہ یہ تھا شاہجہانگے چلے آئے ہیں میں شہر گیا تقریباً کہ کچھ دردم لیا پھر فرمایا حضرت مولانا ہتھاری وجہ سے برلستان میں بزرگ کھانا بھی نہیں کھایا۔ بازار ہی میں موجود ہیں۔ انہوں نے تو عرصہ میں فرمایا تھا تم سب چلے آئے۔ جلو اور ملافت کیا تھا فہمائیں کہ نے اپنے ساتھ لگنے

مراد آبا سے دارالخیر اجمیر شریف کو شد حال

بزمائے ۱۹۲۳ء آگرہ کے مصافحات میں راجپوتوں کے اندر فتنہ ارتداد کا طوفان برپا ہوا جس کی روک تھام کے لئے بریلی شریف سے جماعت رضا مصطفیٰ پہنچی اور کاب گنج میں پناہ فرما کر کچھ ناظم حضرت مولانا شاہ قاضی حسان الحق صاحب نے بھی مظلما العالی تھے۔ مراد آبا سے استناد العلماء قتل صحیح بھی گاہ گاہ ہے تشریف لیا ہے۔ آئی کی ہر کالی میں استاد محترم حضرت مولانا عبد العزیز صاحب غجوری اور حضرت مولانا مفتی محمد شاہ صاحب سنبھلی بھی ہوتے تھے۔ چونکہ یہ دورہ پندرہ پندرہ یوم اور کچھ اس سے بھی زیادہ ہوتا تھا اسلئے اسباق کا ناغہ برداشت نہیں کیا اور تقریباً چنانچہ ضمیر میں صاحب مراد آبادی یہ طے پایا کہ دارالخیر میں ہوشیہ چلا جائے۔ چنانچہ مذکورہ بالا رمضان المبارک کے بعد مراد آباد سے سات نفر مشعل ایک قافلہ میں سرسپتی میر قافلہ چنانچہ ضمیر میں صاحب مراد آبادی گزار ہوا۔ جمین ماہینہ پانچ اصحاب تھے۔ قاضی شمس الدین صاحب غجوری جو معظم کے صاحبزادے مولوی بن العابدین صاحب مرحوم قادری اسد الحق صاحب۔ حافظ عبد العزیز صاحب اور ایک ان کا شاگرد ناظرو خواجہ کرام غالب اسماعیل صاحب۔ قافلہ دہلی پہنچ کر ایک شبہ الیوم العلمی تھا۔ میں استاد معظم حضرت مولانا مفتی محمد صاحب سمرانی صدر المدینہ است برکات جم کے یہاں پہان ہوا۔ پھر تقریباً صبح آٹھ بجے بس پورے لڑائی ہوئی۔ اور لڑائی اسٹیشن پر پھر قتل زادہ دو آنے کے خود میراں خریدے جو سن سیدہ ہو چکے تھے اور انہیں شگفتہ دانوں کی اکثریت تھی۔ مگر شدت جوع کے باعث برلستانی سے زیادہ مزہ دار محسوس ہوئے۔ دوپہر اور شبہ دونوں اوقات میں انہیں پر قناعت کی گئی۔ دو سڑک دس بجے کے قریب اجمیر شریف اسٹیشن پہنچ کر دارالعلوم معینہ عثمانیہ کے دارالافتاء واقع محلہ پیر تھیں پہنچے اور (شاہجہانگے) کے محلے میں سامان کھا گیا جن سے مراد آبا دہلی کافی مالہ حکم تھی۔ اور سب سے بہت پہلے آگئے تھے۔ بھوک کی شدت متباب کر رہی تھی۔ دروازہ تجرو کے بالائی طاق میں ہو چکے تھے۔ ایک ٹوکی نظر پڑا۔ تو ڈالو اہانت آنا کہ سبھی گئے لاکھان کی آن میں صاف کر ڈالا۔ پھر حسب قیام اظہار کیلئے درخواست میں لکھی گئی تو امتحان اخلاک کے بعد مشہور اصول (اول طعام بعد کلام) کے برعکس بعد شرح جانی کی کتاب میں تو پہلے دیدی گئیں اور انتظام فوراً کیلئے کہہ دیا گیا کہ مجلس شوریٰ کی نشست کا انتظام کیجئے۔ کاش اس وقت جتنا حکومت ہوتی تو دھڑلے سے مجلس شوریٰ کے خلاف ایجنڈیشن برپا کر دیا جاتا مگر کیا کرتے ظالم انگریز کا عہد حکومت تھا جس کے یہاں قوانین کی پابندی مندرجہ ذریعہ تھی۔ اگرچہ کوئی بھوکا مر جائے۔ اسلئے کوئی دم بھی نہ مار سکا۔ ایک مثال طالب علم صاحب دین روپے بطور قرض حسد لئے زور معمول یہ ہر صبح و شام مدرستے وقت آنا بھیانکے کو تھیتے جاتے اور وہی میں روٹیاں لیکر دلالا اجامہ میں لیکر آتا وہ ریل پر بغالوں تک پہنچ کر چینی پیسی جاتی پھر اسلئے گرداگرد حلقہ باندھ کر بیٹھے اور ان دونوں کو چٹ کر جاتے۔ ایسی اس حلقہ اکل کو دو نوئی قوت پابندی کیساتھ قائم ہونے کا عمل کیا وہ نہ لگتا تھا کہ اہل قافلہ کی برداشت پابند ہو گیا اور اپنے قافلے کو سپرد خدا کر کے چھینٹ ہو گئے۔ اور اس وقت سے آج تک تجارت میں مشغول ہیں۔ تقریباً

سے علامہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ اکثر صاحبان کی مدائیں منقول کرتی تھیں مگر اب تک کوئی کارگر نہ ہوا ہے۔ میں نے کہا۔ اس مشر صاحب ان دو اوروں سے کامیابی ہوگی۔ اسکی وہ اولاد ہے۔ وہ یہاں پر بعد قریب گئے تھے۔ کسی کی سزا میں گرفتار ہیں۔ ان سے کہنے کو تو بہ کر میں ہی وہ ہے۔ اسی سے دور ہو جائیگا۔ اس مشر صاحب تشریف لے گئے مگر اختلاف معمول پھر شام کو آکر بیان فرمایا۔ کہ وہ کسی صورت کو بہرہ نمانہ نہیں لکھتے اور پھر ہر نشان ہے۔ پھر دوسرے دن دوست تشریف لاکر بیان فرمایا کہ ملاقات کے آخری حصہ میں ان کی انتہائی منت و سماجت پر توبہ کی اور وہ موقوف ہو گیا۔ اس میں توجہ کر دیکھیں وہیں وہ مقامات پر باورد کشاں ہر کردار آفتاد ہر قنادیہ ہر میری ماتحتی میں قاری خورشید منشا پانی تہی مروج تھے جنکو تپوں کی تعظیم قرآن میں منظر ملکہ حاصل تھا صحت نما کی کیا تھی ایک سال میں ناظرہ ختم کر لیا کرتے تھے۔ آپ کے توسط سے سلسلہ ملائکہ ایک تشریح اور ذکر و مشاغل بزرگ میں قرآن علی شاہ صاحب موم سے نیاز حاصل ہوا جو پانی بہت سے بھانڈوں میں تقریباً ڈیڑھ میل فاصلہ پر سیواہ نامی گاؤں میں تشریف فرما تھے۔ اور ہر سال شاہ صاحب قریب سڑکی میں عرس لکھتے یہاں عقد ہوتی تھی۔ اس ملاقات کے بعد ہر سال تقریباً دو گرتے تھے میرے آئیے کے بعد بھی آپ کی دعوت پر وہ ہر مرتبہ شرکت نصیب ہوتی۔ بعد از میں آپ کا دعواں ہو گیا۔ پھر قاری کا اتفاق ہوا جو کچھ زمین کرائی ہو تو ہر کثرتاً تھا۔ اسلئے ہر سال قیام کیجئے کہ بعد احسن اللہ اس نئی سرگ کا بہرہ چلا گیا عین الفطرت کی تعظیم میں تین دنوں تک باقی است و اول منقطع علی گڑھ آجاتا۔ وہاں پر حضرت مولانا امیر الزہراء صاحبہ سے دروازہ منظر سعید ہر موم سے ملو ہوا کہ آستانہ العلماء قریب زبیر تشریف میں کو با نیو لے لیں۔ نظر برائے غرض حصول زیارت ارادنا باہر حاضر ہوا میرے پہنچنے سے تقریباً ایک گھنٹہ پیشتر موم و معظم حضرت مولانا محمد حسین صاحب موطی علیہ السلام نے ظہر اعلیٰ فرستادہ سمجھتی سرکار قریب زبیر منظر انتخاب مدرسہ کے مدرسہ بڑا ہو چکے تھے مجھے دیکھتے ہی حضرت نے ان سے فرمایا یا ابا ہا ہا اور آگئے۔ انہیں بجا آویں کھا نہیں کیا اجرا ہے نہ حضرت نے کہا اور فرمایا دوسری گھنٹہ شروع ہو گئی۔ بعد از فرغت طعام جب ما مولیٰ میرے پہنچے تو حضرت مولانا موصوف نے تفصیل فرمائی۔ فقیر نے عرض کیا میں تو کانا پور میں ہوں کیسے جانا ہو گیا ہے صبح کو حضرت مولانا موصوف ما پور چلے گئے۔ دہلی ہی فرمایا۔ چلے۔ میں نے انکار کر دیا فرمایا آپ کے استاد مکہ کے چکے ہیں۔ کیا حکم مڈلی کیجئے گا اسکی بہت میں جلی کر سعادت کر دیجئے۔ وہاں پہنچے تو وہ خواب استراحت میں تھے حضرت مولانا موصوف دی حریہ استعمال کیا کہ استاد کی حکم مڈلی کیجئے گا جسکا میرے پاس کوئی جو شہ تھا۔ بجز خاطر اسلئے ساتھ آنا پڑا اور چھوڑنے سے اس وقت اسکی خدمت میں پہنچا دیا یہاں تک کہ پھر اور تھا۔ وہ میں سمجھتا ہوں کہ وقت جاتی تھی۔ لاڈل ٹاؤس ہو گیا کہ پندرہ مستغایا میرے کلمے پہلوں مروج اللہ لوی جعفر علی صاحب موم نے آدی بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو دیکر آؤ یہاں چھوٹی ہر کاڑھی مشرکے قلم و ناخفان اور شاہانہ عادات کا دلیر میرے چکا تھا۔ اسلئے سعادت کی تھی ہی بارہ یوم لینے پاس مگر وہ اسکا تشبیہ فرما دیا۔ اور یومینہ شیعہ یل کے غمغول انقلاب پیدا کر کے مدرسہ صحیحہ یا یہ اولیٰ اسلئے اور کا واقعہ ہے۔ اسوقت سے آج تک ایسے پر ہوں۔

فقیر والد ماجد

حضرت مولوی سید غلام فرید الدین صاحب نے دینی افکار کے باعث شیعہ جاتی تک پہنچ کر چھوڑ دیا تھا۔ خواب میں محمد خاں صاحب نے ان کی والدی میاست اور منقطع علی گڑھ موم نے استاد زادہ ہو نیکی احترام میں بجائے تعلیم مکمل کر لیکے کاشت کو اسلئے تیس تیس گجے زمین عطا فرمائی۔ اسلئے حد درجہ اہمیتات دیگر سہولتوں کو کسی کی بجز تزامنت اور بجز حدین کی خطابت پر ماہد فرمایا۔ طبیعت میں بے تکلفی اور مزاج میں سادگی تھی جسے پہنچنے بڑا دل میں پائی جاتی ہے۔ نیابت حرمین شریفین کا رتوں سے اشتیاق تھا۔ ایک مرتبہ دل ولولہ تھا اور بجز سفر ہر تشریف لے آئے۔

بزرگان دین کی امداد

اس مبارک سفر کے لئے کچھ مقدمات میں نہیں سکی کو انجام نہیں یا۔ مذہب کے لئے نہ روپیہ داخل کرانہ کسی کمپنی سے مراملت فرمائی تھی کہ سیٹ

ریز ہو جاتی ہیں نے بھی تو کلا علی اللہ میرے لئے کے بعض اصحاب کیساتھ حرم میں سوار کرایا جب ٹرن نے دعا کی کہ سے بیٹھی دی اور میں نصرت پر کھڑا
 تو وہ آدی سوار تھے جگو کھس کر تہ نگہ لاکھیں یہ جیب تراش ہوں۔ اسی تردد کی وجہ سے سزا وہ حاضر ہوا اور اپنے آقلے نعمت فقیر کا مل طرقت وصل حضرت فدا
 سید عکرم راہ بہت سابقہ قدس شمسہ اور واقعہ بیان کر دیا۔ اپنے اذینان پیش کلمات فرمائے اور تو دہشتہ ہوا۔ والد صاحب مرحوم نے واپسی پر بیان فرمایا کہ میں
 پہنچ کر ساتھیوں کو ملٹ مل گئے اور مجھ کو نہیں ملا۔ تو ایک طرف کھڑا ہو کر اپنی حرم میں نصیبی پر رہنے لگا۔ اور علی بنہو کی ایک صاحب لکھنوالی تشریف لائے اور
 فرمایا کہ اسے صاحب کیا بات ہی میں نے کہا کہ ملٹ نہیں ملا فرمایا۔ آئیے میں لو لانا ہوں مجھے لیا کر ایک فرقہ کے بیرونی کمرے میں مجھ کو اور فرمایا میں بھی
 اتنا ہوں۔ جب بیٹھے تھے ایک گھنٹہ کے قریب گہرا اودھ نہیں لے کر مجھے پریشانی لاحق ہوئی۔ بحالت پریشانی میں نے چند مرتبہ اندر نئی کمرے کی جانب بھا
 کو دیکھا ایک مرتبہ اندر سے دیکھا جو میری ٹوپی پہنے ہوئے اور بارش شرعی تھے چہرہ اسی جھکے تھے طلب کیا میں اندر پہنچا تو مجھے کھرا تعظیماً کھڑے ہو گئے
 اور گری پر بھاگ کر صاف کیا آپ کیوں پریشانی میں نے کہا کہ ملٹ نہیں ملا۔ برابر میں ایک صاحب محبت دیر تھے ان سے فرمایا ملٹ بند کر دیکھے اور پہلے
 انہیں دیکھ کر چہرہ پر تعجب حکم میں فوراً ملٹ بند کرنے لگے۔ اور عجبت ملٹ بنا کر مجھے دیدیا کسی نے سچ کہا ہے۔ ستنگاہ مرد کامل سے بدل جاتی ہیں تفسیر میں
 شب ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ میں بمقام ریاست دادوں تو سے سال سے مجاورد ہو کر وفات پائی۔ نور اللہ مرقدہ۔

فقیہ کے معظم

حضرت مولانا سید غلام قطب الدین صاحب بریلوی قدس سرہ کو استاذ الکمل حضرت مولانا الطف اللہ صاحب علی گڑھی قدس سرہ العالی سے
 مشرف تلمذ حاصل تھا بنارس کے کسی مدرسہ میں ہندو الی روپ اختیار کر کے زبان سنسکرت کی تفصیل فرمائی اور ہندو بہم سے پوری واقفیت حاصل کر لینے
 بعد بریلو میں تالیف میں لڑائے اس کے بعد مذہب کا رد کیا کرتے تھے سینکڑوں مشرکین کو مشرف باسلام کیا ایک سوٹا کس میں لئی چوٹیں محفوظ تھیں آخری
 عمر میں غیر فقیہ بن اور باجوں کے رکھی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ نظم لکھنے میں انداز انوکھا تھا۔ طبیعت میں فطری ظرافت اور حاضر جوابی تھی سانس
 کو دیکھ کر ایک نظر میں بھانپ لیتے تھے کہ اس کے لئے اسی جواب کا دروازہ مل سکتا ہوگا۔ ایک مرتبہ علی گڑھ آئیں پر نصرت کنہہ اصحاب کیساتھ مشرف
 فرمائے۔ ایک غیر فقیہ صاحب اگر سوال کیا مولانا تو فرمایا کہ بڑی لوگ تیریں کھڑے اور قرآن پڑھ کر مردوں کو بوجھتے ہیں یہ کس طرح ہو سکتا
 ہے۔ تپتے پیرا ختم فرمایا (تیری ماں کی...) غیر فقیہ صاحب کبریم ہو گئے اور فرمایا آپ عالم ہو کر میری ماں کو گالی دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بھائی معاف فرماتا
 میں یہ کچھ کہہ کے دماغ پر شیطانی تخیلات سے تلخ ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کا انار شیطانی بات سے ہی ہوگا۔ بھائی معاف فرماتا میں یہ کچھ کہہ کے دماغ پر
 شیطانی تخیلات مسلط ہو چکے ہیں۔ اس لئے ان کا انار شیطانی بات سے ہی ہوگا۔ انہی اٹھ گھنٹے دل سے غور فرمائیے۔ آپ کے خیال میں گالی اتنی طاقت رکھتی ہے
 کہ مردوں تک پہنچ جائے۔ تو کھلیتے اللہ
 اللہ میں مشاعرہ ہو جس کا مصرعہ تلخ یہ تھا ہے جاتر نہیں ہے دو ستوں کو دور فاتحہ۔ آپ اس بحر میں غزل کہہ کر لینگے اور جو وقت اس طرح پر ضحک کر وہ
 مصرعہ پڑھا ہے مجلس مشاعرہ میں تین آفریں کی دعویٰ کی گئی وہ معر یہ تھا کہ کس کو خود خورد ہالی کے مال پر یہ جائز نہیں ہے دو ستوں کو دور فاتحہ
 و معان المبارک حضرت اس مقام سہواں ضلع جالوں وصال فرمایا عرض الموت میں کتاب شریعت ماہر بار طریقت عم معظم حضرت مولانا سید
 مصباح الحسن صاحب دست پر کا تم کے ایس فرمایا کہ میری نماز جنازہ (جھلی مصلحت حسن) پڑھا میں وہ بھیجو بیٹے نے معاف وہ میں تشریف فرما تھے۔
 حاضرین نے انہیں کوئی اطلاع نہیں کی مگر وہ تباہی کر گئے دل میں خود بخود سہواں جائیکا اور وہ بدن کسی خدمت کے پورا ہوا اور وہ اسی شب
 میں بعد مغرب پہنچ گئے حسین معاف فرمایا تھا اور حضرت شہداء انہیں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بعد علی مداح سہواں کے ایک صوبہ دار
 زیارت حرمین شریفین کے لئے حاضر ہوئے۔ سزا تیرہ ہو چکر وہ اللہ کے سامنے دیکھا کہ بریلوی صاحب حاضر ہیں پھر ایبیرت بن گئے کہ ان کا تو

سید صاحب نے فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا ہے

سزا لادت تک ۱۲ سال تک ہے اور ۱۹ ذی القعدہ ۱۲۹۹ھ میں بمقام خیر آباد شریف اس طرح وفات واقع ہوئی کہ وقت قتل شریف فرمایا کہ میری چار بائی ہنگامہ شریف میں بیجا کر شہر حق کے مواجہ میں بچھا دوا دوا بوجہ جیل کشادہ خیر و عظیمہ الرحمۃ سے ہر قوم راست گت ہر ملتے چاہے کہ من قبلہ راست کردہ برکت کج کلا ہے۔ ہاں ہو چکر نزار شریف کی طرف رخ کر کے لیٹے۔ اور قتل ختم ہوا اور ہر آپ اہل اجل کو لیک کہتے تھے کہ حاصل حق ہو گئے اور یہ سزا پوری ہو گئی۔ ۵۰ روزہ یہ کہہ کر نکلے گا کہ تہا ہے سامنے حکم تہا ہے سامنے ہو ہم تہا ہے سامنے۔ درگاہ شریف کے برابر باغ میں مدفون ہیں۔ نور اللہ صوفیہ۔ مخدوم و معظم حضرت شاہ النقاات احمد صاحب سجادہ نشین رودی شریف ضلع بارہ نکی اور مخدوم و معظم حضرت شاہ اقبیاز احمد صاحب سجادہ نشین خیر آباد ضلع سیٹاپور اور مخدوم و معظم حکیم برید احمد علی صاحب سجادہ شاہ آباد ضلع ہرودئی اور مخدوم و معظم جناب اولیاء احمد صاحب اور مخدوم و معظم جناب نواب عبدالرؤف خان صاحب ایلیان دیا مست دادوں ضلع علی گڑھ بھی ایک نالاندہ تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس وقت لٹاؤ میں صرف مخدوم و معظم جناب نواب مولوی محمد جان خان صاحب مظاہر العالی دالی ریاست دادوں ضلع علی گڑھ بقید حیات ہیں۔

شرح سابقین معمولات میں ہی استاد ذکر فرماتے ہیں کہ انکا کہتے ہوئے تقریباً ہی منعقول و معقول بیان کرتا ہے جسکی جانب بلحاظ ترتیب خط میں اشارہ کر چکا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر کی سند حدیث بوجہ قلت و سائنکا مالی ہے جبکہ ہر قرن میں نماز تصور کیا گیا ہے اور علماء کے درمیان مطلوب ہی ہے۔

سند منقول

صدیق الشریعہ حضرت مولانا المولاج حکیم ابو العلی محمد ابو علی صاحب نظری قدس سرہ القوی سے فقیر کو اجازت ہے جو اپنے زمانہ میں پیش قدمی تھے فقیر جزیات ملک کیا تھا کہ زبان نثری تھیں۔ ایسا سطر حدیث دانی میں لکھا یا یہ بلین تھا۔ کیونکہ یہ بات کہہ کہ علم حدیث میں تہارت تا مراد سی وقت ہوتی ہے جبکہ فقیر کا کل عبور حاصل ہو۔ شرح معانی آثار پر ایک زبان عربی مسموعا حاشیہ ہے جو اہل کتاب میں نہیں ہوا۔ زبور طبع سے آواز دہن پر یہ بات ہوا میں جا سکی کہ علم حدیث میں کچھ تہم حاصل تھا۔ یہ حاشیہ نصف علم آں ہے۔ بوجہ ضعف اہل باقی نصف اخیر اور طرانی تحفہ سے لگتی۔ ایسا سطر اپنے وصیت فرمائی کہ میرے تلامذہ میں سے کوئی صاحب سنی تکمیل کریں تب عمل مکمل والا فقیر کا ارادہ ہے کہ بشیر القاری سے فراغت پا کر اسکی جانب توجہ کر جائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپکی ایک کتاب سترہ حصوں پر مشتمل زبان اردو فقیریں ہوسم نام (بہار شریف) ہے جو برسوں سے نظر عام پر لگی اور مقبول عام ہے۔ بحالت سفر حج بھی ہو چکر تاریخ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ وصال فرمایا جس کا سن مذکور اس آیت سے نکلتا ہے (وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي حَيَاتِهِمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ) اور وطن مالون گھوسی ضلع اعظم گڑھ لیا کر دفن کیا گیا۔ یہ سفر وہ سب حج کی واسطے تھا۔ نور اللہ صوفیہ۔

زوال صدی کے مجدد

ادب آپ کو مجدد و حادۃ حاضرہ شیخ العرب العجم الامام الافرغی اعلم حضرات عظیم البرکت المولاج احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ القوی سے اجازت حاصل تھی جو موجودہ صدی میں مرتبہ تجدید دین پر فائز تھے۔ کثرت تصانیف کا یہ عالم کہ بقول اہل العلماء حضرت لانا مفتی محمد اہل شاہ صاحب کی جلی مظاہر العالی روز ولادت سے یوم وفات تک پوری عمر تقریباً لکھنے تو تقریباً کئی خبر ہو میرے پڑنے۔ آپ نے قرآن کریم کا نہایت فقیرانہ درجہ فرمایا جبکہ تاریخی نام کہ کون کا ایمان فی ترجمۃ القرآن) ہے فقیر کے دیکھے ہوئے اردو تراجم میں صرف ہی ایک ترجمہ ہے جسکی کوئی علمی نظر نہیں پڑی۔ ہندو ترجمہ میں ایسی فتنہ غلطیاں ہیں جن کے اعتقائے ایمان جاتا ہے۔ انکا نمونہ ناظرین بشیر القاری کے صفحہ ۳۶ پر دیکھیں۔ آپکی مستقل سوانح حیات کتاب مستطاب (حیات اعلمحضرت) میں ملاحظہ فرمائیے۔ اور باجاء آپکی اس رباعی سے معلوم ہوتی ہے۔

نہ مرالوش ز تخمیں نہ مرانیش ز طعن
نہ مرالوش بید سے نہ مرالوش ذمے

تاریخ تصانیف مولانا

منہم وکنج نمونی کہ تلکچہ دروے . جز من وچند کتابے و دوات وقتلے

تاریخ ولادت با سعادت . ارشاد المکرم سیدنا صاحب جن کا سن خود اس آیت کریمہ سے استخراج فرمایا تھا اور اثناعشر عتب فی قلوبہم
الایمان واید ہم بروج منہ اور تاریخ وفات ۵۷۰ھ صغیر المظفر سے لگاتار ہے جس کا سن بھی دس سال سے چار ماہ بائیس یوم قبل خود اس
آیت سے استخراج فرمایا و بیانات علیہم باکیفۃ من فضلة واکواب نور اللہ صرقتہ اور آپ قطب الاقطاب فرزند خلیفہ
سیدنا و امیر المومنین حضرت سیدنا آقا محمد رسول صاحب بارہوی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جو ماہ ہر شریف میں (سکر رکلم)
کے ساتھ معروف ہیں . ۱۰۸۰ھ فری الحج ۱۳۹۹ھ میں بمقام ماہرہ ضلع ایبٹہ وصال فرمایا . نور اللہ صرقتہ .

اور آپ حامی شریعت غزوانا ملت خیرا امام طائے و ائمہ شیعہ کے فضلاء کا ملین (صیاد الملو منین فی الحدیث حضرت ولایت
شہان عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جن کی سند سیدنا امیر محبوب کبریا جناب احمد مجتبیٰ علیہ السلام
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تک کتابوں میں مسطور ہے . آپ نے بروز یکشنبہ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ بمقام دہلی وصال فرمایا . نور اللہ صرقتہ .

سند معقول

فقیر حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ سے مجاز ہے اور آپ اما مال جہا بذہ استاذ الا سائذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ خان صاحب
جو نبوری قدس سرہ القوی سے آپ کے شاگرد ہیں باقیہ پر تشیہ فرمایا جس سے علوم عقلی میں آپ کے تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے . حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ
نے بیان فرمایا کہ جب ہم قاضی مبارک پڑھتے تھے تو آپ پڑھتے پڑھتے بھول جاتے . نور آدوں کہ کیا شایاں بریک کر دوزن ہاتھوں سے سر ہونے کو
سوجاتے یہاں تک کہ خزانے کی آواز نہ لگتی . جز من کے بعد سیدنا کبریا ہرگز نہیں تقریر فرماتے تھے . دریافت کرنے پر ارشاد فرمایا کہ میرا سالہ کی وجہ سے
سنان طاری ہو گیا ہے . پاپے استاد حضرت مولانا افضل حق صاحب خیر آبادی کی جانب رجوع کرتا ہوں ان کی راج پاک شریف لاکر مفصل تقریر فرمادی
ہے وہی ہمارے سامنے بیان کر دیتا ہوں ہندوستان کے ممتاز اور تہو عملا کو آپ سے شرف تلمذ حاصل تھا انہیں سے خصوصیت کیلئے قابل ذکر یہ حضرت
پیر حضرت مولانا سید سلیمان اشرف صاحب خیر میں شیعہ و شیائ سلم یونیورسٹی علی گڑھ حضرت مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹوکی حضرت مولانا شریف علی صاحب
حضرت طاقتھاری صاحب حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بانی دارالعلوم اشرفیہ بلکہ پور ضلع اعظم گڑھ حضرت مولانا ہادی من صاحب جو نبوری .
حضرت مولانا مقصد علی صاحب جو نبوری حضرت مولانا محمد لادل صاحب اپنی مولوی کر امت علی جو نبوری جناب ذاب جید العیہ صاحب جو نبوری . حضرت
فدا علی علیہم جمعین تین حضرات اس وقت بقید حیات ہیں . عم معلم حضرت مولانا سید مصباح الحسن صاحب قبلہ دامت برکاتہم پچھو نبوری . عم م معلم حضرت
مولانا عبدالسلام صاحب نیازی دہلوی دامت برکاتہم . اور مولانا محمد ابراہیم صاحب ملیاوی جنہوں نے کسی ذاتی مصحف کی بنا پر دیوبندی مسلک
اختیار فرمایا . برسوں دارالعلوم دیوبند میں شیعہ معقولات کے انکار سے رہے . اور آج کل مسند صدارت پر قاضی ہیں . الفرح علیہم لیسے کے ساتھ ذکر
بخدمت مشیخہ عبد حکیم رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ وصال فرمایا اور عقلمقاہرہ شیعہ میں قطب الوقت حضرت مولانا عبدالرشید صاحب قدس سرہ .
اصحاب منظرہ رشیدیہ کے قریب مدفون ہوئے . نور اللہ صرقتہ .

ہندوستان کی آزادی کے محرک اوّل

اور آپ خاتم ائمہ متقین امام الدینین استاد اہل حضرت مولانا افضل حق صاحب خیر آبادی قدس سرہ القوی سے مجاز تھے جن کا فضل و کمال محتاج
بیان نہیں . قاضی مبارک پر آپ کا حاشیہ کی ملی جلالت کا آئینہ دار ہے . ظالم انگریز کے خلاف ہندوستان کی تحریک آزادی کے محرک اول آپ ہی ہیں .

ادوں کی طرح آپ کی خدمات تحریک خیر کردہ تحصیل بلکہ دشمن دین دونوں انگریزوں کے وجود سے ہندوستان کو لوجہ اللہ پاک کرنے کیلئے تحریک آزادی کا قلم
 بند کیا تھا۔ مسیحا وسطیٰ مخلصانہ خدمات کی قدروقانی کرتے ہوئے جہاد سے کاروائی آپ کے موجودہ ہیں۔ مانگ ان کے لئے وقافت جاری کئے جائیں۔

ہندوستان کے دو ایلی صاحبان اس تحریک کی نسبت مولانا اسماعیل صاحب بریلوی مصنف (قویۃ الایمان) کی جانب کرتے ہیں۔ جیکے سفیر جھوٹ ہونے میں
 کسی باخبر انسان کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ دو ایلی موزمین نے انکو عجاہبہ شہید قرار دیکر نین مانع کو مسخ کیا ہے۔ وہ درحقیقت ظالم انگریز کے اراکارتھے اور اس
 کی شہادت نہال تھی کہ خود بظاہر معلوم ہوا اور اپنے لئے راستہ صاف کر کے خاتمہ جہاد کے نام پر انکو آگے بڑھا کر انہوں میں مسکھوں پر حملہ کر لیا تھا۔ نہ یہ مولوی ہی بات
 ہے کہ مگر اس ظالم انگریز مسلط اس سے جہاد نہیں کیا جاتا۔ مولانا مومن مگر سے باہر ہاگر بہادر بناتے ہیں۔ یہ کوئی ننگ ہوتی۔ پھر یہ جہاد سکوں ہی تک محدود نہیں
 رہا بلکہ اسکی قدمیں سرحدی مسلمان بھی آگئے تھے۔ آپکا شکر اسلام نے مسلمانوں پر یہ پناہ غارت گری کی لوٹ مار میں کوئی دقیقہ و نگہداشت نہیں کیا۔ مولانا
 ہی نے مدافعت میں آپکو قتل کیا تھا۔ تو شہادت کس قانون سے حاصل ہوگی۔ مسیحا وسطیٰ محمد دمانۃ حاضرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نزایا۔ ان
 وہ جسے وہاں سے دیا ہے لقب شہید و ذبح کا۔ وہ شہید ملی ہے تھا وہ ذبح تیغ خیانت۔ آپکے فتاوات اور فریگیاریوں کی تفصیل کتاب مستطاب
 (سیف المجرار) تصنیف کردہ علامہ محققین حضرت مولانا افضل رسول صاحب دہلوی قدس سرہ العالی سے اور کتاب
 مستطاب (تحفہ محمدیہ) تالیف کردہ زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا سیدنا شرف علی صاحب گلشن آبادی قدس سرہ العالی
 میں مطالعہ کی جائے گی۔ دونوں حضرات اس میں موجود تھے کیونکہ واقعات کی تحقیق جیسی کہ زمانہ واقعات میں ہوتی ہے۔ یہ میں نہیں ہو سکتی۔
 اور زمانہ حال میں کہ کتاب موسومہ نام (ہمارا زوال) اشاعت ہوئی ہے جیکے مصنف حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب بریلوی مظلوم العالی ہیں۔
 کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف کو نین مانع پر کامل عبور حاصل ہے۔ اس میں مولانا مومن کے واقعات بڑھل طور پر بیان کئے گئے ہیں
 انگریزوں انوکھا اور دلچسپ ہے۔ بغرض کہ ظالم انگریز نے آزادی ہندوستان کے محرک اول قدس سرہ کو گرفتار کر کے رنگون بھیجا اور آپ سے
 وہیں پر بحالت نظر بندی ہر صفر مظفر شہادتے صبر میں وصال فرمایا۔ نور اللہ صوفی کا۔

بشیر القاری

تسلیم بیعت

قدوة السالکین زبدة العارفين صلحا و معاوی ما یبکسان مرحوم و ملاذ کا املان اشرف المشائخ السیدنا
 و مولانا الشاہ سیدنا علی حسین صاحب کچھو چھو قدس سرہ العالی کے دست حق پرست پر بریلی شریف میں بموقع عرس رضوی غالباً ۱۲۰۰ھ میں
 شرف بیعت حاصل ہوا۔ اور اولاً انھیں جیمہ شریف میں تبارخ ہندوی انجمن شیعہ خلافت سے نوازا تھا۔ خلافت نام کیا تھی ایک کلاہ اور ایک استالی
 بھی عطا فرمایا جیکے متعلق اہل خانہ کو وصیت کر دی ہے کہ میرے کفن میں شامل کر دیا جائے۔ کیونکہ بندگان دین کے طہیرات شامل کفن کرنا مسنون ہے۔
 کھانی کا لکھن کا سب سے بڑا علم والا لکھنوی قدس سرہ العالی سلسلہ راہبہ مشہورہ کیا تھا۔ سلسلہ متورق کی بھی جہاد
 عطا فرمائی۔ جس میں سائنس اقل قلیل ہیں فقیر نے حضور ثروت اعظم سیدنا الشیخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العالی تک صرف
 ہاتھ واسطے پڑے ہیں۔ اذیاب کششفت نے فرمایا کہ آپ جس صوری کے اعتبار سے اپنے خراج حضور ثروت اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیعہ تھے۔
 اور جس صوری کے اعتبار سے اولیائے کرام میں محبوبیت کے مرتبہ چہارم پر فائز۔ اول محبوب سبحانی حضور ثروت اعظم دروم محبوب العالی
 حضرت سلطان الشاہ سوم محبوب بزدانی حضور دروم سید شرف جہانگیر سمنانی چھٹا کم محبوب رحمانی آپ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہم جمعین۔ عجد زمانہ حاضرۃ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ العالی کے قلم حقیقت ہے
 نے اپنے حقیقتاً زمانہ میں آپکے مذکورہ بالا ہر دو جن صوری و صوری کی جانب ہمنائی کرتے تھے عرض کیا تھا۔

اشرفی نے رشتہ آئینہ رحمت خویاں + اسے نظر کر دے ویروردہ سبہ مجاہدان - سید المغزایا امام العزاد ولایت پناہ حضرت
 آگاہ حضرت میاں راجہ شاہ قدس سرہ کی خدمت میں بھی آپ سونہ شریف ضلع گوردگاواں حاضر ہوئے تھے جن کا وصال ۸ رمضان المبارک
 ۱۳۳۰ھ میں ہوا۔ وصال کا سبب زہری (ہائے ہائے آفتاب حضرت) سے نکلتا ہے۔ آپ نے بھی خلافت سے لوڑا۔ اور ایک دو آنی عطا فرمائی تھی
 جس کے بعد فتوحات کے دورانے ایسے کھل گئے کہ کوئی ممالک کی وقت محوم واپس نہ ہوتا تھا مفصل حالات چاری کتاب (اسلامی ٹیپیں) اشرفی
 تعالیٰ میں گے۔ ۲۰ سہ ماہہ قافرہ بیچ الاخر ۱۳۳۰ھ روز و شنبہ برقت صبح صادق ولادت با سعادت لہور کی تھی۔ اور ۱۲ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ میں برکت
 نصف شب لیضو علی ماوت کچھ چھ برقدہ ضلع فیض آباد میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ کا واقف علیینا من برکتہ۔

چونکہ فقیر کو صحت با برکت میں رہنا نصیب نہیں ہوا اسلئے آپ کی کرامات شاہدہ میں نہ آسکیں۔ وصال کے بعد ایک دن یہ خیال پیدا ہوا کہ طلب فرمائی
 چاری ہوگی کہ ہم پوسے جہاں نصیب ہیں۔ اپنے م شہر برقی کے کشتی حالات اور کراستیل بنی نظر سے دیکھیں یہی اندیزہ کے مکاشفات و کرامات کا ہمار
 سامنے ظہور ہوا۔ کچھ دیر فرمائی دیکر فرود ہوئی۔ اسلئے کچھ دن بعد چھوٹی سرگاہ قدس سرہ کے مکاشفات کا اظہار شروع ہوا قلبیہ مسرت ہونے لگی۔
 کراستہ تعالیٰ نے اپنے فضل کرم سے کچھ کو بھی یہ مکاشفات سے سرفراز فرمایا مگر سہ ماہہ تک یہ نیک نیت ہم ہمارا آخر شدہ تقریباً سال ڈیڑھ سال تک
 مکاشفات کا مشاہدہ نصیب ہوا تھا کہ بتاریخ ۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۰ھ بروز چار شنبہ وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ کا قلبیہ نشانی باقی ہوگی چونکہ طلب
 صادق تھی اسلئے شہر برقی کی مدد عانت پھر توجہ ہوئی۔ اور اپنے برادر نیت خواص بکر معرفت آقا نے نعمت ہم پر حقیقت فقیر کا مل عارف اہل
 مائل خلاق نبوی کا شفا سرا اور میرزا سیدی سملانی حضرت شاہ حافظ سید محمد ابوالبرہیم صاحب قدری قدس سرہ العزیز ساکن قصبہ سرادھ ضلع مظفر
 کے سپرد فرمایا۔ آپ کی خدمت قدس میں چونکہ بعض تعالیٰ سات سال تک کشف و کرامات کا جو بھر کوشا ہوا کیا تھے اسلئے کراستہ نظر کے سامنے آئیں۔
 حضرت مولانا قدس سرہ کے ارشاد سے اولیاد اہست قدرت اذاکہ تیر جستر باڈر گرانندہ رہے بلکہ تک بان باغیب تھا اس بارگاہ ولایت پنا
 میں حاضر کی بعد مشاہدہ سے سرفراز فرمایا گیا بلکہ اللہ علیٰ اہلنا کلاس دیا اور گیارہ سے دین بھی ملا اور دینا بھی۔ اسلئے اس سبب کا پھر نظر کرم
 فرماتے ہیں وراثتہ وراثتہ تعالیٰ ایدالک اذک فرماتے ہیں گے۔ آپ کے حالات بھی انشا اللہ تعالیٰ ہی کتاب (اسلامی ٹیپیں) میں ذکر کر دیں گے۔ شہداء
 شنبہ بعد مغرب ۲۳ محرم ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۵ء میں وصال فرمایا۔ نور اللہ مرقدہ کا واقف علیینا من برکتہ۔

امام بخاری

علیہ رحمۃ الباری کی

کنیت (ابوعبداللہ) اسم مبارک (محمد) ہے اور والد ماجد کا نام (اسمعیل) دادا کا (ابراہیم) پردادا کا (مصعب) نانا کا (عزیر) پاپا کا
 یہ لفظ فارسی زبان میں معنی (کاشنکار) آتا ہے (بزرگوار) جو کسی شخص اور جو نسبت ہی پر وفات پائی امام بخاری کے پردادا (مصعب) نے
 بخارا کے والی (یمان جعفی) کے ہاتھ پر شرف اسلام ہو کر ان کے ساتھ عقد (موالات) کر لیا تھا جو مذہب اہل حان مقلدین میں توثیق کے لئے
 موجب ہے نظر برآں (یمان جعفی) کی طرف نسبت کرتے ہوئے امام بخاری کو بھی جعفی کہتے ہیں۔ جیسے امام شافعی کی طرف نسبت کرتے ہوئے
 ان کے عقد کو شافعی کہا جاتا ہے۔ اور یہ (یمان) امام بخاری کے شیخ (مشتدی) کے پردادا ہیں۔

امام بخاری کے والد ماجد

حضرت ولایت (اسمعیل) علیہ الرحمۃ جماعت ابرار و اخیار سے ایک ممتاز ہستی تھے امام الامام حضرت عبداللہ ابن المبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری کے والد ماجد

طبقہ خامسہ اپنے تلامذہ جیسے جہاد اللہ ابن حنبلہ علی وغیرہم سے کسی قاصد کے اہل بعض مادیات و اہل بیت کی ہیں (مقدمہ فقہ البراری فرقی)
 اہتمام بخاری علی حجتہ البراری کے اس سفارت اس حدیث بخاری کے معنی میں ظاہر ہو گئے مگر وہی وہی اور غیر مقدمہ جان بزرگان دین کے آثاروں پر
 حاضری دینے کے لئے سفر کرنے کی ممانعت میں نہیں کیا کرتے تھے یہ حدیث بخاری شریف کتاب التہجد یا تو میں پانچویں صفحہ ۱۸ پر پزیرا یا فی فصل الصلوٰۃ فی مسجد
 مکہ و مدینہ میں ایں الفاظ مذکور ہے **عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تشد الرحال الا فی ثلاثہ ما عدا المسجد الحرام و مسجد الرسول و مسجد**
ان تصبی ہاؤں صریح کا مطلب ہے بیان کرتے ہیں کہ انہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سفر کیا جائے مگر تین جگہوں کی جانب مسجد حرام مسجد نبوی مسجد اقصیٰ
 ان تین مساجد کے سوا ہر مقام کے سفر کو حدیث میں حرام قرار دیا ہے تو عنہم اعظم **فی اللہ تعالیٰ انکے آستانے پر حاضری دینے کے لئے (بدن) کا سفر اور سلطان**
للعنہ یعنی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانے پر حاضری دینے کے لئے (اجاب) کا سفر اور سلطان المشاہدہ قدس سرہ کے ذکر پر حاضری دینے کو مستطین (جلی) کا سفر اور
 محذور م علاؤ الدین میں اس کے ذکر پر حاضری دینے کے لئے (جلی) کا سفر اور محذور م منافی قدس سرہ کے ذکر پر حاضری دینے کو مستطین (کھوپڑی شریف) کا سفر
 اور بجاہد اسلام فاتح ممدون حضرت ید رسالہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر پر حاضری دینے کے لئے (بڑا ٹھکانا) کا سفر بھی حرام ٹھہرا کرتے تھے ان پر یہ مقامات
 سے فارغ ہیں بلکہ حرم میں جواز کے لئے مستثنیٰ فرمایا گیا ہے **اقول** اگر حدیث مذکورہ کا مطلب صحیح ہو تو لازم آئیگا کہ امام بخاری علی حجتہ البراری کے مذکورہ
 باب اسفار حرام میں اس کی یہ توجیہ ہے کہ ہر مقامات میں بزرگان دین کے آستانوں کی طرح یہ بلاد بھی داخل نہیں تھیں چنانچہ امام بخاری علی حجتہ البراری
 نے تحصیل حدیث کی خاطر سفر کیا تھا چہرہ حرم امام بخاری علی حجتہ البراری کے اسفار تک محدود نہیں تھی بلکہ بڑی تفصیل طلب کرنے کے دارالعلوم دیوبند اور
 مظاہر علوم سہارنپور اور جلال آباد میں مدرس کا سفر بھی حرام ٹھہرا گیا ہے تو یہ بھی جاہل کو اسطے امر کہ لغاتستان وغیرہ جگہ کا سفر بھی حرام ہو جائیگا اسی طرح
 وہابی اور غیر مقلد تاجران کے حرم میں بیعت تجارت کبھی ہلکتے جہلی آگرو گھنٹو وغیرہ شہروں کے سفر بھی حرام قرار پائیں گے کیونکہ یہاں ممانعت بھی بزرگان دین کے
 آستانوں کی طرح ان ہر مقامات میں فعل نہیں جو حدیث مذکورہ پر جواز کو اسطے مستثنیٰ نہیں لیکن تحصیل علم کے لئے سفر تبلیغ دین کے لئے سفر قیادت کے
 لئے سفر شرفا بلاشبہ جائز ہے اور وہابی غیر مقلد صاحبان بھی اسکو حدیث مذکورہ سے ناجائز نہیں کہتے تو کیا عرف بزرگان دین ہی سے حدیث مقلدوں پر
 کرانے آستانوں کی حاضری کا سفر حدیث مذکورہ کی رو سے ناجائز قرار پائے اور ہر ماہ سفر جائز رہے حالانکہ بیان کردہ مطلب میں نظر حدیث مذکورہ کی نزہتوں
 برابر آتے ہیں یہ ثابت ہو کہ حدیث مذکورہ میں ان کردہ مطلب میں ہر ایک حلال طبعی کی توہم کو مستزم ہر سے بدی کو خون میں ڈبوئے اور چنانچہ ان جگہ شہر کسند
 و تحقیقت بخیر حیثیات سے ماؤف طلب مطلقا حدیث کے ہم سے کوسوں درہیں چہ جائیکہ چھندری کہ کتاب اللہ کے بیان تمام کتابوں میں صحیح ترین اور حنیفہ باعث
 اسکا فہم کر کے ہر کام نہیں بلکہ توہم اہلسنت کا حقد ہر اور قبول شخص سے نکال دیا انکو تھاری آئی + تحفے مسلم پر مسلم کی باری آئی - نبوی تکریم اس
 نعمت عظمیٰ سے محروم رکھے گئے ہیں امام بخاری علی حجتہ البراری کے نزاد قدس سرہ اللہ تعالیٰ عنہم انوار انوار نے فرماتے کہ انہوں نے حدیث مذکورہ (جاء فی فضل الصلوٰۃ)
 میں جان کی تکلیف صحیح مطلب لیا ہے یہاں فرمائی اور وہی طول کشوں کو ایک شمارہ میں ختم کر دیا وہ یہ کہ حدیث مذکورہ مطلقا ہر سفر کے باہر نہیں بلکہ اس سفر کے حق میں
 طرہ ہے جو فضل نماز کی خاطر کیا جائے اس کے بعد حدیث مذکورہ میں استعمال میں اول بیکر (مستثنیٰ منہ مقدم) عام ہو تو مطلب ہو گا کہ
 ہر مقامات مذکورہ کے سوا کسی مقام کا سفر اس پر کیا جائے کہ وہاں پر نماز پڑھی جائیگی یا کوئی زیادہ طے کی زیارت تو وہ صرف ان میں مسابہ کیا ہے تو مستثنیٰ
 ہے کیونکہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے اور مسجد نبوی میں چار ہزار کا اور کوریت المقدس میں پانچ سو کا اصل احتمال پر بزرگان دین کے
 آستانے حدیث مذکورہ کی ممانعت میں فعل نہیں رکھے کیونکہ ان آستانوں کا سفر اس پر کیا نہیں ہوتا کہ وہاں پر نماز ادا کرنے پر نماز زیادہ ملے گا بلکہ مقصود
 زیارت ہوتی ہے حدیث مقدم احتمال بیکر مستثنیٰ منہ مقدم قاص لفظ مسجد (ہو) ہوا وہی مانج ہے تو حدیث مذکورہ کا مطلب ہو گا کہ کسی مسجد کی طرف زیارت
 سے سفر نہ کیا جائے کہ وہاں پر نماز ادا کرنے میں زیادہ ثواب ملے گا پھر ان میں مسابہ کے مسجد حرام مسجد نبوی مسجد بیت المقدس اس احتمال پر بھی بزرگان
 دین آستانے حدیث مذکورہ کی ممانعت میں فعل نہیں رکھے کیونکہ ممانعت مستثنیٰ منہ مقدم کے سفر کی ہے آستانے میں فعل نہیں امام بخاری

بشیر القاسمی

بشیر القاسمی

علیہ السلام کے بیان کردہ مطلب کی فصاحت و درایت کرتی ہے جو کہ امام احمد قس مرؤ نے اپنے مستشرقین میں الفاظ ذکر کیا ہے (قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم لا ينبغي للمصلی ان یشد ما حاله الى مسجد یبتغی فی الصلوة غیر المسجد الحرام ولا القصری و مسجدی
تربہ بخاری کو مناسب نہیں کہ کسی مسجد کی جانب نماز ادا کرنے کی نیت سے سفر کرے بخیر ان میں مساجد کے مجوزوں اور مجوزیت القدر اور یہی ہے اس و اس
سے احتمال وہاں کی تا یہ بھی ہوگی کہ حدیث مذکور میں (مستثنی منہ مقدر) عام نہیں بلکہ فقط مسجد ہے کیونکہ مستثنی منہ کے کثرت وہی ہے کہ مستثنی سے
اقرب ہو اور یہ حدیث مذکور میں فقط مسجد کی تقدیر کے بغیر حاصل نہیں خواہم الزیور شیع مسلم الثبوت فقہاء میں ہے (فعلی ان المستثنی منہ
ما یکون اقرب الی المستثنی بل فعل هذا اظاہر من ان ادنی استقراء) اس واسطے علامہ قسطلانی قدس سرہ النورانی نے حدیث
مذکورہ کی شرح میں حال وہاں کو اختیار فرمایا پھر ایشا و الساری شرح صحیح البخاری جلد دوم صفحہ ۳۲۶ و ۳۳۰ میں فرمایا ابن تیمیہ کے ابطال کو مسترف
کرتے تھے فرماتے ہیں جس نے حدیث مذکور میں (مستثنی منہ مقدر) کو عام لیکر کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت
کیلئے سفر کرنا حرام ہے اسی ابن تیمیہ کی فضلہ خواری میں ہندوستان کے دہلی اور فیروز پور صاحبان زرگانی کے آستانوں پر ہاضمی دینے کیلئے سفر کرنے کی
منع کرتے ہیں (وقد بطل بامر من التقدر یرید الاشد الرجال الی مسجد للصلوة فیہ المعتقد یحد یت ابی سعید المروری فی
مسند احمد باسناد حسن مرفوعاً لا ینبغي للمصلی ان یشد ما حاله الى مسجد یبتغی فیہ الصلوة غیر المسجد الحرام ولا
القصری و مسجدی هذا قول ابن تیمیہ حیث منع من غیر ارضہ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو من البشع المسائل المنقر
عند اہل حدیث مذکور الاشد الرجال الا الی ثلثة مساجد) کے مستثنی منہ کی تقدیر میں مجھے یہ کہا (لا تشد الرجال الی مسجد الا
الی ثلثة مساجد) حلی تا یہاں حدیث ابو سعید سے ہوتی ہے جو کہ امام احمد نے باسناد حسن مرفوعاً اپنے مستشرقین پر الفاظ بیان فرمایا ہے
(لا ینبغي للمصلی ان یشد ما حاله الى مسجد یبتغی فیہ الصلوة غیر المسجد الحرام ولا القصری و مسجدی) حدیث مذکور میں اس
تقدیر مستثنی منہ سے ابن تیمیہ کی کہنا باطل ہو گیا کہ نبوی قبر شریف کی زیارت کیلئے سفر کرنا منوع ہے کیونکہ اس کا یہ قول حدیث مذکور میں مستثنی منہ کو عام لینے پر مبنی ہے
جسکے باطل پر نہیں شک نہیں اسلئے کہ عام ہونے کی صورت میں مستثنی سے اقریب نہیں تھا حالانکہ یہ خودی ہے اور زیارت قبر نبوی کی یہ ممانعت ان
قیح ترین اقوال سے ہے جو ابن تیمیہ سے منقول ہیں۔ اسی حدیث مذکور پر بحث کرتے کرتے آخر میں علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی
بخاری کی شرح فتح الباری جلد سوم صفحہ ۵۵ پر فرماتے ہیں (قال بعض المحققین قولہ الا الی ثلثة مساجد المستثنی منہ محذوف خاصاً
یقدوعاً غایضہ لا تشد الرجال الی مکان فی ارض حرم الا الی الثلثة او خاص من ذلک لا سیل الی الاول لا فضائہ
الی سد باب السفر للعبادة و صلة الرحم و طلب العلم و غیرہا فتعین الثانی و الا ولی انه یقدوعاً ما هو اکثر من اسبغہ و
هو لا تشد الرجال الی مسجد للصلوة فیہ الا الی الثلثة فیبطل بذلک قول من منع شد الرجال الی زیارة القبر الشریف
و غیرہ من قبور الصالحین و اللہ اعلم) یعنی بعض محققین نے فرمایا کہ حدیث مذکور میں (الا الی ثلثة مساجد) سے پیشتر مستثنی منہ محذوف ہے
پس یا عام قدر مانا جائے تو تقدیر عبارت میں ہوگی (لا تشد الرجال الی مکان فی ارض حرم الا الی الثلثة) ترجمہ ہوا کہ جس مکان کی
طرف کسی کام کے لئے گزرتے ہیں مساجد کی جانب یا مستثنی منہ اس سے خاص مقدر مانا جائے گا مستثنی منہ کی سبیل نہیں کیونکہ مضمنی ہے
اس بات کی جائزگی تمام کیلئے مسلم رحم کیلئے طلب علم وغیرہ امور کیلئے دروازہ سفر مسدود ہو جائے مگر جو شرعاً مسدود نہیں اور ثانی احتمال میں ہو گیا کہ
مستثنی منہ مقدر خاص ہے اور یہ ترجمہ ہے کہ مستثنی منہ مقدر ایسی چیز ماننی جائے جس میں مناسبت زیادہ ہو اور وہ فقط مسجد ہے اور حدیث
مذکورہ کی عبارت اس مستثنی منہ کی تقدیر کے بعد یوں ہوگی (لا تشد الرجال الی مسجد للصلوة فیہ الا الی ثلثة) ترجمہ ہوا کہ جس مکان کی مسجد کی
جانب ہمیں نماز پڑھنے کی نیت سے گزرتے ہیں مساجد کی جانب جب حدیث مذکورہ کا مطلب ہوا تو ان لوگوں کا قول باطل قرار پایا جنہوں نے نبوی قبر شریف کی

اور قیود صالحین کی زیارت کے لئے حدیث مذکورہ کے پیش نظر سفر کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بحیثیت مذکورہ ایک دو مطلب نقل فرماتے ہیں اذ قال
 السبکی اکبر یولیس فی الارض بقعدہا فضل لذلک اذ احققت لشد الرجال الیہا غیر البلاد الثلثة و مرادی بالفضل ما
 شهدنا الشیخ باعتبار ذلک و قد علی حکماً شیخاً و املغیرہا من البلاد فلا تشدد الیہا لذلک اذ اقبل لزیارۃ تقوا و اذ علم ان
 نحو ذلک من المدن و دجان و المباحات قال و قد التبس ذلک علی بعض فرغ من ان شد الرجال الی الزیارات من غیر الثلث
 داخل فی المنع و هو خطأ و لان الاستثناء انما یکون من جنس المستثنی منه فمعنی الحدیث لا تشدد الرجال الی مسجد من
 المستأجل لانی مکان من الامکان مستأجل ذلک الامکان الا الی الثلث لذلک و قد شد الرجال الی زیارۃ او طلب علم لیس الی
 الامکان بل الی من فی ذلک الامکان واللہ اعلم یعنی امام شریک فرماتے ہیں فرمایا کرتے ہیں میں کوئی جگہ ایسی نہیں جگہ ہے کہ ان فضیلت
 ہوسکے ان تین مقامات مذکورہ کے اور فضیلت لذلک سے برتری اور ہے کہ شریعت نے اعتبار کے اس کیلئے مخصوص حکم شریعی رکھا ہو اور ان تین کے علاوہ
 دوسرے مقامات کی جانب یا برعکس لذلک سفر نہیں کیا جاتا بلکہ زیارت جہاد علم و غیرہ مندرجات یا مباحات کیلئے کیا جاتا ہے اور شریک اس بات کا
 سمجھنا بعض پر مشکل ہو گیا تو یہ کہہ دیجئے کہ ہر سہ مقامات مذکورہ کے سوا کسی مقام کا زیارت کیلئے سفر کرنا حدیث مذکورہ کی عاقبت میں داخل ہے انکا کیا غلط
 ہے کیونکہ مستثنیٰ کیلئے ضروری ہے کہ مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو تو حدیث مذکورہ کے معنی یہ ہے کہ اگر سفر نہ کیا جائے کسی مسجد کی جانب یا کسی مکان کی جاتا
 ہے لکن ان فضیلت کے خیال سے مگر مذکورہ بالاتین مساجد کی جانب اگر ایک لکھ پچاس ہزار یا سو کا مخصوص حکم شریعی نہیں ہو اسلئے ہے۔
 اور یہ کیلئے نہیں اور زیارت یا طلب علم کے لئے سفر مکان کی جانب نہیں ہوتا بلکہ مکین کی طرف ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

و تہام شریعی علی ہذا حدیثی القاری ص ۱۰۸

قوت حافظہ

کاب عالم تھا کہ آپ شریک رس طویل القدر حدیث حضرت خاندان ابن اسمعیل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہیاری ہمارے ساتھ
 طبع یت کی خاطر شیوخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے مگر وقت درس ہماری طبع شنیدہ احادیث کو ظلم ہند کرتے تھے ان سے کہہ لگا جب آپ استاد کی
 بیان کردہ احادیث لکھتے تھے تو ان میں حاضر ہونے کیا فائدہ جو احادیث درس میں گوش گزار ہویں وہاں سے اٹھنے کے بعد فراموش ہو جاتیں گی۔
 سزا کو ہم کے بعد فرمایا اپنے نصیحت آمیز کلمات بار بار کہہ کر مجھے تنگ کر دیا۔ اب اپنے فوشوں کو میری یادداشت سے مقابلہ کیجئے ہم نے اس میں بیخبر
 ہوا اور حدیث لکھی تھیں، انہوں نے سیکورانی پھنسا شروع کیا اور مقدمت کیرا کھانے کہتے آئے پڑھنے سے اپنے فوشوں کی تصحیح کی بجز اصراف فرمایا آپ
 بیخیال کرتے ہیں کہ میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں اور میری بے سزا گردانی بے سود ہے مسلمان ہیں یقین ہو گیا کہ یہ تو کچھ ہونے والے ہیں۔ اور کوئی شخص انکی
 براہی ذکر سکے گا۔

تہام شریعی علی ہذا حدیثی القاری ص ۱۰۸

بغداد شریف میں حافظہ کا امتحان

بغداد شریف کے متعدد مشائخ نے بیان فرمایا کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہیاری کی جزیرہ سنو کہ بغداد شریف کے فقہین کرام مجتمع تھے مابہای شریف
 سے یہ طے پایا کہ حافظہ کا امتحان لیا جائے چنانچہ استفادہ احادیث کیلئے ایک جلسہ کی تاریخ معین کی کہ امام بخاری سے اس میں شرکت کا وعدہ
 لیا گیا پھر امتحان کو اسلئے سوا حدیث اس طبع منتخب کی گئی کہ ایک حدیث کی سند کو ذکر کرنا عیب نہ لگایا اور دس دس حدیثیں دس اشخاص کو دیکر پوچھا
 گیا گیا کہ صحیح عام میں کئے متعلق استفادہ کریں تاریخ مقدمہ پر جلسہ مفصلہ جس میں معافی اور بیرون اصحاب علم نے شرکت فرمائی جب جلسہ پر سکون ہو گیا تو ان
 دس اشخاص میں سے ایک صاحب کھڑے تھے کہ آہ کی بعد دیگرے اپنی دسوں احادیث کے بار میں سوال کیا۔ امام بخاری ہر مرتبہ جواب میں فرمادیتے۔
 آقا (آخرفیہ) میں اس حدیث کو نہیں جانتا سزا سزا کنندگان حضرات ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور کہتے تھے کہ ہماری سزا سزا کو کچھ گئے اور جن لوگوں کی

سائنس کا علم نہ تھا وہ امام بخاری پر دل ہی دل میں قلتِ حفظ کا حکم لکھ چکے تھے۔ پھر ان دنوں سے دوسرے صاحب نے اپنی احادیث کی تعلق سوال کیا۔
 آنگے جواب میں بھی ہر مرتبہ یہی فرمایا اگلا عرفہ، ہیل اس حدیث کو نہیں جانتا پھر تیسرے صاحب نے اپنی دسوں احادیث کے بارے میں سوال پیش کیا۔ امام بخاری
 نے ہر مرتبہ انکو بھی یہی جوابے یا اگلا عرفہ، ہیل اس حدیث کو نہیں جانتا تاہم اس میں باقی ماندہ اشخاص نے اپنی اپنی احادیث کی تعلق سوالات کئے اور امام بخاری
 ہر ایک کے جواب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ جب سلسلہ سوالات ختم ہو گیا تو امام بخاری علیحدہ الہیاری اول مسائل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا آپ نے پہلی حدیث
 میں سند بیان کی اور صحیح میں سند ہے اور دوسری میں سند صحیح ہے اور تیسری میں سند صحیح ہے اور چوتھی میں سند صحیح ہے اور پانچویں میں سند صحیح ہے
 صحیح اور صحیح صحیح دونوں سند میں ان فرماویں پھر باقی ماندہ اشخاص کی جانب ترمیم کے واقعات فرمایا اور ایک کی ہر حدیث کی سند صحیح اور صحیح صحیح
 فرمادی یہ کہہ کر حاضرین ہلستے پھر ہو گئے اور آپ کے کمال حفظ اور وفور فضل کا اعتراف کرنا پڑا حضرت محمد بن حنفیہ نے یہ بیان کرتے کئے کہ میں نے خود امام بخاری
 علیحدہ الہیاری کو فرماتے سنا کہ کچھ لو ایک لاکھ صحیح احادیث فرمائی یاد میں اور دوا لاکھ غیر صحیح اقوال غیر صحیح سے مراد یہ نہیں کہ وہ غلط تھیں۔
 استغفر اللہ بلکہ وہ احادیث جو محدثین کے معیار وصحت کے مطابق ہوں جس کی تشریح انشاء اللہ عنقریب آتی ہے۔

خوراک

نہایت قلیل یعنی پھر میٹ نہ کھاتے تھے کیونکہ عداوت کی ساتھ پھر پیٹ کھانے سے قلب مرده ہوا تا اور اس میں غفلت پیدا ہوجاتی ہے اس واسطے
 محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا تمیتوا القلوب بکثرة الطعام والشراب فان القلب كالزراع موت اذا كثرت علی الملأ
 ترجمہ زیادہ کھانے پینے سے قلب کی مرده مت کر دے اور کبیر کو کھانے پینے کی کل ہے جب کبھی کو باقی زیادہ پہنچے مرده ہو جاتی ہے نیز فرمودہ کا میں قلیل پڑتا ہے عبادت کم ہوتی
 اور اسکی علامت عقود ہوجاتی ہے۔ امام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مرده دنیا رعبیہ کہ اس واسطے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کہ تم کھانے
 مرده فرمائیں گے بعد سب پہلے اس میں چوبہ دست تھا ہر ہوتی وہ پیٹ بھوکنا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما کی عادت تھی کہ کبیر کی کھانے کے تہا کھانا تناول نہ فرماتے۔ ایک دن کسی شخص کو سہرا کھانے کے لئے پیش کر گیا اس نے پیٹ بھوکایا فرمایا اس نے آئندہ
 ایسے شخص کو نہ باجائے میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ مسلمان ایک آنت میں کھانا پھر قلیل لیا اور کافر و منافق آنتوں
 میں پھینک کر رو کھرتے کھانے کھا کر کھانے مشابہت ہو گئی اور میں شخص کو کفار سے مشابہت ہو آسکو اپنے پاس بٹھانا گوارا فرمایا۔

یاد آتا کہ مری کے پاس جا کر کہئے۔ ایک عراقی دو سر مروی تیسرا ہندی چوتھا سوڈانی میں سے دریافت کیا کہ کوئی دوا ہے جس کے بعد کوئی مرض لاحق نہ
 ہو ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کے مطابق کچھ نہ کچھ بتایا سوڈانی حکیم خاکوش ہے۔ بادشاہ نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں۔ وہ بولے جس دوا کے بعد مرض لاحق
 نہ ہو وہ ہے کہ بغیر اشتہار کھائیں اور شکم سیر ہو نیسے پیشتر دست کش ہو جائیں سب تباہ کرتے ہوئے کہا یہ کچھ کہتے ہیں۔
 خود تو جس کے تین مرتبے ہیں۔ اعلیٰ یک مرتبہ کی طرح اقل قلیل پراکتفا کرے اور وسطیہ کہ بعد نصف شکم کھائے ہے۔ ادنیٰ کہ پر پیٹ کو
 تین حصوں پر تقسیم کرے۔ تہائی کھانے کے کھانا تہائی پینے کے لئے اور تہائی سانس لینے کی واسطے قلیل غذا۔ صحت جم کمال حفظ صفائے قلب
 اور کادوت کیلئے سورت پر چھن و صلا و یا حضرت اسم بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو پیدا فرمایا تو شکم سیر کی ساتھ
 اور پیل کو درست کیا اور کمرنگی کے ساتھ علم و حکمت کو۔ امام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بابل ملکوتی عالم غیب کو کب
 رہو یہاں تک کھل جائے تو گویا نے عرض کی کہ کہیے کہ میں فرمایا سلامی طور پر کرسنگی لادنگی اختیار کرو تاکہ بابل ملکوتی پھر کھل جائے اور عالم ملکوت میں تم پہنچ جا
 سے قطعہ۔ سائنڈن انظمام خالی وارہ تا درو نور معرفت جی + تہی از کھتے بعطت آں چہ کہ پری از طعام تا یسی یہی وجہ تھی کہ امام بخاری علی
 رضہ الہیاری کو قوت حافظہ اور ذکاوت انور العبادت نصیب تھی۔ بعض اوقات تو پورا پورا دن دو تین با دوام پڑا کرتے تھے۔ بیار پڑے تو قیام لے

تاریخ اسلام میں امام بخاری کی زندگی اور خدمات کا تفصیلی بیان ہے۔

تاریخ تالیف: ۱۱۱۱ھ

تاریخ تالیف: ۱۱۱۱ھ

تاریخ تالیف: ۱۱۱۱ھ

ادب

کسی چیز میں بیان اعدادیت کیوسطے اجتماع معانی حشیش بیان فرامہ ہے ایک صاحب نے اپنی ڈاک میں سے نکال کر مسجد میں الدراجس کو لکھی نظر میں لکھی تھیں۔ لوگوں کی نظر پڑا کہ پتہ اسکو خاکے استین میں لکھا گیا (جلس برخواست ہونے پر جب لوگ منتشر ہو گئے) اور آپ مسجد چلے تو اس نکتے کو باہر دیکھا۔ یا ادب مسجد تھا کہ جس خوش خاستک کو انسان اپنے جسم پر گرا دیتا ہے اس کو بھی اس سے محفوظ رکھنا چاہئے۔ جاگڑا کا لالھی میں ایک بگیاہ عالم کو ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے۔ زنجور نے سترہ تہذیبک مارا جس سے بان کے سترہ جیسے سترہ ہو گئے۔ بعد ازاں حاضری میں فرمایا کہ دیکھئے کس چیز نے مجھے حالت غاڑت پر لگائی ہے۔ تلاش کرے زنجور نے لکھی جس نے سترہ لکھی کی جی ادب ہی کی برکت تھی کہ آپ باعث تھیں میں مرتبہ لکھی پڑا تھوڑے اور جو کویں جو عبادت ادب ہی سے ملے ادب تا صیبت از لطف الہی جہیز بر سر بردہ ہوا کہ خواہی۔

شان توکل

بلسبب تفصیل حدیث اپنے شیخ حضرت آدم ابن ایس رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر تھے خود فرماتے ہیں کہ میرے پاس جو کچھ توشہ خادہ ختم ہو گیا اللہ کفر فرج کے لئے میں تاخیر ہوئی تو زمین کی گھاس کا گڑا شروع کر دیا۔ گواہی دیا کہ کسی سے سوال کرتے یا کچھ بطور عرض طلبہ لیتے۔ اس توکل کا نتیجہ نکلا کہ جب تیرا دن ہو تو ایک صاحب تشریف لائے جنکو میں پہچاننا نہ تھا اولاً انہوں نے ایک تیلی عطا فرمائی جس میں شرفیاں تھیں۔ موجودہ دور کے جلائے علم دین کا وسط یہ واقعہ عبرت آموز ہے۔

حقوق العباد کا احساس

تیکے کا تریا بوجہ حضرت محمد تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ امام بخاری علیہ السلام نے ایسا اوقات سوار ہو کر تیرا نڈی فرماتے تھے۔ اور صدقہ نشتانے والے کس کے بجز وہ مرتبہ اپنی طویل صحبت کے زمانے میں کبھی نہ دیکھا کہ آپ کے تیرے نشتانے جیسے خفا کی ہر ہم مقام فرمیں تھے۔ ایک دن تیرا نڈی کے لئے سوار ہو کر شہر پہنچا۔ اس صحنہ کی طرف چلے جس سے سلاستہ تیرے دہانے تک پہنچنا تھا تیرا نڈی میں مشغول ہو گئے۔ اتفاقاً امام بخاری علیہ السلام تیرا تیرا کی کا تیر کی بیچ میں جا گیا جس سے وہ چست گئی۔ امام بخاری علیہ السلام نے جب دیکھا تو سواری سے اتر پڑے۔ تیرے رخ سے نکلا کہ تیرا نڈی موقوف فرمادی اور مجھے فرمایا اہل چلو اور ایک گھراساں کھینک فرمایا۔ بوجہ تیرے ایک کام ہے میں نے عرض کیا حاضر ہوں۔ فرمایا۔ اس پہل کے مالک کی خدمت میں جاؤ اور کہو جسے آپ کی بیچ خراب ہوئی ہم چاہتے ہیں کہ اسکی جگہ دوسری لگا دی جائے اسکی قیمت ہم سے قبول فرمائیے۔ اور مجھے جو کچھ غلطی سرزد ہوئی اسکو معاف فرمائیں۔ اس کے مالک زمین بن اخصو تھے۔ ان کی خدمت میں جب بیام پہنچا تو فرماتے لگے کہ امام بخاری کی خدمت میں بعد سلام کہہ دیجئے کہ آپ سے جو کچھ ہو اسی کوئی مواخذہ نہیں۔ اور میرا کل مال آپ پر قربان ہے۔ جب میں نے یہ پام امام بخاری علیہ السلام تیرا تیرا کی کی خدمت میں عرض کیا تو مسکرتہ چہرہ پر سرتہ شادمانی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اور فرمادے کہ میں نے مسافرن کو باج سوا عادت ستائیں۔ اور میں سو رہا یہ صدقہ کہنے امام بخاری علیہ السلام کے انہیں کہتا ہے۔ بیان فرمایا کہ ایک دن ابو حشر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیے۔ انہوں نے کہا کہ چیز سے معافی دوں۔ فرمایا۔ ایک دن میں نے حدیث سے اس کی جگہ لکھی ہے۔ پس نے دیکھا کہ مالک کی خدمت میں آپ کے سر اوردھن ہاتھ حرکت کر رہے ہیں۔ یہ نظر دیکھ کر میں نے تمہیں کیا تھا۔ اس کی معافی چاہتا ہوں۔

انہوں نے فرمایا ہیں نے معاف کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اسی احساس کو ہر پاپ کے کسی غیبت کا مددہ نہیں ہوا۔ خود فرماتے تھے کہ انشاء اللہ تعالیٰ بروز قیامت غیبت پر مجھ سے حساب نہ لیا جائیگا کیونکہ اسکی حرمت کا علم ہو چکے ہیں اس لیے کسی کی غیبت نہیں کی۔

پابندی نیت

ایک مرتبہ کہ نماز کی مال اسباب کے پاس آیا بعض تجارت پیشہ مہاجر کے خیر لوگ کسی تمام کے وقت آگے تھیں حاضر تھے اور باہر ہزاروں پرفیو کے دیکر خیر خواہ اپنے خیر خواہ سوخت جائیے۔ دو سو دن میں کے وقت سے دو تین دن ہر گز نہ آئے انہوں نے دس ہزار نفع دیکر اسکو خریدنے کی خواہش ظاہر کی۔ اپنے فرمایا شب میں نیت کی چکا ہوں کہ پہلے آیتوں کو دوں گا۔ اور نیت کو توڑا پسند نہیں کرنا اسلئے معذور ہوں

کرامت

انہیں ابو جعفر کا لقب دیا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہم مقام افرز ہیں تھے۔ اور اپنے ایک جماعت کو ہراہ لیا کہ تمہارے نقل معہ پر دشمن سے بچاؤ کرو۔ سب سے تعزیر شروع کی پیڑھ شکر اور بہت ہی مخلوق روک کے کسے ہو گئی آپ خود بھی نہیں ٹھوٹے۔ لگے میں نے عرض کیا۔ آپ کو تکلیف برداشت کر سکتی ہو تو نہیں ہر لوگ کافی ہیں فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ میرے لئے تکلیف نفع بخش ہوگی۔ دو گاروں کیلئے ایک گائے کو ذرا کافی تھی جبکہ شت پک کر تیار ہو گیا تو کھانے کو واسطے حاضرین بلائے گئے۔ آپ کیساتھ سوا کچھ زادہ اشخاص آئے تھے یہ علم نہ تھا کہ اور بھی آجائیں گے۔ اور ہم افرز سے معرفت میں مدد سیکر کر لائے تھے ذیادہ سبکی (تبریزی) من کے ساتھ پانچ من جو آجکل کے سیر سے کہی تو لڑکا ہوتا ہے ساتھ سینتیس سے ہوتی ہیں۔ چنانچہ جملہ حاضرین کے کسانے میں کڑھی گئیں سب کے سب کھا کر داغ ہو گئے اور درویشان کافی مقدار میں نک رہیں۔

رمضانی عبادت غیر متقلین پر قیامت

امام بخاری میٹر رحمۃ اللہ علیہ کی رمضانی عبادت کے بیان میں فرمے ہماری کے مقدم میں صفحہ ۴۸ پر مذکور ہے (قال لما کمل ابو عبد اللہ الحافظ الضعیفی محمد بن خالد حدیثا مقسم ابن سعید قال کان محمد بن اسمعیل النجاشی اذا کان اول لیلۃ من شہر رمضان یتجمع الیہ اصحابہ فیصلی علیہم ویقرع فی کل لیلۃ عشرين آیۃ وکان لا یان یختم القرآن) ترجمہ حافظا الحدیث حکاکم ابو عبد اللہ نے فرمایا کہ مجھے محمد بن خالد نے فرمایا کہ کہتے تھے کہ مقسم ابن سعید نے بیان کیا کہ جب رمضان المبارک کی پہلی شب آتی تو محمد بن اسمعیل امام بخاری کے پاس ان کے اصحاب جمع ہو جاتے۔ پھر پانچ یا سب سے شروع تراویح پڑھاتے تھے کہ ایک رکعت میں پڑھتے تھے اور دوسری پڑھتے تھے یہاں تک کہ قرآن پاک ختم ہو جائے۔ اقول مخفی ہے کہ اس واقعہ سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ علیہ تراویح میں رکعت پڑھا کرتے تھے کیونکہ اگر ایک رکعت میں آیات کے حساب سے رمضان شریف میں قرآن کریم کا ختم غیر متقلین کے مسلک (آٹھ رکعت) پر ممکن نہیں اسلئے کہ کجاب میں آیات کی رکعت ایک شب کی آٹھ رکعت میں ایک سو ساٹھ آیات ہوتیں۔ پھر شنب میں چار ہزار آٹھ سو آیتیں ہوتی ہیں۔ اور پھر جمع ہے کہ قرآن کریم کی آیات چھ ہزار ہیں اس سے کم نہیں۔ تو غیر متقلین کے مسلک (آٹھ رکعت تراویح) پر پورے رمضان شریف میں بھی بجائے کہ ایک ختم نہیں ہو سکتا حالانکہ اس واقعہ میں تصریح ہے کہ امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ علیہ تراویح میں چار ہزار آیات پڑھا کرتے تھے۔ تفسیر آیتان شریف جلالہ میں ہے (قال للذی ان حبہموا علی ان عد۔ آیات القرآن ستۃ اثنی عشر اختلافوا فیما زاد علی ذلک فمنہم من لیس فی ذلک ومنہم من قال و ما اثنا آیۃ واریع آیات وقیل واریع عشر ووقیل وتسع عشر ووقیل وخمسون ووقیل ووقیل وثلثون) ترجمہ اللہ تعالیٰ

امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ علیہ تراویح میں چار ہزار آیات پڑھا کرتے تھے۔

قدس سرمدی الشافعی نے فرمایا کہ کل علمائے کرام اس متفق ہیں کہ آیات قرآن کی تعداد چھ ہزار ہے (اس سے کم نہیں) پھر اس سے زیادہ ہیں اختلاف ہے
 تو بعض نے تو یہی اختیار کیا کہ چھ ہزار ہیں نہ زیادہ نہ کم۔ اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دو سو چار اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دو سو چھ۔ اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار
 دو سو انیس اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دو سو پچیس اور بعض نے کہا کہ چھ ہزار دو سو تیس۔ ان چھ اقوال میں سب سے اقل قول دل ہے اور سب سے
 اکثر قول خیر۔ اور جب صدر اقل و اکثر میں اختلاف ہو تو اقل متبعین ہو کر لیا ہے۔ نظر براں قول دل یعنی اہل شمار ہوا۔ اور جبکہ بصورت اقل غیر مقلدین
 کے مسلک پر قرآن کریم کا ختم صحابہ و کتبہ درست نہیں ہو سکتا تو بصورت اکثر تیسری اولیٰ ممکن ہو گا۔ پس ثابت ہوا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کا
 تراویح میں ختم قرآن کریم مسلک غیر مقلدین کے اعتبار سے صحیح نہیں ہوتا۔ اور بفضلہ تعالیٰ مسلک احناف کے مطابق صحیح ہو گا ہے اس لئے کہ حساب
 میرے بات کی وقت ایک شعبہ میں ہزاروں کے اندر چار سو آیات جو ہیں اور پندرہ شعبہ میں چھ ہزار۔ اور بقول شمار قرآن کریم میں چھ ہزار آیات ہیں
 تو جو انھوں نے ثابت ہوا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کے نزدیک مسلک احناف کی تراویح کی میں کثرت بختم تیس دن پندرہ ہیں قرآن پاک ختم فرمایا کرتے
 تھے۔ اسی مقدس فتح الباری میں ہے کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کا رمضان شریف میں معمول تھا کہ ایک قرآن پاک بروقت ستر تیس دن ختم فرماتے۔ اور
 ایک قرآن پاک روزانہ دن میں جو وقت اظہار ختم ہو کر آتا تھا اور فرماتے تھے کہ بروقت ختم قرآن کریم ڈعا مقبول ہوتی ہے۔

بشیر القاری نے فرمایا کہ

قصہ وفات

امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری جب فریضہ شریعہ کرام کی خدمات میں مدبر کتب تکمیل علوم سے فارغ ہو گئے۔ اور ترک سفر کے انہوں نے اپنے وطن مالون کی خدمت
 مراجعت فرمائی۔ تو اہل وطن نے تعظیم و تکریم اور بڑی دھوم دھام کیسا تھا استقبال کیا تھا شہر سے تین میل تک ہا بھجھے ادا شامانے لگے گئے۔ اور بڑے
 اشرافیاں کھانا دیکر تھے مجھے شہر میں لائے۔ زمانہ روزانہ تک کھلا اس تمام فرمایا۔ اکثر و بیشتر اوقات قاعدہ علوم اہل بیان حدیث میں صرف ہوتے تھے۔ آپ کجا
 حاضر جماعت کا جمع و کھرا کر حاضرین سے برداشت نہو سکا۔ خلافت عباسیہ کی جانب سے بخارا پر تعینات کردہ حاکم خالد بن محمد و علی انصاری کے دربار کی
 پیدا کر کے لائے تھے تیسرا تیار کی کر سکو آہستہ آہستہ اس بات پر مائل گردیا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کو اپنے پاس بلا کر ان سے صحیح البخاری لکھانے کی
 سنے چنانچہ پورے قاعدہ بھیجا کر ان دونوں کتابوں کو لیکر یہ پاس لیا کریں نہیں لکھا آپ سے شناسنا چاہتا ہوں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے قاعدہ سے اٹھنا
 فرمایا کہ میں وہاں جا کر علم کی بے عزتی نہیں کروں گا۔ اگر ان کا حکم کا شوق ہے تو میرے پاس نہیں خواہ میری سمجھ میں یا میرے مکان پر۔ اس جواب سے حاکم کو
 آپ کے ساتھ پھانسا پیدا ہوئی۔ اور بعض مدعاتوں پر کشتیگی کی بددعا بیان کی گئی ہے کہ حاکم قائلے خواہش تھا کہ ہی کو میرے یہاں کر کے
 یہاں کر کے لاکوں کو صحیح بخاری تاریخ کثیر فرما یعنی تصنیفات کی تعظیم میں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے کہا بھجھا کر یہ علم حدیث ہے میں اس کی
 تدبیر نہ کروں گا۔ اگر آپ کو ضرورت ہے تو لاکھوں کو میری میں بھیجا کیجئے تاکہ وہ سب طلب کی طرح تحصیل کریں۔ حاکم نے کہا کہ اگر یہاں آئے میں علم کی تدبیر نہ
 ہے تو ایسا کیجئے کہ بروقت تعظیم میرے لاکھوں کیسا تھا دوسرے طلبہ شریک انہوں میرے دربان اور دو روزانہ برکھڑے دہرے تاکہ وہ ملوں گا انیسے
 ہیں بغیرت گواہ انہوں کرنی کہ ہمیں میں میرے فرزند ان کے پہلو پہلو ہوا ہے اور جو ہی مجھ میں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری نے یہ بات بھی قبول فرمائی
 اور فرمایا کہ یہ علم میراث نبوی ہے۔ اسکی تحصیل کسی کے ساتھ تصور نہیں کرنا تمام امت اس میں شریک ہے کہم ہے۔ اس گفتگو سے حاکم کے دل میں کھرت چلے گئی۔
 اور اس میں مدد روز اضافہ ہوتا گیا۔ نوبت یار جا سوید حاکم نے حضور نبیؐ ابن ابی الورقاء اور دیگر علمائے وقت کو یہ خیال کر کے ان سے لاکھاری
 علیہ الرحمۃ الباری کے خیر بہرہ وطن کرنا اور ان کے خلاف ایک مضر نامہ تیار کرنا کر پیش کر دیا آپ حاکم نے فرخ کا حکم ماہ کیا جس سے سخت ترین
 نوبت پہنچی شہر سے نکل کر حاکم اور اس کیساتھ ہوا سزا سن کر نکلے والے علماء کے حق میں باہر لفظہ ڈرما فرمائی۔ (اللھم ارحمنا تصدقنا فی
 انفسھم و اولادھم و آھل انھم) افسانہ جیسے انہوں نے مجھے بیعت کیا ہے ایسی ہی انکو اپنی بے عزتی اور انہی اولاد کی بے عزتی اور اپنے اہل

بے عزتی میں گرفتار ہوا۔ بارگاہِ انجمنیہ ما مقبول ہوئی اور ایک مہینہ گزرا تھا کہ دارالطحا فہ سے فرمان صادر ہوا کہ اس حاکم کو معزول کیا گیا۔ اسکو ماہِ ذی الحجہ ۱۲۸۱ھ میں ملاں کیساتھ گشت کر لیا جائے کہ ہکا و انسان کی میزاجے بھر قید و ظلم میں ڈال دیا گیا۔ یہاں تک کہ وہ وہیں ہی موت پا کر حرا بیٹ ابن ابی الوضیاء کو اپنے اہل کے باہر سے وہ رسوائی ہو چکی جو ناقابلِ ذکر ہے اور دیگر علماء کو جو اس حاکم کیساتھ ساز باز کئے ہوئے تھے اولاد کے ہاں میں علم آفتیں پیش آئیں جو کجگو شکر روح کا نہ اٹھتی ہے۔ غور و ما لہ من فلک۔

جب امام بخاری علیہ رحمۃ الہامی بغداد سے باہر تشریف لے آئے تو یہ خبر اہل سمرقند کو پہنچی۔ انہوں نے بذریعہ مکتوبہ درخواست کی کہ آپ یہاں مدفن فرمادیں جو کہ مدنی عزت افزائی فرمائیں۔ آپ نے بجانب سمرقند توجہ فرمائی جب سمرقند سے قریب ایک گاؤں میں پہنچے جہاں امام (ذریعہ) متعاضد ہوا۔ کابل سمرقند ایک بار میں مختلف ہیں۔ نظر ہوگا (ذریعہ) میں توقف فرمایا تاکہ اپنے حق میں کئے آفری فیصلہ کو معلوم کریں۔ لوگوں کے اختلافات اور فتنے برپا ہوئے خوف سے برداشتہ خاطر ہو کر ایک شب نماز تہجد کے بعد یہی مائی۔ ر اللہم قد ضاقت علی کل کائنات ہما رحبت فاقبض الیک لے اللہ زمین کشا رہے ہوئے باوجود میرے لئے تنگ ہو گئی لو اپنے پاس لٹھے جہاں چھوڑی ہاں پر طالت لاحق ہوئی اور شب عید الفطر روزِ شنبہ یکم شوال الحکم ۱۲۸۲ھ میں سال فرمایا اور بعد نماز ظہر مدفن ہوئے عمر شریف باٹھ سال ہوئی۔ لفظ (نزلہ) سے سنی فات کا اور لفظ (تجدید) عدت عمر کا استخراج ہو گیا۔ ایک صاحبِ ولادت۔ ففات تخریروں کو بھرتہ شریاں طور بیان کیا ہوسکے گا ان البخاری جانتا تھا اور تھوڑا جمع الصیغہ مکمل التخریر و میلادہ صحت و مددہ عمرا و فیہا جمید و انفضی فی نور۔

امام بخاری کی بارگاہ رسالت میں عزت

حضرت عبدالواحد سی در اللہ تعالیٰ اس نے میں اکابر اولیائے کرام سے تھے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ صحابہ کرام کی جماعت کیساتھ جمع ہوئے جہاں مملوک و مرسلان جملہ اللہ تعالیٰ علیہ السلام پر سواہ کسی کے انتفا وین تشریف فرما ہیں سلام عرض کر کے بعد ہر منداشت کی کہ کیا رسول اللہ کس کا انتظار ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہاں اسٹین بخاری کے انتظار میں ہیں۔ حضرت عبدالواحد سی در اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ چند ہیوم کے بعد میں خیر و خوات ہو چکی ہیں وقت نجات کی تفتیش کی تو وہی وقت نکلا جس نبوی زلیلت سے شرف ہوا تھا۔

قبر انور کی خاک مشک بن گئی

جبکہ قبر میں کھا گیا نور قبر شریف سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی۔ اور قبر کا وہ ذہ مشک بن گیا۔ لوگوں نے اسے اپنے اور خاک قبر کو بطور تبرک لے جاتے تھے یہاں تک کہ اس غار پر گیا اور اس خوف کہ لوگ اس طرح لہانے لہے تو حوٹے ہی حوس میں قبر بنا پیدا ہو جائیگی اسلئے ہاں طرف کلائی کا جگہ لگا دیا گیا پھر لڑائی جگہ سے ماہر کی خاک لہانے لگے اور اس میں ہی مشک کی خوشبو پاتے تھے۔ مدت ہائے دراز تک یہ خوشبو نکلتی رہی ہے حال ہم نشین دور میں اثر کر دہ دیگر ذہن ہاں خاک کہ ہستم۔

قبر انور پر دعا مقبول ہوتی ہے

شہر سمرقند میں ایک مرتبہ بارش کا شدید قطر پڑا۔ لوگوں نے متعدد مرتبہ استقامت کی تہی کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ تو ایک صاحبِ قاضی سمرقند کے پاس پہنچے جسکی پرہیزگاری شہر میں مشہور تھی۔ اور ذوالامیر کی لکائی ہے جو آجکی ختم میں کراچا ہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا وہ کہا ہے بیان فرمائیے! ہوں نے فرمایا کہ یہ ہے کہ لوگوں کو نیکو کام بخاری علیہ رحمۃ الہامی کی قبر انور پر بیٹھے۔ اور وہاں پر بارش کے لئے دعا کی جائے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بارش عطا فرمائے۔

بشیر العاری کی تصانیف

بخاری شریف کی تعلیم کو واسطے نبوی ارشاد

حدیث معظم حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ میں بیت اللہ شریف میں دیکھتا ہوں کہ اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سورہ بقرہ کا خواب ہے اور انبیاء محبوبہ پر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تشریف لاکر ارشاد فرمایا۔ اے ابو ذر! یہ کتاب ہے کہ کتاب اللہ ہے اور اس جیتے رہو گے۔ بخاری کتاب کی تعلیم نہیں دیتے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کی کتاب کو کسی ہے۔ فرمایا ابراہیم بن اسحاق کی جامع۔ (بخاری شریف)

بخاری شریف کی احادیث شریف کا شمار

علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی نے فتح الباری شرح بخاری کے مقدم میں فرمایا کہ موتوفات صحابہ و موقوفات تابعین وغیرہ کے علاوہ تعلیقات و تراجم و متابعات و مکرمات کیساتھ بخاری شریف کی جملہ احادیث نو ہزار آٹھ سو سیاسی ہیں اور احادیث مرفوعہ و مرفوعہ کے باوجود مقدمہ فتح الباری کے نسخے مختلف ہیں علامہ عسقلانی قدس سرہ النورانی کے اقتدار کردہ نسخہ کی بنا پر ان کی تعداد دو ہزار چھ سو دو ہے اور ایک نسخہ میں دو ہزار چھ سو تیس تک ہے۔ اس نسخہ کو محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ النورانی نے مقدمہ اشعۃ اللمعات میں اقتدار فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

آداب کتاب

ہندوستان میں عام روایت ہے کہ اشعز و جل کے نام پاک کیساتھ تقریر و تحریر میں نظر مینا، استعمال کرتے ہیں جو خلاف ادب پر ملامت کا لہذا نام کا کیا ذکر جرت تو یہ ہے کہ علماء بھی اس میں گرفتار ہیں۔ اور بعض ہاں میں نظر مینا، چند معنی میں مشغول ہوتا ہے۔ پہلا اس کے کہ مینا کہتے ہیں اور معنی (میں بھی آتا ہے اور مشورہ کو بھی کہتے ہیں اور ریوٹ کو بھی مینا کہا جاتا ہے۔ یہ آخری دونوں معنی اول و اول بانگاہ آہی میں محال ہیں اور جس نظر غیر وار کے بعض مشران الوہیت کے معنی ہوں اس نکتہ استعمال اشعز و جل کے لئے جائز نہیں۔ اسی طرح نظر صاحب کا استعمال کرتے ہیں جو مستحقانے ادب کے خلاف ہے۔ یہ برکت و بانی صاحبان کی ایجاد کردہ ہے۔ ادب یہ ہے کہ اس کے نام پاک کیساتھ نظر (تعالیٰ یا نظر) (عز و جل) یا نظر (تبارک و تعالیٰ یا نظر) (جل جلالہ) یا نظر (جل مجدک) وغیرہ الفاظ لکھتے ہیں اور پورے میں استعمال کریں اور اس کے بموجب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام اقدس کیساتھ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) لکھا اور بولا جائے۔ اس کے بجائے نظر صلعم لکھنا یا نام پاک پر (۳) بنا کر سخت لیا بلی ہے اور جو نظر محمد کسی معنی کا نام ہے (۴) بنانا ظالی یا زجہالت نہیں کر (۵) سے درود کی جائز ارشاد ہوتا ہے اور معنی کا نام تو عمل دود نہیں۔ نقادوں حدیثیہ صفحہ ۱۶۲ میں پورا ولیعظما اسم اللہ اذا کتبہ بان یکتب عقبہ تعالیٰ اقل نقد من و عن و جل و نحو ذلک و کذا اسم رسولہ بان یکتب عقبہ صلی اللہ علیہ وسلم فقد جرت بہ عادتہ الخلف کا سلف لکھا یعنی کتابتہا بخو صلعم فانہ عادتہ المحدثین) ترجمہ۔ اسم الہی لکھتے وقت اس کی پور نظم کی جائے کہ اس کے بعد نظر (تعالیٰ یا اقدس) یا عز و جل) یا انکے ما نظر لکھیں۔ اور کسی معنی نہیں نام کی تعلیم فرقت کتابت یوں کریں کہ اس کے بعد در حد صلح اللہ علیہ وسلم لکھا جائے کہ یہ آیت کو کہتے ہیں ایما الذین آمنوا صلوا علیہ وسلم صلوا علیہ وسلم لیسئلہم عن نبیہم انک سلف مینا اور انکے خلف ظاہر اس کے معنی ہے ہیں اور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ نظر (تعالیٰ یا اقدس) لکھتے کہ یہ جملہ نصیب اشخاص کی عادت ہے حدیث میں فرمایا من صلی علی فی کتاب لیرزق صلواتہ جبارۃ لہ صلاہ اسی فی ذلک الکتاب یعنی جس کتاب میں میرے نام کیساتھ درود لکھا تو کتاب میں میرا نام باقی رہے نہ کہ اس درود جاری رہے یعنی یہ قرآن پڑھا کر درود

بخاری شریف کی احادیث شریف کا شمار

اقسام حدیث باعتبار ذکر رواة

(مستند) اور بیان حدیث کو کہتے ہیں اور نقل (اسناد) اس کے ہم معنی ہے اور بھی (نظر) اسناد کو کہتے ہیں (ذکر سند) استعمال کرتے ہیں (مستند) اس عبارت کو کہتے ہیں جو ذکر سند کے بعد آتی ہے۔ اگر حدیث کی سند سے کسی آدمی کا ذکر مطلقاً نہیں تو اس کو متصل کہتے ہیں اور عدم سقوط کو انصاف کہا جاتا ہے اور اگر سند ایک یا زیادہ راویوں کا ذکر مطلقاً ہے تو اس کو منقطع اور سقوط کو (انقطاع) کہتے ہیں۔ کچھ روایتیں ایسی ہیں جو قطعاً اور قطعاً سے تو حدیث کو منقطع کہا جاتا ہے اور اس کا ذکر (تعلیق) کہتے ہیں۔ اور بھی ایسی سند مطلقاً ذکر کی جاتی ہے جیسے معنی میں کہا کرتے ہیں یا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری شریف میں تعلیقات کی کثرت پائی جاتی ہے۔ مگر ان کو اس واسطے حکم انصاف سے کیا گیا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف میں صحیح احادیث پیش کرنا التزام فرمایا ہے۔ اگر یہ سب تعلیقات بخاری شریف میں اسناد ماریت کے مرتبے میں نہیں لکھی ہوں تعلیقات صرف اس مرتبے میں ہیں جو روایت کے مقام پر مستند کے بیان فرمایا ہے۔ اور بعض حضرت ان (تعلیقات) میں اس فرق کرتے ہیں کہ جو کو نصیحت فرمادے گا کہ یہ جیسے قال غلان یا ذکر فلان وہ امام بخاری علیہ الرحمۃ راوی کے نزدیک ثابت اسناد میں تو قطعی طور پر صحیح ہوگی۔ اور جو کو نصیحت فرمادے گا کہ یہ جیسے ضعیف یا افعال یا ذکر تو ان کی صحت امام بخاری علیہ الرحمۃ راوی کے نزدیک محل کلام ہے۔ لیکن بخاری شریف میں بیان کرنا اس بات کو دلیل ہے کہ ان کے متصل ضرور ہوگی۔ اس واسطے نشانے فرمایا کہ بخاری شریف کی تعلیقات متصل صحیح ہیں۔

اور اگر یہ سقوط کو سند سے تاہی کے بعد ہے تو حدیث کو (موسل) کہتے ہیں۔ اور اس ضل اسقاط کو (ارسل) جیسے تاہی فرمائی (وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اور بھی محدثین (موسل) یعنی (منقطع) بھی استعمال کرتے ہیں۔ مگر مذکورہ بالا اصطلاح مشہور تر ہے۔ حدیث مرسل کا حکم چھوڑ دینے کے نزدیک توقف ہے اسلئے کہ یہ نہیں معلوم کہ غیر مذکور راوی فقہ ہے یا نہیں کیونکہ تاہی بھی تاہی سے روایت کر چکے ہوں۔ اس میں یہ فرق اور فرق تفہیم کے لئے ہے۔ اور ایام علم و فضیلت اور امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک حدیث (موسل) مطلقاً مقبول ہے۔ باہر دلیل کہ راوی نے برائے کمال وثوق و اعتماد ارسال کیا ہے کیونکہ کلام اس تقدیر پر ہے کہ غیر مذکور راوی فقہ ہے۔ اگر ارسال کنندہ راوی کے نزدیک حدیث صحیح تھی تو ارسال کرتے ہوئے یوں کہتے (قَالَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) امام ابن ماجہ حلیہ شرح صنیۃ صفحہ ۱۰۶ کے بیان میں فرماتے ہیں (الاضواء للفقہ) فان المنقطع كالموسل في قبوله من الثقات) اور فتح التقدير ص ۱۰۶ (ضعف بكان لفظاً) و محمد بن حاکم قال قال عبد الله الرضا و فقہم لا یضی اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر حدیث مرسل کی دوسری حدیث مرسل یا سند سے ثابت ہو جاتی ہے اگرچہ وہ موثقیہ میں ہوں تو مقبول ہوگی۔ ابو امام احمد رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ سے قبول اور عدم قبول کے بارے میں دو قول مستقول ہیں۔ یہ اختلاف وقت ہے۔ جبکہ یہ بات معلوم ہو کہ ارسال کنندہ تاہی عادتاً فقہ راوی کو ہی حدیث کیا کرتے ہیں اور اگر ان کی عادت یہ ہے کہ فقہ اور غیر فقہ دونوں حدیث کیا کرتے ہیں تو اتفاق حدیث مرسل کا حکم توقف ہے۔ اور اگر یہ فقہ اور بیان سند سے ہے۔ پس اگر مذکورہ راوی نے حدیث مرسل کو اس حدیث کو (معضل) کہا جاتا ہے اور اگر وہ بیان سند سے ایک راوی یا زیادہ راوی مختلف مقامات سے مختلف ہیں حدیث مرسل کو (منقطع) کہا جاتا ہے۔ خاص اور باعتبار معنی اول عام اور مقسم ہے۔

حدیث مرسل کا حکم چھوڑ دینے کے نزدیک توقف ہے اسلئے کہ یہ نہیں معلوم کہ غیر مذکور راوی فقہ ہے یا نہیں کیونکہ تاہی بھی تاہی سے روایت کر چکے ہوں۔

حدیث مرسل کا حکم چھوڑ دینے کے نزدیک توقف ہے اسلئے کہ یہ نہیں معلوم کہ غیر مذکور راوی فقہ ہے یا نہیں کیونکہ تاہی بھی تاہی سے روایت کر چکے ہوں۔

القطع کی معرفت

راوی اور مروی عنہ کے عدم ملاقات سے ہوتی ہے اور عدم ملاقات کا ثبوت یا تو ہم عصر ہونے کی بنا پر ہوتا ہے یا وہ دونوں عدم تعلق سے یا عدم اجازت پر ہوتا ہے اور علم تاریخ سے معلوم ہوتے ہیں۔ جس آہ کے موالیہ بیانات۔ اوقات تحصیل کی تعیین اور سقاط طلب ذکر ہوتا ہے۔ اس واسطے علم تاریخ محدثین کے

نزدیک قابل اعتماد ہے۔

حدیث مدلس

حدیث متطوع کے اقسام سے ہے اور اسکی صحت میں ہوتی ہے کہ راوی اپنے شیخ کو ذکر کرے جس سے سماع حاصل تھا بلکہ اپنے شیخ سے بالشیخ کو ذکر کرے جس سے سماع حاصل نہیں مگر ایسے لفظ سے جو سماع کا ایہام کرتا ہو جیسے عن فلان یا قال فلان کہنے والوں لفظ صحیح سماع ہیں اس نفل کو (مدلس) کہتے ہیں بلکہ اصل کو (مدلس) اور حدیث کو (مدلس) حدیث مدلس کا مکمل ترجمہ نزدیک ہے کہ اگر مدلس کے متعلق یہ بات شہد ہو جائے تو کہ اپنے تقد شیخ ہی کو حذف کیا ہے تو اس کی حدیث مدلس مقبول ہوگی اور اگر تقد اور غیر تقد دونوں کو حذف کرنا ہے تو اسکی حدیث مقبول نہیں تاویک سماع پر تفسیر کرے جیسے کہ حدیثنا یا الحدیثنا قلت لیس کا سبب کبھی شیخ کا صغر السن ہونا ہوتا ہے اور کبھی اسکی عدم شہرت اور کبھی اسکی عدم وجاهت اور عقل کا برعینہ ابن عبینہ سے تدریس جو مذکورہ واقعہ نہیں مگر اسکی جگہ سے کہ حدیث مدلس پر ان کو وثوق تھا اور بوجہ شہرت ان کو ذکر سے مستثنی تھے اور اگر سند یا متن میں کوئی اوی سے اختلاف ہو گیا کہ مقدم کو خرد و خرد کو مقدم کر دیا گیا کبھی بیوقوفی یا ایک اوی کے جگہ دوسرے کو ذکر دیا گیا ایک متن کی جگہ دوسرا متن بیان کر دیا یا اسماء سند میں تفسیر ہو گئی یا اجزائے متن میں یا اختلاف ناقص اور حروف غیر سے ہو گیا جکی اشتراکینہ آئی ہیں تو ایسی حدیث کو (مضطرب) کہتے ہیں جو رقم ضعیف ہو خاتم الحفاظ امام سیوطی علیہ الرحمۃ تصقیبات میں فرماتے ہیں۔ (المضطرب من رقم الضعیف لا للوضوح) اور اگر راوی نے حدیث میں بنا کلام یا معانی یا معانی وغیرہ کا کلام بیان لغت یا تفسیر یا تصدیق یا مطلق وغیرہ سے پیش نظر کر دیا تو ایسی حدیث کو (مدلس) کہتے ہیں جیسے بخاری شریف میں حدیث حلا۔

حدیث کی اڑایت بالمعنی

یعنی مفہوم حدیث کو اپنے الفاظ سے بیان کرنا اسکے جو اثر و مدد جو اس میں نہ قول ہیں (۱) اکثر علماء کے نزدیک مطلقاً جائز ہے مگر اسکے لئے جو عربی واقع اور اسلوب کلام کا ماہر اور خواہ اس تراکیب کا عارف ہو تاکہ کبھی شیخ میں گرفتار نہ ہو جائے۔ (۲) مفرد الفاظ میں جانتے نہ رکبات میں نہیں (۳) صرف اس کیلئے جائز ہے جسکو الفاظ حدیث مستحضر ہوں تاکہ ان میں کما ینبغی تصرف کر سکے۔ (۴) اسکے واسطے جائز ہے جسکو معنی حدیث یاد ہوں اور الفاظ معلوم کیا ہو تاکہ کتب تکمیل احکام ہو سکے۔ اور جب کو الفاظ حدیث یاد ہیں اس کیلئے جائز نہیں کیونکہ یہ مفردت ہے۔ یہ اختلاف حدیث کی اڑایت بالمعنی کے ہر اوزار مدد ہوا جس میں تھا اور حدیث کی اڑایت باللفظ کے اولیٰ ہے نہ میں کسی کو اختلاف نہیں اس بیوی دماغ کے پیش نظر سبب کویت پر توفیق ہیں (نظر اللہ) امر سمع مقالتي فوعاها واواها كما سمعنا (اللہ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سن کر محفوظ کی پھر اسکو ویسا ہی ادا کر دیا جیسا کہ سننا تھا اور روایت بالمعنی صحاح ستہ وغیرہ کتب میں واقع ہے۔

(عَنْهُ) حدیث کو بلفظ (عَنْ) روایت کرنا کہتے ہیں یعنی بروقت روایت حدیث راوی اپنے مراد عندہ کو بلفظ (عَنْ) ذکر کرنے سے جو ہیں کہے (عَنْ) فلان اور جو حدیث باس طور روایت کی گئی ہو اسکو (مَعْنَى) کہتے ہیں امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (عَنْهُ) کے معتبر ہونے میں راوی کامرادی عندہ کے معصوم ہونا شرط ہے۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کے نزدیک صرف صحرا کانی نہیں بلکہ ثبوت طاقت ثبوتی ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافی نہیں ثبوت اخذ کرنا ہے اور (مدلس) کا (عَنْهُ) مقبول نہیں (مُسْتَدْرَج) صرف متصل حدیث کو کہتے ہیں یہی تعریف قابل اعتماد ہے اور بعض متصل حدیث کو (مُسْتَدْرَج) کہتے ہیں اگرچہ موقوف یا منقطع ہو اور بعض صرف (موقوف) کو کہتے ہیں اگرچہ وہ متصل یا منقطع ہو (مُسْتَدْرَج) اس حدیث کو کہتے ہیں جو روایت ثقات کے مخالف ہو۔ اگر اسکے راوی تقد نہیں اس کو (مستدرج) کہتے ہیں اور اگر تقد ہیں تو اس میں حدیث مدلسی روایت ثقات میں مزید حفظ اور کمال ضبط وغیرہ امور متحد سے تصحیح دی جائیگی۔ پس

حدیث مدلس

حدیث مدلس

حدیث مدلس

ترجمہ یا نہ صرفت کو (محموظ) اور مرجع کو (مشاذ) کہتے ہیں اور (مسنک) وہ حدیث ہے جو ضعیف راوی نے اپنے سے ضعیف تر راوی کے خلاف روایت کیا ہو اور اسکے مقابل کو (معرف) کہتے ہیں۔ اور نیک راوی ضعیف ہوتا ہے مگر فرق اتنا ہے کہ (معرف) کا ضعیف اور (مسنک) کا اضعف۔ (مشاذ) اور (محموظ) میں فرق ہے کہ ثانی کا راوی اصل کے راوی سے (قوی) ہوتا ہے اور حدیث (مشاذ و مسنک) مرجع اور (محموظ) کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (مشاذ و مسنک) میں مخالفت کا اعتبار نہیں کیا اور (مشاذ) کی تعریف یہ کہ اس حدیث کو کہتے ہیں جو کوئی شخص نے اپنی یا اور اس کی روایت میں متفرق ہوا اور اسکے لئے کوئی اصل موجود نہ ہو جائے یہ تعریف ثقہ کے فرمایا ہے اور اس کی تعریف صادق نہیں۔ اور بعض نے (مشاذ) میں راوی کے ثقہ ہونے کا اعتبار کیا اور مخالفت کا۔ ایسے ہی (مسنک) کو صورت نہ کہہ سکتے خصوصاً نہیں کیا۔ یہ لوگ فرق اور فرط خلعت اور کثرت غلط گیسائے مطعون کی حدیث کو (مسنک) کہتے ہیں۔ یہ اپنی اپنی اصطلاح ہے۔ ولنا سرفی العیشون من اہب۔ (معلل) اور حدیث پر جس کے راوی میں کسی طرح وہیم ثابت ہو جیسے حدیث مرسل کو متصل یا متصل کو مرسل روایت کرنے سے یا مرفوع کو مرفوع قرار دینے سے یا ایک حدیث کو دوسری میں داخل کرنے سے یا اور کسی فرقہ ضعیف سے جو ہر ایک کے اطلاع نہیں ہوتی بلکہ اس فرقہ میں بہارت تامہ اور کامل و سبک گاہ رکھنے والے حضرات ہی مطلع ہوتے ہیں جنکی تعداد ہاں یہ قلیل ہے۔ امام احمد علی بن حنبلہ نے امام بخاری، یعقوب ابن ابی شیبہ، ابو حاتم، ابو زرہ، دارقطنی وغیرہم سے فرماتے ہیں اس چیز سے بکثرت فرمائی ہے۔

متابعت وغیرہ

(متابعت) ایک راوی کا دوسرے کی موافقت میں روایت کرنا۔ اول کی حدیث کو (متابعت) کہتے ہیں جسے کتب حدیث میں متابعت یا متابعتہ (تابع) اور متابعت نامہ اور تعویب حاصل ہوتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ متابعت کرنا اول راوی اصل راوی کے ترجمہ میں مساوی ہو بلکہ ہر ترجمہ کی متابعت بھی ہوتی ہے۔ اور متابعت کسی راوی پر بھی کی جا سکتی ہے۔ اول ہم داخل ہے کہ اگر وہ اول استاد میں زیادہ تر ہوتا ہے۔ متابعت کرنے والے راوی کی روایت اگر اصل راوی کے الفاظ اصحی دونوں میں موافق ہے تو اسکو (فظا مشاہد) سے تعبیر کیا کرتے ہیں اور اگر صرف معنی میں موافق ہو تو (فظا لغوی) سے۔ متابعت میں بشرط ہے کہ دونوں حدیثوں کی صحابی سے مروی ہوں۔ اور اگر وہ صحابی سے ہی تو متابعت کرنے والے کی حدیث کو (مشاہد) کہا جاتا ہے۔ اور بعض موافق فی الفاظ کو (متابعت) اور موافق فی المعنی کو (مشاہد) کہتے ہیں۔ خواہ ایک صحابی سے مروی ہوں یا دوسرے۔ اور کبھی (متابعت) اور (مشاہد) ایک ہی میں لے لئے جاتے ہیں۔ متابعت کی ترتیب فی شیر القاری کے صفحہ ۱۵۲ پر آئی ہے۔ اور (متابعت و مشاہد) کی معرفت حال کو کہنے کے قصد سے حدیث کا استاد کا معنی تفصیح کرنا (متابعت) کہا جاتا ہے۔

اقسام حدیث باعتبار صفات راوی

حدیث کے اصل اقسام تین ہیں (۱) صحیح (۲) حسن (۳) ضعیف۔ صحیح (۱) اعلیٰ ترین ہے اور ضعیف (۳) ادنیٰ اور حسن درمیانی ترین ہے۔ اور باقی اقسام انہیں میں داخل ہیں۔ جبکہ تفصیل ہے (صحیح) اس غیر معلل اور غیر مشاہد حدیث کو کہتے ہیں کہ اول در ضبط تمام کلمے والے راویوں میں از این کیا ہو اگر راویوں میں اختلاف در ضبط ہو کہ ال ہایا جانا جزو ثانی حدیث کو صحیح لہذا کہتے ہیں۔ اور اگر کسی راوی کا مرفوع ضبط تمام نہیں مگر کثرت طرف سے اس نقصان کی تلافی ہو گیا ہے تو اسکو حدیث کو صحیح (۲) کہتے ہیں۔ اور اگر ثانی نہیں ہو تو اسکو حدیث کو حسن لہذا کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اور اگر راوی میں صحت کے کلمے بعض شرائط متفرق ہو اس کی حدیث کو ضعیف (۳) کہتے ہیں۔ مگر اگر کثرت طرف سے اس کے ضعف کی تلافی ہو گئی تو اسکو حدیث کو حسن (۲) کہتے ہیں۔ محضی نہیں ہے کہ علم الاصول حدیث کے کلام سے (ظاہر نہیں) ہوتا ہے کہ حدیث کو حسن لہذا کہتے ہیں۔ اور اگر کسی جملہ صفات صحت کا نقصان ہو جائے مگر تحقیق اسکے سماع میں تحقیق کے نزدیک اس میں بعض صفت ضبط کا نقصان نہیں ہے باقی صفات بجا رہا ہوتے ہیں۔

عدالت وغیرہ کا بیان

(عدالت) اس کیفیت اسکو کہتے ہیں جو نفس تقویٰ اور موت کے (ترجمہ) پر آمادہ کرے اور (تقویٰ) شکر و شوق اور ہمت کے جتنا کہ ہو کہتے ہیں۔

گناہ مغیر ہے اجتناب تقویٰ کی تعریف میں داخل نہیں کیونکہ اس سے بچنا مقصد سے باہر ہے البتہ صغیرہ یا امر کریمہ کی تقویٰ میں داخل ہے اس لیے
 کہ صغیرہ یا امر کریمہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اسے اجتناب عمل تقویٰ یا امر صغیرہ سے مراد ان ضمنی افعال سے بچنا جو طواف ہت ہوں جیسے سر ہاتھ دیکھنا یا بیابا بیٹھ
 پینا کر کے نہ ابطال کی معنی واضح ہو گئے اور حدیث صحیح کی تعریف میں اخذ تھا کما عدل وہ شخص ہے جو ترک فریق اور بدعت سے اجتناب کے ساتھ خلقت بہت سے
 افعال سے بچے ہو۔ لیکن یہاں کہہ کر مابین میں متبادل اور شہادت میں خود عادل (ادھون) فریق ہو رہا ہے کہ عادل ثابت عام ہے۔ جزا و جزا کی مثال
 ہے بخلاف عادل شہادت کہ وہ خاص ہے بلکہ شامل نہیں مضبوط سے مراد سماع کا مفہود کما اس طرح کے کہ اس کے استفسار پر قدرت ہو اس کی
 دو قسم ہیں (۱) مضبوط صوری میں بار کھنے سے عبارت ہے (۲) ضبط کتاب جیسے معنی میں کتاب کو اپنے پاس رکھنا یا لکھ کر محفوظ رکھنا۔

عدالت میں طعن کے وجوہ

پانچ ہیں۔ (۱) کذب (۲) اہتمام کذب (۳) فسق (۴) جہالت (۵) بڑھت لکذب لادبی سے مراد یہ ہے کہ حدیث نبوی پر لکھنے والوں اور مقلدوں کی ثابت
 خواہ اسکے انفرادی یا کسی فریق سے کسی تفصیل آئینہ آ رہا ہے۔ مطعون بالکذب کی حدیث کو (موضوع) کہتے ہیں اور کتب صغیرہ میں عموماً
 کذب سے ہتھیار کی حدیث مقبول نہیں۔ اگرچہ مراد کی تہیہ ہمارا ہوا اور اسے توہین کی ہے۔ یہ بخلاف جو لوگ توہین کر کے کتب صغیرہ کی گواہی مہتر ہوا ہے
 بشرطیکہ حدیثی اقتضات نمود (اعظام بالکذب) سے مراد یہ ہے کہ اس کی حدیث ہو اس کے اواد سے نہایت کی قواعد کے مخالف ہو یا اپنے کام میں
 جھوٹ کا عادی ہو۔ توہم بالکذب حدیث کو امتداد کہتے ہیں جیسے کہ جہالت اور حدیث متواتر یا (افان) متواتر الحدیث (۱) ایسا شخص اگر توہم کے
 ادواتاً صریحاً ظاہر جائے اس کی حدیث مقبول ہو سکتی ہے۔ حدیث میں کتب سے متواتر کلام میں کتب سے متواتر حدیث نبوی میں کی حدیث کو موضوع یا متروک
 نہیں کہتے (مستحق) سے مراد فسق علی ہے جسے معنی میں ہے کہ وہ غیر کفر کا ارتکاب کیا اور فسق اعتقادی بدعت میں داخل ہو کر ان کے ساتھ چلا گیا (مستحق)
 سے مراد یہ ہے کہ اس کی حدیث ظاہری اور باطنی معلوم ہو ایسے اوی کو (مجهول الحال) کہتے ہیں اور اس کی حدیث کو (عجم) جیسے کہتے ہیں۔ حدیث
 (رحل) یا حدیث شیخہ ایسے اوی کی حدیث مقبول نہیں ہاں اگر حدیث میں لفظ تعدیل اور ہر جیسے حدیثی ثقہ یا تعدی عدل تو
 اس میں خلاف ہو مگر یہ کہ مقبول نہیں کیونکہ جانتے کہ کتب کے اعتقاد میں لہو اور فسق الامت میں ہو اور اگر کوئی امام صادق یا نقی
 فرطے تو مقبول ہے اور اگر اوی کی حدیث ظاہری معلوم ہے اور باطنی کی تحقیق نہیں ہو سکتی کہ وہ حدیث اور اوی صرف ایک ہی شخص نے
 روایت کی ہے (مستحق مجهول العین) کہتے ہیں۔ ان دونوں کی روایت تحقیق نزدیک قابل احتجاج ہے۔ امام نووی حدیث منقوی محتاج میں فرماتے ہیں۔

لا یجوز ان یقال ان الحدیث ظاہرہ و باطنہ و محمولہا باطنہ مع وجودہا ظاہرہ و ہوا المستور و محمول العین فاما
 الاول فالجہور و ثانیہ لاجتماع بہ ما کان الخزان فاجتہما کثیر و من المحققین

(روایت) سے مراد ایسا مستحق حدیث کے خلاف کسی چیز کا اعتقاد کہ اسے شریک اعتقاد کی دلیل میں ہی بطلان آثار ہو کر تو کفر ہو ایسے حدیث کی حدیث
 جہور کے نزدیک مقبول نہیں اور بعض کے نزدیک مقبول ہے بشرطیکہ موضوع تصدیق ہو اور بعض نے فرمایا کہ اگر وہ بدعتی فرد یا روایت میں کسی فرد کی حدیث
 ہے تو اس کی حدیث محدود ہے نہ مقبول شریک ضبط و مع تقویٰ احتیاط میں اس کے ساتھ مقبول ہو لیکن عمار ازہب نے فرمایا کہ حدیث کی حدیث
 صحابہ اس کی نزدیک کرنا ہے تو اس کی حدیث مقبول نہیں اور مقبول کما علی شریک ایسی چیز ہوتی ہے جس سے اس کی حدیث کی نایم نہ ہو اور اگر حدیث کی حدیث
 کرنا ہے تو وہ مقبول نہیں بلکہ باطل ہے۔ حدیث اعتقادی میں لکھنے والے حدیث نامزد کیا ہے کہ اگر اپنے خبر کے نزدیک ہو اسے

ضبط میں طعن کے وجوہ

پانچ ہیں (۱) غلط خلط (۲) کثرت غلط (۳) مخالفت ثقات (۴) وہم (۵) سوء حفظ و غلط خلط سے مراد یہ ہے کہ اوی کو اپنے روایات کے خلط
 ہو کر کسی تحقیق مقبول کر لے یعنی درمیان میں کتب کو نہ پڑھا دے یا مانے (کثرت غلط) سے مراد یہ ہے کہ اوی کی روایات میں حدیث میں غلطی ہو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بشیر القاری

بشرح

صحیح البخاری

تالیف

علامہ سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
صدرالدین مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ (انڈیا)

میر محمد کتب خانہ

آرام باغ، کراچی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

صحیح البخاری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو رحمت مہربان

رحمت والا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سوال - امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب بخاری شریف کو جب تمہیل اللہ سے کیوں شروع فرمایا۔
 جواب - تاکہ اس ارشاد نبوی کی تعمیل ہو جائے جسکو حسب بیان امام نووی و علامہ عینی محدثین کرام شیخ
 عبدالقادر بادوی نے اپنی کتاب اربعین اور ابن جبان نے اپنی کتاب صحیح اور خطیب بغدادی نے اپنی جامع
 جامع میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یاس الفاظ روایت کیا ہے
 کُلُّ امْرُؤٍ يَبَالُ لَا يَبِدُّ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فَهُوَ أَقْطَعُ خَطِيبٌ بَغْدَادِي كِي جَامِعِ
 فِيهِ قَوْلُهُ ابْنُ أَبِي بَرْزَةَ تَرْجُمَهُ جِسْرًا نَدَا كَامًا كِي اِبْتِدَاءُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ بَرَكَةٍ حَاصِلٍ كَرَكَةٍ نَه
 كِي جَائِئِي كِي دَبِي بَرَكَةٍ رَهِيكَ. سوال بِسْمِ اللَّهِ شَرِيفِ كِي طَرَحِ حَمْدِ اِهِي ذَكَرَ كِي كِي نَه فَرَمَانِي. حَالَا كَرَكَةٍ حَدِيثِ اسَكِي
 مَتَلَقِ يَهِي دَارِ دَهِي جِسْكَو اِبُو اُوْدُو اِبْنِ مَابَجَهْ وَنَسَائِي دَابْنِ جَبَانِ وَغَيْرِهِ اَكْرَهْ حَدِيثِ نَه اِبْنِي تَصَانِيفِ فِيهِ حَسْبِ
 بِيَانِ اِمَامِ نُوَوِي مَذْكُورَهْ بِالَا هَرُودِ صَحَابِ كَرَامِ مِنْ اِلْفَاظِ مَخْتَلَفِ رَوَايَتِ كِي اِهِي. اِيك رَوَايَتِ كِي اِلْفَاظِ يَهِي هِي.
 كُلُّ امْرُؤٍ يَبَالُ لَا يَبِدُّ فِيهِ بِسْمِ اللَّهِ فَهُوَ أَقْطَعُ. تَرْجُمَهُ جِسْرًا نَدَا كَامًا كِي اِبْتِدَاءُ حَمْدِ اِهِي مِنْ بَرَكَةٍ
 حَاصِلٍ كَرَكَةٍ نَه كِي جَائِئِي كِي دَهْ خَالِي اِزْ بَرَكَتِ رَهِي كَا جَوَابِ اَوَّلِ اِعْلَامِ عِيْنِي شَارِحِ بَخَارِي فَرَمَاتِي هِي كَرَكَةٍ
 اِسْ سَوَالِ كَا بَهْرِيْنِ جَوَابِ يَهِي هِي جِسْكَو فِي نَه اِبْنِي بَعْضِ اَسَاتِذَهْ مِنْ اِمَامِ بَخَارِي نَه اِبْنِي دَكْرَةِ تَصَانِيفِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کی طرح بخاری کے مسودہ میں بھی بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد حمد و ذکر کی تھی مگر وقت تیس بیس بعض حضرات سے بیسیض میں نقل ہونے سے رہ گئی۔ پھر اسی بیسیض سے باقی بقول اب تک ہوتی رہیں۔ لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد حمد نہیں لکھی لیکن مشارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی نے اس جواب کو اَقْبَلُوا فرمایا۔ اور اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ امام بخاری سے سابق اور ان کے ہم عصر اکثر محدثین اپنی تصانیف میں صرف بِسْمِ اللّٰهِ پر اکتفا فرماتے تھے چنانچہ موطا امام مالک اور مصنف عبد الرزاق اور مسند امام احمد اور سنن ابو داؤد سے یہ چیز ظاہر ہے تو کیا بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد حمد تحریر کرنے کی معذرت ان تمام محدثین کی جانب سے بھی یوں ہی کی جائیگی کہ حمد مسودہ میں تھی بیسیض میں نقل ہونے سے رہ گئی پھر اسی بیسیض کے مطابق اب تک عمل ہوتا چلا آیا۔ ہرگز نہیں بلکہ یوں کہا جائیگا کہ ان حضرات نے حمد کو زبان سے ادا فرمایا تھا۔ اقول۔ بخاری شریف کے سوا امام بخاری کی جملہ تصانیف میں اگر بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد حمد لکھی ہوئی ہے جیسا کہ الفاظ جواب ہمارے ہیں تو علامہ عینی کا جواب فقیر کے نزدیک احسن اور امام ابن حجر عسقلانی کا استبعاد غیر مستحسن کہہنا کافی عینی علی من تامل امعن جواب دوم۔ مذکورہ بالا حدیث حمد صرف خطبے کے حق میں وارد ہے۔ کہ جب کوئی شخص خطبہ (راہِ سبیل) دے تو اولاً حمد الہی بجالائے اسلئے کہ ایک اعرابی نے بیرون حمد کے خطبہ دیا تو اسوقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: **كُلُّ اَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُمَكِّدُ فِيْهِ وَجْهٌ لِّدَوْلَةٍ فَهَوَ اَقْلَحٌ**۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے اس لئے کہ اصول میں ثابت ہو چکا ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوص موردِ خبر نہیں۔ حدیث میں خطبہ کی تخصیص نہیں ہر شاذ نادر کام کے متعلق فرمایا گیا کہ اس سے پیشتر حمد الہی بجالانا چاہئے خواہ وہ خطبہ ہو یا کچھ اور۔ جواب سوم۔ اس حدیث کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اسلئے کہ حد یثیہ میں جو صلح نامہ سید انبیا و حبیب کبریا علیہما السلام والثناء کی جانب سے تحریر کیا گیا تھا اس میں بِسْمِ اللّٰهِ کے بعد حمد نہ تھی پس معلوم ہوا کہ وہ حکم منسوخ ہو چکا ہے ورنہ حمد پر ترک کجائی لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ صلح نامہ میں حمد کے نہ ہونے سے حکم کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ صلح نامہ میں ترک حمد بیان ہوا نہ ہو۔ جواب ہمارم حدیث حمد ضعیف ہے اس لئے کہ اسکی سند میں ایک راوی قرۃ بن عبد الرحمن ہیں جن کے متعلق تھذیب التھذیب الحدیث میں فرمایا اَقَالَ اَمِنْ ابْنِ خَيْثَمَةَ عَنْ ابْنِ مَعِينٍ ضَعِيفٌ الْحَدِيثُ۔ مگر یہ جواب ضعیف ہے کہ حدیث حمد ضعیف نہیں کیونکہ یہ حدیث نہ صرف حسن بلکہ صحیح ہے ابن حبان اور ابوعوانہ نے اسکی تصحیح فرمائی اور سعید بن عبد العزیز نے قرۃ کی متابعت بھی کی ہے جس کی تخریج امام نسائی نے فرمائی جو جواب ہمارم امام بخاری علیہ الرحمۃ نے حمد اسلئے تحریر نہیں کی کہ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام پر اپنے کلام کی تقدیم لازم آتی اور یہ ممنوع ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَءُوا الْقُرْآنَ حَتَّىٰ تَتْلُوَ آيَاتِ اللَّهِ وَتَرْتَلُوْهُنَّ عِيسَىٰ** اسے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو نہ قول میں نہ فعل میں تمہیں لازم ہے کہ اصلاً تم سے تقدیم واقع نہ ہو کیونکہ تقدیم کرنا آداب بارگاہ رسالت کے خلاف ہے۔ اسی واسطے حمد تحریر نہیں کی اور صرف بِسْمِ اللّٰهِ پر اکتفا کیا جو کلام الہی ہے مگر یہ جواب بھی ضعیف ہے اولاً اسلئے کہ قرآنی الفاظ سے حمد ممکن تھی مثلاً یوں کہتے: **الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَا اَحْمَدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَعْتَدِيْ لَوْ كَا اِنَّ هَدَانَا لِلّٰهِ لَس**

اس صورت میں اللہ اور اس کے رسول کے کلام پر اپنے کلام کی تقدیم لازم نہ آتی۔ ثانیاً اس لئے کہ تقدیم حمد کی
 ممانعت پر آیت مذکورہ سے استدلال درست نہیں کیونکہ قول فعل میں تقدیم اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ممنوع ہے۔ آیت میں ہی تقدیم کا ذکر ہے جو بغیر اجازت ہو اور اجازت سے ہو تو ممنوع نہیں۔
 حمد یا قبل سے ہے اللہ عزوجل نے اپنے رسول کی اطاعت کا حکم فرمایا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 ہر شاندار کام سے پہلے حمد بجالانے کا حکم دیا پس تقدیم حمد اجازت پر مبنی ہوئی۔ لہذا درست ہے ممنوع نہیں ہو سکتی۔
 ثالثاً اس لئے کہ اگر اپنے کلام کی تقدیم مطلقاً ممنوع تسلیم کر لی جائے تو امام بخاری علیہ الرحمۃ پر آیت مذکورہ کے خلاف
 عمل کرنے کا الزام قائم ہو جائے گا اسلئے کہ انہوں نے خود آیت پر ترجمۃ البیان کو اور حدیث پر سند کو مقدم فرمایا
 ہے اور یہ دونوں انہیں کا کلام ہیں جو اب ششم سہ سے پہلے سورۃ اقصیٰ نازل ہوئی اور اس سے پیشتر حمد
 نازل نہیں کی گئی حالانکہ سورۃ اقصیٰ کا ذی شان امر ہونا بدیہی ہے پس اگر شاندار امر سے پیشتر حمد کرنا باعث برکت ہے
 تو کتب الہی اسکے خلاف نہ ہوتی۔ نظر میں امام بخاری نے حمد تحریر نہیں فرمائی۔ لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے اسلئے
 کہ شاندار امر پر تقدیم حمد کا حکم سورۃ اقصیٰ کے نزول سے متاخر ہے۔ لہذا اس موقع پر سورۃ اقصیٰ کو پیش کرنا درست
 نہیں نیز ترتیب عثمانی کا اعتبار ہے اور اُس میں بسم اللہ کے بعد حمد موجود۔ حالت نزول کا اعتبار نہیں مگر ترتیب
 عثمانی میں حمد کا ذکر وصول برکت کے لئے نہیں بلکہ بندوں کی تعلیم کیلئے اسلئے ہے کہ احکام بندوں ہی کے لئے ہوتے ہیں۔
 اسی وجہ سے ہفتہ تسمیہ اور تحمید کی حدیثیں چونکہ متعارض تھیں اسلئے ہی مناسب تھا کہ بسم اللہ پر اکتفا کیا جائے
 کیونکہ اگر حمد کو مقدم اور بسم اللہ کو مؤخر کرتے تو خلاف عادت ہونی کے علاوہ بسم اللہ اول نہ رہتی اور اگر بسم اللہ
 کو مقدم اور حمد کو مؤخر کرتے تو جو کو اولیت حاصل نہ ہوتی اور حدیث میں دونوں کے لئے اولیت ہی کا حکم تھا۔ مگر یہ جواب بھی
 ضعیف ہے کیونکہ تسمیہ اور تحمید کی حدیثوں کا تعارض اگر دور نہ ہو سکتا تب تو یہ جواب شے سکتے تھے اور جبکہ تعارض دور
 ہو سکتا ہے جیسا کہ علماء کرام نے دفع تعارض میں چند دیوہ کا افادہ فرمایا تو بسم اللہ پر اکتفا کر نیکی کوئی وجہ نہیں۔

حدیث تسمیہ اور تحمید میں دفع تعارض کے وجوہ

وجہ اول۔ اولیت یا اہتمام کی تین قسم ہیں۔ ابتدائے حقیقی۔ یعنی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے
 لانا جو اپنے جمع ماسوا پر مقدم ہو ابتدائے اضافی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا جو بعض شیا سے مقدم
 اور بعض سے مؤخر ہو اور بعض حضرات نے ابتدائے اضافی کی تعریف یوں فرمائی کسی چیز کے شروع میں ایسی شے لانا
 جو دیگر شیا پر مقدم ہو۔ خواہ کسی سے مؤخر بھی ہو یا کسی سے مؤخر نہ ہو۔ ابتدائے عرفی۔ کسی چیز کو شروع میں لانا جو
 مقصود پر مقدم ہو۔ ابتدائے حقیقی اور ابتدائے اضافی بمعنی اول میں تہا میں ہے ابتدائے حقیقی
 اور ابتدائے عرفی بمعنی ثانی میں عموم و خصوص مطلق یعنی حقیقی خاص اور اضافی عام ہے اور ابتدائے حقیقی
 و ابتدائے عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق کہ حقیقی خاص اور عرفی عام ہے اور ابتدائے اضافی بمعنی اول اور
 ابتدائے عرفی میں بھی عموم و خصوص مطلق ہے کہ اول خاص اور ثانی عام ہے اور ابتدائے اضافی بمعنی ثانی اور ابتدائے
 عرفی میں نسبت تساوی ہے کہ جو چیز شروع میں لائی جائیگی اس کا مقصود پر مقدم ہونا مقسم یعنی مطلق ابتدا میں معتبر

تو لازم ہے کہ تینوں اقسام میں بھی معتبر ہو پس ایسا مادہ متحقق نہ ہوگا جس میں ابتدائے اضافی بمعنی ثانی اور عرفی میں سے کسی ایک کا تحقق بغیر دوسرے کے ہو سکے۔

حدیث تسمیہ اور تحمیل کے تعارض کو اس طرح اٹھایا جاسکتا ہے کہ حدیث تسمیہ میں بتدائے حقیقی مراد لی جائے اور حدیث تحمیل میں اضافی یعنی اول یا عرفی یا دونوں میں عرفی یا اضافی بمعنی ثانی حدیث تسمیہ میں بتدائے اضافی بمعنی اول مراد لینے سے بھی تعارض اٹھ سکتا ہے مگر علماء کرام نے اسکو یوں خیال نظر انداز فرمایا کہ اس تقدیر پر بیسبب اللہ کا حمد تاخر صحیح ہوگا اور یہ مناسب نہیں اسلئے کہ بیسبب اللہ میں اسم ذات کا ذکر ہے اور اس سے تبرک استعانت مقصود۔ اور حمد سے اثبات ہمتا کا قصد کیا جاتا ہے اور مرتبہ صفات مرتبہ ذات سے مؤخر ہے۔ لہذا بیسبب اللہ جو اسم ذات پر مشتمل ہے اسکو حمد سے مؤخر نہ ہونا چاہئے جو صفات پر مشتمل ہوتی ہے بلکہ مرتبہ ذات کا تقدم مقتضی ہے کہ بیسبب اللہ کو حمد پر مقدم رکھا جائے۔

تتبع تسمیہ اور تحمیل ذاتی شان امر میں داخل ہوتے ہیں بلکہ اس سے خارج ایک جماعت علمائے دخول اور جزئیات اختیار کی اور محققین نے خروج اور عدم جزئیات اختیار فرمایا۔ یہ اختلاف اس پر مبنی ہے کہ حدیث تسمیہ تحمیل میں بیسبب اللہ اور بحمد اللہ کو ظرف لغو قرار دیا جائے یا ظرف مستقر ظرف لغو قرار دیکر کا یہاں کے متعلق کریں تو جزئیات مفہوم ہوگی اور ظرف مستقر قرار دیکر مستقیمتاً یا متبعاً کے متعلق کریں تو عدم جزئیات مفہوم ہوتی ہے۔ چونکہ فقہ کتب الحدیث کے نزدیک قول ثانی ظہر تھا اس لئے حدیث تسمیہ اور تحمیل کے الفاظ کو یہ کا وہ ترجمہ کیا جس سے عدم جزئیات مفہوم ہوتی ہے۔ اور جزئیات کی تقدیر پر حدیث تسمیہ کا ترجمہ اس طرح کریں گے جس شاندار کام کی ابتدا بیسبب اللہ سے نہ کی گئی وہ بے برکت ہے۔ اور حدیث تحمیل کا ترجمہ یوں الفاظ ہوگا۔ جس ذاتی شان امر کی ابتدا حمد لفظی سے نہ کی گئی وہ بے برکت ہے۔

الغرض دفع تعارض کی وجہ اول جزئیات پر مبنی ہے اور وجہ ثانی عدم جزئیات پر۔ وجہ ثانی پر حدیث تسمیہ اور تحمیل میں بیسبب اللہ و بحمد اللہ ظرف مستقر ہے اور مستقیمتاً مقدم کے متعلق اس تقدیر پر حدیث تسمیہ و تحمیل کے معنی یہ ہوں گے کہ جس شاندار کام کو بیسبب اللہ اور حمد لفظی سے استعانت حاصل کر کے شروع نہ کیا گیا وہ بے برکت ہے۔ عام اذیوں کہ بیسبب اللہ سے استعانت پہلے ہو یا حمد سے اب یہ سوال بھی پیدا نہ ہوگا کہ تسمیہ اور تحمیل میں سے ایک کی تقدم سے دوسرے کی اولیت فوت ہو جاتی ہے یا بالفاظ دیگر اہت با التسمیہ سے ابتدا بالتحمیل اور ابتدا بالتحمیل سے ابتدا بالتسمیہ اتنی نہیں رہتی۔ نو پھر دونوں حدیثوں پر عمل کیونکر کیا جائے۔ کیونکہ اس تقدیر پر دونوں حدیثوں سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ہر شاندار کام کو تسمیہ اور تحمیل سے استعانت کر کے شروع کیا جائے ورنہ بے برکت ہے گا اور ایک کام کے کرنے میں بہت سے امور سے استعانت ہو سکتی ہے لہذا استعانت بالتسمیہ یا استعانت بالتحمیل کے معنی نہیں لیکن اس تقدیر پر ضروری ہے کہ استعانت بالتسمیہ والتسمیہ اور امری یا ثانی کی ابتدا میں کوئی چیز فاضل نہ ہو یعنی تسمیہ اور تحمیل سے استعانت کر نیکی بعد بلامفضل امری یا ثانی کو شروع کرنے۔ پس دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا اور دونوں قابل عمل رہیں۔ وجہ ثالثہ حدیث تسمیہ و تحمیل میں بیسبب اللہ اور بحمد اللہ کی با کوملاہت کے لئے قرار دیا جائے جیسا کہ وجہ ثانی میں استعانت کیواسطے یا تھا اور متلاہتاً مقدم سے متعلق کریں اس تقدیر پر دونوں حدیثوں کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہر شاندار کام کو بیسبب اللہ اور حمد کے ساتھ متلاہت کر کے شروع کیا جائے ورنہ وہ کام بے برکت رہیگا یعنی اگر کسی شاندار کام کو شروع کیا گیا اور بوقت ابتدا

بیشمول الله اور حمل الہی کے ساتھ متلبس نہیں تو اس میں رکعت نہ ہوگی بشرط میں ہر امر کی ملاہست کسی شے کے ساتھ دو
 طرح ہو سکتی ہے۔ **اول** یہ کہ وہ شے اس امر سے پیشتر بلا فصل ہو۔ **دوم** یہ کہ وہ شے اس امر کی جزو اول قرار دی
 جائے۔ ان دونوں صورتوں میں کہا جا سکتا ہے کہ فلاں امر فلاں شے سے ملاہست ہے۔ نظر برآں امر ذی شان کا ہر وقت
 ابتدا تسمیہ اور تحمیلے لفظ کے ساتھ تلبس اس طرح ہو سکتا ہے کہ تسمیہ کو امر ذی شان کا جزو اول قرار دیں اور تسمیہ کو
 اس سے پیشتر بلا فصل ذکر کریں۔ اس تقدیر پر بروقت شروع یہ صادق آئے گا کہ امر ذی شان تسمیہ اور تحمیلے دونوں کے
 ساتھ متلبس ہے۔ اور یہی حدیث میں حکم تھا اس طریقے سے تعارض دفع ہوا اور دونوں حدیثیں قابل عمل ہو گئیں۔
 لہذا یہ کہنا درست نہ رہا کہ بوجہ تعارض دونوں حدیثوں پر عمل ممکن نہ تھا اسلئے امام بخاری نے صرف **بیشمول الله** پر
 اکتفا فرمایا اور جمع تحریر نہیں فرمائی **دفع تعارض** کی وجہ اول تسمیہ اور تحمیلے کی جزئییت پر مبنی ہے اور وجہ ثانی
 دونوں کی عدم جزئییت پر اور وجہ ثالث تحمیلے کی جزئییت اور تسمیہ کی عدم جزئییت پر مبنی ہے۔ **وَمِنْ أَكْثَرِ حَيْثُ**
مَا قَالَ صاحب الفضیلة والجاه مولانا النور شاہ الدیوبندی **مَذْهَبًا وَكَثِيرًا** اکثریوں ہی تو طنادا فعلًا تعارض
 فی شروح البخاری المسمی بفیض لہادی ولعلہ ان حدیث کل امر ذی ہال الاضطرب فیہ لا لفظ الوارد
 بعضہا باسم الله وبعضہا بحمد الله وخال بعضہم التعارض ووطن اختلاف الالفاظ اختلاف الحدیث
 والحال ان الحدیث واحد فالعمل بالحدیث اما الصورة الجہ فغیر ان ذکر الله ویولده ما ورد فی ہر آیة
 بل ذکر الله واما بجم اللفظ اول لان اول ما نزل من القرآن اقرأ باسم ربك فاتسبی بہ یحصل بالشروع
 بسملة وایضا ویولده افتتاح کتب رسول الله صلی الله علیہ وسلم الی الملوک وکتبہ فی القضا یا بالسملة و
 الرجوع الفتم والعمدة للتفصیل وبالجملة فلا یراد علی الامام البخاری فی افتتاحہ المصحف بالتمیة
 ذکر التعمید وقایذ ذکر من حمل الابداء بالحقیقی فی لفظ وبالاضافی فی لفظ والعرفی فلا یجاء بہ لان
 مدار ذلک علی تعدد الحدیث ام (بجذ من الزوائد) **وَذَلِكَ لِمَا قَوْلُ** اما اولاً فلان الامام النوری قد
 الله تعالی سورہ القوی قال فی شرح مسلمہ لا یراد بالحمد لله الحدیث ابی ہریرۃ رضی الله تعالی عنہ ان
 رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم قال کل امر ذی بال لا یبدء بالحمد لله فهو قطع فی ہر آیة بحمد
 فی ہر آیة بالحمد فهو قطع فی ہر آیة اجز ہر آیة لا یبدء فیہ بل ذکر الله تعالی فی ہر آیة بسم الله
 الرحمن الرحیم ہر آیة کل ہذیہ فی کتابہ لا یبدء بالحمد لله لقاہر الیہا ذی بسمنا من حیث
 الشیخ ابی محمد بن عبد الرحمن بن سألہ الابیاری عنہ وروینا فیہ ایضاً من ہر آیة کعب بن مالک
 الصحابی رضی الله تعالی عنہ والمشہور روایة ابی ہریرۃ وهذا الحدیث حسن رواہ ابوداؤد وابن
 ماجہ فی سننہما ورواہ النسائی فی کتابہ حمل الیومہ واللیلہ وروی موصولاً ومرسلاً وروایة
 لموسى بن سنان وھما جیدان فالصبر علی اللفظین تفصیلاً كما لا یخفی علی البصیر واما ثانیاً فلان
 هذا الحدیث لما کان واحداً واضطرب الفاظہ علی زعمہ صلہ مضطرباً لم تن واما مضطرب سواء
 کان مضطرباً الاستناداً ومنظراً لم تن من اتمام الضعیف فیکون هذا الحدیث ضعیفاً وقد علمت
 ان الامام النوری قدس سرہ القوی حسنہ بل قال لفظ الشیخ ابو عمرو بن الصلاح هذا حدیث

حسن بل صحیح وقد صححه ابن خباز و ابو عوانہ کما فی عمدة القاری بل عترف هذا الفقيه بتحصين ابن الصلاح حيث قال هـ (ومع اضطراب كلماته حسنة الحافظ الشيخ ابو عمر وبين الصلاح هـ) وهذا من صلافة فوق ضلالة ان جعل الحديث مضطرباً مع تسليم كونه حسناً جمع بين المتناقضين فان المضطرب لكونه من الضعيف يكون هو الحسن متقابلاًين. ثم نسبة التحسين الى الحافظ على تقدير اضطراب كلماته كما ترجمه هذا لا شك اتفنا من افتراءاته كيف لا وهو فبين المبتدئين فضلاً عن ابن الصلاح رأس المحدثين فانظر وايا اولى الابصار هذا علم بالحديث لشهره في الامم هل بعض الجملة اطروه كل الاطراف حتى اسموا حياً خاتم المحدثين والحكماء لا حول ولا قوة الا بالله واما ثالثاً فلانه متى الراد يقول والحال ان الحديث واحد ان اراد ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صدر منه احد الالفاظ المذكورة ثم الرواة اختلفوا فيما بليهم فبعضهم روي باسم الله وبعضهم بلسان الله الرحمن الرحيم فبعضهم قالوا بحمد الله وبعضهم قالوا بذكر الله كما قال تلميذه الا علمه المولوي بدر عالم الدين بندي مذهب المير تقى مسكناً فيما كتب الى عيني اعماسه السنة عنه من قوله والحال ان الحديث واحد وهذه الفاظ بالهندية حديثاً متمايزاً تعارضاً كما عترض جيب وارد هو مسكتاه جيبك ثابت هو جائز. كآحضرت صلى الله عليه وسلم في دون باقون كما اسر فرما ليه يكون جائز نهى كد بار رسالت احد الالفاظ صادره من قول بصر حيا رواة ايك حديث ك الفاظ من اختلاف كروية هي بيان ك اختلاف هو كيا كيا براه راست حضرت رسالت ك كلام من تعارض تباين كيه بهتر نهو كيا كس اختلاف كرواة ك اختلاف كيا جائز اور حديث ك اصل الفاظ ان من ك كوني ايك هو ك شاه صاحب ك نزديك تعد دو حدت ك منا مضمون ك تعد دو حدت كيه محدثين ك اصطلاح كيه آپ ك واقف هي اس اصطلاح ك مطابق تعارض لازم نهى ك ما الله تعالى فبطلان كيه خفي على الطلبة كرام فضلاً عن العلماء الاعلام ان حينئذ يكون الحديث مضطرباً و بطلان كيه قد مضى فيما مضى ولو قطعنا النظر عما مضى فيلزمه اقامة الدليل على ما اراق قطعاً كونه صدقاً الموحدة بحد المعنى ورويه خرط القنار ولن يستطيع ابداً ولا كيفية يجوزوا لعل كما قال تلميذه الحلبي وما قال التلميذ ان الاعتراض لا يرد على حديث الا بتدريج حتى يثبت انه حديث فهو وان كان لا يصدر عن رجل راشد الا انه ليس عن مثله بعيد. الم يدان المعارض سائل ولا اثبات عليه عند العاقل نعم استاذك يدعي الوحدة فعليه الاثبات بلا ريبه ولو صح ما قلت ايها الحميم في بيان معنى وحدة الحديث الكرمي كما سمع بحد الناسخ والمنسوخ من الاسفار ولا يبق فيها الحمل المطلق على المقيد من تدكاروا غسل بحد الخاص العام المتعارضين فان لم تجدوا ماء فية مؤاميا العيين اذ في مثل جميع هذه للمباحث من التعارض تقول ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم صدر منه واحد من الناسخ والمنسوخ وكذا من المقيد والمطلق وكذا من الخاص والعام والاخر من الناقلين التفات لان ارجاع التعارض الى حضرة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يولى منه ارجاعه الى الرواة فما النظر الى اصله هذا الا ناسخ ولا منسوخ ولا مطلق ولا مقيد

فولاحاص ولا عام وبطلانه لا يخفى على الخواص العوام فتأمل حتى التأمل وهل تجتري على ان تقول مثله
 في آيات المتعارضة من القرآن من ان احدهما من الله تعالى واخرى من جبرئيل عليه السلام لا
 لانه معصوم بل من الرسول عليه الصلاة والسلام لانه ايضا معصوم ان كنت تعتقد كما ايضا
 كذلك بل من التأقلين لان ارجاع التعارض اليهم اولى من ارجاعه الى الله تعالى بل الى جبرئيل
 بل الى الرسول عليه الصلاة والسلام فلم يبق جميع القرآن كلاهما لله تعالى . الله عما يصفون بل بعضه
 من الرواة وهذه كلمة خبيثة انت قائلها ما لها من قرار سبق بها الرخصة الملعونة الذين زعموا
 ان بعض الأجزاء منه او السور او الآيات اخرجها عثمان بن عفان رضي الله تعالى عنه او البعض الآخر
 من الصحابة حيث لم يقل احد منهم ان القرآن الموجود فيه بعض من الرواة فعوذ بالله مما يقوله
 العامة وعندنا معشر اهل السنة والجماعة كما لا يمكن في القرآن زيادة حرف ونقصان لانه
 الله عز وجل اخبر بقوله انما نحن نزلنا الذكر واناله يحفظون والكذب في خبره تعالى نقص
 والنقص عليه تعالى محال بالذات كذلك لا يمكن التعارض بين اقوال الرسول عليه الصلاة
 والسلام وما يدكر في الكتب من التعارض فليس بحسب الحقيقة بل بحسب الظاهر لعدم
 الوقوف على محامل التصوص كما هو في الكتب منصوص وانما انكشف الغطاء عن وجه المحامل
 صارت التصوص معمولة بها للعامل كما لا يخفى على من يعتقد بالقلب عظمة الرسول كما
 يحي وهو باللسان قابل وما أسر ابعا فقولته والعمل بالحديث اما بصورة يجمع فيراد
 ذكر الله ويؤيد ما ورد في رواية يذكر الله فاسد من وجهين الاول انهما كان واحد من
 الا لفاظ المرورية في هذا الحديث لا على التعيين صلاذ لنا عليه الصلاة والسلام والبقيا
 من الرواة على ما قال تلميذه فالتميز بفظه الكريم عليه الصلاة والسلام والتسليم كيف يصح
 الحديث للعمل وبذل التسعي الى الجمع لا يخلوا عن الزلل هل يجمع بين قول النبي قول الراوي
 ونحن لم نوه بالعمل الا بقول الرسول الهادي عليه الصلاة والسلام الغير المتناهي
 الثاني قد علم مما ذكرنا فيما سلف ان يسلم الله الرحمن الرحيم والحمد كما مر في هذا
 الحديث كذلك ذكر الله ولم يخفف عليه ايضا حيث قال رويده ما ورد في رواية يذكر
 الله فحينئذ هذا الجمع مع كونه باطلا كما سبق ناقص ايضا لانه جمع بين الروايتين
 والمحال ان الروايات ثلث وثابت ما جمع به بالرواية الثالثة خبط كل الخط لانه ثابت
 مشكوك فيه ان لم يتعين صدره من الرسول عليه الصلاة والسلام على ما مره تلميذه و
 التأييد بالمشكوك فيه كما شك انه قبيح بل غير صحيح - واما ما سماه - فما قال رواتي
 باللفظ الاول لان اول ما نزل من القرآن اقرأ باسم ربك فالتاسي به يحصل بالشرع بالبسملة
 بخواتم بعد الغواية وشناعة قول الشناعة وذلك لانه ايقاع الترجيح بين قول الرسول قول
 الراوي واي اجترأ اشنع من هذا ولما لم يتعين ان قول الرسول عليه الصلاة والسلام هو

من بین هذه الا لفاظ الثلاثة فكما يمكن بعد هذا الترجيح ان يصير قول الرسول راجحاً وقول الرازي
موجوداً كذلك يمكن ان يصير قول الرازي راجحاً وقول الرسول مرجوحاً واتي خمثاً ا فجم من هذا
تحرراً قال بعد ذلك (ودرج الفقيه والعمدة للتفصيل) ان كان المراد بالتفصيل تفصيل هذا الجمع
والترجيح كما هو متبادر الى المذهن فغلط محض ليس فيهما من عيب ولا اتركيف وقد يتنا بظلاً واما
فهما مبنيان على وحدة الحديث بالمعنى المذكور وبظلاً فاما غير خفي على الطلبة فضلاً عن صاحب الفتح و
العمدة وان كان المراد بالتفصيل تفصيل ما ترجم به اللفظ الاول فبناء على انفساد لان هذا الترجيح كما
لم يكن في كلامه حكيمت وجه الترجيح ولو قطعنا النظر عنه فمبني على سوء الفهم لان صاحب الفتح
لم يذكر اول ما نزل من القرآن في معرض الترجيح حتى يصح الحوالة بل ادلا اجاب من الاعتراض بترك
افتتاح الكتاب بخطمة نبي عن المقصود وثانياً اجاب عن ترك الحمد والشهادة بقوله رد الجواب عن
الثاني ان الحديثين راى حديث الحمد والشهادة ليسا على شرطه بل في كل منهما مقال سلمنا
صلاحيتهما للجمعة لكن ليس فيهما ان ذلك يتعين بالنطق والكتابة معاً فله حمل وتشهد نظراً
عند وضع الكتاب ولم يكتب ذلك اقتضاً راعى البسملة لان القدر الذي يجمع الامور الثلاثة ذكر
الله وقد حصل بها ويؤيد ان اول شئ نزل من القرآن اقرأ بسم ربك فطريق التماسي به الافتتاح
بالجملة والا اقتضاً راعىها) هذا كلامه الشرح يشتمل على الجوابين عن ترك الحمد الاول قوله
ليس فيهما الى عند وضع الكتاب وهو الجواب التاسع في كلامنا والثاني قوله ولم يكتب ذلك
اقتضاً راعى الى وقد حصل بها وهو يرجع الى الجواب الثامن في كلامنا ان كان المراد بالتفصيل تفصيل كتب
رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الملوك وكتبه في القضايا فراكباً جذاً وهذا الكلام على تقدير ان
يراد بوحدة الحديث ما ذكره التلميذ اولاً وان اراد بها وحدة المضمون كما قاله التلميذ ثانياً
فانضاباً بل لان التسمية والتحميد والذكر كلوا متغايرة في انفسها فان التسمية وان استلزم
التحميد والذكر وكذا التحميد يستلزم الذكر لكن الذكر لا يستلزم التحميد وكذا التحميد لا يستلزم
التسمية فبتغايرها لم يتحد مضمون الروايات الثلث فصالح الحديث متعدياً وان اراد بالوحدة
معنى آخر فليجرح حتى يتكلم عليه وما قال التلميذ في آخر كلامه ان التعارض لا يلزم باعتبار
اصطلاح المحدثين فنناش عن العجالة والا فباى اصطلاح لزم حتى دلل... ذكر التعارض
والجواب بين الاسلاف والاخلاف وبالجمله كلام التلميذ والاستاد لا ينبغي الالتفات
اليه فضلاً عن الاعتماد وقد بقي خبايا في زوايا المقام تركناها خوفاً الاطباب في الكلام
جواب هشتم حسب بيان امام نووي حافظ الحديث شيخ عبد القادر باوي كي كتاب اربعين من
يك روایت باس الفاظہ ہے۔ کل امیر قری بال کا یہ ہے کہ بلکہ اللہ ہے جو اجزم یعنی جس نے ذکر کام
و ذکر الہی سے استغانت حاصل کر کے شرم سے نہ کیا ہے وہ بے برکت ہے۔ حدیث تلمیذیں بطور اطلاق نما
بارادہ عام بجملة الله سے بلکہ اللہ مراد ہے پس جبکہ جملة الله سے ذکر اللہ مراد ہوا اور وہ ہے اللہ

شرعی میں درود شریف نہیں بلکہ ترک درود کا اعتراض وارد ہے۔ **جواب**۔ اس حدیث میں درود لکھنے کا حکم نہیں حتیٰ کہ قرآن میں اور ہم
 بخاری فقہوں کا نام نہیں لکھا کہ نہ لکھے گئے ہیں بلکہ لغتوں میں لکھا گیا ہے کہ اس حدیث میں اس کا نام لکھا گیا ہے اور درود سے
 شروع کرنا حکم ہے اور کلام از قبیل لغت ہے نازقہ لغتوں کو کہ اس طرح کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری نے بروقت شروع درود شریف کیا ہے نہ پڑھا تھا۔
 حسب اسناد نبوی ظنوا المؤمنین خیرا مؤمنین کے ساتھ اچھا لگانا کھلایا ہے حلیل القدر حضرت کے متعلق ہے یہی لکھا جائے کہ بروقت شروع کرنا
 سے درود پڑھنا صحیح ہے۔

بارگاہ رسالت میں درود و سلام کی پیشی

سوال۔ کیا امت کا ہر یہ درود و سلام بارگاہ رسالت میں پیش ہوتا ہے اگر ہوتا ہے تو کس طرح۔ **جواب**۔ جی ہاں
 ہر امتی کا درود و سلام روزانہ متعدد مرتبہ مختلف طریقوں سے پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا طریقہ

یہ ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یکے فرشتے ایسا امر فرمایا ہے جسکی قوت سامع کا
 یہ عالم کہ ہر مخلوق کی ہر آواز مستقیمہ اس کے متعلق یہ خدمت پہنچے کہ امت کے درود کو بارگاہ رسالت میں پیش کرنا ہے چنانچہ ہر امتی ہر وقت
 بھی درود پڑھے وہ فرشتہ اس کو خدمت نبوی میں پیش کر دیتا ہے اس طریقہ کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں در حدیث ابو القاسم اصہبانی
 نے ترتیب میں در حدیث نزائنا العظمتہ میں مسجون کیا ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، بالفاظ ذیل روایت کیا
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان الله يسمع كل ما يلقى من عباد الله من قول أو عمل أو نية أو سر أو جهر أو خسر أو
 الا صبحاني حتى تقوم الساعة، فليس من حد ما يلقى على صدره ولا يلقى الا بغيره ولا يلقى الا بغيره ولا يلقى الا بغيره ولا يلقى الا بغيره
 الا قال يا محمد صلي عليك فلا يابن ولا يلقى التراب تبارك وتعالى عن ذلك الرجل بكل ذلك وحدثه عشا
 ترجمہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ
 کا ایک فرشتہ ہے جسکو تمام مخلوق کی ہر آواز قوت میں عطا فرمائی ہے تو وہ میری قبر پر قیامت تک لکھے گا پس قیامت تک جو بھی مجھ پر
 درود بھیجے گا وہ فرشتہ مجھ سے کہے گا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فلا یابن فلا یابن فلا یابن فلا یابن فلا یابن فلا یابن فلا یابن فلا یابن
 شخص کو ہر درود کے بدلے میں دس درود سے نوازے گا۔ اس روایت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ مذکورہ کی خدمت مسطورہ کا
 آغاز وقت شریف کے بعد ہوا کیونکہ قبر قائم رہ کر خدمت مذکورہ کی انجام دہی قبر پر ہی ہوسکتی ہے اور قبر کو اوقات کے اعتبار سے
 کرتے ہیں یہ سوال باقی رہ گیا کہ قبل اوقات بھی کوئی فرشتہ صلاۃ و سلام پیش کر سکیں گے یا نہیں؟ پر امید رہا ان میں تو اس کا جواب یہ ہے
 کہ پیش نظر رکھئے کہ انبات میں ایسا ہے جسکو ابن بشکوال نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بالفاظ ذیل روایت کیا ہے۔ قال
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعن السمع نلثة فالجنة تسمع والنار تسمع وملك عند راسي اجمع فانا
 قال بعد من امتي كانوا من كان اللهم اني اسئلك الجنة قالت الجنة اللهم اسئلكه اني اذا قال بعد من
 امتي كانوا من كان اللهم اجرني من النار قالت النار اللهم اجرني واني اذا سلمت على رجل من امتي قال الملائكة
 عند راسي يا محمد هذا فلان يسلم عليك فردد في السلاوة ومن صلى على صلاوة صلى الله تعالى عليه ملكك

ش
 ملان
 ۱۰
 قری

عشر او من صلی علی عشر اصحاب اللہ تعالیٰ علیہم وعلیٰ آئمتہ من صلی علی مرادہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آئمتہ
صلوٰۃ ولہم عیس جسدہ التار ترجمہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ میں کوئی قوم ہوں کہ تمام مخلوق کی بہ بڑی گئی ہے (جنت کو دوزخ کو اور ایک فرشتہ کو) توحیدت (تمام آوازوں کی سنتی ہو کر اور
دوزخ (تمام آوازوں کی سنتی ہے اور فرشتہ جو میرے سر کے قریب ہے) تمام آوازوں کی سنتی ہے) جب میری امت کے کوئی بندہ کہے
یوں کہ ہے کہ اللہ میں تجھ سے جنت کا سوالی ہوئی جنت کہتی ہے لے اللہ اسکو میرا نذر سکونت عطا فرما عطا فرما عطا فرما عطا فرما عطا فرما
کے باشندوں کہتا کہ اللہ مجھے فتح کرے پناہ سے تو دوزخ کہتی ہے لے اللہ مجھ سے اسکو پناہ عطا فرمائے اور جب کوئی مرد میری امت کے مجھ پر
سلام بھیجتا ہے تو میرے سر کے پاس پہننے والا فرشتہ کہتا ہے یا محمد یا فلاں پر حضور کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے تو حضور اسکو جواب سے
سرفراز فرماتا ہے اور جو چھ ایک مرتبہ درود کہے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر دس درود بھیجیں گے اور جو چھ دس درود بھیجے گا
تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر سو درود بھیجیں گے اور جو چھ سو درود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پر ہزار درود بھیجیں گے اور اس کا
ہر دن دوزخ سے نجات ہو سکے گا۔ لیکن ان دونوں باتوں میں دو طرح فرق ہے پہلا فرق یہ ہے کہ اس روایت میں سلام کا ذکر ہے دوزخ کا
نہیں۔ اور پہلی میں دوزخ کا ذکر ہے۔ سلام کا نہیں۔ پس پہلی روایت صرف دوزخ کی نجات ثابت ہوئی اور اس روایت سے صرف سلام کی۔ دوسرا
فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں چونکہ علی قبوری وارد ہوا اسلئے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ دوزخ کی نجات شہید کا آثار وفات کے بعد ہے۔ اور اس روایت
میں عند راسی آیا جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ فرشتہ ہی سلام پیش کرے گی خدمت پر حیات ہی میں اور ہر چھ ایک تھا اور اس لئے اپنے فرض
کی انجام دینی فائز سے پیشتر حیات ہی میں شروع کر دی تھی یہ سلام فرق اس طرح اٹھایا جا سکتا ہے کہ دوزخ و سلام ایسی دو چیزیں ہیں جنکو
عموماً ایک ساتھ استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ احادیث اس پر شاہد عدل میں صحابہ کرام قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ذکر لیسے صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام کا بلا اسوقت سے جب تک امت کا اپنی عملوں کے حضور پڑھو کہ نام پاک کے
ساتھ ذکر کرتے ہیں تو دونوں کو اٹھکے ہر حق و دوزخ کو صرف دوزخ یا صرف سلام پر کہتا نہیں کرتے۔ اور جو دو چیزیں ایک ساتھ استعمال ہوں تو
عرب اپنے محاورات میں ایک بول کہ دونوں مراد لیا کرتے ہیں اسکی قدر سے تفصیل آئندہ آتیوالی ہے جیسے ہوتے ہیں لیسست الخفف میں موزہ پہنا
اور مراد ہوتی ہے لیسست الخفف میں نے دونوں مونسے پہنے کہو کہ دونوں عموماً ایک ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔ نظر ہر حال پہننا تو اس
میں اگرچہ دوزخ کا ذکر ہے سلام کا نہیں مگر مراد دونوں ہیں۔ دوسری روایت میں اگرچہ فقط سلام کا ذکر ہے دوزخ کا نہیں لیکن مراد دونوں ہیں
سوال۔ اس طرح فرق اٹھانا درست نہیں۔ دونوں روایتیں متعارض ہو جائیں گی کیونکہ پہلی روایت سے یہ مفہوم ہو گا کہ دوزخ و سلام کی
پیشی فائز سے پیشتر ہوتی ہوگی اور اس روایت سے یہ مفہوم ہو گا کہ وفات سے پیشتر حیات میں شروع ہوگی ظاہر ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے متانی
ہیں جو اب حسب تصریح علماء کرام محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تمام فضائل کمالات کیسارگی عطا نہیں ہوئے بلکہ تقدیر عطا
عطا کئے گئے اور آپ کے مراتب میں ترقی نہانا فرمانا ہوتی تھی۔ نظر ہر حال اس تعارض کو یوں اٹھایا جا سکتا ہے کہ ابتداً آپ کو یہ مرتبہ اور فضیلت عطا ہوئی کہ
یہ وفات ایک فرشتہ تبارک و تعالیٰ پر تعینات ہو کر پہلے دوزخ و سلام خدمت قدس پر قیامت تک پیش کرتا ہے گا۔ اور اس عطا کی آپ کو فری گئی آپ نے
یہ خبر بیان کی کہ امت کو مطلع کیا پھر آپ کے مرتبہ میں ترقی ہوئی اور اس فرشتے کو خدمت مذکورہ پر حیات ہی میں مقرر کر دیا گیا۔ تو آپ کے مرتبہ
کو یہ خبر دی گئی اس فرشتے کو خدمت مذکورہ پر حیات ہی میں مقرر کر دیا گیا اور وہ متعلقہ خدمت کی انجام دہی میں فی الحال مشغول ہے اس طرح دونوں
روایتوں کے تعارض اٹھ گیا۔ اور اس جواب سے یہ بات بھی ظاہر ہوگی کہ ان ہر دو روایات میں مذکورہ فرشتہ تک ہی ہے وہ نہیں جیسا کہ علماء کرام
کے کام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اگر عند راسی کو تقدیر مضاف پر معمول کیا جائے یعنی عند راسی قبوری تو دوسری روایت پہلی کے

فرمایا تو ضروری ہے کہ حقیقت موجود بھی ہو اور ادراک بھی رکھتا ہو کہ وہ ہم پر یا معزم چیزیں اس طرح غیر ہو کہ انہیں ایشیا رشا نہیں بن سکتیں کیونکہ شاہد
 و شہادین شہادت ہے جسکے مفہوم میں جو اور ادراک و ذوق و خیز میں مفردات لخب نہیں الشہود والشہادۃ الخصلۃ مع المشاہدۃ
 اتمایا البصر او بالبصیرۃ الخ۔

پانچواں طریقہ

بیکڑہفتہ بھکرے درود و سلام کی پیشی پر جمعہ ہوتی ہے جو جسکے بار میں پیشی نے بسند حیدر ابوامارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ ثابت
 ذکر کی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکذا علی من الصلوٰۃ فی کل جمعۃ فان صلوٰۃ امتی تعرض علی فی کل نبی
 جمعۃ فمن کان اکثرہم علی صلوٰۃ کان اقربہ منی منزلة (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر
 جمعہ میں بکثرت درود و سلام بھیجو کہ میری امت کا ہر نبی بعد از سلام ہر جمعہ کو میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو جسکے ہر درود و سلام
 زیادہ ہوگا اسکی منزلت مجھ سے نزدیک تر ہوگی۔ بارگاہ رسالت میں ہدایہ :- درود و سلام کی پیشی کے ادب و طریقے
 میں گزشتہ تفصیلات صرف ان پانچ طریقوں پر لکھا گیا ہے جن میں پہلے چار روزانہ پیشی کے ہیں اور آخری ہفتہ وار پیشی کا۔ اس طریقوں کے
 معلوم ہونے کے بعد ہر ایک سوال پیدا ہوتا ہے جس کا ذکر کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔

کیا حضور پر نور درود و سلام خود بھی سنتے ہیں

سوال اسرار انبیاء محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نہ کہ وہ بالا طریقوں سے اپنی امت کے ہر درود و سلام کا علم ہوتا ہے یا حضور
 پر نور درود و سلام خود بھی سنتے ہیں یا اگر خود بھی سنتے ہیں تو کیا صرف فریضہ کا جو وقت ہوا کہ ہر حاضر ہو کر عرض کرے یا قریب اجابت الہی کا خواہ شرف
 میں ہو یا مغرب میں مغرب پر ہوا آسمان میں اور اگر ہر قسمی کا درود و سلام خود سنتے ہیں تو نہ کہ وہ بالا طریقوں سے پیشی کی کیا ضرورت جو اب
 میں تک ضرورت کائنات فرمودات تامل انبیاء و محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر قسمی کا درود و سلام ہر گوش خود سنتے ہیں خواہ وہ زمین کے
 کسی گوشے میں بسے والا ہو یا فلک کسی جتنے میں خواہ خشکی اور دریا میں رہتا ہو یا زمین و آسمان کی درمیانی فضا میں غرض کہ عالم کے کسی گوشے میں بھی ہو
 اسکا درود و سلام گوش خود سنتے ہیں پھر درود و سلام پر حاضر نہیں بلکہ مخلوق کی ہر حالت سنتے ہیں اور ہر مخلوق کو کبھی خود دیکھتے بھی ہیں۔ گوش خود سنتے
 کے باوجود نہ کہ وہ بالا طریقوں سے درود و سلام کا پیش ہونا ایک نظام کے تحت ہے جو علیات اور سببیت کے قلوب پر دربار رسالت کی عظمت و قدرت
 قائم کرنے کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ ذہنی حکم و سلاطین کو کوئی طور پر علم ہو جائیکے باوجود نظام مقررہ کے تحت تعانت کی خدمت میں کئے جاتے ہیں اس سے
 جس طرح یہ سمجھنا غلط ہے کہ علم نہیں صرف ذوات کے پیشی ہوتی اس طرح یہ بھی درست نہیں کہ علم کے باوجود تعانت کی پیشی کیا ہے کیونکہ یہ مشی مقررہ نظام
 کے ماتحت ہو ہی جو جس کیلئے علم ہونا شرط نہیں بلکہ تعالیٰ ہی ہذا کے تمام افعال کو کھینچا اور جلا تھا کہ مستجاب اس کے باوجود فرشتے صحیح و علم حاضر ہو کر
 پیش بھی کرتے ہیں تو کیا کوئی ذی شعور یہ کہہ سکتا ہے کہ علم نہیں تھا اسلئے میں کئے جاتے ہیں۔ یا علم کے باوجود پیشی کیا ہے اگر نہیں ہرگز نہیں کیوں کہ علم
 کہ پیشی نظام مقررہ کے ماتحت ہوتی ہے جو جس میں تیار رکھتے ہیں مگر یہ کہ پیشی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ ہے جسکا کوئی فعل حکمت عالی نہیں بلکہ اسکا نہر اپنے
 اندر غیر خود رکھتے ہیں لہذا بارگاہ رسالت میں درود و سلام کی پیشی بھی اسی کی مقرر کردہ ہے کہ وہ بھی حکمت عالی نہیں ہو سکتی۔ نحمدہ بہت ہی حکمتوں کے
 اس میں ایک حکمت یہی ہے کہ باشندگان عرض اور ساکنان فرشتہ کے قلوب پر محبوب کی شان شوکت اور انکی خدمت و عظمت کے لئے بھیجا میں اور ہر شخص والا
 اس نتیجہ پر پہنچے کہ خالق عالم کے ظیفہ معظم اور ضانی کے شہنشاہ معظم ہی ہیں جن کے دیار و دیار کی عظمت شان اور حالت مکان کا انہما اس طرح کیا گیا ہے
 سوال کے درود سے صحیح جواب تھا اب پہلے حصے کے جواب پر چند لائل پیش کئے جاتے ہیں بہین نظر سے تو ہی امید ہے کہ ان کو بغیر مطالعہ کر سکیں گے۔

دلیل اول :- بیکڑہ جمع صحابہ میں ہر درود کو میں محبوب رب المشرقین و المغربین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تحدیدت بجمع تصادفہ کے طور پر
 اپنی چنانچہ قوت بھر اور عالمی قوت مبلغ کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ تمام وہ بصیرات جن تک تمہاری نظروں کی رسائی نہیں ہوتی میں لکھنا چاہتا ہوں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میت کو دفن کر کے جب لوگ واپس گھومتے ہیں تو پوچھو توبت
سارع بڑھ جائے کہ وہ ان کے جوتوں کی آہٹ تک سنتا ہے۔

حدیث ابن عبد البر کہنا کہ میں نے اسد صحیح عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں
کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "مَا مِنْ أَحَدٍ مِمَّنْ دُفِنَ بِرَأْسِهِ أَوْ خِيَلَهُ الْمَوْتُ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيَسْأَلُهُ
عَلَيْهِ الْأَعْرَافُ وَرَأَى عَلَيْهِ السَّلَامَةَ" (ترجمہ) جب تک کسی مومن اپنے مومن بھائی کی قبر پر طے ہو جو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور سلام ہے
تو وہ اس کو پہچان لیتا ہے اور سلام کا جواب دیتا ہے۔ ان دونوں حدیثوں سے ظاہر ہوا کہ مرنے کے بعد قوت سماع اور قوت بصر میں غیر مومن
افزائش ہو جاتی ہے۔ درنہنگی کا عظیم دریاں ہونیکے باوجود قبر کا اندر دیکھ کر ہر مومن کی پست ترین آوازوں کا سنا جیسے جوتوں کی آہٹ یا ٹیڑنی
انسانوں کو دیکھنا ممکن نہ تھا جیسے کہ حالت حیات میں یہ ممکن نہیں کہ قبر میں بند ہو کر باہر کے انسانوں کو دیکھے یا باہر کی آوازوں کو سنے لے
جب یہ بات محقق ہوئی کہ موت طاری ہونے سے قوت بصر اور قوت سماع کمزور ہو جاتی ہے۔ چہ جائیکہ مسلوب ہو تو ثابت ہوا کہ محبوب خدا کی
عالمگیر قوت بصر اور قوت سماع میں موت طاری ہونے سے مساوی پیدا نہیں ہوتی جس طرح حیات میں عالم کے تمام مریات کو دیکھنے اور
تمام سموعات کو سنتے تھے بعد ازاں قوت سماع بھی سبکو دیکھتے سنتے ہیں اور جس طرح حیات میں ہر آفتاب کا درود و سلام گوش خود سنتے تھے اسی طرح
اب بھی سنتے ہیں۔ معمول بیان بالاسے یہ بات بیشک ثابت ہوگی کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر چیز کو دیکھتے اور ہر آفتاب
درود و سلام کو سنتے ہیں لیکن یہ کہ ان کا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ چشم خود دیکھتے اور گوش خود سنتے ہیں چشم اور گوش تو جسم میں ہوتے
ہیں اور وہ مرنے کے بعد خاک ہو جاتا ہے چشم و گوش باقی ہی نہیں رہتے پھر جسم سے دیکھنا اور گوش سے سنانا کہ معنی حیوانی انبیائے
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اجسام خاک نہیں ہوتے وہ بعینہ باقی رہتے ہیں۔ وعدہ الہی "كُلُّ نَفْسٍ رَآتُ الْآلَةَ الْمَوْتِ كَمَا تَحْتَ اَنْ يَكُ
اَيْدِي اَنْ كَلَّمَ مَوْتِ طَارِي ہوتی ہے پھر مثل سابق حیات حقیقی جسمانی دنیاوی پر فائز ہو جاتے ہیں۔ حدیث ابن مسعود بسند
صحیح حلیل نقدر صحابی ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص اپنے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من
حدیث صحیح
بخاری

اكثر الصلاة على يوم الجمعة فانه مشهود (ترجمہ) روز جمعہ بجز کثرت درود و سجود کہ میں خصوصیت کیساتھ فرشتے
تشہد الملائکہ وان احدنا نصلی علی الاعتر حاضر ہوتے ہیں اور جو شخص بھی گھر پر درود بھیجے اسکی پیشی بلا تاخیر ہونے
علی صلواتہ حتی ینفخ منھما لگتی ہے یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو۔

ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ بعد موت بھی پیشی ہوگی۔ ارشاد فرمایا۔

وَدَعَا لِمَوْتِ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰی كَاذِبٍ اَنْ تَاْمُلَ (ترجمہ) بعد موت بھی پیشی ہوگی اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کا اجرام کا
اجسامی الاینباء قَبِيْلًا لِلّٰهِ عَمَّا يُرْزَقُ کھانا حرام فرمادیا ہے تو اللہ کے تمام انبیاء زندہ رہتے ہیں نہیں ہر قسم کا کاذب پہچانتا
اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مائتہ حاضر مولانا شاہ احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز نے مسئلہ حیات
انبیاء کو بیان کر کے محققانہ انداز میں نقل طور پر چند بیانات میں اس طرح بیان فرمایا: "بیانات

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے + لیکن ایسی کہ قضا آتی ہے + پھر اسی آن کے بعد انکی حیات + مثل سابق وہی جسمانی ہے
اور مدد کی روح ہوتی ہی لطیف + ان کے اجسام کی کب تانی ہے + اس کی ازواج کو کھارتے کھن + اس کا ترکہ جتنے جو فانی ہے
وہ بھی ابدی ان کو رضا + صدق و عفو کی قضا مانی ہے

چونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد ازاں حیات حقیقی جسمانی دنیاوی حیات کیساتھ زندہ ہیں اسی واسطے انکی ازواج مطہرات کو دوسرے

سے نکاح جائز نہیں ہوا۔ اسی واسطے ان کا ذکر ہم نے نہیں کیا۔ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب ستغاب اشعۃ المہجات ترجمہ فارسی مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۵۷۴ میں تحریر فرماتے ہیں: "وجبات انبیاء تفرغ علیہ است بحکس ماہر دے خلائی نسبت حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات منوی روحانی چنانچہ شہداء راستہ میں شہادت ہوا کہ فرشتہ ہوا جسے بکریا جناب الحمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اب بھی ہر چیز کو چشم خود دیکھتا اور کتبی کے رد و سلام کو گوش خود سنتے ہیں۔ البتہ جن اموات کے اجسام باقی نہیں رہتے ان کا دیکھنا اور سنا سنا سنا سے ہوتا ہے جسمانی چشم اور جلی گوش سے نہیں۔ دلیل ہی وہم و فتنی اور طرانی وغیرہ میں کرام فرماتے ہیں کہ سنا سنا لایقیا سید اللہ شہداء حضورت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میرے جب ذکر کریم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: ان اللہ عزوجل وکل علی ملکین فلا اذکر عند عبد مسلم فیصلی علی الا قال فی ذلک الملکان عفا اللہ عنک و قال اللہ ملکک جنوا الذین انزل الملکین آمین۔ و الاذکر عند عبد مسلم فلا یصل علی الا قال ذلک الملکان لا عفا اللہ عنک و قال اللہ عزوجل جواب الذینک الملکین آمین۔ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دو فرشتے لیے تعینات کئے ہیں کہ جب کسی بڑے مسلم کے نزدیک میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر دیکھے تو وہ فرشتے اس بڑے کو دعا دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تیری مغفرت فرمائے ان فرشتوں کی اس دعا پر اللہ تعالیٰ اور باقی فرشتے آمین کہتے ہیں اور اگر جس بندہ کے نزدیک میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر دیکھے تو وہ فرشتے اس بندہ کے حق میں دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تیری مغفرت کرے اللہ تعالیٰ ادا فرماتے فرشتے اس بڑے پر آمین کہتے ہیں۔ اس حدیث مسلم ہوا کہ یہ دونوں فرشتے ہر امتی کا دروست سنتے ہیں۔ امام احمدی مدنی درابن ماجہ نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تودی امر او نرا و یحیی الذین الا قال ذلک الملکان عفا اللہ عنک و قال اللہ عزوجل ان اللہ فاما هو عندک و خیل یوشک ان یفارق الینا۔ (ترجمہ) جب تم نیاس کوئی عورت اپنے شوہر کو ایذا پہنچاتی ہے تو اسکی ایذا کو دیکھ کر یا سنکر عورتوں میں سے اسکی بیوی جنت میں کہتی ہے کہ خدا کرے تو میرے اسے ایذا مت پہنچا تو میرے پاس یہاں پر مغفرت کچھ سے جمل ہو کر ہلکے پاس آئے گا۔ جنت ساتویں آسمان سے اترے ہے اور جب شاہ نبوی زمین سے پہلے آسمان تک پانویں برس کی مسافت ہے اور آسمان پہلے آسمان کا دل ہر اسی طرح ہر دو آسمان کے درمیان پانویں برس کی مسافت ہے اور اسی قدر ہر آسمان کا دل۔ تو زمین سے ساتویں آسمان تک سات ہزار برس کی مسافت ہوتی۔ اور زمین سے جنت تک کی مسافت اور زیادہ کیونکہ ساتویں آسمان کے اوپر ہے۔ خلیفہ مامون بن ہشام نے شہید کے ہند خلافت میں حکمائے پورے کر کے زمین کی پیمائش کی تھی جو تقریباً گیارہ ہزار چار سو باون میل ہوتی ہے جبکہ ایک میل دو ہزار گز کا ہوتا ہے۔ زمین پانچ حصہ ہے پانچ حصہ پانچ حصہ پانچ حصہ۔ اسی واسطے اسکو بیچ حصوں کہتے ہیں تو جو تعالیٰ حصہ زمین کو قد کی پیمائش دو ہزار گز سے سو تیس میل ہوتی۔ مقام غور ہے کہ جب کورہ بلا ہر وہ فرشتوں کی قوت سماعت اتنی قوی ہے کہ ہر مسلم کسی کادروشن لیتے ہیں اور جو ان بہشت کی سماعت کا یہ عالم ہے کہ سات ہزار برس زیادہ مسافت پر دیکھ کر زمین کی آوازیں سن لیتی ہیں تو محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کا دروست و کس طرح زمین کے حال انکا اپنے فرشتوں اہل جہان بہشت بلکہ سارے عالم سے افضل ہیں اور تمام عالم کی تخلیق آپ کے طفیل میں ہوئی ہے اور آپ کے درمیان اتنی نسبت بھی نہیں جتنی مسافت دوران بہشت اور زمین کے درمیان ہے۔ ایمانی عقل کسی طرح اور انہیں کر سکتی کہ طفیلی یکال پائیل اور اصل مخلوق ہے بلکہ ایمانی عقل یہ حکم کرتی ہے کہ ہر مخلوق سے ہر کمال بریں پ فرزند تر ہیں۔ اور ہر نعمت آپ کو وجہ اتھ دی گئی ہے اور تمام کمالات جملہ مراتب پر ختم ہیں۔ اسی واسطے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب ستغاب المہجات

بشر صحیحہ البقاری

میں فرماتے ہیں۔ ہرگز نہ کہہ دو اور مکان بروست خستہ ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام۔ لہذا نامت ہوا کہ آپ ہر قسمی کے درود و سلام کو گوش خود سنتے ہیں۔ لیلیل معلوم محللائل الخیرات شریف کی پہلی فصل کے آخر میں ایک حدیث نقل فرمائی جس کے الفاظ یہ ہیں۔ "قَالَ لَمْ يَسْأَلِ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ صَلَوةَ الْمُصَلِّينَ عَذَابُكَ مَنْ عَابَ عَنَّا وَعَمَّنَا بِيَأْتِي بَعْدَكَ مَلَأَ اللَّهُ عِنْدَكَ فَقَالَ لَمْ يَسْمَعْ صَلَوةَ أَهْلِ مَجِيئِي أَعْرَفْتُمْ وَقَرَأْتُمْ عَلَى صَلَوةٍ عَنْ يَوْمِهِمْ عَرَفْتُمْ مَا تَرْتَجِبُونَ" اور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کیا کہ چودہ دو کعبینے والے اس وقت آپ کے بظاہر یہاں رہنا سب ہیں اور جو ذات شریف کے بند پیدا ہوں گے ان کے درود حضور کے نزدیک کس حال میں ہیں آپ انہیں سنتے ہیں اور سنیں گے یا نہ سنتے ہیں انہیں نہ سنیں گے۔ اس پر جواباً فرمایا کہ میں اپنے اہل محبت کا درود و گوش خود سنوں تو جہ کے ساتھ سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا بھی ہوں۔ اور درود سرفراں اور دوسرے ذات کے ساتھ میرے کان سے گزر جاتا ہے یعنی سنتا تو اسکو بھی ہوں مگر سن توجہ کے ساتھ نہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ قریب بعید ہر قسمی کا درود و گوش خود سنتے ہیں فرق اتنا ہے کہ اہل محبت کے درود سن توجہ کا شرف پلٹے ہیں اور دوسروں کو یہ شرف نہیں ملتا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ شہب الامان میں ایک روایت ذکر کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب کے درود کو آپ سنتے ہیں اور بعید کے درود کو نہیں سنتے اسکو فرماتے ہو جنہاں ہیں پھر یہ کہاں کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ قریب بعید ہر قسمی کے درود کو آپ گوش خود سنتے ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ "مَنْ صَلَّى عَلَيَّ بَعْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِبًا لِي لَقَدْ سَمِعْتُهُ" (ترجمہ) جو شخص میری قبر سے قریب کے درود پڑھے اس کو میں سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے وہ مجھکو پہنچایا جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ دور سے پڑھنے والے کا درود آپ خود نہیں سنتے یہ پہنچنے والے اسکو بجا کر پیش کرتے ہیں۔ جو اسب و لایہ روایت قابل استدلال نہیں سکتے کہ ابو الفرج نے اسکو موضوعات میں داخل کیا ہے۔ اور عقلمندی نے اسکو متعلق کہا۔ لہذا اصل الحدیث میں حدیث کلا عمنش و لیس محفوظ۔ یعنی اس حدیث کی طریق احمش سے کوئی اصل نہیں لینی نہ محفوظ ہے۔ اور امام سبکی علیہ الرحمۃ نے اسکو معطل قرار دیا کیونکہ اسکے راویوں میں محمد بن ابی حنیفہ صدیق تھم بالکنذ ہیں تاہم اگر قابل استدلال تسلیم کر لی جائے تو جواب یہ ہو کہ عالمگیر قوت سے عطا ہونے سے پہلے یہ اثر اور فرمایا جاتا تھا کہ اس حدیث میں اس واقعہ حادثہ میں تطبیق ہو جائے۔ در شاہدات نبوی میں تعارض لازم آئیگا جو محال ہے۔

بارگاہ الہی میں درود شریف کی مقبولیت

امام جلال الدین محمد الرحمن سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ستلاب الكنز المدفون کے شروع میں ایک حدیث تحریر فرماتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ سیدنا نبیا و محبوب کبواصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر جگہ اسطرطہ و ہازمیں کر لیکر مشرق میں دو ایک مغرب میں اسکا سر زبر برش ادھر ہر اتویں زمین کے نیچے تمام مخلوق کی تعداد کے برابر اسکتے ہیں جب میری امت سے کوئی عذوبہ صحت مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو حکم دیتا ہے کہ دیکھ تو میں غوط لگائے جو زبر برش سے وہ غوط لگائے کہ بعد اس کے کہ بدوزن باندھ جائے تو ہر ایک پر سے ایک قطرہ چکاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ جو قیامت تک اس درود پڑھنے والے کے لئے دامن مغفرت کرتا رہے گا۔

سلطان محمود غزنوی کا وہ ہزاری درود شریف

جس کا ایک بار پڑھنا دس ہزار بار پڑھنے کے برابر شمار کیا جاتا ہے خاتمہ المغفرتین علیہ الشیخ المصلح حقی قدس سرہ القوی اپنی

بشرح صحیح البخاری

تفسیر روح البیان شریف تلمیح معنی صحیحہ میں سے معلق ایک مقدمہ تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے سلطان محمود غزنوی علیہ
الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ لانا دہلا سے تمنا تھی کہ میری خرابی سے اللہ تعالیٰ علیہ السلام کو سہم کی خواب میں باریت نصیب ہو تو پھر ہی غزنویوں
کی داستان خدمت اقدس میں پیش کروں بفضلہ تعالیٰ شریف شہید پادشاہ پر انوار کی زیادتی سے جھکو مشرف کیا گیا جس میں حضور پر نور کو پیشکش
پیش کر دیکھا گئی اور خواستہ پیش کی کہ یا رسول اللہ! الجیزار روپے کا مقروض ہوں لو آگے برقدت نہیں یہ غوث انگریز رہتا ہے کہ سیکھ کر
سے پشیموت آگے تو بے عظیم میری گردن پر پاتی رہ جائیگا حضور پر نور نے فرمایا کہ تم سو بسکلیں کے پاس جا کر ان سے یہ رقم طلب کرو میں نے
عرض کیا کہ شاید انہیں ہاؤنہ ہو کہ حضور نے بھیجا ہے اور نشانی طلب کریں تو میں کیا کروں فرمایا کہ نہ مانا کہ سونے سے پشیموتیں ہزار ہا روپے
ہو لانا تیس ہزار بیلا ہو کر ہی نشانی ہے میرا عرض دیکر دیکھیے یہ سیکھ کر سلطان محمود پر گریہ طاری ہو گیا ان کا فرضہ ادا کر کے الجیزار روپے مزید
پیش کئے ارکان دولت متعجب ہو کر عرض کیا۔ عالیجاہ! حضور اس شخص کی لہی بات کیا قصد فرمادی جو ناگھن جو ہم خدمت الہی میں
شب روز حاضر رہتے ہیں۔ سمجھتے تو کبھی حضور کو درود پڑھنے میں مشغول نہیں دیکھا۔ پھر یہ بات عمل میں نہیں آتی کراتی قلیل مدت میں ساٹھ ہزار
کی سند اس طرح بدی ہو چکی سلطان فرمایا کہ میں نے علمائے کرام سے سنا تھا کہ جو شخص روز روز لیکر تہہ پڑھتے گا تو وہ دس ہزار بار پڑھنے
کے برابر ہوتا ہے میں سکو تین مرتبہ سوتے وقت پڑھتا ہوں اور تین مرتبہ پڑھتا ہوں کہ میں اس کا ساٹھ ہزار بار پڑھنے کی سعادت
حاصل ہوگی۔ اور پھر پھر گریس خوشی میں طاری ہوا کہ علمائے کرام کا ارشاد مذکور صحیح تھا کیونکہ حضور پر نور نے قصد فرمادی۔ وہ
روود شریف یہ ہے۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا تَحْتَمِلُ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةُ وَقَدْ آتَى الْعَصْرَانِ وَكَمَا كُنَّ الْجِبَدُ بَدَانَ قَامِ
الْفِرْقَانِ وَتَلَجَّ مَرَدَحًا وَارْوَاهُ اَهْلُ بَيْتِهِ مِمَّا التَّجِيَّةَ وَالسَّلَامَةَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ كَيْفَ تَبْرَأُ

جس سے چشم کی دنیا کی باقی ہے اور ذکر و دعا تو ہی ہو جائے یہ ذکر مؤذن دان میں جب پہلی مرتبہ
درود شریف کا مجرب عمل اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا تَحْتَمِلُ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةُ وَقَدْ آتَى الْعَصْرَانِ وَكَمَا كُنَّ الْجِبَدُ بَدَانَ قَامِ
اور باریں لفاظی درود پڑھے صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ! پھر چہ بارہ مؤذن کہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا تَحْتَمِلُ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةُ وَقَدْ آتَى الْعَصْرَانِ وَكَمَا كُنَّ الْجِبَدُ بَدَانَ قَامِ
جو کم از کم درود پڑھے کہے قَدْ تَبْرَأُ مِنْكَ يَا سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا تَحْتَمِلُ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةُ وَقَدْ آتَى الْعَصْرَانِ وَكَمَا كُنَّ الْجِبَدُ بَدَانَ قَامِ
تعالیٰ نادرہ مکمل ہوگا فقیر کا سب الحمد للہ اس پر عمل جو اور فائدہ مذکورہ بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے۔

عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اپنی استعداد و محنت کے اعتبار سے درود پاک کے مختلف صیغے
رضوی درود شریف استخراج کئے جو خصوصی برکات کیلئے مشہور ہیں اور انکی علامت بضع مضرات و طلب خیرات کیلئے مجرب ہے اس
جو دوسری صدی کے مجدد و اعظم حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں حنابلوی قدس سرہ العزیز کا عاشر رسول ہونا موافق اور مخالف ہر ایک
کے نزدیک ہے ان کے استخراج کو درود پاک کے حصے بہرہ اجاب کہتے ہیں پہلا رضوی درود صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا تَحْتَمِلُ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةُ وَقَدْ آتَى الْعَصْرَانِ وَكَمَا كُنَّ الْجِبَدُ بَدَانَ قَامِ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَا تَحْتَمِلُ مَا اخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةُ وَقَدْ آتَى الْعَصْرَانِ وَكَمَا كُنَّ الْجِبَدُ بَدَانَ قَامِ
علم حدیث کی تعریف ہر علم کی تحصیل و پیشہ حصول اجیرت کے واسطے تین چیزوں کی جاننا ضروری ہے علم اسکا موضوع۔ اسکی عرض
جو نیکو یا علم حدیث میں ہے اسکی شروع کرنے پہلے اسکی معرفت اسکی موضوع کی معرفت اسکی عرض کا جاننا ضروری ہے علم حدیث کی تعریف
علم حدیث اس علم کو کہتے ہیں جس پر تمت عالم نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال۔ احوال کی معرفت حاصل ہو اسکا موضوع سید
عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی و صفات حاصل ہونے کی حدیث اسکا موضوع ہو اسکی عرض زیادتی و کمزوری مستعمل حال کرنا جو علم حدیث کا خواہ
اسنادی ہوں یا علمی دینی ہو تو نہیں غیر اس تکمال کا ایف جی شدت صحیح ہے اسکی و سطوح تدریجی شان اسکی اسکا اہم نام غائی نام اسکی اسکی تدریجی شان

بخاری

بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَسْطِيِّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّا
 فِيهِ لَأَرْسِلْنَا رِجَالًا مِمَّنْ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ لِيَقُولُوا سُبْحَانَ اللَّهِ عَسَىٰ أَنْ يَرَوْنَ اللَّهَ وَيُعَذِّبَهُمْ أَوْ يَرْحَمَهُمْ
 وَإِنَّ إِلَهُهُمُ لَعَلِيمٌ عَلِيمٌ ۝

اسے صحیح بخاری کی طرف وہی بھیجے کہ نوح اہل ان کے بعد والے پیغمبروں کی جانب سے بھی تھی

بشیر القاری

بخاری

بَابُ اللُّغَةِ

(دیباچہ) یعنی حدیث مبارکہ پر مراد نہیں۔ اور باب تصنیف کی عادت یہ کہ ایک مقصد کو نیز بعض فرار و مکر اسکو بعنوان کتاب و اسکی
 انواع کو ابواب و اشخاص کو وصول سے تعبیر کرتے ہیں بعض حضرات کتاب باب فصل تینوں میں سے ہر ایک کو بعض اصحاب ان میں سے بعض پر
 گفتگو کرتے ہیں۔ ولکن فیما یعشقون صداہب اس مقام پر جو چیز مقصود بالذکر ہے۔ امام بخاری نے اسکو نوع قرار دیا کہ ایک تعبیر فرمایا
 وہ کتاب کے اسلئے تعبیر کیا اسکو جنس قرار دیا کہ اس کے تحت میں انواع کا ذکر بعنوان ابواب مقصود تھا لیکن یہاں پر بعض نوع ہے۔ (دیکھئے) بعضی تہ
 اور بعضی ارباب بخاری نے ہڈی و بعضی ظہور اور بعضی لے لہذا درحقیقت کیا مگر روایت اہل معروف میں لاشک کہ ہے اسلئے ثابت ہوئی۔ (الوحشی) بعضی ظہور
 پر کسی چیز کو تراویح یعنی کتابت مکتوبہ۔ الہام۔ امر ایما۔ اصطلاح شرع میں اس کلام الہی کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر نازل ہوا اس تقدیر پر بھی
 یعنی موحی سے یہاں بھیجی یعنی مراد اہل حدیث کی طرف جب وحی کی نسبت ہو تو وہ بعضی الہام ہوتی ہے اور ایسا کہ بعض میں جن قسم پر ہوتی ہے
 اول خود کلام مقیم یعنی میں نے میرا کہتا ہے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج سنا اور وہی طیر الصلوٰۃ والسلام نے کہ وہ طیر پر حوسم
 وحی رسالت بواسطہ فرشتے کے متوسم ان کے قلوب میں اتقاد فرمایا جائے جیسے کہ تیرا عالم صل اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِنَّا نُرْسِلُ
 الْقُدْسَ مِنْ نَفْسِنَا فِي رُوحِنَا لِيُخَبِّرَ جِبْرَائِيلُ مِنْ نَفْسِنَا قُلُوبَ بَنِي آدَمَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ إِنَّكَ بِنَظَرِنَا
 حَاضِرٌ ۝ ۱۷۰ یعنی صورت قلب میں اتقاد ہو قیوم وحی صورت آواز جس کی طرح وحی آئے چوتھی صورت فرشتہ شکل
 السانی ہوا صورت یہ طرہ ہو کہ کلام آتیانی پیش کرے جیسے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام طویل المقدہ صحابی حضرت وحی پر نبی اللہ تعالیٰ ہنک کل
 میں حاضر ہوتے تھے۔ ان دونوں صورتوں کو اس باب کی دوسری حدیث میں آتا ہے۔ پانچویں صورت حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی
 شکل میں حاضر ہوں۔ چھٹی صورت حضرت سرفیل علیہ السلام وحی لیکر حاضر ہوں جیسا کہ بعض روایات میں آرد کہ ابتداً تین سال تک حضرت
 اسرافیل علیہ السلام ستر عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام مقرر ہوئے اور پہلا قرآن کریم
 انہیں کو واسطے نازل ہوا۔ ستر آقوس صورت بحالت بیاری ہوئی تعالیٰ کا کلام سنا جائے خواہ اڑتیس ہر وہ جیسا کہ وہ ظہور ہوئی اور اسلئے
 نے سنا یا اللہ تعالیٰ کہ یہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب معراج بے حجاب اللہ عزوجل کا کلام سنا شرف ہم کلامی کے ساتھ ساتھ
 نصرت دیدار سے ہی سرفراز ہوئے۔ یا بحالت خواب دیدار الہی نصیب ہوا اور کلام الہی سننے میں آئے جیسا کہ ترمذی شریفین کی حدیث میں وارد
 آتا ہے لَقَدْ نَفَخْنَا فِي قُلُوبِ سِتْرٍ مَوْجِعٍ فَقَالَ قِيَمٌ مَجِيحٌ قِيَمٌ الْمَلَكُ الْأَعْلَى الْحَدِيثُ الرَّسُولِيُّ فَرَسْتَاهُ وَأَمَّا مَطْلَعُ شَرَعٍ مِثْقَالِ
 مِثْقَالِ حَبِّ خَرْدَلٍ كَمَا نَزَّلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي تَبْلُغِ الْحَكَامِ كَمَا وَسَّطَ مَعُونَتَ فَرَايَا أَوْدَةَ فَاسْمَانِي كَمَا بَيَا حَدِيثَ شَرِيفَتِ لِحَقِّتِ هُولَ جَلْفَاتِي كَأَنَّ كَيْلِي كَعْنَا
 یا ہمد شریفیت شرط نہیں پس رسول در نبی میں مکتوم خصوص مطلق کی نسبت ہوئی۔ رسول خاص در نبی عام ہوا۔ سوال بعض احادیث میں

بعضی تہ بعضی ظہور اور بعضی لے لہذا درحقیقت کیا مگر روایت اہل معروف میں لاشک کہ ہے اسلئے ثابت ہوئی۔ (الوحشی) بعضی ظہور

بعضی تہ بعضی ظہور اور بعضی لے لہذا درحقیقت کیا مگر روایت اہل معروف میں لاشک کہ ہے اسلئے ثابت ہوئی۔ (الوحشی) بعضی ظہور

اور اگر رسول کی قطعاً من موثرہ ہے اور کتابوں کی تعداد ایک سو چار دس مجھے حضرت آدم پر اور پچاس حضرت نوح پر اور تیس حضرت
 اور دس پر اور دس حضرت ابراہیم پر تو میت حضرت موسیٰ پر پانچ سو حضرت داؤد پر اور پچاس حضرت عیسیٰ پر اور قرآن کریم سرور انبیاء محبوب خدا پر
 علیہ علیہم صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ پس اگر ہر رسول پر کتاب نازل ضروری ہوتا تو کتابوں کی تعداد بھی تین سو تیرہ ہوتی اور اگر ہر رسول کے لئے
 جدید شریعت شرط ہوتی تو لازم آئیگا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول ہیں کہ چونکہ جدید شریعت دیکھتے تھے لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر
 عامل تھے۔ کہا فی البیتنا وی۔ حالانکہ قرآن کریم میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے رسول ہونے کی تصریح موجود۔ ان کے حق میں ارشاد ہوا۔
 وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا جواب علامہ سید شریف شاہج موافق ہوا ہا فرماتے ہیں کہ رسول کے لئے کتاب شرط ہے اگرچہ ان پر نازل نہ ہو۔
 پس جو کتاب دیکھتے ہو وہ رسولوں کے پاس ایک ہی کتاب ہو جو صرف ایک رسول پر نازل ہوئی تھی۔ باقی حضرات کے پاس بھی ہی ایسی کتابیں چل فرمائی
 اور اگر ہر رسول پر کتاب کا نزول شرط مانا جائے تب بھی تعریف محمدش نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک کتاب متعدد مرتبہ نازل ہوئی ہو جیسا کہ سورہ فاتحہ
 مرتبہ نازل ہوئی۔ لیکن صرف ایک رسول کی جانب سے اس لئے مشہور کیا گیا کہ تہذیب ان پر نازل ہوئی تھی پس نظریاً تعداد تک تعداد رسول سے کم ہونا
 تعریف رسول میں اشتراک کا سبب کافی ہوا۔ مگر اس جوارجے علماء نے اس لئے ضعیف قرار دیا کہ روایت کے مقابلے میں احتمال کافی نہیں۔ بلکہ
 احتمال سے گزر کر یہ عقول ہوتا تو یقیناً تعریف بے دخل تھی۔ دوسروں میں فرق ہی اس لئے کہ کتب جسے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لئے وحی بھیجی
 ہو اور رسول بشری کیا ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان کے میں بھی رسول ہیں اس لئے تقدیر پر بھی رسول درجی میں عموم و خصوص مطلق ہوا مگر رسول علم
 کہ بشرا و ملائکہ دونوں کو شامل دینی خاص کے لئے ساتھ مخصوص ہے۔ لہذا یہ نتیجہ ہے اسی فرق کو اختیار فرمایا۔ تیسری فرق رسول وہ ہے جو
 جدید شریعت رکھتے ہوں اور نبی وہ ہے جو نہ کو جدید شریعت نہ دے گی ہو۔ اس تقدیر پر دونوں میں تباہی کی نسبت ہوگی لیکن یہ فرق خلاف قرآن
 ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حق میں ارشاد ہوا وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا حالانکہ اس فرق کی بنا پر ایک شخص رسول اور نبی دونوں نہیں ہو سکتا
 چوتھا فرق دونوں میں نسبت تساوی ہے۔ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول صرف اعتباری تعابیر ہے یعنی جن کے حق میں لفظ رسول یا نبی
 یا کوئی اور لفظ ان کے ہم معنی فرمایا گیا وہ رسول ہے اور اس حیثیت سے کہ انہوں نے احکام الہی کا لفظ کو واسطے انبیا فرمایا یعنی ان کی خبری نبی
 کہلاتے ہیں مگر یہ فرق بھی درست نہیں کہ آیت وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرْبِ
 لَعَنَّا لَهُمْ ذُنُوبَهُمْ عَمَّا كَانَتْ تُعْبَدُ لِمَا لِي اس لئے کہ اس آیت میں نبی کو واسطے لفظ ارسلنا ارشاد ہوا حالانکہ قائلین تساوی کے
 نزدیک اس لئے کہ رسول کو نبی سے ممتاز کرنے کی واسطے ہے اور دونوں اعتباری تعابیر پر مشتمل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ دونوں میں بیل فرق کرنا بھی
 درست نہیں (قول) کلام اور لفظ باعتبار اصل لغت ہر دو بملق اور معانی میں سے ایک ایک حرف پر بھی بولے جاتے ہیں اور ایک نزاع
 پر بھی خواہ مفید ہو یا غیر مفید مگر قول مفید میں مشہور ہے اور کلام مرکب میں وہ لفظ شیعہ اطلاق رہا بعض کے نزدیک فعل اس مرکب
 کہتے ہیں جس سے فائدہ ناممکن ہو اور کلام اس مرکب جس سے فائدہ ناممکن نہ ہو اور بعض کے نزدیک فعل یہ لفظ جو زبان سے نکلے خواہ
 تام ہو یا ناقص خواہ مفید ہو یا غیر مفید قرآن پاک میں ارشاد فرمایا۔ مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور بعض کے نزدیک
 قول کا اصل استعمال مفوس ہے باقی میں خلاف اصل کنز فی الرضی اور قول مصدری معنی میں بھی آئے ہے دونوں تقدیر پر عقلی اور نفسی
 شامل بقریۃ اضافت الی مشیر ہاں ہر قول سے مراد قول نفسی ہے لفظی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے زبان نہیں جس سے قول لفظ صادر ہوتا ہے

بَابُ النُّحُو

(بَاب) از قبیل اسلہ مصدر ہے لہذا معنی بر سکون اور حمل عرب بھی نہیں واما قال مولانا انور شاہ کا فی فیض المبکر ص ۱۰۱

تذکرہ مولانا

وہاں لکھا ہے کہ

لفظ الہاء مضارع او مبنی مکشوف وثلاث لمبني على النقلة فان مشى وقلبت اي سا من المبنيات كما لا يخفى على الطلبة يا مرفوع ہے منون یا باب کے جانب مضارع ان دونوں تقدیر پر ہذا اخذتوں کے لیے۔ سوال ما بعدی کا نائب مضارع ہونا درست نہیں۔ اس لیے کہ ما بعدی جملہ کے طرف صرف اس کے لفظ مضارع ہے اور لفظ باب نہیں ہے۔ وہ الفاظ ہیں یا اسماء و زمان کثیرت۔ لفظ آیت یعنی علامت۔ قول۔ لذن۔ ساریت۔ قول۔ قائل۔ کذا فی المعنی کا میں هشام جواب ہے حکم آیت ہے جبکہ جملہ مضارع الیست اسکے معنی مراد لے جائیں اور اگر معنی مراد لے نہیں جیسا کہ اس مقام پر تو منکرہ بلا الفاظ ایسے جملہ کی طرف مضارع ہونے کے لیے خاص نہیں ہے۔ لفظ مضارع ہی میں چنانچہ کہا جاتا ہے۔ معنی لا الہ الا الله اثبات الالوهیة لله تعالیٰ (د قول الله عز وجل) مجرور ہے اس کے کہ جملہ مضارع الیہ پر مطوف ہے۔ اس تقدیر پر آیت مذکورہ ترجمہ الباب میں اہل ہوگی۔ یا مرفوع مبتدا ہے انا او حیثا الفخر ہے۔ اس صورت میں آیت مذکورہ ترجمہ الباب میں اہل نہ ہوگی۔ سوال پھر امام بخاری نے آیت کو کیوں ذکر فرمایا جواب امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی کہ الی آیات نقل فرماتے ہیں کہ ترجمہ الباب مناسب ہوتی ہے۔ ترجمہ الباب و آیت میں وحی کا ذکر ہے اتنی مناسب تو ظاہر ہے مگر اس مقام پر مذکور آیت کے نقل کر نیے یا اشارہ مختصر ہے کہ ترجمہ الباب میں وحی سے سے وہ وحی مراد ہے جو اس آیت میں مذکور ہے یعنی وحی رسالت۔ قال مولانا النور شاہ فی فیض الیہی و الغرض منہ بیان مبداء الوحی انه هو مبتدأ انه وقلالی انه انی کان مبدأ اھذا الوحی هو مبدأ وحی نوح علیہ السلام و النبیین من بعدہ فوجب لاهل الکتاب سیر ان یؤمنوا بکما آمنوا بوجہہ و انہ ملک ان مبدأ ہما واحدا فانکار ہذا الوحی کا نہ انکار بوجہہم ایضاً (قول بل الغرض من ذکر ہذا کلا یتہ فی ہذا المقام لا اشارۃ الی ان المراد بالوحی فی ترجمۃ البلب ما هو المراد بالوحی فی ہذا کلا یتہ یعنی وحی المرسلہ کما استتفا من التشبیہ و ہذا هو الصواب کما لا یخفی علی اولی الالباب اما ما ذکرنا ہذا فهو المقصود من ان الہاء کما ذکر فی التفسیر کا من ذکرہا فی ہذا المقام کما فہم ہذا التفسیر۔

آیت کو ذکر فرمایا

یعنی

باب الصّروف

(باب) اصل میں بَوَّبَ تھا اور متحرک بوجہ الفتح ما قبل اللغۃ منقلب بہا (کان) اصل میں کَوَّن تھا۔ تعلیل کو اس میں بھی جاری ہوئی۔ کیونکہ سے مشتق ہے (عز وجل) دراصل عن ذرا و جمل تھا۔ ایک جنس کے دو حرف جمع ہوئے اول کو ساکن کر کے دوسرے میں وضام کر دیا۔

باب التفسیر

امام بخاری علیہ رحمۃ الہی نے آیت کا ایک حصہ بقدر ضرورت ذکر فرمایا۔ پوری آیت یوں ہے۔
 فَاذْحَحْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلَى نُوْحٍ وَالْبَنِيّٰنِ مِنْ بَعْدِهٖ وَاَوْحَيْنَا اِلَى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
 بِرَبِّكَ لَمَّا نَبَّأَهُمْ بِمَقَرِّهِمْ فَهُمْ يُكْفِرُوْنَ اور ان کے بعد بغیر ان کو بھی ابراہیم نے اور اسمعیل اور اسحق
 وَبِعْقَابِ وَكَانَ سَبَّأً طَرَفًا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَهُنَالِكَ تَتْلُو آيٰتِنَا عَلٰى سَمْعٰنَ وَرٰجِحَ بْنَ مَرْيَمَ
 اور یعقوب اور ان کے بیٹوں اور عیسیٰ اور یونس اور یونس اور یونس اور سلیمان کو وحی کی اور جہنہ داؤد کو اور عطا فرمائی۔
 نشان نزول۔ یہود و نصاریٰ نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ ان کے کئی مسلمان سے کیا رکھتا ہے

تیسرے عبداللہ بن زبیر بصری ان سے ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی اور امام ترمذی نے سنن میں اور صحابہ میں اس نام کے صرف ایک ہی صاحب ہے یعنی عبداللہ بن زبیر بن عقیل بن مطلب بن ہاشم (سقیان) بن عقیلہ۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مشفق سے ہیں۔

سندھ ہجری میں پیدا ہوئے اور کیم جب ۱۹۵ھ میں وفات پائی۔ زبیدی بن سعید کا لفظ نامی انصار کی طرف نسبت ہے اور انصار نصیر یا نصرت کا معنی ہے مگر معنی جمعیت مراد نہیں قبیلہ اوس اور خزرج کا اسلامی لقب اس واسطے کہ اسے نسبت لاحق ہو جاتی ہے ورنہ صحیح ساقہ کے نسبت کا حقوق درست نہیں مدنی مشہور تابعی اور تابعہ مسلمین سے ہیں خلیفہ منصور نے عراق بلا کر مقام ہاشمیہ میں ہذا تصانیف کا مور کیا تھا۔ اور وہیں پر سندھ یا سندھ ہجری میں وفات پائی مکتب حدیث میں اس نام کے راوی کل ثور ہیں (الشمی) تم کی طرف نسبت ہے اور تم بہت سے قبیلوں کا نام ہے۔ ان میں ایک تم قریش بھی ہے یہاں پر کسی کی طرف نسبت ہے۔ سندھ ہجری میں وفات پائی۔ (الشمی) نسبت بن بکر کی جانب نسبت ہے۔ الوفاق اول کثرت پر اور عربوں نے ہذا تم جو سنے تابعین میں شمار کیا حسب بیان امام ماتری محمد بن زبیر اور عبدالملک بن مروان کے جو حکومت میں بمقام ریسہ منورہ وفات پائی صحیح مستہ میں علق بن وقاص نام کا بھران کے کوئی راوی نہیں (عصم بن الخطاب) رضی اللہ تعالیٰ عنہ عام قبل کے تیرہ برس بعد آپ پیدا ہوئے۔ اٹھائیس ذی الحجہ ۲۳ ہجری بروز جمعہ پنجم منورہ ۶۳ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور سعید علیہ السلام کے وفات اقدس میں مدفون ہوئے۔ آپ کی کنیت ابو حفص اور لقب قاروق ہے قریب الاسلام ہیں۔ چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں یا اثنالیس مردوں اور تیرہ عورتوں یا پینتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ حضرت خیر بن علی السلام نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا سیدنا رسول اللہ! آسمان والے حضرت محمد کے اسلام پر خوشیاں مناسبت ہے میں خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استخارے ان کے بعد ماہی الاخریٰ سندھ ہجری میں سندھ خلافت پر رونق افروز ہوئے۔ خلافت کی طرح آپ کا مرتبہ فضیل بھی صدیقی مرتبہ کے بعد ہے۔ دس سال چند ماہ خلافت کی خدمات انجام دیں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ لافوق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روزانہ گیارہ لغت سے زیادہ اہل عام سناؤں فرماتے تھے ایک مرتبہ ام المومنین حضرت حفصہ اور حضرت عبداللہ وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ اگر آپ عمدہ غذا استعمال فرمائیں تو امور خلافت کی انجام دیں یہ کچھ تو بچاؤ کی فرمایا کہ تم سب ان کی پی رانے سے عرض کیا جی ہاں فرمایا تمہاری خیر خواہی مجھے معلوم ہوئی مگر میں نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے راستے پر چھوڑا ہے کہ اگر میں اس راستہ کو ترک کروں تو منزل پر مجھے دو دنوں دستاویز ہو سکیں گے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ کچھ کہتے ہیں وہ خانوں کے درمیان چار پونہ لگتے تھے۔ ابو عثمان نہدی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو ایک تہنہ پہنچا دیا جس میں چھڑے کا بیونہ لگا تھا جس پر شام کے مالک فتح ہوئے اور اپنے ان مالک کو اپنے مالک قدم سے سرفراز فرمایا اور اپنے امراء و علماء آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے اس وقت آپ اپنے شتر پر سوار تھے آپ کے خاص خدام نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنین شام کا بیرون سفر اور انصاف حضور کے ملاقات کے لئے آئیے ہیں مناسبت ہو گا کہ حضور کوٹھے پر سوار ہو جائیں تاکہ آپ کی شوکت و نسبت ان کے قلوب میں جاگیر ہو فرمایا اس خیال میں نہ لیئے کام بنائے والا ہدی ہے ایک مرتبہ قیصر روم کا قاصد دینہ شریف ترقی کر امیر المؤمنین کو تلاش کرنے لگا۔ تاکہ بادشاہ کا پیغام آپ کی خدمت میں عرض کرے لوگوں نے بتایا کہ امیر المؤمنین مسجد میں ہیں چنانچہ وہ مسجد میں آیا دیکھا کہ ایک صاحب بیونہ مودہ موٹے کپڑے پہنے ایک زینٹ پر سیدھے لیٹے ہیں یہ دیکھ کر باہر آیا اور لوگوں سے امیر المؤمنین کا پتہ دریافت کرنے لگا لوگوں نے کہا کہ مسجد میں آشریف فرما ہیں کہنے لگا کہ مسجد میں سوائے ایک لقم پوش کے اور کوئی نہیں صحابہ کرام نے فرمایا وہی لقم پوش امیر خلیفہ ہے قیصر کا قاصد مسجد میں آیا اور خود سے امیر المؤمنین کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگا۔ دل میں بہت و محبت پیدا ہوئی اور آپ کی

صفا قرآن العزیز میں ہے کہ میں نے حضرت زبیر سے کہا کہ

میں نے

میں نے

حکایت کا پرتو اسکے دل میں جلوہ گر ہو گیا۔ ہشتونوی مہر و ہیبت، ہمسما ہندیک دیگر + اس دو ضد را جمع دید اندر جسگر
 گفت با خود من شہاں را دیدہ ام + گرد سلطان لاہر گردیدہ ام + از شہاں ہیبت و تہمت نبود + ہیبت است مرد ہوشم دور بود
 رفتہ ام در بیہ شیر و پلنگ + رفتے من زیشان گردانیدنگ + بس شدم اندر صاف کار نامہ + ہم چو شیر آں دم کہ باشد کلندار
 جس کہ خودم بس زدم زخم گراں + دل قوی تر بودہ ام از دیگر اں + بے سلاح ایں مرد خنجر بنویس + من بہفت اندام لرزاں میں محبتیں
 ہیبت حق است ایں و خلق نیست + ہیبت ایں مرد صفا و حق نیست + حضرت عبداللہ زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں نے دیکھا
 کہ فاروق اعظم اشرف الملوک ہے ہیں دونوں شانوں پر پائی کا مشکیزہ دکھایا۔ میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ کیلئے یہ زیبا نہیں جو بازاری
 کی سوقت چند ہند میرے پاس مطیع و متقاد ہو گیا ہے تو میرے نفس میں عجب پیدا ہو گیا میں نے جا کر اس طرح کفری کر دیں کہ وہ میدانہ عجب
 زائل ہو جائے پھر سڑانی کے مشکیزہ کو کسی اندری طاقتوں کے مکان پہا کر اُن کے برتن میں نازل دیا حضرت عامر بن ربیع فرماتے ہیں - میں
 امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا جب آپ بعزم حج مرتضیٰ سے روانہ ہوئے اور مدت میں امراد و خلفاء کی طرح آپ کے خیمہ
 نصب کیا گیا بارہ میں جہاں قیام فرماتے اپنے کپڑے اور بستر کسی دخت پر ڈال کر سایہ کر لیتے ایک زبر بربندر و عطا فرمایا ہے تھے۔ جو کہ مسک
 زیر کھٹ آیا اپنے فرمایا ہر گران کئے جائیں اور چالیس وقیع سے زیادہ ہرزہ مقرر کیا جائے ایک لاکھ و تیس چالیس ہند کا تھا اور دس درہم آجکل کے
 حساب سے دو سو پانچ سو تارہ تھے ۹ حج پائی کے ہوتے ہیں اسلئے کہ سید الصلوات تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کا ہر چالیس سے زیادہ ہرزہ
 فرمایا پہلے کوئی حج کی تاریخ سے اس سے زیادہ ہرزہ مقرر کر لیا تو وہ زیادتی بیت المال میں اخل کرنی جائیگی جو رسول کی صفت سے ایک ضعیفہ
 کر عرض کیا اے امیر المؤمنین ایسا کہنا آپکے منصب علی کے لائق نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے عورت کا حق قرار دیا ہے وہ اسکے لئے حلال ہے اس کا
 کوئی حصہ عورت کے کس طرح لیا جا سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَأَقْبَلْتُمُ احْدَهُنَّ قِنْطَارًا أَفَلَا تَأْخُذْنَ وَاهِنَةً**
تَسِيئًا آپ کو قبضہ بیع و ادا انصاف ہی اور فرمایا امرأۃ اصبابت ورجل اخطأ عورت ٹھیک پہنچی اور مرد نے خطا کی پھر
 ممبر ہی پر اعلان فرمادیا کہ یہ عورت صحیح کہتی ہے میری غلطی تھی جو چاہو ہر مقرر کرو اور فرمایا **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي كُلَّ امْرَأَةٍ** اذنتہ من
 عمرو یا رب میری مغفرت فرما ہر انسان عمر سے زیادہ زبردگ ہے۔ **ابو نعیم** روایت فرماتے ہیں نے معتبر لغت سے روایت کیا ہے کہ
 امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں جمعہ کا خطبہ پڑھتے تھے اثناء خطبہ میں تین مرتبہ فرمایا یا سارا یا اے الجبیل یعنی اس سارا
 پہاڑ کی آڑ کو حاضرین تیرے مستوجب ہونے کا شکر خطبہ میں یہ ندا کہی ہو کہ آپ سے دریافت کیا کہ حج آپ کے خطبہ فرماتے فرماتے ہیں کسی فرمائی۔
 ارشاد فرمایا کہ اسلامی لشکر جو ملک عمر میں مقام نہاد نذر کفار کے ساتھ مصروف جنگ ہے میں نے دیکھا کہ کفار اسکو وہوں طرف گھیر کر
 مارنا چاہتے ہیں اس حالت کو دیکھ کر میں نے امیر لشکر کو پکار کر کہا کہ اے مدینہ پہاڑ کی آڑ کو یہ لشکر لوگ منتظر ہے کہ لشکر سے کوئی خبر آئے
 تو قبضہ علی حال دریافت ہو کہ عرصے کے بعد حضرت ساریہ کا قاصد خط لکھا آیا اس میں تحریر تھا کہ جب کہ روز دشمن سے مقابلہ ہوا تھا حاضر خانہ
 جنگ کے وقت ہم نے باہر لفظ نہا سنی یا سارا یہ الجبیل سے لشکر ہم پہاڑ سے مل گئے اور میں دشمن پر غالب حال ہوا اور دشمن کو ہزیمت ہوئی
بِسْمِ اللَّهِ خلیفہ اسلام کی نظر مدینہ طیبہ سے نہادند میں لشکر کا ملاحظہ فرماتے اور یہاں سے ندا کہے تو لشکر کو اپنی آواز سننے سے
 کوئی وہ نہیں ہے نہ شمشیر فون ہے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی کا صدقہ ہے۔ **ابو الیشع** نے کتاب المصنوعہ
 میں تحریر کیا ہے کہ جب مصر فتح ہوا تو لیکے دریا شہدگان مصر نے حضرت عمرو بن العاص سے حاضر ہو کر عرض کیا جو اس وقت خلافت فداقی
 کی جانب مصر کے گورنر تھے کہ اے ہاک امیر دریا کے نیل کی ایک دم سے جب تک اسکو نہ کیا جائے دریا جاری نہیں رہتا انہوں نے دریافت
 فرمایا وہ تم کیلئے عرض کیا کہ اس زمین کی بارہ تاریخ ہم ایک کنواری لڑکی کو اسکے والدین سے لیکر عمدہ لباس اور نفیس زیور سے سجھا کر دیا گیا

بشیر القاری

میں لکھتے ہیں حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور اسلام پر مانی تہمیت رکھوں کو مٹانا ہے پرنہ یہ ہم موقوف کی گئی اور ہر وہ یا کا پانچ کم ہونے لگا اور وہی میں کی محسوس ہونے لگی یہاں تک کہ لوگوں نے وہاں سے تک سکوٹ کا قصد کیا یہ دیکھ کر حضرت عمرو بن العاص نے امیر المؤمنین حضرت عمرو بن العاص سے تمام واقعہ لکھ لیا جو اب میں تحریر فرمایا تم نے ٹھیک کیا میرا اسلام ایسی رکھوں کو مٹانا ہے میرے اس اسلام میں ایک خطبے سے اسکو رد یا سنبھل میں اللہ نے حضرت عمرو بن العاص کے پاس جب امیر المؤمنین کا امر اسلام پہنچا اور انہوں نے یہ خطا میں سے نکالا تو امیر لکھا تھا انجانہ بندہ خدا پر ایمان نہیں لیکن نبیل مصر بولے جو مصلحت انکار تو خود جاری ہے تو جاری نہ وہاں اللہ تعالیٰ نے تجھے جاری فرمایا تو اللہ واحد ہے اسے دعا خواست کرتے ہوں کہ تجھے جاری فرمائے حضرت عمرو بن العاص نے وہ خطبے کے نبیل میں اللہ ایک شب میں سولہ گز پانی بڑھ گیا اور پھینٹ چلنے کی رسم مصر سے بالکل موقوف ہو گئی جیسا میں مرنے تک خطبہ نام کے اور کوئی صاحب نہیں۔ البتہ راویان حدیث میں اس نام کے چھ حضرات ہیں۔ (۱) کوفی (۲) الالبسی (۳) اسکندری (۴) ہمدانی (۵) ہمدانی (۶) ہمدانی (۷) ہمدانی

بَابُ اللَّغَةِ

(صحیح) اسماعیل یعنی شہید سے مشتق ہے متعدی بیک فعل ہے مفعول کے بعد و فعل مذکور ہو وہ حال ہو تب اور مسموع لہ معنی اجابہ اور مسموع منہ یا لہ معنی اعطالہ اور مسموع الیہ معنی اصغی آما کر المنہب) فتور یعنی ارتقاء سے اخذ ہوا سوال یہ کہ اس کے فتنہ پہ ہے حال انکس کے معنی مخصوص موضع ارتقاء میں جن سے قاضی ہو تا کہ اسم ظرف ہو لگوا اسم ظرف اس زمان پہ نہیں تا وہ توضیح میں آئے جب اسب یوم انہیں سنے کہ اسم لاسکو کہتے ہیں جو ایسی چیز دلات کہ جس کو واسطے سے فاعل کا اثر مفعول تک پہنچے منبر پر تقریرین اصداق نہیں کی تا بتدریج مخصوص موضع ارتقاء کے لئے وضع کیا گیا ہے یا خلاف قیاس اسم ظرف ہر مطلقاً موضع ارتقاء کیلئے وضع ہوا پھر فائدہ استعمال سے معروف موضع ارتقاء کے ساتھ مخصوص ہو گیا اسعمال عمل یعنی کلمہ کی جمع ہے اعمال اور فعال بہ معنی ہیں مگر استعمال میں فعل سے عند الاطلاق افعال جوامع متبادر ہوتے ہیں۔ بحکات اعمال کہ وہ فعل جوامع اور فعل لسان اور فعل قلب سمی کہ مثال ہے ماسی واسطے انما الاعمال فروا گیا مقال فی فیض کباری اور انما یقول الاضلال بالنیات لان بین العلام الفعل فرقا مخالف ساختن والفعال کردن یعنی ان العمل فی ما یتبادر ویطول بخلاف الفعل لندا قال وراہلوا صہلوا وقال ابن اللزین آمنوا وعلما الصلوات ولم یقل فعلوا وفعلوا دلالة علی الذم والاسم استعمال قول هذا الفرق یا طل قطعاً وذلش لان قرآنہ بخلاف الفعل ان کان معناه ان الفعل فیما لا یتبادر ولا یطول فقط فہذہ لیدل علی تصور نظریہ فاللغة کیف قد قال اللہ تعالیٰ فی کلامنا الفصیح واصلوا الخیر قول فی الجلالین تحت قوله تعالیٰ الخیر کسلۃ الرحمہ وکسلۃ الاخلاق وقال فی حاشیئہ الفیاضی فی غیرہا من الخیرات الواجبتہ والنذبتہ مشیراً الی ابن انکار فی قول المفسر کسلۃ الرحمہ للتمثل لیس کان الاستقہما وجملة الخیرات داخلة تحت لفظ الخیر وکتیر مضامین واستعمل فی القرآن اصلوا فیما یتبادر ویطول فالفرق بین العمل الفعل مجازاً الخیر وکسلۃ الرحمہ لکن المعنی ان العمل ان العمل فیما لا یتبادر فیما لا یتبادر ان کان لاحق الکلام بالی عنہ فتقول کلام اللہ تعالیٰ لا یساعداہ ایضا حیث قال تعالیٰ واذن خلقکم وما اعقلوا قال تعالیٰ ان اللہ بما یعلمون محیط فالایة الاولى اور دہا العلماء فی کتب الکلام لابنات مخلوقیہ جمیع افعال العباد فہذا لافعال الخیر المتبادرہ خاصۃ معنی وادانہ انصاب عدۃ سیمۃ وکلائیة الثانیہ افادت ان احاطتہ تعالیٰ شاملاً جمیع الاعمال متبادرہ کانت

بشیر صحیح البخاری

لما اعتبر فيها الغرض فلو اطلق لفظ النية في جنابه تعالى لا وهم قليل افعاله بالاعتراض مع اتحاد الموان افعال لتأ
لا تغفل بالاعتراض وقد مر من تحققه في مقدمته وانه لا استحالة في كون افعاله تعالى معلنة بالاعتراض و
ان ما نزعوه في بطلانه باطل فعلمنا استعمال الراحدة في لسان الشرع دون النية اقتصرنا في الاطلاق على ما
ورد به الشرع ورأينا الخبرين هما الميرين به الاطلاق اولى وكذا سجدنا عن اطلاق الغرض فيه تعالى وقد وقع
في مقدمته مسلم وجوده التبريزي والله تعالى اعلم **قول** مع قطع النظر عن القصور في العبادات و
والاعتراض عن الفتوى والتعبيرات فيه نظر من وجوه **الاول** قل هل الحق لا يجوز تعليل افعاله تعالى
بالاعتراض وهم الاشارة والمعتزلة قالوا بوجوب التعليل الفقهاء قائلون بالجواز والمراد بالاعتراض المنقح في
قولهم ما يكون باعتبار وسبب الاقدام الفاعل على الفعل هذه المسئلة مشهورة بين الخواص العوام و
اقدم عليها البرهان في كتب الكلام ولذا ذكر من كلامه الواقف وشيخه ما افيد في اثبات المذهب من
تشديد وازاحة شكوك المخالفين وضعيفه لتعجيل لك حقيقة الحال ويتكشف لديك فساد **قال** يا
القصد الثاني من المرصد السادس من الموقف الخامس في ان افعاله تعالى ليست معلنة بالاعتراض
اليه ذهبا لا شاعرة وقالوا لا يجوز تعليل افعاله تعالى بتقوى من الاعتراض العلل الغائبية وافهم على
ذلك جملة الحكماء وطوائف الالهييين وذا الفهم فيه المعتزلة وذهبوا الى وجوب تعليلها وقالت
الفقهاء لا يجب ذلك لكن افعاله تابعة لمصالح العباد تفضلاً واحساناً لنا في اثبات مذهبنا بعد ما
بيننا من انه لا يجب شئ على الله تعالى فلا يجب حينئذ ان يكون فعله معللاً بغرض ولا يقبض منه
شئ فلا يقبض ان يخلو افعاله عن الغرض بالكلية وذلك يبطل مذهب المعتزلة وسحان يبطلان
المذاهبين معا عني وجوب التعليل ووقوعه تفضلاً واحساناً لهما لكان فعله تعالى لغرض من تحصيل
مصلحته او دفع مضرة لكان هو ناقصاً لذاته مستكملاً بتحصيل ذلك الغرض فانه لا يصح لغرض
الفاعل الا ما هو اصله من عدمه وذلك ورون ما استوى وجوده وعدمه بالنظر الى الفاعل و
كان وجوده مرجوحاً بالقياس اليه لا يكون باعتباره بالفعل على الفعل وسبباً لا قدام عليه بالضرورة
فكل ما كان غرضاً واجباً ان يكون وجوده اصله للفاعل اليقيني من عدمه وهو معنى الكمال فان
يكون الفاعل مستكملاً بوجوده ناقصاً بذاته فان قيل لا نسلم الملازمة لان الغرض قد يكون عاملاً
الى الفاعل فيلزم ما ذكرتم من النقصان والاستكمال قد يكون عاملاً الى غيره فلا يلزم فليس يلزم
من كونه تعالى فاعلاً لغرض ان يكون من قبيل الاول اذ ليس كل من يفعل لغرض منه اي من قبيل الاول
بل ذلك في حقه تعالى محال لتعالیه عن التصرف في الانتفاع فتعين ان يكون غرضه لرجع الى عبادة و
هو الاحسان اليهم بتحصيل مصالحهم ودفع مفسدهم ولا محل في ذلك قدنا نفع غيره والاحسان
ان كان اولى بالنسبة اليه تعالى من علمه جاك الزام لانه تعالى يستدل حينئذ بذلك النفع
والاحسان ما هو اولى به واصح له وان لم يكن اولى بل كان مساوياً او مرجوحاً للصحة ان يكون غرضاً
ما من العلم الضروري بذلك بل نقول كيف يدعى وجوب تعليل افعاله تعالى اليها نفع العباد وانما

منه
بشم
الاعتراض

ان خلوه اهل البشر في النار من فعل الله تعالى ولا يقع فيه لهم ولا لغيرهم ضرورة. فانها اي ثاني
الوجهين ان غرض الفعل امر خارج يحصل تبعاً للفعل وتوسطه اي يكون للفعل مدخل في وجوده
وهذا امثالا يتصور في افعاله ان هو تعالى فاعل لجميع الاشياء ابتداء كما بينا فيما سلف فلا يكون
شئ من الكائنات والحوادث و افعاله الا صادراً عنه بتأثير قدرته ابتداء بلا واسطة لا غرضاً للفعل آخره
مدخل في ابتداء وجوده بحيث لا يحصل ذلك الشئ الا به ليصير ان يكون غرضاً لذلك الفعل كما صلا
بتوسطه وليس حصل البعض من افعاله كقائه غرضاً الى من البعض الآخر ان كان مدخل شئ منها في
وجوده الاخر على تقدير استنادها باسرها اليه على سواء فجعل بعضها غرضاً من بعض آخر دون عكسهما
بحث فلا يتصور تعليل في فعله اصلاً وايضاً اذا علمت افعاله بالاغراض فلا بد ان لا تنتهى الى ما هو
الغرض والمقصود بنفسه والا تسلسلت الاغراض الى ما لا غاية له ولا يكون ذلك الذي هو غرض و
مقصود في نفسه لغرض آخر لانه خلاف ما غرضه اذا اجاز ذلك بطل القول بوجود الغرض ان قد انتهى افعاله
الى فعل لا غرض له وهو الذي كان مقصوداً في نفسه قد يقال لا يجب في الغرض كونه مغايراً للذات بل
يكفيه التباين كما عليه في احتجاجوا اي لمعتزلة على وجود الغرض في افعاله تعالى بان الفعل الخالي عن
الغرض حيث وانه فيجب بالضرورة يجب تفزيه الله تعالى عنه كونه علماً بقبحه واستغنائه عنه فلا
يبدأ ان في فعله من غرض يعول في غيره فنيا للعبث والنقص قلنا في جوابهم ان اردتم بالعبث ما لا غرض
له فيه من الافعال فهو اول المسئلة المتنازع فيها الا نحن نخوض ان يصدر عنه تعالى فعل لا غرض فيه
اصلاً وانتم تمنعونه وتعبرون عنه بالعبث فلا يجديكم دفعا وان اردتم بالعبث ما آخر فلا بد لكم
اوا من تصوير اي تصوير ذلك كما مر الاخر حتى نفهمه ونصوره ثم لا بد ان ثانيا من تقييد اي بيان ثبوت
ذلك المفهوم للفعل على تقدير خلوه من الغرض ثم لا بد ثالثاً من الدلالة على امتناعه اي استعمال الفعل
المتصف بذلك المفهوم الاخر على الله سبحانه حتى يتم وطوبى لكم وقد يقال في الجواب للمعتزلة ان العبث ما كان
خالياً عن الفوائد المناهضة و افعاله تعالى هيكمة متقنة مشتملة على حكم ومصالح لا تنحصر الرجعة الى مخلوقاته
تعالى لكنها ليست اسباباً باعثة على اقدامه وعللاً مقتضية لفاعلية فلا تكون اغراضاً ولا عللاً غائية
لافعاله حتى يلزم استماله كما بل تكون غايات ومنافع لافعاله واقراً مترتبة عليهما فلا يلزم ان يكون
شئ من افعاله عبثاً خالياً عن الفوائد وما ورد من الظواهر الدالة على تعليل افعاله تعالى فهو محمول
على الغاية والمنفعة دون الغرض العلة الغائية وقال العلامة عبد الحكيم السالكوني في حاشيته
على البيضاوي المطبوعة في المطبع المرصوف اماماً يقول بعض جمال الصوفية من ان عبادتنا لذاته
تعالى فارشة عن الاغراض والاعراض فقد قال الامام في الاشياء انه جهل وكفر لان عدم التعليل في
الافعال منحصر بذاته تعالى الثاني انما الطالب قد علمت في الوجه الاول من نظرتنا فساد ما قال
من وقوع تعليل افعاله تعالى بالاغراض واكان نقل ما مر من تحقيقه في المقدمة حتى يتحقق عند
انه لم يورق القصم لكلام العلماء ولم يعط حظاً من الادب فيجترى كل الاجترار ليسب الزعم اهله

تحقيقاً للهوى يسمى باطيله تحقياً ولا يفهم ما يقول فينا ترض نفسه صريحاً قال في المقدمة صريحاً
 (افعاله تعالى معللة بالاعراض ام لا قد ظن قوم ان افعاله تعالى غير معللة بالاعراض وبرهونها عن
 في مقامه قلت وما ذكره فاسد لان غاية ما وجهه الفساد ما ذكره الشيخ ابن الهمام رضي الله عنه في التحرير ان
 لا يتوقف على غرض لا تغل عليه ووجه الفساد ما ذكره الشيخ ابن الهمام رضي الله عنه في التحرير ان
 الفقهاء والمحدثين اجمعوا على ان افعاله تعالى معللة بالاعراض لا يدخل فيه الاستكمال فان كماله
 تعالى هو التي استوجبت ان تترتب على افعاله تلك الاعراض فذاته تعالى لا تخلو عن الكمال في مرتبة من
 المراتب) وبعد ذلك كلامه لا تعلق له بما نحن فيه ثم قال صاحب فضيل البصري في آخر الكلام (والا نسب
 عندى ان يترك لفظ الاعراض فيقال ان افعاله تعالى معللة بالغايات والفرق بين الغاية والغرض غير
 حتى على اليسير الله تعالى اعلم فيما بينهما الطالبون انظر وهذا الكلام هو الذي سماه التحقيق وهو الذي
 ربه قول اهل الحق والتدقيق وفساده لا يخفى على المبدأ الصبيان فان كنت في ريب مما قلنا فاستمعوا
 لما شق عليكم من البيان اما اولاً فقد ذكرنا في ابتداء الوجه الاول من النظر ان اهل الحق ينفون عن
 افعاله تعالى الغرض بمعنى الباعث لا قدام الفاعل على الفعل هو المستلزم للاستكمال المستحيل و
 لا ينكرون الغاية المترتبة على الفعل كما هو مصرح في الكلام المذكور من شرح المواظف في قوله في آخره
 وخططنا عليه ليحمل ذلك النظر اليه ولم يثبت بكلام الشيخ ابن الهمام رضي الله تعالى عنه لا في
 تعالى الغرض بالمعنى المذكور بل المفهوم من كلام الشيخ هو الغاية المترتبة حيث قال (فان كماله
 تعالى هي التي استوجبت ان تترتب على افعاله تلك الاعراض) واهل الحق لا ينكرونها اولاً ثانياً فلو
 سلم ان المفهوم من كلامه هو الغرض بالمعنى المذكور فلا يصح ان يرد بكلامه المذكور قول اهل
 الحق كيف ولم يرقم على صحة الغرض بالمعنى المذكور وليلا حتى يندفع به لزوم الاستكمال ما ذكره
 يقطع عرق الاشكال كما لا يخفى على اصحاب الكمال نظر والى ما قال ولا تنظر والى من قال بوجوه القول
 لا يكفى في مقام الاستدلال ان كان صاحبه من ارباب العظمة والجلال سيما اذا لم يكن من قديم هذا المذهب
 لم يعلم ان المسئلة ليست من الفقه بل من الكلام ونحن مقلدون في فرغ العقائد الملاما ما راى المنصوب
 لما تروى قدس الله تعالى سره القوي هذا على تقدير ان يكون المنسوب الى الشيخ من كلامه وعندى
 لا ينبغي الاعتماد على نقله وكتاب التحرير ليس عندى حتى اطابقه به واما والثالثا فاعجب من العجيب انه يدعى
 لتليل افعاله تعالى بالاعراض ثم يقول في آخر الكلام معتزلاً بالفرق بين الغرض والغاية ولا ينبغي
 ان يترك لفظ الاعراض فيقال ان افعاله تعالى معللة بالغايات هذا هو القائل على ما من الغرض الا ان
 وجه الانسية فان الغرض لا مخلو من ان يكون له معنى لا يليق بجوابه تعالى الا ضلوا الاول كيف الانسية
 بل عدم الجوز متعين على الثاني الغرض الغاية متساوية الا قدام في الاطلاق والتفصيل غير معقول عند
 الخذاق وعندى انظر كيف على هذا اهل التلخيص في التلخيص في التلخيص في التلخيص في كلام
 الشيخ ابن افعاله تعالى معللة بالاعراض بقوة بما نقوه وتقول بما تكبره ولم يحفظ انه قول الفقهاء والمحدثين

لا تحقیق الا شاعرة ولما ترید بین ولما خطر فی قلبه ان الغرض هو المباحث لا اقسام الفاعل علی الفعل وهو
لا یلیق بجوابه فعلاً تخاشعنه فی آخر الکلام علی ویدیه القاصرون ان اداء المرادات وقال لا نسب ان یتروک
لفظ الاعراض ویقال ان اضاله تعالی معللة بالغايات فتحصل بما ذکرنا ان القول بالتعلیل لیس قابلاً للتعدیل
لانہ یوجب بالاستمکال المستحیل بان عدم التعلیل قول اهل الرداد وعلیه الاعتماد الثالث الوجه فی عدم
اطلاق النیة والغزم والقصد علی ذاته تعالی هو ان کل احد من هذه الثلاثة اسم للارادة الحادثة وهی
سببها نه متعال عنها قال العلامة الشامی قدس سره الشامی فی رد المحتار معرف النیة (وهی لغته غزم القلب
علی الشیء) ثم قال بعید هذا (ثم الغزم والقصد والنیة اسم للارادة الحادثة لکن الغزم المتقدم علی الفعل و
القصد المقترن به والنیة المقترن به مع وجوده تحت العلم بالمنوی وبهذا اظهره ان ما قال فی فیض الباری
والنیة قبل المصالح لیس لکن ان یعلم بقلبه انه ای صلوٰة یتصلی فذلک فی الموضوع) وذلك لان النیة
لیست عبارة عن العلم بل هو فعل القلب فتكون من مقولة الفعل لعدم العلم بلزومها وهو من مقولة کیف
كما علیہ المحققون واختاره الملیون قال العلامة الشامی لان العلم من کیفیات النفس انیة كما احتق فی
موضعه علانہ لو كانت النیة عبارة عن العلم كما تفوه به هذا یلزم ان من علم الکفر صرکاً فزالته
لوی الکفر من ذواته فقد کفر صرح به المحققون والکلا و ان افضی الی التطویل لا یجاول عن الافادة والتفصیل
وانه تعالی اعلم بالصواب الیه المرجع والمآب (امرغ) بمعنی مردو یلفظ الفاظ غریب سے ہو کر اس میں مراد ہر کوئی کر
کے تابع ہے اختلاف عال سے جو حرکت ہمزہ پر آئی جائیگی ویسی ہی مراد ہے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ان امرؤ غفلت لکن
امرؤ تو ہنڈین شان یعنی یہ چونکہ معرکے آخر سے پہلے جو حرکت ہوتی ہے اسکو حرکت بنائی گئی ہے اسلئے بطور حقیقتان صراف کیا
گم رہے ہیں کہ وہ کوئی حرکت بنائی ہے جو اختلاف عامل سے مختلف ہو جو اب میں کہا جاتا ہے کہ امرغ میں مراد کی حرکت ہوگی غیر
ہمزہ کے مراد آتا ہے اور اسکی ہوت بھی دونوں طرح آتی ہے۔ (امرغ) امرغ لغت میں معنی ترک ہے اور اصطلاح شریعا
میں بغرض طلب خائے الہی ایک دن کو چھوڑ کر دوسرے وطن میں سکھ کے چلے آئے کو کہتے ہیں۔ حدیث میں بھی مراد ہے جو کفر سے اسلام میں داخل
ہوئی اول ذلک لغت سے فادلا صحت کی طرف انتقال جیسا کہ بعض صحابہ نے استقامت اسلام میں مشرکین کے شر و فساد کو قوت سے
کی طرف ہجرت فرمائی اور کچھ سے حدیث کی جاننا بتوانی ہجرت بھی اس قبیل سے تھی وہ حدیث الحدیث کی اسلام کی جانب سے تعالیٰ علیہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرتبہ سے ہیں ان امرغ ہو نیکی کا ہے ہندوستان چونکہ دارالاسلام ہے اسلئے یہاں اگر کوئی شخص کفر
یا بدعتیہ متقبل ہو جائے تو شرعی ہجرت ہوگی۔ فاحفظوا ایھا الطالبون فان الناس غافلون (ان نبیا) در اصل ادنی اسم تفضیل
کی ہوتی ہے۔ غلبہ سمیت کے باعث معنی وضعی پر باقی نہ رہا اسی لئے اسم تفضیل کے تینوں طرق استعمال میں سے کئی ساتھ یہاں پر استعمال نہیں
ہو یہ الف مقسومہ زائد غیر منصرف ہے۔ متکلمین اس تمام مخلوق کو دیکھتے ہیں جو خست پہلے وجود میں آئی خواہ ان قبیل فاعل یا سفا
کن لقی حمدہ القاری سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حبیب الی من دیکر النساء والطیب قوق
علینی فی الصلوٰة یعنی بہاری مویا کی چیزوں سے عورتوں اور خوشبو کی محبت میں سے قلب میں ڈال لی گئی اور میری آنکھ کی خشک ٹانگیں سے
لیکن یا دے کہ ان چیزوں کی محبت قلب انور میں اپنی ذاتی اقتضائے تھی بلکہ بعض مصلح کے ماتحت خاص طور پر پیدا کی گئی تو ان چیزوں کی محبت
حاشی ہونی اسلئے جب بعض مجرموں اور فرمایا حقیقی محبت قلب پاک میں صرف صلی اللہ تعالیٰ ہی کی تھی اسی واسطے ارشاد فرمایا۔

بشیر صحیح البخاری

النوجه في تقريرنا لهذا الحديث المسمى بالقيض الا شرفي في الحديث القاروفي ان المراد بقوله عليه الصلوة والسلام
 وكل امرع ما نوى ويكفل امرع ثواب نيته فانظره مفتشاً ولا تصغ الى ما تقوه به شيئاً اما الا افتخارها اورد
 من وجه اتحاد الجزاء بالتوسط فبين على فساد الذوق فمثل كمثل الصفاوى وجدل السكر من افساد الذائقه
 فمثل يقول ان السكر في نفس الامور وهذه حقيقة عقل عما الناس الى الان ولم يلفت الى فساد ذوقه
 لا ينقلب عليه اسم الغلظة والهديان فان كنت في ريب مما تلونا عليكم يا اصحاب التحصيل فاستمعوا منا وادركوا
 الاختلال بالتفصيل اما اولاً فلا نه استدلال على وجدان عين الاموال بقوله تعالى ووجدوا ما
 عملوا حاضراً وهو ناش من سوء انهم وعدم الرجوع الى التفاسير وذلك لان المراد وجدان الاعمال
 مكتوبه في صحفهم والمراد وجدان اجزاء الاعمال بتقدير المضاعف قال في البيضاوى ووجدوا ما عملوا
 حاضراً مكتوباً في الصحف ولا يظلم ربك احداً فيكتب عليه ما لم يفعل ويريد في عقاب الملائكة لعله
 وقال المولى ابوالسعود في تفسيره ووجدوا ما عملوا في الدنيا من السيئات وجزاء ما عملوا حاضراً
 مسطوراً عتيداً ولا يظلم ربك احداً فيكتب ما لم يعمل من السيئات او يزيد في عقابه المستحق فيكون اظلم
 لمعد لتا القلم الا ترى ولرب هب احد من المفسرين الى ما تقوه به هذا كيف وهم اساطير الملة عقلاء
 هذا حضرة من الجنون كما لا يخفى على اولى النظر مما اثنان يا فوسلم فلا استدلال به على وجدان عين الهجره
 الى الله ورسوله غير صحيح لان المراد بما عملوا السيئات كما مر من تفسير الجلسه وذلك لان الآيه
 وردت في حق الجبريين حيث قال تعالى وروضع الكتاب فترى الجبريين مشفقين مما فيه ويقولون يا
 ويلتنا ما لهذا الكتاب صغيره ولا كبيره الا احصاها ووجدوا ما عملوا حاضراً ولا يظلم
 ربك احداً ولما كان المراد بما عملوا السيئات فلا يتم الاستدلال بحذم الآيه على وجدان عين الهجره
 الى نيا ايضا لانها ليست بمعصية مطلقاً كما في الفخر واما تأملنا فليت شعري ما معنى وجدان
 عين الاعمال في الآخرة هل معناه ان يصلى في الآخرة من صلى في الدنيا ويزكى من زكى ويصوم من صام
 ويحج من حج ويعتمر من اعتمر وكذلك في جميع المحسنات ويكذب في الآخرة من كذب في الدنيا ويشرب الخمر
 من شرب ويزنى من زنى ويسرق من سرق ويقامر من قامر ويلبوس من لبس وكذلك في جميع
 السيئات فيمن يظلم ينقلب دار الآخرة دار التكليف والعصيان ولم يقل به احد من اهل التوقيف والعرف
 او معناه وجدان الاعمال مشكله باشكل مختلفه حسنه كانت او قبيحه كما مرادت به اجراء خير
 البرية عليه الشفاء والقوة وذلك لان الاعمال المرض لا جوارح فلا تبقى الى يوم الاخر بل تحدث في آن
 نفس في آخر البقاء بلا مثال وعلى المتكلمون لم ينشئ لم يبق معنى العينيه التي عليهما مدار الا فتفسر
 ومنها نشأ الاثرين لربها العلماء الكبار فعزى بالله العلى الجبار واما اسراراً فما فهم العلماء من ان
 في الدنيا اعمالاً وفي الآخرة ثمراتها شوآلذي نطقت به الآيات القرآنيه ووردت به الاحاديث النبويه
 قال تعالى فلا تقله نفس ما اخفى لهم من قره اعين جزاء بما كانوا يعملون وقال تعالى انهم حرسوا
 ما ودهم جنتهم جزاء بما كانوا يكسبون وقال عليه الصلوة والسلام الدنيا مزرعه الآخرة ولم يقبل عليهم

مسئله التقدير فان الاعمال وان كانت من تقديره تعالى لكن الفعل العبد دخل مافهما ولهذا يتوالت عليها الجزاء في
العقوب قال المولوي المصنوع قدس من سورة القوي من كبريا شد فعل خلق الله ميسان من ليس مگوس ما چرگودی چنان
یک مثال ای الی بفرقه بسیاره تلمیذانی جبر از اختیار بدست کال لرزان شود از لغاش و مانند دست و توار زانی زبانش
هر دو جنبه از فربه حق شناس بدیکه توان کرد این بلان نیاس - فنبهه آه اشکال و انقول بعدم ظهور ترتیب الجزاء الی
الکمله فربه بلا مردیه کیت و کلا اشکال عند الخلد و فضلا عن الخلد لیرا ولی الاحتمار نعمه لا اشکال و عد
اعطاء فهم القرآن و الکدیث یجزی بهما فی الذنبا من لم یباید فی جناب العلماء فیما ب محمد کلا
تحملنا مشهور و جعلنا من المتأین بین بان اب حیدیک الکریم علیه الصلوٰة و التسلیم اما خاصا
فان سلم ان الاعمال من تقدیره تعالی و لیس لفعل العبد دخل فیها فان ترتیب الجزاء علیها فی الاخره
ظاهر ایضا لا اشکال فیه عندهم و کلا عندنا لان ترتیب الجزاء علی الاعمال فی الاخره من فعل الحکیم تعالی
شانه و نحن وهم مؤمنون بقول تعالی لا یسئل عما یفعل فیه یسئلون ثم ھدم آخر ما بناه اول احیث نقل
فی آخر الکلام بیانا من قطعہ و هو هذا و لیس جزاء ذک عین فاعلنا و قد وجد و اما یعلمون و عولوا فصا
ان الی نقصت غزاهما من بعد قوه انکافا و قد یقبح الخبا یا فی الزوا یا لولا مخافة الالماناب ما البیت شیئا منہما

بخت الحجاب

باب المعانی

(انما الاعمال بالنیات) کما قلنا فی کتبنا فی ما یتبع فی کما علیہ الخاق اس تقدیر پر اعمال
کے معنی بلام جس ہوئے سے نظر استفادہ ہو کہ لغت میں تصرف یعنی جس ہے اور اصطلاح میں بنوایہ طریق سبدا کہتے کہ دوسری شے کے
ساتھ مخصوص کر کے کہتے ہیں شے اول کو مقصود اور شے ثانی کو مقصود علیہ کہا جاتا ہے فرق سبب و سبب میں عظمت - نفی و استثناء - تقدیم
الذمہ - اوستہ ضمیر فعل - تعریف مستلزم بلام جس تعریف مستلزم جس تھری کہ دو میں ہیں حقیقی اور اضافی پھر کہ کہ دو دو قسم قصر و متوس
علی العتقہ اور قصر صفت علی الوصف اور قصر اضافی تین قسم ہے - قصر افراد قصر قلب قصر تعین و التفصیل فی مقامہ حدیث میں قصر
موصوف علی العتقہ اضافی ہے - بجز تحقیق اثبات ثواب بالاعمال موصوف مقصود ہے - حاصل بالنیات صفت مقصود علیہ اور
حاصل بدون النیات صفت ثانیہ جسکی نسبت قصر ہے - یہ قصر اضافی قصر افراد ہے نہ قصر قلب قصر افراد اسلئے نہیں کہ اس میں شرط
کہ دو دو صفت اضافی ہوں وہ یہاں پر حاصل بالنیات اور حاصل بدون النیات میں تانی ہے اور قصر قلب اسلئے نہیں کہ اس میں حکم منکر
کے برعکس حاصل کی اعتقاد ہوتا ہے جو یہاں پایا نہیں جاتا نہ لہم کہے کہ صما یکلام کا اعتقاد تھا کہ ثواب عمل بغیر نیت حاصل ہوتا ہے نیت سے
حاصل نہیں ہوتا جبکہ ذکر کرنے کے لئے فرمایا انما الاعمال بالنیات یعنی ثواب عمل نیت سے حاصل ہوتا ہے بغیر نیت حاصل نہیں ہوا اور کلام
بال ہے اس لئے کہ جب اعتقاد کیا جائے کہ بغیر نیت ثواب عمل حاصل ہوتا ہے تو مسلم العقل انسان سے مقصود نہیں کہ اس کے ساتھ یہ اعتقاد بھی رکھے
نیت کے ساتھ ثواب عمل حاصل نہیں ہوتا نیت کوئی تہری چیز تو نہیں کہ ثواب عمل کھد کہ نہ لکن نیت کا وجود عدم سے ہوتا ہے اسی واسطے عقل سلیم کہ
اعتقاد ہے کہ جب بدون نیت حصول ثواب کا اعتقاد ہوتو اس کے ساتھ یہ اعتقاد ہونا چاہئے کہ نیت کے ساتھ حصول ثواب بدرجہ اولیٰ ہوگا
کیونکہ نیت سے حدیث میں بارہ طاعت مراد ہے کما سبق و سیاتی مفصلاً پس یہ قصر اضافی - قصوتعین ہر معاملہ میں ترتیب
تھا کہ ثواب بالاعمال موصوف حاصل بالنیات کے ساتھ تصدق ہے یا حاصل بدون النیات کے ساتھ منکر علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

في أسوأ عيوس كرسح اس طرح زائل فرمايكر انما الاعمال بالنيات فرمايكر انما الاعمال بالنيات فرمايكر انما الاعمال بالنيات
 محال بالنيات كرسح اس طرح زائل فرمايكر انما الاعمال بالنيات فرمايكر انما الاعمال بالنيات
 كما قد ثابت هو بطلان. وزياد كرسح اس طرح زائل فرمايكر انما الاعمال بالنيات فرمايكر انما الاعمال بالنيات
 كما قال في فيض البراري ^{٣١} وقوله انما الاعمال بالنيات بحرف القصر في مقابلة من زعم عبودية الاعمال و
 نيتها بالنية الفاسدة وان الاعمال لا تثير فيها بالنيات فحسبي بانها على طريق قصر القلب كما قال عبد القاهر
 في انما الاقول لا يخفى على من لصادق في مسكنة بعلم المعاني ان المخاطب بقصر القلب يعتقد حكمين احدهما
 الجبالي والاخر سلبى مثلا يعتقد ان زيد اقل وليس بقائم فالتكلم بقلب الحكم والقبول كما نريد قائم معنى زيد
 قائم وليس بقائم هذا في قصر الموصوف على الصفة واعتقد ان الشاعر عمرو وليس بزيدا فالتكلم بعكس
 الحكميان يقول انما الشاعر زيد وليس بعمر وهذا في قصر الصفة على الموصوف فالذي يوجد في كلام العرب
 واقعت عليه كلمات القوم ما ذكرنا من اعتقاد المخاطب بقصر القلب الحكمين المذكورين ويجوز ان يكون
 المخاطب بقصر القلب من اعتقاد ثبوت الحكم لمن نفاة وجوده ثبوتة للاخر فيثبت التكلم بالحكم للاخر و
 ينفيه عما اثبتته له مثلا يعتقد ان زيد اشرف يجوز ان يكون كاتبا فالتكلم بقلب الحكم بان يقول انما زيد
 كاتب يعنى زيد كاتب ليس بشاعر كذا في الاطول ففي هذه الصيغة اعتقاد المخاطب حكمين الجباليين لكن احدهما
 فعلى والاخر جوازى والتكلم اثبت الجوازى ونفى الفعلى فان قصر يدان كونه لا يد من اعتقاد المخاطب بقصر
 القلب الحكمين وانما انتقش هذا على صحيفة خاطرك فاعلم ان ما في فيض البراري فيه تصور من وجوه و
 فساد من وجهين اما القصور فهو انه ذكر احد الحكمين في قوله عبودية الاعمال فنداهها بالنية الفاسدة و
 ان الاعمال لا تثير فيها اللنيات تحييل الناظر بينهما ابانه ايهما اختار اصاب وترك الآخر واما الوجه
 الاول من الفساد انه ان اختار ان نداء الاعمال بالنية الفاسدة فالحكم المتردك سلبى او الجبالي جوازى
 على ما في الاطول وان اختار ان الاعمال لا تثير فيها اللنيات فالمتروك الجبالي لا غير فعلى الاختيار
 الاول ان كان المراد ان المخاطب يعتقد ان نداء الاعمال بالنية الفاسدة وليس بالنية الصحيحة او ان
 نداء الاعمال بالنية الفاسدة ويجوز ان يكون بالنية الصحيحة فبطلانه اظهر من الشمس واين
 من كلامه كيف والمخاطبون بقوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم انما الاعمال بالنيات هم الصواب
 رضى الله تعالى عنهم ولا يتصور من رزق شيئا من العقل ان يعتقد حصول النداء بالنية الفاسدة وينفح حصول
 بالنية الصحيحة ويجوز ان يها فضلا عنهم فربما كثر ويجاز كيف يتدون ايمانك ان تقصر بعمر ذلك بل المذموم
 يشهد به سلامة العقل هو ان نداء الاعمال اذا كان حصوله معتقدا بالنية الفاسدة فاعتقاد حصوله بالنية
 الصحيحة يكون بالطريق الاولى لا اعتقاد عدمه او تمجيزه وان كان المراد غير ذلك فليبين حتى يتكلم عليه
 لكن في كلامه ما يعين الشق كقول حيث قال في ص (والذي امره الحق ان الحديث لم يرد في معنى النية
 وعدمها كما يشعر به تنازعهم وانما وقع في بيان الفرق بين النية الفاسدة والصحيحة) وعلى
 الاختيار الثاني ان الابد بالنيات في قوله ان الاعمال لا تثير فيها اللنيات المعنى الاقام الشامل للنية

وهذا
 هو
 معنى
 القارى

الصحيحة وطلافاستة فلا يدل على الحكم المتردد ما اذا احتج بعلم صحته وفردان ولكن هذا الاحتمال ينفيه قوله الما
 آتفا المذکور فی ص ۹ وان ابدیة النیات الصحيحة فلحکم المتردد يكون الاحتمال فيها تاقبول النيات الفاسدة
 وحيد نثر في بعد الاحتياط والالتزام والتالي مفادها ويختلفان عبارة فالكلام حلي ما على الاول هذا واكلا على
 تقدير لفظ العبارة والنما في الحديث سيأتي في باب الاحكام انشاء الله تعالى اما الوجه الثاني من الفساد فهو ان
 قوله هذا مبنی على سطحية النظر وسوء الفهم ان الشيخ عبد القاهر قال في دلائل الاحكام كلمة انما تستعمل في
 القلب دون الافراد ففي الشرح استعمالها الفصحى لا فراد دون التعيين وصاحبها فيمن الباري لم يعين النظر في
 كلامه فقدم منه نفى كليهما حيث قال كما قال عبد القاهر في انما وهذا هو الذي اضله عن الطريق
 الصواب وزلل جزاء من بعض الادب في جناب الأئمة اولى بالباب والله ولي التوفيق واليه المآب فافهم

باب البيان

البيان انما يصيبهما يصيب من استعاره تبعيه في لفظ استعمل في معنى بوضع الامور من توحيده في ورتجها
 او في جهاد و قسم في اول مرسل اكر علاوة مجاز تشبيه فهو وقوم استعاره اكر علاوة مجاز تشبيه هو مشبه به كاستعاره نور
 مشبه به مستعار له ان لفظ مشبه به كاستعاره كنه في استعاره كى باعتبار استفاد و قسم في لفظ مستعار و قسم في
 تو استعاره اصلية كنه في ورتجيه اصابعه كنه في ورتجيه كنه مستعار منه في ورتجيه كنه في ورتجيه كنه في ورتجيه كنه في
 او حصول مقصود ورتجيه في لفظ يصيب مستعار في

باب البديع

وقمن كانت هجرتك علم بديع من كلام كى ووجه تخمين في بحث كى في ووجه تخمين ووجه تخمين في ووجه تخمين
 ووجه لفظى كى في ووجه لفظى كى في ووجه لفظى كى في ووجه لفظى كى في ووجه لفظى كى في ووجه لفظى كى في
 لا عمال بالنيات من ووجه قصود كى في ووجه قصود كى في ووجه قصود كى في ووجه قصود كى في ووجه قصود كى في
 نيك نيت كى في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في
 في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في ووجه نيت كى في

حديث مذکور کے بیان فرمائے گا باعث

بر بنائے مشہور ہا جو ام قیس کا واقعہ ہے ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا عزیزہ طیبہ میں ایک مسلم خانوں تھیں جن کا نام قبیلہ تھا
 اور ام قیس انکی کنیت ہے ایک ایسے صاحب نے ان سے نکاح کرنا چاہا جنکی سکونت مکہ مکرمہ میں تھی اور اپنے نکاح کا پیغام بھیجا
 انہوں نے فرمایا کہ جب تک ہجرت کر کے مدینہ میں آجائے گی پیغام منظور نہ کرے گی چنانچہ وہ صابر بن نکاح نہ ہوئے ہجرت کر کے مدینہ
 پہنچ گئے پھر ام قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح ہو گیا پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ ان کا نکاح
 نیت پر حضرت عمر اور حضرت عثمان نے ہجرت کا ثواب ملتا ہے پس جس نے اللہ ورسول کا حکم بجالانے کے لئے ہجرت کی تو اسکی ہجرت موجب ثواب

اور جس نے حصول دنیا کو واسطے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی غرض سے ہجرت کی تو اسکی ہجرت اسی چیز کو واسطے ہوئی جس کی غرض سے ہجرت کی جو اللہ عزوجل کے حکم کی تعمیل کے لئے تھی اور حسب ثواب ہونے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ ہے کہ یہاں تک کہ ہجرت میں کہتے تھے لیکن ابامیہ بن جحر مقلانی رضی اللہ عنہما نقل طبرہ فریقین کہ مجھے کسی امت میں اس امر کی تفریح نہیں تھی کہ تیرے عالم کی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اس وقت یہ فرمائی تھی طبروانی نے صحیح کبیر میں ابامیہ بن جحر کے ہاتھ روایت کیا ہے کہ اس نے یہ کہہ کر ہجرت کی کہ میں نے ہجرت فرمائی تھی کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ کیا تھا کہ میں ہجرت فرمائی تھی۔ اسلام سے پیشتر کفاریت تھی کہ لوگوں کو کہنے کی تہا عرب اپنی لڑکیاں بھی انہیں مرو کے نکاح میں دیتے تھے۔ ان کے لئے یہ وہاں تک نکاح مسلمانوں میں مساوات قائم کر دی گئی تو بہت سے لوگ ہجرت سے روکے گئے۔ ہجرت کے بعد یہ سنی صحابہ بھی کہنے لگے کہ عربی عورتوں سے نکاح کرنا ہمارے لئے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ حدیث بیان فرمائی۔ اہمیت وہم کی یہ تقریر علامہ ابن بطال نے علامہ ابن سراج سے نقل کر کے افادہ فرمائی۔ امام ابن حجر عسقلانی رضی اللہ عنہما نے طبرہ کے اس پر چند وجوہ تفسیر کی۔ اول یہ کہ اس چیز کا نقلی ثبوت نہیں کیا بنا ضروری ہے کہ ہجرت ہجرت کی ہجرت پر یہ حدیث فرمائی تھی وہ بھی انہیں نے جن خالوں سے نکاح کرنے کی نیت سے ہجرت کی تھی وہ عربی تھیں۔ دوم یہ کہ ہجرت کے واسطے کسی بھی انہل کے نکاح میں عربی خالوں کو نہ لینے کی نسبت مطلقاً اہل عرب کی طرف ترجیح نہیں کہ قابل سلام بہت سے عربی اپنے بھی انہل غلیفوں کو اپنی لڑکیاں بیابا ہیں۔ سوم یہ کہ اسلام نے کفاریت تھی کو باطل کر دیا علی الاطلاق کیا دوسرے نہیں ہیں۔ اس تقریر سے مراد مفہوم ہوتا ہے اس لئے کہ کفاریت تھی ابھی تک اسلام میں متبرہ ہے۔ اقول فقیر ذرا اور دم کا جواب لیکن جب کہ کفاریت تھی کہ ہجرت کرتے تھے اپنی لڑکیاں بھی انہل کے نکاح میں لینے سے مراد یہ ہے کہ عرب کی اکثریت ابہر کا رہتی تھی اور اسلام نے کفاریت تھی کو نظر انداز کر دیا۔ عربی کے فرقوں کا شمار وہاں تک مساوات قائم فرمادی۔ اس سے مفہوم یہ ہے کہ ہجرت کفاریت تھی کو ہجرت کرنے کی تھی کہ بھی انہل سے عربی عورت کا نکاح درست ہی نہیں اسکو اسلام نے قرار نہ دیا۔ ہجرت میں مساوات فرمادی کہ بھی انہل عربی کا نکاح عربی انہل عورت سے جائز ہے لیکن عورت کے گویا انکو یہ حق بھی دیا گیا ہے کہ اگر ان کی اجازت کے بغیر ایسا کر ڈیجے تو وہ قاضی کے پاس نکاح کو فرج کر سکتے ہیں۔ اشعة السموات میں معقون علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے ما جہد وہم کو لغوی اصطلاح فرمایا۔ یہاں اس لئے کہ فقیر ذرا اور دم کہ ہوا بطریق مذکور ہو سکتا ہے۔ ادرائے فقہ کا کوئی نقلی ثبوت انکی تقریر اور ہجرت اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہوا۔

ترجہ الباب کے ساتھ حدیث کی مطابقت

چند وجوہ سے ہے۔ اول یہ کہ بخاری شریف کی تاریخ سے پہلے کوئی سنت کو صحیح کرنا مقصود تھا۔ اس لئے سب سے پہلے کتاب بیان وہی اسلئے قائم فرمایا اور وہی جو نہ شریعی اعمال بیان کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ نظر ان اس باب میں سب سے پہلے حدیث اعمال ذکر فرمائی۔ دوم یہ کہ نزول وہی سے پیشتر محبوب خدا علیہ السلام کے حکم کی قیامت تک کہ لیکر وہ تک خار خراشیں تشریف لاتے۔ یہاں تک کہ عرب سے خارج کر ہجرت تھی جسکو نزول وہی کہنا مقصود تھا۔ قرار دیا گیا تھا کہ ہجرت سے پہلے وہی کے حالات میں ان کے لئے سے پہلے اس حدیث کو ذکر کیا جائے جو اسکے مقدمہ پر مشتمل ہو کہ قدرتہ الشی کو شے کے احوال سے پیشتر ذکر کرنا ماننا سب سے پہلے اس حدیث کو ترجیحتہ الباب کے ساتھ بنا سببت ہوتی کہ اس میں ترجمہ الباب کا مقصد مذکور ہے۔ سوم یہ کہ حدیث کا تعلق مذکورہ بالا آیت سے اس طرح ہے کہ فضل اوحی مستحی بہ مفعول ہوتا ہے۔ اقل مفعول کی جانب بغیر شعی ہوتا ہے۔ لہذا ثانی کی طرف بواصلہ الی آیت میں اوحینا کا اقل مفعول مذکور نہیں۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے آیت کے بعد حدیث نقل کر کے اشارہ کیا کہ یہ اوحینا کے مفعول اقل میں نقل ہے کہ ثواب اعمال کے موقوف ہونے کی وہی سے علیہ السلام تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب کی گئی جس طرح حضرت نوح اور ان کے بعد

آنے والے انبیاء کو اس کی طرف بھی اسکو وحی کیا تھا۔ ایسے احکام اور بھی ہیں جو کل انبیاء کو اس کی جانب ہی کہے گئے۔ مگر امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقام تعلیم و حکم کی خصوصیت میں نظر رکھتے ہوئے یہ حکم بتلازم میں اس لئے اختیار فرمایا کہ بخاری شریفین کا درس دینے والے مسلمان اور دوسرے مسلمان کو تیرولہ متعلقین و نوزل سے بات پر مستحب ہو جائیں کہ اپنی تعلیم کو ہم سے رضائے الہی کے حصول کا ارادہ کریں تاکہ ثواب عمل فوت نہ ہو جائے۔ اگر آیت تیرولہ الباب میں اصل صحیحہ تو حدیث کی توجیہ الباب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے اور اگر آیت توجیہ الباب سے خارج ہے تو یہ بیان مطابقت میں نہیں کہا جاسکتا کہ حدیث کو آیت کیساتھ مناسبت ہے اور آیت کو توجیہ الباب کیساتھ کماؤں کا نفاذ ماسبق تو حدیث کو توجیہ الباب کیساتھ مناسبت ہوگی کہ مناسبت سبب شیئی مناسبت شیئی ہوتی ہے۔ مطابقت کیلئے اسی مناسبت ہی کافی ہے۔

۵۶ ع۔ مبطل ہیں کہ قافیہ کل شود میں سمت۔

بَابُ الْأَحْكَامِ

احمال دو قسم ہیں۔ اول وہ جو مقصورہ الفاظ میں جیسے نماز روزہ لکڑی حج وغیرہاں کو مقاصد کہتے ہیں۔ دوم وہ جو دروس و عبادتوں کی واسطہ وسیلہ ہیں۔ جیسے وضو غسل وغیرہ۔ انکو مسائل کہتے ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں قسم کے اعمال سے عمدہ بڑا ہونے کے لئے نیت ضروری ہے۔ بدون نیت اگر کسی شرعی مطالبہ ساقط نہ ہوگا۔ مثلاً کسی نے بغیر نیت وضو کیا تو اسے شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وضو عرف الشریعہ معتبر نہیں کہ فرض وضو کا شرعی مطالبہ اسکے ذمہ باقی رہا۔ اسی واسطہ کہ نیت کی ایسے وضو سے نماز پڑھیں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اس مذہب پر حدیث انما الاعمال بالنیات سے استدلال فرمایا۔ اور بقیہ استدلال یا انما الاعمال بالنیات میں بالنیات مقام خبر میں واقع ہے اور جاز مجرور مجتہد نام خبر میں واقع ہوں تو ان کا متعلق فعل عام ہوتا ہے۔ تا وقتیکہ خصوص پر قرینہ نہ ہو۔ لہذا تقدیر عبارت انما الاعمال حاصلة بالنیات یا انما الاعمال بتحصیل بالنیات ہوئی۔ نظر برائے حدیث کے معنی یہ ہونے کے اعمال کا وجود نیت سے ہونے پر بغیر نیت نہیں ہوتا۔ اور یہ معنی درست نہیں اسلئے کہ بہت سے اعمال بغیر نیت متحقق ہو جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حدیث کے ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ مجازاً باعتبار اطلاق سبب علی المسبب اعمال سے حکم اعمال مراد ہے اور مقصود یہ ہے کہ اعمال کا حکم شرعی نیت کیساتھ متحقق ہونے پر بغیر نیت متحقق نہیں ہوتا۔ حکم شرعی دو قسم ہے۔ اول وہ جو جیسے صحت یعنی برابرتہ۔ دوم آخر وہی جیسے ثواب حکم کی مراد نہیں ہو سکتی۔ اسلئے کہ مجاز کیلئے امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک علوم نہیں ہوتا۔ کما قیل لہذا ایک ہی قسم مراد ہوگی پس ہم کہتے ہیں کہ یہاں پر حکم شرعی کی قسم اول یعنی صحت مراد یعنی اولیٰ ہے اسلئے کہ اعمال سے صحت پر نسبت ثواب قرب ہو کہ صحت اعمال پر مترتب ہوتی ہے اور ثواب صحت پر مترتب ہوتا ہے تو ثواب کو اعمال سے دور جدا ہوا اور صحت کو ایک جہد میں صحت اعمال سے تفریق ہوئی۔ اول اعمال پر لفظ لام برآئے ہوتے ہیں۔ لہذا ہر عمل سے عبادت مراد ہیں کہ بہت سے عبادتیں بغیر نیت شرعاً صحیح ہوتے ہیں جیسے طلاق اور نکاح۔ پس حدیث کے معنی مراد ہیں کہ ہر عبادت کی قبیل مقاصد ہر خواہ از قبیل سائل نیت کے ساتھ صحیح ہوتی ہے بغیر نیت صحیح نہیں۔ لہذا ہر عبادت کی صحت کی واسطہ نیت ضروری ہوئی۔ اقول فیہ ان نسبة عدم العموم فی العبادات الی الامام الشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر مرضیۃ کیف وقد قال فی مسلم الثبوت وشرحہ فوالمرحومون قیل فی التلویح لولعیرت الخلاف فی ثبوت العموم عن احد کیف ولا نزاع فی صحۃ جاء فی الاسود الرمانۃ الا انہ یلیا لاقا الاستدلال الشریعہ عبدالسلام علی صحۃ الخلاف بوقوعہ فی تفاسیر اعظم ابن ابی البقاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فی غیر محلہ کذا

بشیر القاری

لا یحییٰ یا معنی فلم یرتفع احتمال مرادہ کلا القسمین من الحکم المذکور بدو ذلک لایتم الاستدلال المسطور
واللہ تعالیٰ اعلم بذات الصلۃ (۲۱) فقرہ برآستدلال۔ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ صحت کلام یا اس کے صرف
لئے وجہ مقدمہ مانی جائے بشرافی علماء و اصناف سے قاضی امام ابو زہرہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم کہ نزدیکاً کو مقتضی کہتے ہیں جس طرح
الاعمال بالنیات کی صحت کی اسلئے بالنیات کے متعلق کی تقدیر ضروری ہے کہ بغیر اسکے اجزائے کلام یعنی سنہ لیا ورسند
متحقق نہیں ہو سکتے اس طرح اعمال بالنیات کے صرف کلام سے تقدیر واجب ہے ورنہ کلام کا ذب ہو جائیگا۔ اسلئے
کہ استغراق کو ملحوظ رکھتے اب یہ معنی ہوں گے کہ تمام اعمال عبادت نیت کیساتھ موجود لگتے ہیں بغیر نیت موجود نہیں ہوتے۔

ظاہر ہے کہ جبے بہت سے اعمال از قبیل عبادت بغیر نیت صادر لگتے رہتے ہیں تو کلام کو کذب سے بچانے کے لئے ضروری ہوا کہ کسی متنا
جز کو مقدمہ مانا جائے چونکہ مندرجہ اسات شرعی احکام بیان فرمانا ہے لہذا حکم ضروری صحت یا حکم ضروری قواب مقدمہ مانا جائیگا
لیکن صحت مقدمہ ماننا بہتر ہے کہ نہ بہت زیادہ قرب بالی تحقیق ہے کما سبق پس تقدیر عبادت یہ ہوگی۔ انما صحیحۃ الاعمال
بالنیات یعنی جملہ اعمال عبادت کی صحت عند الشیخ نیت کے ساتھ ہوتی ہے بغیر نیت صحیح نہیں ہوتی یا تقدیر عبادت یہ ہوگی۔ انما
الاعمال صحیحۃ بالنیات یعنی جملہ اعمال عبادت نیت کیلئے شرطاً صحیح ہوتے ہیں۔ بغیر نیت صحیح نہیں لگتے وھو المطلوب
ان دونوں تقدیر کا مفاد گرچہ ایک ہے مگر کوئی تقدیر اولیٰ ہے یا دوسرا کہ میں صحت میں اول صحت صحت دوم نہ
خبر اور دوسری میں صرف صحت دوم ہے اسلئے کہ صحت صحت اور مقام بغیر نیت فعل عام کا صحت دونوں کثیر الوقوع ہیں اول صحت میں
فعل خاص کا صحت قلیل الوقوع ہے۔ اور شک نہیں کہ لفظ عبادت کثیر الوقوع کا اختیار کرنا اولیٰ ہے۔

شافعی استدلال کا پھلا جواب

اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے کہ مستعمل کی دلیل کا تقویہ تسلیم کر کے جواب دینے کو قول بالموجب کہتے ہیں چنانچہ مذکورہ
بالاتر شافعی استدلال کے جواب میں علماء اصناف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم نے قول بالموجب اختیار فرمایا یعنی بر تقدیر صحت استدلال کا
نتیجہ مسلم ہے کہ ہر عبادت کی صحت کی اسلئے نیت واجب ہے بغیر نیت عبادت صحیح نہیں ہوتی مگر اس سے صرف اتنا لازم آیا کہ وہ اسلئے
نیت عبادت نہ رہیں مثلاً بغیر نیت وضو کیا تو یہ وضو عبادت نہ ہوا اگر اسکی صحت کے لئے نیت ضروری تھی جو فرض صورت میں مقدر ہے
لیکن نزع اس میں نہیں کہ بغیر نیت وضو عبادت ہے بلکہ ہا نہیں ہوتا شواہح کی طرح اصناف بھی قائل ہیں کہ وضو کے لئے نیت عبادت نہیں
نزع تو اس میں یہ کہ نیت وضو نماز کے لئے وسیلہ بن سکتا ہے یا نہیں یعنی اس سے نماز جائز ہے یا نہیں۔ حدیث مذکورہ جواز و عدم جواز
دونوں سے ساکت ہے شواہح عدم جواز کے قائل ہیں اور اصناف جواز کے اسلئے کہ وضو نماز کیلئے شرط ہے اور شرط لازمہ مقصور نہیں ہوتی
بلکہ اسکی تحصیل غیر کو اسلئے وسیلہ ہوتی ہے تو نہیں طرح بھی حاصل ہوگی وسیلہ بن جائیگی پس شرط نماز کیلئے شرط نماز کیلئے ہی ہے
کہ جیسے انکے وسیلہ بننے میں نیت کی احتیاج نہیں لیکن وضو کے وسیلہ بننے میں نیت کی ضرورت نہیں۔ لہذا وضو کے لئے نیت بھی نماز
ہو جائیگی۔ لکن انقول فی سائر الوسائل الا التیسم فاذا خص منھا بالدلیل۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جواز نماز کو اسلئے
وضوئے عبادت شرط ہے اور بغیر نیت جبے وضو عبادت نہ ہو تو اس سے نماز بھی جائز نہ ہوگی کہ اذا فات الشرط فات المشروط
تو جواب میں کہا جائے گا کہ مدعی پر واجب ہے کہ اپنے اس دعویٰ پر دلیل قائم کرے کہ جواز نماز کیلئے وضوئے عبادت شرط ہے۔ بغیر اس دعویٰ
مسموع نہیں ہو سکتا۔ ولین یقیمہ آیدنا

بشیر القاری

بشیر القاری

مفہوم حدیث امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک

اشتمالاً اعمالاً بالنیات میں اعمال پر الف لام رائے استعراق ہے تو اعمال عام ہوا کہ قلب کا ایک افعال ذہنیہ قبول خواہ درجہ قبول تک عبادت جملہ با عبادت جس کے سب میں عمل ہیں جمادات پر متصرف نہیں جیسا کہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

دو بنا استعراق باقی نہ رہ گیا۔ بالنیات میں نیات صحیح نیت کہ ہے اور نیت کے نفوی معنی دل کا پختہ ارادہ اور شرعی معنی ارادہ طاعت۔

کتاب سابق یہاں پر شرعی معنی مراد ہیں نفوی مراد نہیں بخیر و بوجہ۔ اولاً اس کے نفوی معنی مراد لینے پر کلام منصبت کے خلاف ہے۔

کہ منصبت نہت شرعی احکام میں ان فرماتا ہے اول اس تقدیر پر کلام سے شرعی حکم مفہوم نہ ہوگا کیونکہ معنی ہونے کے اعمال ارادہ قلب کے ساتھ

بہتے ہیں بغیر ارادہ حاصل نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ آپس کوئی حکم شرعی نہیں دیتوی نہ نفوی کہ محبت تو انہی ذوال ارادہ طاعت پر ہی ہوتی ہے۔

ثانیاً اس لئے کہ نفس میں جب نفوی اور شرعی دونوں معنی کا احتمال ہوتا شرعی معنی کا ارادہ معین ہوتا ہے خصوصاً جبکہ شرعی معنی کے مراد ہونے پر ترنہ بھی ہوا سوت تو ان کا مراد ہونا متن علیہ کما یقین فی الاصول اور یہاں پر نفس کا نیت بھرتہ الی اللہ ورسولہ معنی

شرعی کے مراد ہونے پر ترنہ ہے کہ بھرتہ الی اللہ ورسولہ کے معنی ہی وہ ہجرت ہیں جو اللہ ورسول کے لئے ہے یعنی ارادہ طاعت کے ساتھ

ہوا اور یہ اشتمالاً اعمالاً بالنیات پر متصرف ہے اور متصرف ہونا اسی وقت درست ہوگا جبکہ اس میں نیت سے شرعی معنی ارادہ طاعت مراد

ہوں۔ ثالثاً اس لئے کہ شوافع کے نزدیک بھی اس کلام کے صادق ہونے کے لئے دلیل واجب ہے حالانکہ نفوی معنی مراد ہونے کی تقدیر پر دلیل کی

اصیلت نہیں ملتی کیونکہ ان کے نزدیک حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ اعمال عبادت ارادہ سے موجود ہوتے ہیں بغیر ارادہ موجود نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ

اس کلام کے صادق ہونے کوئی شک نہیں تو یہ جانب جملہ اس تقدیر صحیحہ یا مقام غیر میں متعلق خاص کی اقصیٰ مفہوم ہے۔ لیکن وہ

یہاں ہم مفہوم کے قائل ہیں جس معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی نیات سے شرعی معنی مراد ہیں نفوی معنی مراد نہیں جب تک ثابت ہوا کہ نیات

سے شرعی معنی مراد ہیں تو یہ محدود بالاعتقاد من الشمس ہوا کہ یہ کلام متروک نظر ہوا جب تک دلیل ہے کہ یہ نیت کے معنی ہونے کے

کہ تمام اعمال ارادہ طاعت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں بغیر ارادہ طاعت موجود نہیں ہوتے اور یہ معنی صادق نہیں اس لئے کہ جسے دن رات بکثرت

ایسے اعمال صادر ہوتے رہتے ہیں جن کے صدور کے وقت ارادہ طاعت نہیں ہوتا مثلاً نشست، برخاست، رونا و گھنٹا، خواب و بیداری۔

خوردوش، نوش و خواند، تعلیم و تعلم، وضو غسل وغیرہ تمام غیر منقطع اعمال اگرچہ ارادے سے صادر ہوتے ہیں افعال اختیار ہی ہرگز ہر وقت ہوتے

ہر اوقات ہائے قلب میں پیدا وہ نہیں ہوتا کہ ہر ان افعال کو مولیٰ کی تعمیل میں یا محبوب کے صلہ اللہ تعالیٰ علیہ آکرم و سلم کی تبلیغ میں کہ ہے ہر

سالانہ ارادہ طاعت کا مفہوم یہی ہے جب معلوم ہوا کہ بعض صاف نہیں کہ کلام کو ان حقیقی معنی پر برقرار رکھنے سے نبوی کلام کا ذکر لازم نہیں ہوگا جو حال

اس لئے کہ وہما یظن من العوی ان ہوا کا دعویٰ یعنی ان کی شان ہے۔ لہذا جب وہ کہ منصبت حالت کے مناسب معنی مجازی پر

کلام کو محمول کریں تاکہ نبوی مراد نہ کہتے ہو۔ چونکہ منصبت حالت شرعی حکم میں ان فرماتا ہے اور حکم شرعی دو قسم ہے اول ذہنی جسے محبت مافوقی

جیسے توایا سلطنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہاں پہلے فری ہر اسے ذہنی مراد نہیں کلام میں مجازی ہوتی ہے۔ تقدیر مجازت یہ ہے

اشتمالاً ثواب الاعمال بالنیات اور اس لئے کہ تقدیر صحت مراد ہونے پر لازم کہ وہ ہجرت فاسدہ شرعاً کا درست ہو حصول ذہنی اعتبار

کام کے ارادے سے کی گئی تھی لیکن وہ فاسد نہیں ہے کہ اگر فاسد ہوتی تو اشراف انبیا علیہم السلام کی اسلئے اللہ تعالیٰ علیہم السلام تجرید ہجرت کا حکم ذہنی

کا اس لئے میں ہجرت فرض تھی لیکن تجرید ہجرت کا حکم نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ ہجرت فاسدہ صحت نہیں ہوتی۔ لہذا نیت ہوا کہ تقدیر صحت

مراد نہیں جب نبوی حکم صحت کی نفی ہوگی تو اشراف حکم ثواب ثابت ہوا و ہوا المطلوب۔ ثالثاً اس لئے کہ تقدیر ثواب پر اجماع ہے جو کثرت

بشریح صحیح البخاری

حضرت نے نقل فرمایا لہذا وجود اجماع پر صاحب تمسک کا نسخہ وارد فرمانا درست نہیں۔ لکن انی فوائدہ الرحمۃ سے شرح مسلم الشیخین۔
سوال یہاں پر تین احتمال ہیں۔ تقدیر صحت اور تقدیر ثواب اور حکم عام کی تقدیر جو صحت اور ثواب دونوں کو شامل ہے اول کے ابطال
سے ثانی کا ثبوت نہ ہوگا تو فقیر ثالث کو باطل نہ کیا جائے اور تیسری ہے کہ حکم مقدم نہیں تاکہ دنیوی اور آخروی دونوں کو شامل ہو جائے۔
تو ثواب دل یہاں پر حکم عام کے دو ذریعے ہیں۔ اول صحت۔ دوم ثواب۔ جب اول کی نفی ہو گئی تو حکم مقدم بلکہ صحت میں سکنا تحت
صحت دوسرے ذریعے رہے گا۔ تو حکم کا عموم جاتا رہا۔ پس ثابت ہوا کہ اول کے ابطال سے ثالث کا ابطال بھی ہو جاتا ہے اور جب اول اور ثالث
احتمال باطل کئے تو ثانی ثابت ہو گیا۔ وہی مطلقاً جو آپ نے حکم جب تقدیر ثواب اجماع ہوا تو جس طرح تقدیر صحت باطل ہوئی حکم عام کی
تقدیر بھی باطل ہو گئی یہاں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ اخات سے جن حضرات نے اس حدیث میں لفظ حکم کی تقدیر کو جائز قرار دیا جیسے صدر
الشریفة صاحب شیخ و قاری انہوں نے حکم سے عام معنی مراد نہیں لئے بلکہ ان کی مراد بھی حکم سے ثواب ہے۔ شرح وقایہ کے کلام سے یہ بات اس قدر
روشن ہے کہ اس میں صلاح نہیں وینما تلوفا علیک شہر بخافہ ما قتل فی فیض الیہ منی صا و قول و کلام شامہ الوافیۃ وان
کان ادنی من غیرہ الا انہ خلاف الوجہ ان اما تقدیر الثواب الصحۃ فلا یصح عندی اما الاول فلان تقدیر الثواب
یونی الی تخصیصین فی الحدیث الاول بالذکر الاخرۃ فان الثواب العقاب من احکام الاخرۃ والثانی تخصیصہ
بالطاعات فقط لا غماہی الی ثواب علیہا بخلاف المعاصی فاغماہا یقاب علیہا فلو قلنا ثواب لا اعمال بالنیات
یقصر الحدیث علی احکام الاخرۃ ثم علی الطاعات و احکام الدنیا والمعاصی تخرج عن قضیۃ الحدیث و صلحہ
و کلا بقیہ لہ علاقۃ بما مع ان الحدیث عام قطعاً فان المعاصی مذکورہ فی آخر الحدیث صریحاً کما قالہ مرغانت
جہتہ الی دنیا التو علم ان الحدیث لم یورث فی الطاعات فقط علان صحۃ الاعمال والطاعات ہی کونہا بحیث یتوزع
علیہا الثواب فاذا خلت عن الثواب فقد ابطلت فصلا ما ل تقدیر الثواب والصحۃ واحداً فینزل علیہم والزم
علی من قدر الصحۃ الضیاء والتریمہ المصنفون الا انہم رأوا فیہ نفعاً لیسیراً فی الجواب عن مسئلۃ النیۃ فوضوا
بہذا النفع الیسیر والضرر والکتیر و اختاروا هذا التقدير مع انہ لا یجد لہم الا سبباً واما الثانی ای
تقدیر الصحۃ فیونی الی تخصیصین ایضاً الاول باحکام الدنیا فان الصحۃ اسم لا یجماع الثواب والاکرار کان
بحیث یسقط الفرض عن نعمتہ و کذا البطلان تفضیہ و ہما من احکام الفقہ والادب الدنیا و حیثہ یقتصر
الحدیث علی احکام الفقہ والدنیا و لا یشمل احکام الاخرۃ والثانی ان من الافعال ما لا یقال فیہ
انہ صح و یطل فان الصحۃ تجزی فیما فیہ جہتان المحلۃ والحرمۃ اما الاحکام قطعاً والحلال قطعاً فلا یقال فیہ
انہ صح و یطل مثل من قتل رجلاً اولی فی اوسوق فلا یقال فیہ انہ صح قتلہ و زناہ و سورتہ و یطل فیکون الحدیث
ساکتاً عن ہذہ الاحکام مع انہ عام لجمیع الطوائف کما علمت فلان الصحۃ والبطلان بحدی الاصطلاح
من المصطلحات الحدیثیہ لا ینبغی ان یحمل الحدیث علی مصطلحات الفنون بل یجری علی صوافۃ اللغۃ
ہذا کلام علی شریحہ ہما اولاً فلان الفرق بین تقدیر حکم و تقدیر الثواب الصحۃ بان الاول خلاف الوجہ ان
والثانی فی حدیث البطلان فہمین علی سیرہ فہمہ کلام شامہ الوقیۃ فانہ لم یزین بالحکم المعنی العام القائل بالذکر
والاخری کما ینہا علیہ اتفاقاً یفرق بینہما بالطریق المذكور و یجعل الاول اولی من غیرہ بل لہما ان
بالحکم الثواب ذلک لانہ قل فی الجواب عن استنبان الاماہ الشافعی فیما فیہ فیما فیہ فیما فیہ بل لہما ان

سوال

تقدیر

ثواب

تقدیر

ما اتصله ان الثواب منوط بالنية اتفاقاً بيننا وبينه فلا بد ان يقدر الثواب او يقدر شيء يشتمل الثواب نحو حكم
 الاعمال بالنيات فان قدر الثواب قطاً هوانه لا دلالة للحدوث المذكور على اشتراط النية لصحة العبادات بل
 التمايدل على اشتراطها الحصول للثواب هو خلاف ما المراد من الامام الشافعي رضي الله تعالى عنه وغيره
 ارضاه وان قدر الحكم فهو نوعان من نوعي الصحة واخرى من الثواب الاخرى من مراد في الحديث المذكور بالاجتماع
 بيننا وبينه فاذا قيل حكم الاعمال بالنيات ويراد به الثواب صدق الكلام من غير ضرورة الى ان يحصل
 الحكم على العموم ويجعل شاملاً للصحة فلا يجعل محلاً للمعنى الا عملان ما ثبت بالضرورة بتقدير الضرورة
 والاحتياج الى حذف الثواب وما ليعمه انما وقع لعدم استقامة ظاهر الحديث المقضى لئلا يجرده اعمال
 بدون النية فلما اندفع ذلك بالادلة الثواب لا يراد غيره. هذا فيما المعجب كيف يفتروض على كلام امته الذين
 من لم يكن عنده الا هذا الفهم السقيم واما ثانياً فلان القول يكون تقدير الثواب غير صحيحاً كيف
 قد اقمنا البرهان على جوبه فيما سبق وما ان رد عليه من انه يورى الى تخصيصين في الحديث فيرى
 بل التخصيص ان كان الف مرة لا شناعة فيه فان التخصيص وقع في كثير من العمومات حتى قيل ما من عمل
 وقد خص منه البعض واستثنوا منه قوله تعالى والله بكل شيء عليم فلما يفر من التخصيص نعم لو لم يكن
 اليه داعية لكان مذموماً مطروداً ولو وقع فراراً مقبولاً محموداً وقد بينا الداعية وهي ان المراد بالنيات
 في الحديث معناها الشرعي لا اللغوي واثبتناه بثلاثة وجوه فلا نعيد لها واما ثانياً فلان القول بدخول
 المعاصي في الاعمال ويذكرها صراحة في قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فمن كانت هجرته من غير نية باطل بل
 لغا اولى بالنية معناها الشرعي عن ايراد الطاعة فلا بد من تقدير الثواب لما ذكرنا فظهر ان المعاصي
 مقبولة في الاعمال فان المعاصي لا يثاب عليها فالاعمال في الحديث مقصودا على غير المعاصي
 كقولهم للقلب القالب من الاخذ والكف ومن القول والفعل من العبادة والعادة كما قال الشيخ عبد
 المحمديت الدهلوي قدس سره القوي في شعبة المعاني وقد صرت الفاظه الكريمة في باب النية وقوله
 صلى الله تعالى عليه وآله وسلم انما الاعمال بالنيات في مرتبة الاجمال وقوله صلى الله تعالى عليه وآله
 وسلم فمن كانت هجرته من غير نية التخصيص مما لم يكن في الاجمال لا ينطوي عليه التخصيص فالمعاصي
 اذا لم تدخل في الاجمال فكيف تذكر في التخصيص فضلاً عن التصريح ثم لا يخفى ان القول بصراحة ذكر
 المعاصي في آخر الحديث كما صدر عن هذا الكلام فهو كما ينبغي عن الزيادة بصيرته في الحديث كذلك
 ينبغي عن كونه البصر من وراء اليبسامة واما ثانياً فلان التخصيص بغير المعاصي لا يحصى في صورة على
 ما التخلوا من التقدير في الحديث ايضا حيث قال في مثل ثم الحديث لما كان عاماً عندى فينبغي ان
 يكون التقدير ايضا كذلك كالتعمير والركوة والعبارة والثمرية والحسبة فمعناه تمام الاعمال وركاؤها وبرئها
 وحسبها بالنيات ليست اريد من العبارة والحسبة الفقهى بل لا يرجع الكلام الى موضوعه بالنقص بل
 على حد قوله صلى الله تعالى عليه وسلم انما الاعمال بالنيات وفي لفظ العبارة بالنيات اتم او ما سواها من
 بالانفاظ التي تدل على اعتبارها من المواضع وعدم البطلان بجانبا لخالف وهذا الانفاظ كذا هو

كان تقدير الالفاظ اليك بعد ما عرفت حقيقة المراد لان المراد بالنيات حينئذ لا يتخلو اما ان يكون معناها التوحي
او النفوس فان كان الالفاظ كما هو الحق وجرى على لسانه ايضا من حيث لم يعلم في قوله صلى الله عليه وآله في قوله
هو ان التحليل لم يرد في وجود النية وعددها كما يشعر به تفاريعهم وانما ورد في بيان الفرق بين النية
الفاسدة والصحيحة فقال من كانت هجرته الى الله ورسوله فلهذا نية صحيحة وقال من كانت هجرته الى الدنيا
يصيها او امرأة يتزوجها فلهذا نية فاسدة والحديث فصل بنفسه آخر ما اجمله او لا وصرح بانه لم يرد
في بيان حكم الاحتمال التي فيها النية والتي ليست فيها النية بل جاء لمنفعة النية الصحيحة ومنفعة النية
الفاسدة وقد علمت انها عبرة عن هجرته الطاعة فيكون معنى انما الاعمال بالنيات ملحوظا في القصر
والاستغراق ان تمام جميع الاعمال واعتدادها وثمرتها يحصل بالرادة الطاعة ولا يحصل بدونها فان
دخلت المعاصي في الاعمال يلزم ان يكون تمام كل معصية واعتدادها وثمرتها يحصل بالرادة الطاعة
ولا يحصل بغيرها وهذا اللازم كما ترى باطل فالملزم كذا لك وان كان الثاني فيلزم ان لا يتفرع عليه
ما بعده ولا يصح كونه تفصيلا لما قبله سواء دخلت المعاصي في الاعمال او لم تدخل مع انه معترف
بكون آخر الحديث تفصيلا لاوله اذ حينئذ يكون معنى انما الاعمال بالنيات ان تمام جميع الاعمال طاعة
كانت او معصية يحصل بالارادة ولا يحصل بدونها وفيه جزأين يجب ان يسلي فلا بد في التفصيل من شيئين
يكون احدهما متفرعا على الايجابي وتفصيلا له والآخر تفصيلا للسلب متفرعا عليه فقوله صلى الله تعالى عليا
وآله وسلم فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فلهذا نية صحيحة ورسوله الى الله ورسوله لو صح كون تفصيلا للايجابي بالنظر الى
وجود الارادة فيه فلا يصح كون قوله صلى الله تعالى عليا وآله وسلم فمن كانت هجرته الى الله تعالى يصيها
تفصيلا للسلب لعدم انتفاء الارادة فيه فلا بد من انتفاها في تفصيل السلب لان الايجاب السلب ههنا
باعتبار وجود الارادة وعددها انما هو على هذا العمل الذي يقترن بالارادة يكون تفصيلا
للايجابي والذي لا يقترن بها يكون تفصيلا للسلب الهجرتي الذي نيا يصيها او الى امر لا يتزوجها مقترنة
بها فلا يكون تفصيلا للسلب وانما تصلح له الاعمال الغير الارادية لكن لا يتعلق بحكمهم من الاحكام
الدينية والاخرية فهي غير جهة عن الاحكام قطعاً لا يجوز ذكرها في التفصيل صلاحية الهجرتي نيا او الى امر
المذكورة في الحديث لو فرض كونها غير مقترنة بالارادة فذكرها في معرض التفصيل غير صحيح وانما حصل منه بذكرها
الفرع على ما انه الفرع عن قصر الحديث على غير المعاصي اذ امر بالنية معناها الشرعي ان اراد معناها اللغوي
فقد يرد اطل لاستلزامه المفسدة المذكورة اتفاقاً اما كما مسأ فان العداوة مشعرة بالعداوة حيث لا يخترع من
عند نفسه معنى لصحة الطائعات شوقاً الى الاعتراض على العلماء الشان لا يحط مرتبتهم في عيون القاصرين اذ
المتفوق عليهم وطلب المتحمسين من ايجاهدين اذ لم يقل احد من المتكلمين والفقهاء بان صحة الطاعات كونهما بحيث
يقترن الثواب عليها حتى اذ دخلت من الثواب يلزم بطلانها فيصير ما ل تقديرات الثواب الصحيحة واحداً للصحة
في العبادات عند الفقهاء غير ان كون الفعل مستقفاً للقضاء وعند المتكلمين من موافقة امر الشارع وجب القضاء
او لم يجب فصولاً من ضمن ان من متطهر ليس كذلك صحيحاً عند المتكلمين لموافقة امر الشارع بالصلاة على حاله

غير صحيح عند العقهاء كغيره فغير مستقطه للقضاء وانت تعلم ان الصحة بجهدين المعنيين لا تستلزم الثواب حتى يلزم
من انتفاء الثواب في العبادات بطلانها لان انتفاء اللازم يستلزم انتفاء المأزوم فالثقل بان المذكور ان لم
يتجدد اولاً يستلزم كيف وقد تقرر ان الثواب هو الصواب لهذا التزمه اولاً ولا يباين واما ما كان سافراً على السادة
الشافية من لزوم التخصيص على تقدير الصحة فقد مضى الجواب عنه فيما مضى فلا يطيل الكلام يذكره مرة اخرى قد علمت كل ذي
فهم من الموت وفي الموت وقع حيث بالغ في الانكار على الذين اختاروا التخصيص اليه رجع واما سابقاً فلان
الوجه الثاني من الايمان على الشواخ مصير منه الى الاعتراض بخبره المعاصر عن الاعمال كما اعترض به عليه
معتزلة الاحناف وقد فرغنا من البطالة ايضاً فيما سلف فلا تكمن من الغافلين والجواب عنه هو الجواب ثم
فاحفظه ان كنت من المحصلين واما اذا ما فلان القول بجريان الصحة المفسدة في كلامه على كل ما فيه جهتا
من المحلثة والحرمة كما يشعر به كلمة مانع من بعيد لان البيع وغيره من المعاملات فيه جهتان من المحلثة
والحرمة فانه قد يكون حلالاً وقد يكون حراماً قال تعالى احل الله البيع وحرم الربوا مع ان التفسير المذكور
للصحة لا يجري عليه فانه تفسير للصحة في العبادات والبيع من المعاملات والصحة في المعاملات حلال
عن كون العقد سبباً لترتب ثمراته المطلوبة عليه شرفاً كالبيع للملك والصحة متغايران لتغاير
موصوفيهما فكيف تجرى على أحدهما علمت بما تجرى عليه الاخرى واما ما سبغاً فلانه ما اذا اراد بقوله اما
الحرام قطعاً والحلال قطعاً هل المراد ما لم يكن فيه الا جهة المحرمة او المحلثة كما يرشدك اليه المقام
بما قبله او كانت حرمة او حلاله ثابتة بالدليل القطعي كما يتبين من اليه الذهن من لفظة قطعاً ان
الاول في بعض الامثلة المذكورة للحرام قطعاً بهذا المعنى من القتل والزنا والسرقة بالاطلاق غير منطبق
عليه اذا القتل قصاصاً حلالاً وكذا الزنا المأثراً ليس محرماً قطعاً لان له حظاً من المحلثة في حالة الاكراه اجب
فلم يقتصر على جهة واحدة من المحرمة والمحلثة بل كل واحد منهما وان جهتين فلم يكن حراماً بهذا المعنى
وان اراد الثاني فالقول بعدم اطلاق الصحة المفسدة في كلامه على الحلال بهذا المعنى غير صحيح لان
المطلوبة ثبتت حلتها بالدليل القطعي فهي حلال قطعاً وقد اضاف تلك الصحة اليها فيقال صح الصلوة
اذا استجمعت الشرط والاركان بحيث يسقط الفرض عن الذممة وفي هذا المقام كلامه بعد واما ما اشترى
فلان مع قطع النظر عن عدم تمامية استدلال المشاهدة الشافية كما اوضحنا فيما سلف فنقول ان هذا
العلامة عليهم صينية على الغفلة عن الفاظ الحديث فان لفظ صحة لم يقع فيه حتى يتوجه عليهم انهم
ياخذونها الاصلح حملوا الحديث على مصطلحات القنون لهم قدروا الصحة لعدم استقامة
ظواهر الحديث بل قيل قضاء عندهم وليس ذلك من قبل الحمل لو سلم فنقول المعنى المذكور للصحة
شرعي والا لفاظ محمولة على معانيها الشرعية في كلام الشارع عند الجمهور وان لم تكن قرينة على خلافها
كما او ما نال اليه في بيان مفهوم الحديث عند الامام الاعظم رضی الله تعالى عنه والاي لم حصل المصلوة
والزكوة والصوم والحج في النصوص على معانيها اللغوية وهو فاسد قطعاً وهذه المسئلة مصححة في كتب
الاصول من مختصر المنتهى الاصولي للامام ابن الحاجب شرحه للقاضي عضد الملته والدين مسلم الثبوت

اس پر قیاس کر لیجئے کہ دو چیزیں کا ثواب اور پانچ چالیس کا اندازہ پڑھنی کا اور دس پڑھنی کا یعنی ہذا القیاس ہے کہ ان نیکیوں کا ہو جو نماز و اعمال میں
کتوب ہیں۔ قیامت میں ان پر اس حساب سے ثواب عطا ہوگا اور حدیث مسلم میں نیکیوں کی کتابت کا حکم بیان کرتی ہے کہ ایک نیکیت پر ایک نیکی لکھی
لکھی جاتی ہے اور نیک عمل پر دس نیکیاں لکھتے ہیں اس لیے ایک نیکی پر دس کا ثواب عطا ہوگا۔ اور ان دس پڑھنیوں کا۔ واللہ ذو الفضل
العلیم۔ اس قدر پر بھی آیت و حدیث میں مخالفت نہ رہا۔ فہذا ان کان صواباً فمن الرحمن وان کان خطاء فمنی ومن الشیطان
فتدبر تسوا لہم تحقیق احناف حدیث اعمال آیت مذکورہ کے بصورت جواب اول معارضت ہوتی ہے کیونکہ حدیث کا مقصد یہ ہے کہ عمل
اعمال کا ثواب نیکیت سے ملتا ہے بغیر نیکیت نہیں ملتا اور آیت بتاتی ہے کہ ایک نیکی پر اس میں دس نیکیوں کا ثواب ہے خواہ اس میں نیکی
کو نیکیت کیساتھ کیا گیا ہو یا بغیر اس کے اس لئے کہ آیت مطلق ہے اس میں نیکی کو نیکیت کیساتھ کرنے کی قید نہیں جو جواب بیشک آیت مطلق پر
حدیث انعام الاعمال بالقیات حدیث مشہور ہے جس سے آیت کے المطلق کی تفسیر جائز ہے کہ مافی الاصول لہذا آیت کا اطلاق
ماسوائے نیت جلاذ اعمال کہ حق میں اس حدیث سے معقد ہو گیا۔ سوال پہلی تقریر کے جملہ طریقہ کی جزا میں فقہی تہ الی اللہ ورسولہ
فرمایا حالانکہ فقہی تہ الیہما فرمانا مناسب تھا اول اس لئے کہ یہ مقام اضماع ہے نہ اظہار کیونکہ اضماع جلال اور اسم رسالت پہلے مذکور ہو چکے
اور اس لئے کہ فقہی تہ الیہما انصر ہے جو جواب یہ دونوں باتیں صحیح ہیں لیکن کبھی فقیر کی جگہ اسم ظاہر لایا جاتا ہے اور اطول کو انصر پر
ترجیح دی جاتی ہے جیسا اس سے کوئی لکھ نہ مقصود ہو چنانچہ یہاں جس لکھ کا قصد کیا گیا وہ حصول امتداد ہے کہ اسم جلال اور اسم رسالت کے
کے بارہا مذہبان بھاری بھاری بل جنت کو حافی لذت حاصل ہوتی ہے جو عموماً وہی ہے کہ بعد اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان
صاحب بریلوی قدس سرہ القوی عرض کرتے ہیں کہ شعر لب پہ جانا ہے جہ نام جناب ۔ مضمون کمال جانا ہے شہد نایاب
و جبر مرد کہ ہم لے جاں بیتاب ۔ اپنے کب چوم لیا کرتے ہیں ۔ بلکہ بعض اوقات دو مشور کی زبان سے مجھ کو کلام مستعمل جنت
پر عالم مستی طاری ہو جاتا ہے جہیں ہے اپنے اس رعبے بھری ہوتی ہے کہ سر تک مجھ ڈالتے ہیں اور اصل تکلیف محسوس نہیں ہوتی ۔
حضور و میمان راجع شہادہ قدس سرہ العزیز کے مرید حضرت مولانا شاہ جمال الرحمن صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک عجیب عاشر رسول
مگر ہے ہیں۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے عرق جناب علی غلام الحسن عرف حافظ کلن صاحب سے تلبان کی مسجد میں ہونے پر حضرت محمد ﷺ کی تعریف فرمائی
حسب ایسا انہوں نے تلاوت شریف کی مجھ کو عالم صلوات تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کیا سنتے سنتے قلب میں حافی لذت و جبر لے لگی یہاں تک کہ
جب یہ تلاوت کرتے کرتے نام اقدس پہنچے اور کہا محمد رسول اللہ تو مجھ کو کلام پاک سنتے ہی قلب میں حافی لذت کا طوفان برپا ہو گیا
صنبتہ نہ کہ کے عالم مستی میں جس کے کچھ فرس پر سر سے مارا اور مجھ کو تمہیں لعل کی طرح مٹنے لگے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلی الصلوٰۃ و
السلام کے متعلق حدیث میں وارد کیا ہے کہ یوں کے پانچ پانچ اور پانچ پانچ اور پانچ پانچ کے ملک تھے فرشتوں کا تعجب ہوا کہ مرتبہ غلت فرس نہ ہونے کے
باوجود حضور ہی مال متاع کی اتنی کثرت۔ اللہ عزوجل کو منظور تھا کہ فرشتوں کو آپ کے خالص جنت کا مشاہدہ کر کے نہ پایا جائے کہ فرشتوں کی
کثرت حقیقی جنت کے متعلق نہیں جبکہ قلب کو اس مال متاع کے ساتھ لگاؤ نہ ہو چنانچہ ایک دن آپ بکریوں کے بلوڑوں کے پیچھے تشریف لے
جائے تھے حفاظت کے لئے دوڑوں کے ساتھ گئے تھے جن میں سے ہر ایک کے گلے میں کھنڈ کا پتھر ڈرا ہوا تھا۔ انسانی شکل میں ایک فرشتہ
نازل ہوا اور اس نے ذکر الہی باری العظا شروع کیا مستبوح قل وں رب الملوک والرحمن حضرت ابراہیم علی نبینا وعلی الصلوٰۃ و التسلیم
موجود حقیقی کا نام مستکر کہتے ہوئے ذکر ہوس کے لفظ مذکور نے کے لئے فرمایا اسے انسان صواب میرے رکھ کر اور میرا نصف مال تیرے لئے
ہے اس فرشتے نے پھر وہی ذکر کیا آپ نے فرمایا پھر میرے رکھ کر اور اب کی مرتبہ تیرے لئے کل مال ہے اس وقت فرشتوں کا تعجب زائل
ہوا۔ تفصیح البیان۔ سوال۔ باب اللہ میں گذرا کہ دنیا ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو مولیٰ تعالیٰ سے بندہ کو مائل کرنے اور نہ بنانے کی محسنی

بشیر صحیح البخاری

حدیث میں مرادیں۔ اور دنیا بایں معنی امر و اذکار کو بھی شامل ہے پھر اسکو طوطی کہیں ذکر فرمایا جواب لغو دنیا حدیث میں مذکور واقع ہے اور
نکرہ کا اثبات میں عام ہونا لازم نہیں لہذا امر و اذکار کو شامل ہونا ضروری نہیں ایسواسطے علیحدہ ذکر فرمایا سوال نکرہ سیاق شرط میں عام
ہو کر تپے اور یہاں سیاق شرط میں الق ہے لہذا عام ہوا اور امر و اذکار کو شامل پھر علیحدہ کہیں ذکر فرمایا جواب علیحدہ ذکر فرمانا برزنا کے ہونا
ہے اور ہتھام سے مخصوص زیادتی تھم ہے کہ عورتوں سے فتنے زیادہ بریا تھمے ہیں ایسواسطے حدیث میں ارشاد فرمایا کن علیٰ حدیث میں
تخیر الیئسما یعنی پھر عورتوں سے بھی حدیث میں نیز علیحدہ ذکر فرمانا اسلئے ہو کہ اس حدیث کا سبب رود واقعہ نکل ہے جسکی تفصیل حضرت
سوال پہلی تفریح کی طرح دوسری تفریح کے جملہ شرطیہ کی جز میں زیادہ امر و اذکار کا اعادہ کیوں نہیں فرمایا جواب تاکر یہ ظاہر ہو کہ ان سے
اعراض مطہر ہے۔ کیونکہ مولیٰ تعالیٰ سے بندہ کو نازل کرتی ہے اسلئے ہے ضرورت انکی باہر از زبان پر آنا پسند نہیں ہے سوال اعمال اور
نیات دونوں جمع قلت ہیں اور جمع قلت کا اطلاق دس سے زائد پر نہیں ہوتا لہذا یہ حکم تمام مکلفین کے اعمال سے متعلق ہوا بلکہ ایک
مکلف کے جملہ اعمال سے بھی اسکو تعلق نہیں کہ ایک تکلف کے اعمال میں سے کہیں زائد ہوتے ہیں جو اب نیات جمع ہونے سے ماہم ہے اور یہ
جب معرفت باللام ہوتی جمع قلت ہے نہ جمع کثرت علاوہ ازیر اعمال دنیا پر بالغ لام استغراقی داخل ہوا اسلئے جمع قلت نہ رہے۔
سوال نام بخاری رحمتہ تعالیٰ علیہ حدیث التما الاعمال بالنیات کو اس مقام کے علاوہ چند مقامات پر بالفاء مختلفین فرمایا
ہے کتاب الایمان کے باب ما جاء ان لا عمل بالنية میں ہے شیخ عبد اللہ بن مسلمہ تعہدی سے اور کتاب العقیق
کے باب الخطاء والنسیان فی العاقبة میں ہے شیخ محمد بن کنیر سے اسہند ہوں پائے کے باب صحیح النبی سے اللہ تعالیٰ علیہ
وسکھوا صحابہ الی المدینۃ میں ہے شیخ مسدود سے اور کتاب النکاح کے باب میں ہاجرا و عمل خیر الذریعہ امر و اذکار فہ ما
قوی میں ہے شیخ یحییٰ بن قزعة سے اور کتاب الایمان والذکر کے باب اللینۃ فی الایمان میں ہے شیخ قتیبہ بن سعید
اور کتاب الجہل کے پہلے باب میں ہے شیخ ابو العنان محمد بن الفضل سے ان تمام روایات میں فمن کانت ہجرۃ الی اللہ ورسولہ
افہرۃ الی اللہ ورسولہ موجود ہے مگر اس پر تالی ذمیت پر نہیں ہے ریافت الملت امر ہے کہ اس روایت کا اختصار امام بخاری
علیہ الرحمۃ نے فرمایا کسی حدیث کے راوی نے۔ اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا تو کس مصلحت سے اور اگر کسی حدیث کے راوی سے ہوا تو امام بخاری
علیہ الرحمۃ نے مخصوص ذمیت کو ابتدا میں کیوں اختیار فرمایا جواب یہ تعین نہیں کہ اختصار کس کی جانب سے ہے۔ اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ کی جانب سے
ہے تو اس سے ان کا مقصد اپنے مسلک کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ حدیث میں ہی اختصار ہے نہ جس طرح کہ اول آخر میں ہائے اور اگر فقہا
حدیث کے راوی سے صادر ہو ہے تو ابتدا میں اس مختصر روایت کے پیش کرنے سے ایک خاص نکتہ کا ناظر ہوا جو یہ کہ اس مختصر روایت کی ترجیح ہے لہذا
کے ساتھ ایک نسخوں مناسب حال ہوتے دوسری روایات میں موجود نہیں۔ کلاس مختصر روایت کو اپنے شیخ عبدی سے نقل فرمایا ہو سکتی ہے اور
وہی کی ابتدا بھی کہ معتقد ہیں تھی بظان دیگر شیخ مذکور ان میں ایک بھی گئی نہیں باعتبار نقل حسی مدنی علیحدہ کو ذکر مرتبہ ثانی حال ہے
تقریر انکی باب میں فی ذمیت الی علی فرمائی جس کی سند میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے ثانی شیخ مدنی میں نیز امام مالک بنی اللہ تعالیٰ عنہ
فلاہ و ع۔ وما قل فی ہذا لہذا ہی من ان (محصل الجواب ان الجملة الالہی المذمومة تشتر بالقریبة المحصنة والمجدلة
المذمومة تحتل الذریعہ فلما کان المصنف رحمہ اللہ کا لخص بر من حال نفسه فی تصنیفہ هذا بعد ما ہذا الحدیث
حذف الجملة لتشتر بالقریبة المحصنة فلما من الذمۃ کذا فی الفقہ والتفصیل فی الشرح) فلیس شیخ اذ قد افصح حق
الاقتضار ان الجملة المذمومة تفریح علی الجزء السلبی المستفاد من القصر فی قولہ صلے اللہ تعالیٰ و آلہ وسلم التما الاعمال
بالنیات فحذف لام معنی المتردد ملان بنا مع هذا الجواب علی ان لاناہ المختار ہی رحمہ اللہ تعالیٰ جعل هذا الحدیث

صحیح بخاری

در حدیث

شرک میں ایک نیت کافی ہے یا ہر جزو کی ابتدا میں نیت ضروری ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابتدا میں ایک نیت کافی ہے مثلاً ابتداءً و منو
 میں بارادہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کرتا ہوں۔ یا سیدنا حبیب کبریا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ آله و سلم کی ابتداء میں کرتا ہوں یا ادا نیت جو جو
 آخر تک کرتا ہواقی ہے گا بلکہ دربان میں منافی کا پہلا ہونا بھی ضروری نہیں حصول ثواب کیلئے اس میں کفار سے۔ ضروری نہیں کہ نیت میں کلمہ
 فعل پانچ میں سے ہر ایک کے شروع میں ہی نیت کی جائے کیونکہ مذکورہ ان جملوں میں کلمہ ایک ہی عمل ہے اور ہر ایک عمل پر حصول ثواب
 کے لئے ایک نیت شرط ہے اس لئے کہ حدیث میں اعمال و نیات بعینہ صحیح وارد ہیں و درقابتہ الجمع بالجمع انتقام الاحاد علی الاحاد کو مقتضی
 ہوتا ہے یا اس خیال کیلئے کہ اکت لام برلئے استفراق ہے تب بھی یہی مفاد ہوگا پس ضروری ہے کہ نیت ہونے کے لئے ایک نیت لازم ہوگی
 جو حکماً آخر تک مترتب رہے گی و اگر آتش میں منافی پہلا ہوگا مثلاً غسل کفین مضمضہ استنشاق غسل وجہ غسل یدین تک یہی نیت ہی ضروری ہے
 ادا ہو کر یا ادا ہواقی احضار کا غسل و مسح سر اس نیت کی ناک لان کے ماتحت ہوا تو بھی اس نیت کی نیت ہی ہے اور ثواب ضروری نہیں ہوگا۔
 چھ نماز کی ابتدا میں ایک نیت کافی ہے ہر جزو کی نیت ہی ہے۔ دربان میں یا کا پہلا ہونا حصول ثواب پر اثر انداز نہیں ہے۔ اور ہر جزو پر عمل ہونا
 میں ہے۔ قال فی التفسیر جامعہ و اوقفوا الصلوة خالصاً للہ تعالیٰ ثم غسل فی قلبہ الریاء فغسل علی ما اوقفہ و الریاء اذ
 لو خلا عن الناس لا یصلی ما لو کان مع الناس یصلی فاما ان کان مع الناس یحسب انہ لو وصلی وحده لا یحسب فله ثواب
 اصل الصلوة دون الاحسان۔ اچانچ ہوا کہ سائل نے نیت عمل کو اجمالی نیت سے تعبیر کیا تھا اور ہر جزو کی نیت کو تفصیلی نیت سے
 اطلاق الفاظ میں ہے اجمالی ہے۔ و جمیع الجواب ظہر بمختلفة ما اقال فی فیض الباری من ان رقلہ انما اقال اجمالاً بالنیات
 شہر بکتاب النیة الاجمالية و قوله انما اکل امرء ما نوى شعر بتفصیلا فانہ اذا وجد ما نواه و لم یجد ما لم یجمع
 فقد لم منه التفصیل الذی ینظر ان النیة الاجمالية کافیه لاحراز الثواب قطعاً و لا یجیب سؤلہ الا تری ان
 من سبط فرساقی سبیل اللہ یحصل لہ اجر علی رقلہ و یولہ واستناہ و سببہ و عطفہ و شوبہ مع انہ لہ یستعمل لہذا
 بجزئیات عند سبطہ فی سبیل اللہ انما اکل فلان فی توصیف النیة بالاجمال التفصیل لکان کھذا السائل ضلیعہ
 ما علیہ من القصور فی التعبير و لا فالترصیع بالنظر الی المعانی المذكورة للتفصیل بالاجمال و اوقفہ اطلاقاً
 اس باب بعلوہ الکمال بل کھو مروی و لہ صاحبہ لہذا ذکرنا ہر اولہ اشکال و لم نجد لہا معنی خاصاً بدیخہ و فقہا
 ظاہراً ففعل اللہ یدان بعد فی ذلک امر و اما انما لہا فلان القول ہا شعرا قلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم
 و انما اکل امرء ما نوى بتفصیل نیت فبھی علی کون ما فی ما نوى موصولة و قد مر فی تفریق المسی و الفہوق الا شرعی
 انہ خلاف الظاہر و اما انما لہا فلان لاسئدال علی ہذا الاشعار بوجدان المنوی معلوم وجدان غیر المنوی
 غیر متفرقات المطلوب النیة التفصیلیہ و ہر جزو کے لئے مسائل المذكورون نیت متعلقہ بکل جزو و جزء من اجزاء
 العمل علی سبیل الاحزاب و لا یلزم من استفادہ نیتہ کون کل جزو من اجزاء العمل غیر منوی حتی یشہد
 المطلوب بل ان کل جزو منوی بنیۃ العمل مثلاً ای انوی لوضوء فقد لوی کل جزو منہ رکعتا کان و غیر لان الوضوء
 افعال مخصوصہ لا غیر فنیۃ الوضوء ہی نیتہ تلامذہ الافعال بعینہا و لا نقول ان الوضوء کل و ذلک الافعال اجزاء
 منہ فقہاً متفرقین بالاعتبار فکیف ینوی نیتہ الوضوء عین نیتہ تلامذہ الافعال لان ہذا التقابیر بعد تحقق
 للصلوات فیکون فی الصلوات دون المصنوع و النیۃ متعلق بالمصنوع دون العتوان لانہ ہوا ما ہو بہ بخلاف
 العلم فانہ متعلق بکلیہما و من ثم یتصف بالاجمال و التفصیل فیقال للعلم بالکلی علم یصح جزئیاتہ اجزاء

نیت
 نیت
 نیت

یعنون بہ الاکتشاف التفرقات بالعلم التفصیلی لا کتشاف القاصر۔ فعمم کثیراً ما لا یخطر فی القلب عند ابتداء
الوضوح وکل جزء جزء منہ فقط اعدم العلم التفصیلی لا عدم النیة والمنوی ینکب العلم الا جمالی
بالنیة عندہا غیر ما عن العلم وقد ذکرنا فی باب اللغۃ مع الرد علیہ بوجہ اثیق وهذا احوال الذی ضلہ عن سواء
الطریق واما سائر لبعاً فلا لا المسلمناہ فالفرق بین انما الاحتمال بالقیات وانما کل امر ما لوی بان لا ولا شعر
باجمال لیبۃ والثانی بتفصیلاً غیر سد یدبل ہما سیکان فی وجہ الاشعار بتفصیلہا لان الاشعار فی الثانی مبنیہ
المحصور ہون حاصل فی قول الايضاً فامل لا تعجل واما حاشاً مسماً فلان الاستشہار علی کفایۃ النیۃ الا جمالی
تبیہ صلا تری بان من ربط فرساً فی سبیل اللہ فی غنی غیر محلہ لان مرثیۃ الفرس واولہ واستناتہ وراہیہ و
شوریہ وعلفہ (هذا ان کان یفتخین کما هو الظاہر الا لزم انتشار المضامی لیس من اجزاء عمل المرابط حتی
یصلوا یرادہ فی مقارہا الاستشہاد وان کان کما یحصل قطعاً لانه منصوص علیہ فالوجہ لکفایۃ ما قلنا
فی وجہ الیہ وهذا آخر ما اورنا علی خصاً فیض الباری فی شرحہ حدیث الاعمال القیات تارکین لکنین
الاعمال والعشرۃ صونا للوقت الغریز عن الاضاعة واللہ تعالی ولی التوفیق والهدایۃ وعلی اللہ تعالی علی
حبیبہ المصطفی وعلی آلہ وصحبہ المجتبی سوال معرفۃ الیہ وہم یسئلونک ما لویہ لک لیس من شرطہ
جو اب اس معرفت سے اگر نفس علم مراد ہے تو نیت شرط نہیں اور اس لئے کہ ثواب اعمال کو اس نیت شرط ہے اور یہ اعمال شرط ہے
کیونکہ فعل شرط ہے فعل ہواں بلکہ نیت قبول کیفیات ہے جو مقولہ فعل سے نہیں ہوتی تا نیت اس لئے کہ نیت کی واسطے منوی کا علم لازم ہے تو
اگر ثواب معرفت نیت پر موقوف ہو تو قبل حصول معرفت اشرف اجل کا معروف لازم آئیگا جو مال ہو لیکن اس عمل کے لئے وہم کا تحقق صرف
اس ایک صورت میں ہوگا جبکہ ایسا شخص حصول معرفت کا ارادہ کرے جسکو اصلاً معرفت حاصل نہ ہو علاوہ الزمان میں نیت معرفت واجب نہیں
اور معرفت النبی سے مراد نظریۃ الدلیل ہے تو اس پر حصول ثواب کی واسطے نیت ضرور شرط ہوگی اس لئے کہ یہ اعمال قلبی ہے تو انما الاعمال
بالنیات کے عموم میں داخل ہوتا ہے جس طرح دیگر اعمال جیسے حبہ قبض وغیرہ داخل ہیں۔ سوال انما لامرہ ما لوی میں طرق قصر
وہ طریقے پائے جاتے ہیں۔ اول لفظ انما وہم مستدلہ پر تقدیم اور ہر ایک کا مقتضی ہوسکتے کے خلاف ہو اس لئے کہ انما سے یہ
مستفاد ہوتا ہے کہ جملہ کا ہر ذریعہ یعنی مستدلہ مقصور علیہ اور جزو اول یعنی مستدلہ مقصود اور تقدیم کا مفاد برعکس یعنی مستدلہ مقصود اور
مستدلہ مقصور علیہ پس مستدلہ مقصود میں سے ہر ایک مقصود اور مقصور علیہ ایک ہے جسے ہر ایک چیز کا ایک ہے جسے مقصود اور مقصور علیہ ہونا چاہی
ہے کیونکہ اس سے امکان تناقض لازم آتا ہے جو محال ہے اور جس سے محال لازم کے وہ باطل ہے اور جو کلام باطل مشتکل ہو فاسد المعنی جو اس
کسی شرعی حکم کا افادہ نہیں ہو سکتا۔ ایک ہے جسے کسی مقصود اور مقصور علیہ کی تقدیر پر امکان تناقض کے لازم کی توضیح یوں کیجئے۔ کہ
قرین قائم میں گزیدہ مقصود اور قائم مقصور علیہ ہو تو مقصود ہوگا کہ زود صفت قیام کے ساتھ تصف ہو تو مقصود سے اس تقدیر پر ضرور کافی
مکن ہے کہ قیام زید کے متافی نہیں تو عمر قائم صادق آئیگا اور اگر قائم مقصود اور زید مقصور علیہ ہو تو مقصود ہوگا کہ صفت قیام کے ساتھ
زید ہی تصف ہو تو عمر۔ اس تقدیر پر عمر لیس بقائم صادق آیا پس زید اور قائم میں سے ہر ایک کے مقصود اور مقصور علیہ ہونے کی تقدیر پر
عمر قائم اور عمر لیس بقائم دو متناقض قضیوں کے صدق ممکن ہو اور ہوا ما اور فاعلہ۔ اور اگر قدر تقدیم کو نظر انداز کر کے انما کے تقدیر پر
کیا جائے کہ قدر پر انما کی ولات تقدیم سے قوی ہو تو پھر یہ اشکال لازم آئیگا کہ اس کلام کے معنی صادق نہ رہیں اس لئے کہ انما سے جزو امیر
مقصود علیہ ہوتا ہے۔ نظر ہواں مستدلہ مقصود اور مستدلہ مقصور علیہ ہر ایک معنی صفت کا ضرور ہونا ہے تقدیر جہات بر تحقیق اختلاف یوں ہوگی۔

القصاص لیس لیس ثواب مانوی امیں ماکے مصدق ہونے کی تقدیر پر کہ احتمال ظاہر ہے حال یہ ہوگا۔ اہل تصالح لیس لیس ثواب
 نیتہ قصر افتحا کو پیش نظر رکھتے ہوئے معنی کلام یہ ہوں گے کہ انسان کو ثواب نیت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہی صادق نہیں کہ
 انسان کو ثواب عمل ہی حاصل ہوتا ہے جو ثواب نیت کے ماسوا ہے۔ اس تقدیر پر یہی کلام صحیح المعنی نہیں ہوتا پھر اس سے شرعی حکم کا استفادہ
 کیونکر ہو سکتا ہے جو اب اول قصر یا افتحا کی دلالت وضع ہونے کے سبب ظاہر ہے اور تقدیم کی دلالت وضعی نہیں بلکہ لغوی ہے کلام ہوتی
 ہے یعنی انذار کلام سے پریشا وہ خصوصیت مفہوم تقدیم کے ساتھ اول قصر کا انذار دہ کرنا ہے جسکو لطیف امتیازات اور خاص تراکیب کے
 سمجھنے والے ہی ادراک کرتے ہیں۔ اس سوا سطلے دلالت معنی ہے اس ظہور اور رضا کے لحاظ سے افتحا کی دلالت کہ قصر پر اقویٰ اور تقدیم کی دلالت
 کو اضعف کہتے ہیں لیکن تقدیم کی دلالت بعد تحقق اقویٰ ہوتی ہے اسلئے کہ وہ عقلی ہے اور عقلی وضعی سے قوی ہوتی ہے۔ بدین و افتحا کی
 دلالت اضعف ہوتی چونکہ تقدیم کی دلالت بعد تحقق اقویٰ ہے اسلئے کہ کسی کلام میں افتحا اور تقدیم دونوں پائے جائیں جیسا کہ اس نبوی فقرہ
 میں تو قصر کا افادہ تقدیم کی گئی اور افتحا صرف تاکید کے لئے ہوگا۔ نیز فصیح شعرا کے کلام سے ثابت ہو۔ ابو شجاع کی مدح کرتے ہوئے متنبی
 نے فایضہ الہاء میں کہا اس اسامیہ المیزان لا معرفۃ وافتحان ذاکر ناھا یعنی ہم نے کچھ نام ذکر کئے جس سے
 مدح کی معرفت زیادہ نہیں ہوتی اسلئے کہ وہ حاصل شدہ شہرت کی بنا پر اس سے بے نیاز ہے جسے تو ان ناموں کو صرف اسلئے ذکر کیا ہے کہ انکے
 پر شہرت سے زبان کو اور شہرت کے قانون کو قدرت حاصل ہو۔ یہاں پر افتحا صرف تاکید کے لئے ہے اور قصر کا افادہ تقدیم کر رہی ہے۔ علامہ فقیر
 سیالکوٹی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے حاشیہ مطول میں علامۃ تفسیر ابنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد فکان کلامہ
 علی القصر اضعف من افتحا کی ملت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں لکن دلالة التقدير خفية لكونه بالفحوى کا
 يفهمها الا صاحب اللذوق لکن بعد المحقق قویۃ لكونها عقلية فلذا لك ينسب المحصول الى التقدير اذا
 اجتمع مع انما نحو انما تسمى انا وهكذا حال كل دلالة عقلية خفية مع دلالة وضعية فلا تدافع بين
 قول لتسارح رحمة الله تعالى نعمان التقدير اقویٰ باین قوله دلالة التقدير اضعف علی مافی شرح المغنی
 پس مذکر شدہ نبوی فقرہ میں افتحا صرف تاکید کی اسلئے ہے اور قصر کا افادہ تقدیم سے مراد ہے ابتدا دونوں مثال متصفح ہوئے
 اور ظاہر ہو کہ یہاں پر صرف ایک قصہ ہے یعنی سنن الیہ کا مسند پر یا یوں کہتے کہ بصورت کا صفت پر سنن الیہ مقصور اور مسند
 علیہ ہوا چونکہ قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اسلئے معنی یہ ہوں گے کہ انسان کی نیت کا ثواب ہی کہ اسلئے نہ فرمے کہ یہاں سے یہاں
 ظاہر ہوگی کہ اقصی المقصور سنن الیہ یا حسیب علیہ اللہ تعالیٰ علیہ اذ ولم یکن اس حدیث میں لفظ افتحا کے دونوں استعمال میں ترتیب جمع و اول
 قصر کے لئے استعمال شریف اسلئے اولاً انما الاعمال بالنیات میں قصر کو اسلئے استعمال فرمایا اور تاکید کے لئے بقلت تمنا اس لئے
 ثانیاً انما لامرہ مانوی میں تاکید کے لئے استعمال فرمایا جو اب دوم تقدیم کہی مسند مقصور اور مسند الیہ مقصور علیہ ہونے کا
 کرتی ہے اگر علامہ تفسیر زانی رحمت اللہ تعالیٰ علیہ کا مسند اسکے خلاف ہے جیسا کہ مطول کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے مگر تحقیق علامہ کے
 مسند کی مسند علیہ ثمر لایت نبوی حاصل علوم محمدی مثل گشا حضرت علی رضی اللہ عنہما و جہد الکریم نے ارشاد فرمایا رضینا ائمتہ العباس
 فینا ہ لنا علم و للجمال معال یعنی ہم مولیٰ تعالیٰ کی اس تفسیر پر رضامند ہیں کہ ہمارے حصے میں ان کا علم وافر رکھا اور جاہلوں کے حصے میں ان کے
 ذوق سلیم شاد ہے کہ یہاں پر مسند یعنی لفظ اور للجمال مقصور اور مسند الیہ یعنی علم اور مال مقصور علیہ میں نیز علامہ قاضی رضی اللہ عنہ
 تعالیٰ علیہ آیت لکم دینکم کی تفسیر میں لاندہ کووندہ اور ولی عین کی تفسیر میں لا امر فضض فرمایا ناصاف بتارہا ہے کہ تقدیم مسند
 مقصور اور مسند الیہ مقصور علیہ ہونے کا فائدہ بخش دہی ہے جیسا کہ ہم اس تقدیم کہی مسند علیہ لاندہ کووندہ کرتی ہو تو ہم کہتے ہیں

وہ نظام کلام سے علی مسند الیہ کا فائدہ لاندہ کووندہ

انما لامر متانوی میں تقدیم قصر مستدل السنہ کے لئے ہے اب تقدیم اور انما کے مقتضی میں میں مخالف نہ ہا بلکہ دونوں قصر مستدل السنہ کیوں اسے مفید سمجھئے۔ لہذا پہلا اشکال جا مارا۔ اور معلوم ہوا کہ تقدیم کو ابتدا پر اس وقت ترجیح ہوگی جبکہ دونوں کا مقتضی مخالف ہو جبکہ مقتضی کے مذکورہ بالا مشر میں۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے اسلئے کہ ترجیح کی ضرورت بروقت مخالف ہو کرتی ہے۔ تو اسی کی صورت میں ترجیح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چونکہ یہ قصر مستدل السنہ قصر اضافی ہے۔ اسلئے دوسرا اشکال بھی ختم ہو گیا۔ اب سنی یہ ہیں گے کہ انسان کے لئے اپنی نیت کا ثواب دوسرے کی نیت کا ثواب نہیں الحاصل ہر دو جواب ظاہر ہے کہ یہاں پر قصر اضافی ہے لیکن پہلے جواب کی بنا پر قصر مستدل السنہ علی المسند یا با الفاظ دیگر قصر موصوف علی الصفتہ اور دوسرے جواب کی بنا پر قصر مستدل السنہ علی الفاظ دیگر قصر صفت علی الموصوف ہے۔ ہر دو صفت کے لئے دونوں کے فرق کو جہاں میں اس طرح ظاہر کریں کہ مضاف الیہ معلوم ہو جائے جسکی نسبت قصر ہوتا ہے۔ (بر تقدیر جواب اول) انما لامر متانوی کا لغوی ترجمہ انسان کی نیت کا ثواب ہی کے لئے ہے نیز کہ اسلئے (بر تقدیر جواب دوم) انما لامر متانوی کا لغوی ترجمہ انسان کے لئے اپنی نیت کا ثواب ہے۔ دوسرے کی نیت کا ثواب نہیں۔ اور اگر متانوی میں ماکو موصول تصور کیا جائے جسکو ہم نے احتمال غیر ظاہر قرار دیا ہے صمد میں ضمیر موصول کا صفت لازم آئے گا جو مخالف اصل ہے۔ تو بر تقدیر جواب اول فرق عبارت اور ترجموں ہوگا۔ انما لامر متانوی کا لغوی ترجمہ۔ انسان کے اعمال کا ثواب ہی کے لئے ہے نیز کہ اسلئے واسطے اور بر تقدیر جواب دوم انما لامر متانوی کا لغوی ترجمہ انسان کے لئے اپنے عمل کا ثواب ہے نہ دوسرے کے عمل کا ثواب سوال انما لامر متانوی میں اگر ثواب مقدم مانا جائے گا جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور تقریر شریفی میں بھی گنڈا تو اس سے ایصال ثواب کی نفی ہوجائے گی خواہ مآ مضمون ہو یا موصول۔ قصر خواہ قصر موصوف علی الصفت ہو یا قصر صفت علی الموصوف۔ چاروں حالات کے ترجموں سے روشن ہے کہ ایک انسان کے عمل کا ثواب دوسرے کو نہیں دیا جاتا پھر ایصال ثواب کی معنی حالانکہ مذہب حنفی میں یہی بدنی مالی فرض واجب ہے ہر عبادت کا ثواب زندہ حیات میں انسان کو پہنچانا درست ہے۔ ایسا اسلئے مانتا ہے رسول ہر زمانہ میں حسب فروع اعمال صاحب کے ثواب کا پورے سیدنیار و محبوب سے با صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے چلے آئے۔ حلیل تقدیر صحیح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہہ کہ ان کا ثواب ہر ایک کے لئے قدرۃ العاشقین حضرت امین الموفق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سترج کر کے ان کا ثواب ہے کیا ہر مسند الشائقین حضرت امین التسلح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دس ہزار سے زائد ختم قرآن کریم کر کے ادا تھی ہی قربانیاں کر کے ان سے ایک ٹوبہ ہدیہ کہنے کی سعادت حاصل کی اور امام المؤمنین حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے بڑے آزاد فرما کر ان کا ثواب اپنے برادر کے لئے بخش دیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچایا۔ اور اس میں حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پچاس تیرہ تیرے پچاس تیرے ایک بلبل غصہ کہہ کر بڑے آزاد کر کے ان کو ان سے ایک ٹوبہ اپنی شفیق ماں کو پہنچایا بلکہ غصہ نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے زندہ نیت قیامت تک سپرد ہونے والی ہی تمام نیت کو ایصال فرمایا۔ ہاں غصہ نقل ہوا ہست سے خارج ہے اسلئے کہ مذہب میں ایصال ثواب درست نہیں تو ثواب مستدانتہ پر یہ حدیث اسلئے کہ مذہب میں ایصال ہوجاگی۔ اور مذہب میں نیت کے مخالف ہے جو اب لغو تقدیر ثواب ہی ہے پھر ہی حدیث مذہب میں نیت کے مخالف نہیں۔ مذہب متروک کے لئے مشیت اسلئے کہ انما لامر متانوی میں لامر نے استحقاق ہر جیسے الحمد للہ میں۔ مگر نیت ترجمہ حدیث کے پورے مفہوم کو ادا نہیں کرتے اب ہر تریبہ ہاں اشکالات کے ایسے ترجمے کرتے ہیں جن سے حدیث کا پورا مفہوم ظاہر ہو جائے (۱) ہاں مضمون قصر موصوف علی الصفتہ انما لامر متانوی کا لغوی ترجمہ۔ انسان کی نیت کا ثواب ہی کیوں اسلئے سترج ہے نیز کہ اسلئے (۲) ہاں مضمون قصر صفت علی الموصوف۔ انما لامر متانوی کا لغوی ترجمہ۔ انسان کے لئے اپنی نیت کا ثواب ہی ہے نہ دوسرے کی نیت کا (۳) ہاں موصولہ قصر موصوف علی الصفتہ انما لامر متانوی کا لغوی ترجمہ۔ انسان کے عمل کا ثواب ہی کے لئے سترج ہے نیز کہ اسلئے (۴) ہاں

موصولہ صفت عمل الموصوفہ انما لامجرع مآلوی کا مانا تو اہل غیرہ تر مرہ انسان کیلئے اپنے عمل کا ثواب حق ہے نہ دوسرے کے عمل کا۔ ان تمام سے معذرت و مشن کی طرف ظاہر ہو گیا کہ حدیثِ حال کو ثوابِ عمل کا مستحق قرار دیکر غیرہ کا استحقاق کی نفی کی گئی ہے کہ ثوابِ عمل کا حق ہے غیر کا حق نہیں۔ جب عامل کو ثوابِ عمل کا حقدار قرار دیا تو ہر صاحبِ حق کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا حق جس مسلمان کو چاہے ہدیہ کرے جس طرح ہم اپنے قریبی حقوق جیسے ملک و شیا ہدیہ کر سکتے ہیں اور کرتے ہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ خودی حق یعنی ثوابِ عمل غیر مسلم کو ہدیہ نہیں ہو سکتا۔ خودی حق بعض مسلمانوں میں غیر مسلم کو دینا جائز ہے نیز خودی حق ہدیہ کرنے کے بعد ملک سے نکل جانا ہر جہاد ملک استحقاق آئیں باقی نہیں ہوتا بلکہ ان خودی حق کے ہدیہ کرنے کے باوجود صاحبِ حق کے لئے باقی رہتا ہے بلکہ بڑھ جاتا ہے مثلاً کسی نے صدقہ کر کے اس کا ثواب اپنے عزیز واقاب کو ہدیہ کیا تو اس صدقہ کا پورا ثواب ان عزیز واقارب میں سے ہر ایک کو ملے گا۔ صدقہ کرنے والے کے ثواب میں صلا کی نہ ہوگی۔ بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کے مجموعے کے برابر صدقہ کرنے والے کو ملے گا۔ لہذا تا باقی بھی ثواب ہدیہ کر سکتا ہے بخلاف خودی حق نہ اسکا ہدیہ کرنا درست نہیں چونکہ ہدیہ کرنے والے کے ثواب میں کسی نہیں ہوتی بلکہ بفضلہ تعالیٰ عینی کی مہربانی اسلئے مستحب ہے کہ بروقت ایصالِ ثواب مخصوصوں میں صحت کے ساتھ ساتھ باقی ماندہ جملہ مؤمنین و مومنات کی نیت بھی کر لیا کریں۔ بلکہ ہر ایصالِ ثواب کے موقع پر پہلے اس ثواب کو مالک کو نین سرکار و دارین سردار دنیا، محبوبہ کیو یا اصلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریں پھر بظہیر لطفی ان کے جلائیہ اکر ام علیہم الصلوٰۃ والسلام و خلفاء راشدین اہل بیت طاہرین و اصحابِ کرام و اہمات المؤمنین و اہل بیت و مجتہدین تمام اولیاء و علمائے دارین بزرگان جملہ سلاسل خصوصاً حضور پر نور سیدنا و مولانا خورشید عالم الشیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور سلطان العلماء طرب نواز حضور خواجہ حسین الدین قدس سرہ پیران مخصوص حضرات کی نیت کر کے جملہ مؤمنین و مومنات کے لئے ایصالِ ثواب کیا کریں۔ یہ جو آیتیں آیات میں بھی جاری ہو چکی ہیں جنکو معتزلہ اپنے ذہنیکی اثبات میں پیش کرتے ہیں جیسے سورہ نجم میں وان لیس للانسان الا ما سخی اور سورہ بقرہ میں لھا ما کسبت و لکم ما کسبتکم کلان میری لام ہلئے استحقاق ہے۔ ہذا الجواب متفقین و بد بفضل اللہ الصمد لاسر آیتہ فی کتاب ولا سمعته من احد جواہر جمع ہم چون قسم آیات احادیث سے وہ شخص خارج ہے جسکے لئے عامل بنا ثواب ہدیہ کرے۔ ایصالِ ثواب کی اثبات کرنے والی احادیث آیات اپر شاہد ہیں تو یہ ان آیات احادیث کے لئے شخص نہ کہ خودی حق میں مخصوص ہوں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کو ثوابِ عمل حاصل کرے یا جسکو عامل ہ وہ ثواب ہدیہ کرے۔ دوسرے کے واسطے نہیں۔

والنقصیل فی فتح القدر لکن یختلج فی قلبی ان العا مل ای الھدی ثوابہ الی جمیع ماسواہ من یصح اھداء الثواب الیہ شرعاً و کھو المستحب کما مر لہ ہذا من احد خارجاً عن المحصر یكون المحصر النسبة الیہ فی حدیث بیفوت فان قلت التھتم لان ینویں بالاضافۃ الی غیر المؤمنین واللہ تعالیٰ علیہم بالصواب۔ سوال اعمال و نیات صحیح ہوں اور مقابلیت باجمیع انقسام ادا و علی الا جا کو مقتضی ہوتا ہے جیسا کہ پہلے گذرا۔ تو ہر ایک عمل کے مقابلہ میں ایک نیت ہوتی اس سے ثابت ہوا کہ ایک عمل چند نیتوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک عمل کے ساتھ ایک ہی نیت ہوگی۔ جواہر بیان ہے جواہر نے لکھے کہ نانی نہیں ہوتا۔ جیسے ای متنافع الفعلان میں تنزیہ اقل مراتب کا بیان ہے۔ اگر ایک عمل دو نیتوں سے کیا تو دو عمل کا ثواب ملے گا جیسے رشتہ داری اور تکراری دونوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے رشتہ دار کو دیا تو صدقہ کا ثواب بھی پائیگا اور صلہ رحمی کا بھی۔ اور اگر صرف تکراری کا لھان کیا تو صرف صدقہ کے ثواب کا حق ہے اور اگر صرف رشتہ داری کی نیت کی تو صرف صدقہ کا ثواب ملے گا اور اگر ایک عمل چند نیتوں سے کیا تو ہر ایک عمل دوبارہ ثواب متعدد قرار پائیگا۔ جیسے مسجد میں بیٹھا ایک عمل ہے جس میں ایک وقت متعدد نیتیں کر سکتے ہیں (دا) غائۃ خدا ہونے کی نیت سے کہ حدیث میں بار ہے مسجد خانہ خدا ہے اور جو مسجد میں نہ ہے تو گویا اسکا مقصود اللہ تعالیٰ کی زیارت ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ ہے اور کہ یہ ہے اور جب تک کہ اپنے خلائقین کی ضیافت فرمائے۔ پس اس نیت سے فیصلت حاصل ہوگی (۲) استنار باعدت کی نیت سے کہ حدیث میں ارشاد ہے انتظار نماز کرتا ہے تو گویا وہ نماز میں ہے پس اس نیت سے فیصلت حاصل ہوگی۔

بشیر القاری نے فرمایا ہے کہ ثوابِ عمل کا حق ہے غیر کا حق نہیں۔ جب عامل کو ثوابِ عمل کا حقدار قرار دیا تو ہر صاحبِ حق کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا حق جس مسلمان کو چاہے ہدیہ کرے جس طرح ہم اپنے قریبی حقوق جیسے ملک و شیا ہدیہ کر سکتے ہیں اور کرتے ہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ خودی حق یعنی ثوابِ عمل غیر مسلم کو ہدیہ نہیں ہو سکتا۔ خودی حق بعض مسلمانوں میں غیر مسلم کو دینا جائز ہے نیز خودی حق ہدیہ کرنے کے بعد ملک سے نکل جانا ہر جہاد ملک استحقاق آئیں باقی نہیں ہوتا بلکہ ان خودی حق کے ہدیہ کرنے کے باوجود صاحبِ حق کے لئے باقی رہتا ہے بلکہ بڑھ جاتا ہے مثلاً کسی نے صدقہ کر کے اس کا ثواب اپنے عزیز واقاب کو ہدیہ کیا تو اس صدقہ کا پورا ثواب ان عزیز واقارب میں سے ہر ایک کو ملے گا۔ صدقہ کرنے والے کے ثواب میں صلا کی نہ ہوگی۔ بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کے مجموعے کے برابر صدقہ کرنے والے کو ملے گا۔ لہذا تا باقی بھی ثواب ہدیہ کر سکتا ہے بخلاف خودی حق نہ اسکا ہدیہ کرنا درست نہیں چونکہ ہدیہ کرنے والے کے ثواب میں کسی نہیں ہوتی بلکہ بفضلہ تعالیٰ عینی کی مہربانی اسلئے مستحب ہے کہ بروقت ایصالِ ثواب مخصوصوں میں صحت کے ساتھ ساتھ باقی ماندہ جملہ مؤمنین و مومنات کی نیت بھی کر لیا کریں۔ بلکہ ہر ایصالِ ثواب کے موقع پر پہلے اس ثواب کو مالک کو نین سرکار و دارین سردار دنیا، محبوبہ کیو یا اصلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریں پھر بظہیر لطفی ان کے جلائیہ اکر ام علیہم الصلوٰۃ والسلام و خلفاء راشدین اہل بیت طاہرین و اصحابِ کرام و اہمات المؤمنین و اہل بیت و مجتہدین تمام اولیاء و علمائے دارین بزرگان جملہ سلاسل خصوصاً حضور پر نور سیدنا و مولانا خورشید عالم الشیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور سلطان العلماء طرب نواز حضور خواجہ حسین الدین قدس سرہ پیران مخصوص حضرات کی نیت کر کے جملہ مؤمنین و مومنات کے لئے ایصالِ ثواب کیا کریں۔ یہ جو آیتیں آیات میں بھی جاری ہو چکی ہیں جنکو معتزلہ اپنے ذہنیکی اثبات میں پیش کرتے ہیں جیسے سورہ نجم میں وان لیس للانسان الا ما سخی اور سورہ بقرہ میں لھا ما کسبت و لکم ما کسبتکم کلان میری لام ہلئے استحقاق ہے۔ ہذا الجواب متفقین و بد بفضل اللہ الصمد لاسر آیتہ فی کتاب ولا سمعته من احد جواہر جمع ہم چون قسم آیات احادیث سے وہ شخص خارج ہے جسکے لئے عامل بنا ثواب ہدیہ کرے۔ ایصالِ ثواب کی اثبات کرنے والی احادیث آیات اپر شاہد ہیں تو یہ ان آیات احادیث کے لئے شخص نہ کہ خودی حق میں مخصوص ہوں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کو ثوابِ عمل حاصل کرے یا جسکو عامل ہ وہ ثواب ہدیہ کرے۔ دوسرے کے واسطے نہیں۔

بشیر القاری نے فرمایا ہے کہ ثوابِ عمل کا حق ہے غیر کا حق نہیں۔ جب عامل کو ثوابِ عمل کا حقدار قرار دیا تو ہر صاحبِ حق کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنا حق جس مسلمان کو چاہے ہدیہ کرے جس طرح ہم اپنے قریبی حقوق جیسے ملک و شیا ہدیہ کر سکتے ہیں اور کرتے ہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ خودی حق یعنی ثوابِ عمل غیر مسلم کو ہدیہ نہیں ہو سکتا۔ خودی حق بعض مسلمانوں میں غیر مسلم کو دینا جائز ہے نیز خودی حق ہدیہ کرنے کے بعد ملک سے نکل جانا ہر جہاد ملک استحقاق آئیں باقی نہیں ہوتا بلکہ ان خودی حق کے ہدیہ کرنے کے باوجود صاحبِ حق کے لئے باقی رہتا ہے بلکہ بڑھ جاتا ہے مثلاً کسی نے صدقہ کر کے اس کا ثواب اپنے عزیز واقاب کو ہدیہ کیا تو اس صدقہ کا پورا ثواب ان عزیز واقارب میں سے ہر ایک کو ملے گا۔ صدقہ کرنے والے کے ثواب میں صلا کی نہ ہوگی۔ بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کے مجموعے کے برابر صدقہ کرنے والے کو ملے گا۔ لہذا تا باقی بھی ثواب ہدیہ کر سکتا ہے بخلاف خودی حق نہ اسکا ہدیہ کرنا درست نہیں چونکہ ہدیہ کرنے والے کے ثواب میں کسی نہیں ہوتی بلکہ بفضلہ تعالیٰ عینی کی مہربانی اسلئے مستحب ہے کہ بروقت ایصالِ ثواب مخصوصوں میں صحت کے ساتھ ساتھ باقی ماندہ جملہ مؤمنین و مومنات کی نیت بھی کر لیا کریں۔ بلکہ ہر ایصالِ ثواب کے موقع پر پہلے اس ثواب کو مالک کو نین سرکار و دارین سردار دنیا، محبوبہ کیو یا اصلی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کریں پھر بظہیر لطفی ان کے جلائیہ اکر ام علیہم الصلوٰۃ والسلام و خلفاء راشدین اہل بیت طاہرین و اصحابِ کرام و اہمات المؤمنین و اہل بیت و مجتہدین تمام اولیاء و علمائے دارین بزرگان جملہ سلاسل خصوصاً حضور پر نور سیدنا و مولانا خورشید عالم الشیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور سلطان العلماء طرب نواز حضور خواجہ حسین الدین قدس سرہ پیران مخصوص حضرات کی نیت کر کے جملہ مؤمنین و مومنات کے لئے ایصالِ ثواب کیا کریں۔ یہ جو آیتیں آیات میں بھی جاری ہو چکی ہیں جنکو معتزلہ اپنے ذہنیکی اثبات میں پیش کرتے ہیں جیسے سورہ نجم میں وان لیس للانسان الا ما سخی اور سورہ بقرہ میں لھا ما کسبت و لکم ما کسبتکم کلان میری لام ہلئے استحقاق ہے۔ ہذا الجواب متفقین و بد بفضل اللہ الصمد لاسر آیتہ فی کتاب ولا سمعته من احد جواہر جمع ہم چون قسم آیات احادیث سے وہ شخص خارج ہے جسکے لئے عامل بنا ثواب ہدیہ کرے۔ ایصالِ ثواب کی اثبات کرنے والی احادیث آیات اپر شاہد ہیں تو یہ ان آیات احادیث کے لئے شخص نہ کہ خودی حق میں مخصوص ہوں۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کو ثوابِ عمل حاصل کرے یا جسکو عامل ہ وہ ثواب ہدیہ کرے۔ دوسرے کے واسطے نہیں۔

مطوف ہوتی ہے لیکن ان کا کوئی سانس نہ ہو اتنا ہی سے خالی نہیں جا سکتا انہوں نے نہی صاف کے واسطے میں نبوی ارشاد پر اسل فرمایا کہ: نہ وہ کما
الطینان وکون صادر ہونے والے احوال افعال وحرکات بکالت خوف خطر اچانک پیش آجائے والے افعال میں بھی نیت صادق کو فراموش فرماتے تھے
چنانچہ ایک مرتبہ وہ چار شنبہ ماہ زنی پورہ سے تھری میں حضور غوث اعظم شیخ عبدلقداد جبریلانی تھیں اسل ساری عقیدہ شریک قبرستان موسوم بہ
شونہ میزی میں قہر امداد فرما کر جا چکے ساتھ تشریف لے گئے۔ اور حضور شیخ حادو قیاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک پر بہت دیر تک قیام فرمایا۔
یہاں تک کہ وہو میں سخت پیلا ہو گئی قہر امداد فرمادے کہ آپ کیچے کھڑے تھے فاتحہ خوانی سے قانع ہو کر جب حضور نے راحت فرمائی تو چہرہ انور ہر سرت و
شاہدانی کے مشن ترین ماہر دیکھ کر ساتھیوں میں ایک صاحب نے اس غیر معمولی مسرت و اطلو قیام کا سبب دریافت کیا اور اسل کفر فرمایا پندہ شہان المعلم
۹۹ کہ ہماری بجز ہوشی حادو رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے مریدین کیساتھ میں بندہ سے باہر تھو نہ لگا کہ ہم شنبہ جمعہ جامعہ اوصاف میں لاکر گیا
جب ہم قنطرة الیہو نامی پل پر پہنچے تو جھک جھکا دیکر شیخ حادو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پانی نہیں گرا دیا کرتے وقت میں نے شہنشاہ اللہ پر جھک
غسل جمعہ نیت کر لی۔ میں نے کیا وہی جیب پینے کے لئے تھا اور ایک تیسیر ہاتھ میں تھا اسکو پانی سے بچانے کے خیال سے ہاتھ کو بند کر دیا وہو
جھک جھوڑ کر چلے۔ میں نے پانی نکل کر پیر کو پورا پورا پیلے کی فری پڑھی تھی اسلے ان کے اس عمل سے جھک جھکتا تکلیف پہنچی پھر میں مسرت کیساتھ پل لڑکن
سے جا ملا۔ شیخ حادو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین نے کھد سے کچھ کہنا جاتا تو شیخ نے انہیں جھک کر فرمایا کہ میں فرزند زائسہ لگا لکھتے پچھانا ہوں مگر
دیکھتا ہوں کہ کیا میں جھک جھکتا ہی نہیں جی پھر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ میں اسوقت شیخ حادو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر میں کھا
نورانی پوشاک پہنے تھے ہیں جو سو تیوں سے آراستہ ہو اور ان کے سر مبارک پر پادشہان تاج پادشاہ ہند میں سنے کے کنگن ہدیوں میں سنے کے جوئے
ہیں گروا پانچ حرکت نہیں کرتا تو میں شہادت کیا کہ یہ کیا بات ہے فرمایا کہ یہی ہاتھ ہے جس سے میں آپ کو دھکا دیتا تھا اسلے اللہ تعالیٰ نے معطل
کر دیا۔ تو کیا آپ فرماتے ہیں میں کھا ہاں معاف کیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اسکو در فرماتے چنانچہ شیخ کا تھک دہی کیساتھ وہاں شیخ
کی اور بیچ ہر لڈیا کر امانچی اپنی قبول میں کھڑے ہو کر میری دعا کے مقول ہننے کے لئے ہارگا ہ الہی میں عا کرے لگے۔ تو میں اتنی دیر تک دعا
کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا کو شرف قبول عطا فرمایا۔ اور شیخ کا ہاتھ درست ہو گیا پھر شیخ نے مجھ سے اس ہاتھ کے ساتھ
مصافحہ کیا اور بہت مسرور تھے ان کے سر ہد سے جھک جھکتی غیر معمولی مسرت حال ہوئی جب واقعہ کا مفاد تشریف میں چرچا ہوا تو شیخ
حادو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مریدین سے مشائخ و صوفیاء کا ایک گروہ مخلوق کے انہو کے سر کیساتھ مدد سے پہنچا تاکہ اس واقعہ کی حقانیت پر
دلیل طلب کریں لیکن قادری جلالان سمیت سے اس درجہ خوب تھے کہ پھر سکوت لگ گئی اور ان مشائخ و صوفیاء میں سے ایک فرد بھی کھڑا ہوا
پر قادر تہ ہوا۔ بالآخر خود حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکی دعا بیان کی کہ ارشاد فرمایا کہ مشائخ سے جن دو کو آپ چاہیں منتخب کر لیجئے
انشار اللہ تعالیٰ میرے بیان کردہ واقعہ انکی زبان تصدیق ہو جائے گی چنانچہ شیخ یوسف نے ہر دو کو اس نام میں بخلا کر لے لئے تھے اور
شیخ جلالان کو جو پہلے سے بندہ میں تمیم تھے سب سے بالاتفاق منتخب کیا اور بیوٹوں حضرت کنت کے ممتاز مقام پر فائز تھے پھر ان مشائخ
وصوفیاء نے عرض کیا کہ ان دونوں حضرات تصدیق کرانے کے لئے آپ کو ایک ہفتہ کی مہلت ہی جانی تھی۔ حضور نے ارشاد فرمایا انہیں بلکہ اسوقت
تصدیق کرانی جائیگی آپ حضرات یہاں مسلمان ہو کر واپس ہوں۔ اسکے بعد حضور نے سر مبارک نیچے جھکا یا اودہ سب بھی سرنگوں ہو کر ٹھیکے
لئے میں مدد کے بارے سے قہر انکی چیخ و پکار کی اولڈ آئی اور معلوم ہوا کہ وہی شیخ یوسف ہوائی پر بہت پادشاہت تھے آجے ہیں یہاں تک کہ مدد
میں داخل ہو کر جلاہ حاضرین کے سامنے فرماتے لگے ابھی اللہ تعالیٰ نے جھک اس بات پر گواہ بنایا ہے کہ شیخ حادو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جلدی سے
شیخ جلالان کے مدد سے میں جلاہ اور جو مشائخ و صوفیاء ہاں پر اسوقت موجود ہیں ان میں سے ایک کو شیخ نبلا مارنے میرے متعلق جو واقعہ بیان فرمایا
ہے وہ حرف بچوت صحیح ہے شیخ یوسف ہوائی ابھی اپنی بات ختم نہ کرے پائے کھے شیخ جلالان بھی آگے ادا نہیں لے بھی اسی طرح بیان فرمایا

دونوں حضرات کا بیان سنی کے بد تمام مشائخ و صوفیائے اپنے مطالبہ دلیل پر استقامت کرتے تھے وہاں سے مراجعت فرمائی (قلنا لا الجوع اھم
ایک ماہ بعد ان دنوں سے عبادت الہی میں مشغول تھا کچھ لوگوں نے جبروی کہنے کا مقام پر ایک دفعہ سے جس کی بعض لوگ پرستش کرتے ہیں۔ عابدین
سے تکرار و تکرار ہو گیا اور تیسری کھلی کہ اس وقت کو کاٹ ڈالے سنا منے سے پرانہ شکل میں شیطان اگر کہنے لگا کہ حضرت کہاں کا مادہ فرمایا۔
عابدین نے کہا کہ ایک دفعہ کو قطع کر کے جا رہا ہوں جسکی کچھ لوگ پرستش کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب۔ اپنی عبادت ترک کرنے
بیکورہ کام میں مصروف ہو گئے عابدین نے کہا میرے لئے بھی عبادت ہے شیطان نے کہا میں تو دفعہ کاٹنے کی واسطے آچکوں نہ جانے وہاں گیا بیکورہ ماہ
بہنگ ہو گیا۔ عابدین نے اسکو کہہ کر زمین پر پڑے مارا اور سینہ پر سورج گیا شیطان بولا کہ مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ آپ سے ایک بات کہوں عابدین نے چھوڑ دیا
شیطان نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس وقت کا قطع کرنا آپ پر فرض نہیں کیا لہذا اگر آپ اپنی عبادت میں مشغول رہیں۔ اللہ اس وقت کو قطع نہ کرے تو آپ
کوئی گرفت نہ ہوگی۔ زمین پر نہ رہا ہستیاں قیام کلام موجود ہیں اگر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو ان کو حکم فرمایا گیا۔ آپ سے کیا تعلق عابدین نے کہا کہ مجھے
اس وقت کا قطع کرنا ضروری ہو۔ شیطان بھرتا وہ پکارا پکارا عابدین نے کہہ کر زمین پر پڑے مارا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ جب شیطان نے دیکھا کہ میں اپنی طاقت
سے اسکو زبردت کر سکتا ہوں گا اور با تابی سے کامیابی حاصل نہ ہوگی تو بولا۔ اچھا میں ایک عبادت میں کرنا اپنا تمام ہوج میرے ادا کیے اور ان فیصلہ کن
ہوگی اور آپ کے حق میں بہتر۔ اور دفعہ کاٹنے سے نہ زیادہ نفع بخش لگا پھر موعوب ہو تو پیش کروں۔ عابدین نے کہا کہ کبہ کیا ہے شیطان بولا۔ مجھے چھوڑ دیجئے
پھر کہو گی۔ عابدین نے چھوڑ دیا تو بولا آپ تلک مرستہ میں لوگوں پر اپکا ہاتھ ہے۔ عابدین نے کہا ہاں صحیح ہے بولا اگر آپ اس اڑنے کو ترک فرمائیں تو میں ہر شب ایک
سراستہ شرفیاں عکس پاروں گا۔ صبح لگتی ہی آپ نہیں لے لیا کہ ہر ہر جوجی چاہے کریں۔ اپنی اور اپنے اہل جمال کی حواج میں صحت کیئے اور
لپھنڈ و بی جھلا سوں کی مدد فرمائیے۔ جنہوں کی دست گیری کیجئے۔ اس میں آپ کے لئے بھی منفعت ہے اللہ تعالیٰ کو اس واسطے بھی فلاح اور بہبودی ہے۔ وہ
کاٹنے سے مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچے گا۔ اور پرستش کرنا لوگوں کو کیا نقصان۔ وہ چھوڑ دیا اور دفعہ کاٹنے سے شیطان کی گینت گونگرا کا باطل فور
اور فوض کے بعد لہجہ میں کہنے لگا کہ شیخ نجدی نے کہا کہ میں نبی نہیں ہوں حتیٰ کہ مجھ پر اس وقت کا قطع کرنا واجب ہو نہ اللہ تعالیٰ نے مجھے
قطع کرنے پر مامور فرمایا ہے کہ قطع نہ کرنے سے مجھ پر قرار پاؤں میرا یہ ارادہ خود بخود تھا اور اس دفعہ کا باقی رہنا مسلمانوں کیلئے مشرت رسال ہی نہیں اور
شیخ نجدی کا مشورہ نیا وہ منفعت حاصل ہو یا لا فخر ہائے شیطان کا مشورہ تسلیم کر لیا اور عابدین نے اپنی عبادت کا وہ پراپس لیا پہلی شب میں سوکر
اٹھا تو وہ اسٹریاں سر پانے پائیں چھوڑ دیا سر میں بھی دو اشرفیاں ملیں تیسری شب اور چوتھی شب میں کچھ نہ ملا تو ہفتے میں بھر گیا اور کہا ہاں
یہ کو دفعہ کاٹنے چلے اور کہنے لگا کہ دنیا تو تہ ہو گئی تو آخرت ہاتھ سے کیوں جائے پھر شیطان بیستہ شیخ سامنے آیا بولا کہا کہ ارادہ فرمایا۔ عابدین نے
کہا اس وقت کو کاٹنے کو جا رہا ہوں شیطان بولا تو چھوڑا ہے۔ بخدا اب جھکو اتنی قدرت نہیں۔ عابدین نے پہلی کی طرح شیطان کو کہہ کر زمین پر گرا تا چاہا
شیطان بولا اب چہ چیز کو سوں وقف ہو گئی۔ ایں خیال مست و محال مست و محال۔ کیلکہ ہاں کہہ کر زمین پر چڑھا اور سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور
کہنے لگا کہ اس طاقت سے باز اور نہ ذبح کروں گا عابدین نے دیکھا کہ جھوک کے مقابل کی طاقت نہیں تو بولا کہ تو نے مجھ پر قابو لیا مجھے چھوڑ دے
اور یہ بتا کہ پہلی مرتبہ میں مجھ پر کس طرح غالب آیا اور اس مرتبہ جھکو قلب پر نہ کر رہا شیطان نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیری نیت صادق تھی اور تو اللہ کے لئے
غضبناک ہوا تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے جھکو سخر فرمایا اور اس مرتبہ تیری نیت فاسد تھی اور تیرا غضب اپنے نفس کے لئے تھا اسلئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر
مغلوب کر کے جھکو مسلط فرمایا (وقت القلوب غیر ہے) قوم تھی اسراہیل کے تین اشخاص جا رہے تھے۔ اچانک بارش شروع ہو گئی وہ حضرات
پہاڑ کے ایک غار میں آئل ہو گئے تاکہ بارش سے محفوظ رہیں۔ پہاڑ سے ایک تھوسہ گرا جس سے غار کا منہ بند ہو گیا۔ وہ تھوسہ وہاں ہی تھا کہ تینوں اشخاص
اپنی اپنی طاقت سے اسکو مٹانے کے جب ہر ناک سے نکلنے کی کوئی تدبیر کارگاہ نہ ہوئی تو بالآخر ایک نے دو ستر سے کہا کہ نبی جلت بغیر صدق نیت کے نہ
ملے گی۔ لہذا ہم میں سے ہر شخص اس عمل کے وسیلہ سے دعا کرے جو نیت صادق سے کیا ہو تو ان میں سے ایک صاحب نے اس طریقے سے دعا کی کہ لے

وہ بہت صاف ہے کہ اس کا تعلق ہے شیطان کی طاقت سے

اشرفین نے تین منہاں (ترہ سرد و چھ منہاں) جا دلوں پر ایک زہر رکھا تھا۔ جب تک سے فارغ ہوا اللہ میں نے اجرت پیش کی تو اس نے لینے سے انکار کیا اور چلا گیا۔ میں نے ان جا دلوں کو روکا پھر سیریلار سے گائیں اور ان کا چرنے والا خریدا پھر وہ اپنی اجرت طلب کرنے کے بعد آیا میں نے کہا کہ گائیں اور چرواہا پلہ تھاری اجرت سے خریدے گئے ہیں انکو لیا تو اس نے کہا کہ مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ میری اجرت تو تین صدقہ جا مل تھی۔ میں نے کہا اے بندہ خلیفہ تیرا ہی مال ہے تو اسکو لیا چنانچہ وہ لے گیا تو لے اشد تو جانتا ہے کہ میں نے نہ عمل تیری ضابطوں کیو اسنے کیلئے تو فار کا منہ کھولتے ہیں چمکا کر کچھ خصہ خاکے منہ سے تھک گیا پھر وہ سکہ صاحبہ بایں طور دھلکے اشد تو جانتا ہے کہ میرے ان باپ بوڑھے تھے۔ میں جبے شام کو کیریاں چرا کر لوٹتا ہوں تاکہ پہلے انکی خدمت میں دودھ پیش کرتا۔ پھر باقی باہن میاں کو دیتا۔ ایک مرتبہ مجھے جنگل سے واپسی میں خیر ہو گئی میں دودھ لیکر پہنچا تو وہ سوچے تھے۔ بیدار اسنے نہیں کیا کہ خواب ستراحت میں غفلت پر چلا گیا۔ اور یہ بھی گوارا ہوا کیچھو کے سوتے رہیں۔ کیونکہ خدا کے نافرمانوں سے نصیب میں بیسی ہو جائیگی۔ بچے بھوک کی وجہ سے لادھے تھے مگر میں نے بچوں کی پرہیزگاری اور ان کے بیلہ بولنے کا انتظار کرتا رہا۔ یہاں تک صبح ہوئی۔ لے اشد نے تیری خدمت کرتے ہوئے غوث کی بنا پر تھی تو فار کا منہ کھولے پس بکرم اتنی پھر تارہاں لگا کر تارہاں نظر لگا۔ پھر تیرے صاحبہ بایں طریق دوما کئی کر لے اشد تو جانتا ہے کہ میرے ایک چچا زاد بہن تھی جسکو میں سب سے زیادہ محبوب رکھتا تھا میں نے اس کے نفس پر تاقیو پانا چاہا تو اس نے سوشرفیاں طلب کیں۔ چنانچہ کسی طرح سے میں نے وہ اشرفیاں حاصل کر کے جب سکودیدیں تو اسنے اپنے نفس پر مجھے قہر دے دی۔ جب میں فقہاً شہوت کیلئے بیٹھا تو اس نے کہا کہ اشد سے ڈرو اور ہرگز نہ مانا مگر نظر پر مت توڑو میں یہ سن کر اشد کھڑا ہوا اور وہ اشرفیاں بھی آسکے پاس چھوڑیں۔ لے اشد تو جانتا ہے کہ میں نے اس ناگوشے غوث سے ترک کیا تو خدا کا منہ کھولے چنانچہ فار کا منہ کھل گیا اور وہ غوثوں سے اس کے اجماعی شریفین حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اشرفین گزشتہ فرمایا ہے جسے ماشد کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فراموش ہو گئے۔ قہر سے وقت کے بعد فرمایا جب تک تو اشرفیاں تیریں ٹکی جائیں غوث نہ کریں گے۔ چنانچہ فوراً ہی چالیس آدمی اس مجلس سے اٹھے اور ہر سو اشرفیاں لیکر حاضر ہو گئے۔ حضور نے ایک صاحب کی قبول فرمایا میں پھر اپنے خادم ابوالرضا کو بلا یا اور وہ اشرفیاں پکڑ فرمایا کہ شوخی بینی۔ قبرستان میں جاؤ۔ وہاں ایک بوڑھا ملا لیا جو عود بجا رہا ہے۔ یہ اشرفیاں حکم دینے سے تھک رہا ہے۔ اس سکھ ملا لانا۔ ابوالرضا فرماتے ہیں حرب کلمہ میں آں گیا اور حضور کے ارشاد کے مطابق ایک بوڑھا انسان جھکے ہوئے کھڑے ہو کر بجا رہا تھا میں نے سلام کر کے وہ اشرفیاں پیش کر دیں۔ انہوں نے ایک صحیح ماری اور ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ کچھ دیر کے بعد جگہ میں سے تو میں نے پھا شیخ عبد القادر اکبر فرمائے ہیں۔ یہ سن کر وہ میرے ساتھ ہوئے۔ جب میں گویا لیکر مجلس میں پہنچا تو حضور نے فرمایا کہ انکو میرے چہرے اور وہ لپٹے ہوئے کوکانو سے پرکے ہوئے ممبر پر پہنچا گئے پھر حضور نے ان سے فرمایا کہ اپنا قصہ بیان کرو۔ انہوں نے عرض کیا حضور تیرے ماہر مشابہ میں عمدہ ترین توائل تھا ہر طبقہ کے انسانوں پر کامل قبولیت حاصل کی بڑھا پایا اھا دوزخ میں کئی تندی تو لوگوں کی نظرس بدل گئیں۔ ماگجلی نہیں ملا مالوگوں کی بے انتظامی دیکھ کر میں نے پٹے کر لیا کہ اب تک خدا کی شاننا یا کرتا تھا آئندہ مردوں کو سنا کیوں چنانچہ اپنی اسی قرار دیا کہ ماتحت بندہ سے عمل کرے قبرستان چھوٹا اھا گانا شرفین کر دیا کبھی اس قبے کے پاس کبھی اس گھونٹے گھونٹے گانا رہا یہاں تک ایک قبے کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ دیکھتا گیا ہوں کہ وہ قبر میں ادا ہے ایک آدمی نے سسر نکال کر کہا۔ اے مردوں کب تک سنا بیٹھا جا اور ایک مرتبہ اشد کے لئے گا جو حق و قیوہ ہے اس نے سوال پھا فرمایا بیان کلمات کو سن کر

ابیات

بصیرت شری طاری ہو گئی۔ پھر واقعہ ہونے پر میں کھر شے ہو کر جناب باری میں اس طرح عرض کرنے لگا۔
 ۱) يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۲) قَدْ آمَنَّا بِالرَّبِّ لَئِن كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۳) إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نَسُوكَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۴) يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۵) يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۶) يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۷) يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۸) يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۹) يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝
 ۱۰) يَا رَبِّ اجْعَلْ لِي مَخْرَجًا مِّنْ عَذَابِكَ إِنَّ عَذَابَكَ أَلِيمٌ ۝

بشرح صحیح البخاری

بشرح صحیح البخاری

تبعین الحقائق امام ربلی وغیرہ میں صبارہ فاسق ہے فی تقدیمہ للإمامتہ تعظیمتہ وقد حجب علیہم اہانتہ
 شرعاً فاسق معلن کواہمت کے لئے اگے کرنے میں سکی تعظیم ہوتی ہے۔ اور شیخ میں سکی توہین واجب ہے۔ بیعت کی دوسری قسم
 بیعت ازلانہ جو اس طرح ہوتی ہے کہ اپنا ارادہ و اختیار سے کبیر باہر ہو کر اپنے کو شیخ مرشد ہادی برحق حاصل یعنی کے ہاتھ میں رکھ
 لیا ہو کہ ہے۔ اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک بنانے کے چلنے پر ہر اس لوگ چلے کہ وہی تقدیم ہے اسکی مرضی کے نہ کہ اسکا کوئی حکم یا اس کا کوئی فعل
 اگر اس کے نزدیک شیخ نہ مسلم ہو تو اسے افعال حضرت علیہ السلام کے مثل سمجھنے اپنی عقل کا تصور چلنے اسکی کسی بات پہل میں بھی اعتراض نہ لائے۔ اپنی ہر
 مشکل یا سہ پر پیر کرے بغرض اس کے ہاتھ میں مراد پرست زندہ ہو کر ہے۔ ماقہ شیرازی قدس سرہ نے اسی کے متعلق فرمایا ہے مشعر
 بہت زیادہ نہیں کہتے پیر شاگرد۔ ہاں اس کے غیر مفسدہ و دم منزہا پرست ممالکین سے لیدی مقصود و شائع مرشدین ہی ہی اندر فریاد تک
 پہنچاتی ہے یہی حضور و اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر جو سے سیدنا حنیف بن صامت اصحاب رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ بآئتنا سؤل اللہ فجلس اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی السبع والطاعة فی العسر والیسر ولا نستجد الا لکرمہ
 ولان لا نقانر ع الا امرنا صلہ۔ ترجمہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر و شوری و آسانی ہر خوشی و ناخوشی
 میں ہم تمہیں کے اطاعت کریں گے اور اس حسب کہ کسی حکم میں چون دروازہ کریں گے شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے اور رسول کا حکم اللہ کا حکم
 اور اللہ کے حکم میں جمال بظاہر نہیں ماسہر و قول فرماتا ہے وما کان یلومین ومو صدیق ائی اقصی اللہ ورسولہ امر ان یکون کلمہ
 اکتفوا من امرکم ومن یغیر اللہ ورسولہ فقد فصل صلاً لا یمیننا۔ ترجمہ کسی مسلمان مرد و عورت کو یہ حق نہیں پہنچا کہ جب
 اللہ و رسول کی ممانعت میں کچھ فرما دیں پھر انہیں پتہ کام کوئی نتیجہ یاری ہے اور جو اللہ و رسول کی نافرمانی کرے وہ گنہگار ہے۔ عوارف العارف
 میں ارشاد فرمایا۔ وحوولہ فی حکم الشیخ وحوولہ فی حکم اللہ ورسولہ وایحاء سنتہ المباحیۃ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم۔ ترجمہ شیخ کے یہ حکم ہونا اللہ و رسول کے یہ حکم ہونا ہے اور بیعت نبوی کی قسمت کا زندہ کرنا ہے نیز فرمایا۔ ولا یکون
 هذا الا لمرید حصہ نفسہ مع الشیخ وانسلج من الایۃ نفسہ و ففی فی الشیخ تبرک اختیار نفسہ۔ ترجمہ یہ
 بیعت نہیں ہوتی مگر اس پر یہ کہ جسے جسے غامبی جان کو شیخ کی قید میں کر دے اللہ اپنے ارادے سے اسکل باہر کر اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں رہا گیا
 پھر فرمایا۔ ویخذر الاعتراض علی الشیخ فان السلم القاتل المریدین وقل ان یکون مرید یعترض علی الشیخ طیبہ
 ہیظلم وینکر المرید فی کل ما اشکل علیہ من تصالیف الشیخ قصۃ الخضر علیہ السلام اھکف کان یصد من
 الخضر تصالیف ینکرھا مومن ثم لما کشف عن مضاھا بان المرید علی وجہ الصواب فی ذلک فھلک البینتی
 المریدین یعلل ان کل تصور اشکل علی صحۃ من الشیخ عند الشیخ فیہ بیان ویرھان الصحۃ ترجمہ یہ
 اعتراض ہے کہ یہ مریدوں کے لئے نہ بر قائل ہو کہ کوئی مرید ہو گا کہ اپنے دل میں شیخ کی کوئی اعتراض کرے پھر فرمایا ہے شیخ کے تصدیق ہو گا کہ
 اسے صحیح معلوم نہ سمجھتے ہوں نہیں حضرت علیہ السلام کے واقعات یاد کر لے کیونکہ ان سے وہ ہائیں صادر ہوتی تھیں پھر جنہر سخت اعتراض تھا۔
 (جیسے کیسوں کی گشت میں صلہ کر دینا۔ گناہ بچے نکل کر ڈاننا پھر وہ اسکی وجہ فرماتے تھے تو موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر ہوا کہ حق ہی تھا پھر انہوں نے
 کیا یوں ہی مرید کو نہیں کھنا چاہئے کہ شیخ کا جو فعل مجھے نہیں معلوم تھا شیخ کے پاس اسکی صحت پر دلیل قطعی ہے تمام ابوالقاسم
 قشیری صال میں فرماتے ہیں میں نے حضرت ابو عبد الرحمن سلمیٰ کو فرمایا کہ ان سے اسکی شیخ حضرت ابو سہل صلحہ کوئی نہ فرمایا۔
 من قال کا شتا ذیہ بل کا یقللہ ابدن۔ ترجمہ جو اپنے پیوستے کسی بات میں کیوں کہیگا کبھی فلاں نہ پایگا اس میں بیعت ازلانہ
 کے لئے شیخ ایصال کی ضرورت ہے اور شیخ ایصال اسکو کہتے ہیں جو شر الظاہر بعد ذکرہ بالاکسائتہ ساتھ مفسد نفسی کا بد شیطان و مفسد

بیعت ازلانہ کی تشریح

ہوے آگاہ ہو دوسرے کا تربیت جانتا ادا اپنے متواکل پر شفقت نہ کر لکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے ان کا علاج بتاے جو شکر
 اس روزہ میں نہیں کرتا یہ عمل قبول نہ فرمائے نہ محض سالک چونہ تراجم خوب عوارف شریف میں فرمایا یہ دونوں قائل پیری نہیں اسلئے کہ اول خود ہون
 رہ میں ہر روز صحت کا طریق تربیت سے غافل بلکہ خود کو لگ بھگ ہو یا سالک محمد صوب ادا اول بہتر اسلئے کہ وہ مراد ہے اور یہ مرید
 (ازالہ السنیۃ الاذنیۃ الضعیفہ طہقوت قدس بس) لہذا سلوک اختیار کرنے والے مرید مبتدی ہر صدق نیت کا التزام ہر قول فعل میں
 ضروری ہے کہ سلوک کی روش اور نگاہ شیوں کے قطع کر نہیں بد وقتا وندی اہل صدق نیت ہوتی ہے۔ انا مہ سالم ابن عبد اللہ
 اللہ تعالیٰ علیہ السلام خلیفہ راشد حضرت عمر ابن عبد العزیز قدس سرہ کو ایک کتاب عبارت لیل تحریر فرمایا اقلہ علمیا عمر ابن
 اللہ تعالیٰ للعبد بقدر النیۃ فمن تمت نیتہ تم عون اللہ لہ ومن قصر النیۃ قصر عونہ عن اللہ بقدر
 ذلک۔ ترجمہ یقین جانو کہ عمر بن عبداللہ نے قائل کی ہانتی بندہ کی امداد بقدر نیت ہوتی ہے۔ جو نیک نیت تام ہوگی اگر اس کوئی قول
 فعل صدق نیت سے خالی نہیں تو اللہ تعالیٰ کی مدد بھی اسکے لئے حاصل ہوگی۔ اور بندہ کی نیت میں جتنا قصور ہوگا کسی قدر عذرا وندی کیا
 گئی ہو جائیگی لیکن ہر کوئی کہہ ہے کہ پہلے صدق نیت کا علم حاصل کرے کہ بعد ان علم انسان کی عمل کو نہیں کر سکتا۔ صدق نیت کی تعلیم اپنے شیخ
 صالح کے بشیر لکھ شیخ بقید حیات ہو ورنہ ایسے لوگوں کی نسبت اختیار کرے ہر صدق نیت کے عالم ہوں تاکہ اسکو صدق نیت پر آگاہ کرنے میں
 پھر یہ سالک کے ترصیق نیت پر پونے کی ملامت یہ پھر اپنے شیخ طریقت حکم پر ہر حال میں بطیب خاطر تسلیم فرما کر تاہو۔ فرحت نشاط
 سچ دانہ دیکھ لو گاہ سے امتلا و احوال انقیاد و اطاعت حکم پر اصولا اثر اظاہر ہو کہ بعضی کے عالم میں تسلیم حکم کی سبط قلبی طرح متقاد
 ہو جس طرح اطمینان سکون کی حالت میں ہے۔ صحت مرض فوافی تو سبکی فرسکہ تام پیش آنیو لے متقاد عوارض قلبی انقیاد کے اعتبار سے متقاد
 نہ رہیں۔ شیخ طریقت کا فرض ہے کہ صدق نیت کے متعلق مرید کا گاہے گاہے امتحان کرتا ہے تاکہ مرید ہر میں صدق نیت کا پابند ہو جائے۔
 اور کبھی نیت صدق نیت کے غافل نہ ہو۔ مولانا معنوی قدس سرہ القوی فرماتے ہیں کہ ایک مرید نے جسکی بیعت زمانہ قریب میں واقع
 ہوئی تھی جب وہ مکان تمکین اور حصول نیک نیت کے اپنے شیخ کو مدعو کر دیا شیخ تشریف لائے اور مکان ملاحظہ فرمایا۔ مستنوی
 خانہ نو ساخت رونے زوریدہ پیر آرمہان اورا بدید۔ شیخ فی الحقیقت شیخ طریقت تھے اپنے فرض منصبی کے ماتحت مکان کا معائنہ کر
 مرید سے فرمایا کہ یہ دو شندان مکان ہیں کس فرض سے دکھا ہو مرید نے عرض کیا حضور اسلئے رکھا ہے کہ باہر سے آمد و رفتی آئے۔
 گفت شیخ آن زوریدہ خویش را امتحان کر داکں نکو اندیش را و عدل نہ بہرے ہر کردی لے در فقیہ گفت تا نور اندازہ نظرین
 شیخ نے فرمایا کہ دو شندان کی تعمیر میں یہ نیت کرنا چاہئے تھی کہ اسکے اندر اذان کی آواز پڑھا کرگی اصل مقصود ہی ہوتا باقی مذاہب سے مکمل
 ہوئی جاتے۔ روشنی بھی پہنچی ہو اور باقی جاتی اوروں کو مقاصد بھی پونے ہونے لگوئے ہم خرمہ اہم ثواب۔ و چون طفیل حق نیامی
 ملتی اوروں تعمیر مرض و دنیا سے نکل کر خاص دین میں جاتی۔ گفت آن فرما است میں یاد نیسانہ تا ان میں رہ بشنوی ہانگ سنار
 نور خود اندر تھی آیدت نہ نیت اس کن کہ آن ی ہایت۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہ نے فرمایا کہ صدق نیت کی راہ اختیار
 کرنے کے لئے مرد کا رہے (پھر بھی سالہا سال کے بعد بچگی پیدا ہوتی ہے) صدق نیت ایک کیمیا ہے کہ آدمی اسکا مستاد ہو کر پیش بہا سو فیق
 جاتا ہے۔ جو کہ صدق نیت کی دولت رحمت ہوتی اسکو سب کچھ مل گیا جو تاج تسمی مسقطی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اکثر بلکہ
 سات سو احادیث عالی سئلوں کی راہ لکھنا اگر صدق نیت پہنچی نہیں تو ان سے وہ کھت فطرت میں صدق نیت کیرا تھ اور ان کا نہیں پانچ
 اچھا ہے۔ لے جوں مرد و خون بینی اور خود نمائی تیرے واسطے وہ بند نہیں ہیں میری یا ایک نصیحت ہزار نصیحتوں سے بہتر ہے کہ جس نے
 ان دونوں بندوں سے نہات پائی وہ صدق نیت کے ترہ پنی الحقیقت قرار ہو گیا ہے شعر فرمودے کہ خود عالم ہندی نیت و کفرست میں فریب نئی و خود

بشیر محمد الجبالی

مخندہ الملتہ شیخ مینا ہر شمس منقول ہے کہ ابوسلمہ اس رحمتہ اللہ تعالیٰ طریقہ فرمایا میں مجاہدہ افسیاحت کرنے کے بہت کمزور
 ولاغریو گیا شیخ ابوسعید ابوالخیر کی زبان سے کہنے کے پہلو ہا کچھ کہتے پر نہایت گدگدے بستر میں رام فرماتے ہیں وہ ایک مصری صاحب عمل آدمی
 چاند استعمال میں ہے۔ قلب میں نکلا پیدا ہوا کہ یہ کیا ہفتی ہے میرا یہ سمجھتا ہوں اور شہید یا ہفتوں میں حدیثی راہت اور ہفتوں میں۔
 فوراً میرے قلبی غلط پر مطلع ہو گئے۔ اور فرمایا کہ ابوسلمہ تمہیں کس کتاب میں ملا کہ وہ میں یاد خود پسندی شہود ہوتی ہے ہم سب اپنی نظری پر رکھی۔
 غیر کی طرف مصلحت کیا اس لئے کہو سخت عزت مرمت ہوا۔ اپنے آپ کو کچھ تمہاری نظر اپنی ریاضت پر ہی لہذا حکم تم کے سامنے رکھا ہوا ہے
 نصیب میں مشاہدہ اور تمہارے نصیب میں مجاہدہ ہوا۔ ابوسلمہ فرماتے ہیں ان کلمات کو سنکر جہان میری نگاہ میں تاریک ہو گیا اور ہولے نفس کا تو
 ہوئی جب پوشش ہوئی یا توہر کی اس شیخ نے میری توبہ قبول فرمائی۔ شیخ ابوبکر ذوق درہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا نقصان کل مخلص فی اخلاص۔
 سرودیتہ اخلاصہ فای الراء اللہ تعالیٰ ان مخلص اخلاصہ اسقط عن اخلاصہ سرودیتہ اخلاصہ یعنی ہر صادق
 النیت کا اپنے صدق نیت پر نظر رکھتا اس کے صدق نیت کی فامی پر اللہ کرے جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کے صدق نیت کو خاص فرمائے
 تو اس کی نظر کو اپنے صدق نیت پر پڑھنے کے لئے تیار کرے کہ اپنے صدق نیت اپنی نظر میں رہا تاہیں سر باہمی تا مودت و بیخ عشق سے مشروطہ و مذہب علی طہر تو
 ہم عشق طلب کنی ہم شغواہی، آجھے فواری نے میرے شہود شیخ محمد بن الفضل قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ تمہاری تین نشانیاں ہیں اول
 یہ کہ وہ کلمے کے عمل سے محروم ہے۔ دوم یہ کہ عمل کی توفیق ہو کہ صدق نیت محروم کر دیا جائے۔ سوم صاحبین کی صحبت میں ہونے پر بھی
 کرنے اور ہونے کا جو کہ بنے۔ اس سبب سے شریفی محمد دوم شیخ احمد کہ مستحانوی قدس سرہی کتاب جامع الاصول کے مضمناً
 میں ان میں نصیحتوں کو نقل فرماتے ہیں جو سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت حمان کو یہ
 حکم فرمایا تھا کہ اگر تمہیں باہر کے انہر یا بندنی کیسا تھ عمل کیا تو انشا و اللہ تعالیٰ مجھے تمہارے لئے دینی سعادت کی امید ہے ان میں نصیحتوں میں سے
 بلو نام مقام صرف انیسویں نصیحت ترمذی کیساتھ مدیہ ناظرین کی جاتی ہے اول اسع عثمان لاعتزل خمسة احادیث اتخبتھا من
 خمسائہ الف حدیث الاول العا الا عمال بالنیات والثانی من حسن اسلاہ المرء ترکہ ما کالیعینہ۔
 والثالث لا یومن احدکم حق یجب لآخیه ما یحب لنفسه والرابع ان الحلال بین والحرام بین وینجما
 مشتبہات لا یعلمن کثیر من الناس فمن التقی الشبہات استبرأ للذیفة وعرضہ ومن وقع فی المتبہات
 فقد وقع فی الحرام کراہی حولی الحمی یوشک ان یقع فیہ الا وان لكل ملاک حمی الا وان حملی للہ محام
 الا وان فی الجسد مضغۃ انما صلحت فسلم الجسد کلہ واذا افسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب۔
 والخامس المسلم من سلم المسلمون من لسان ویدک۔ ترجمہ انیسویں نصیحت یہ کہ ان باغی حدیثوں پر اعتقاد رکھو جن میں باغی
 لاکہ احادیث سے منتخب کیا ہے اول حدیث انما الاعمال بالنیات کہ تمام اعمال کا ثواب نیک نیت پر ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ انسان کا
 لایمنی چیزوں کو ترک کرنا اس کے حسن اسلا کا نتیجہ ہے۔ سوم یہ کہ تم میں کسی شخص کا عمل میں نہیں جو تا یہاں تک کہ اپنے بھائی کو اسطہ وہ پسند کرے جو اپنے
 واسطے کرتا ہے۔ چہاں کہ یہ کہ حلال ظاہر ہے اور حرام مظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جنکو بہت لوگ نہیں جانتے ہیں جن سے
 مشتبہ چیزوں کو اجتناب کیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بری کر لیا اور جو مشتبہات میں واقع ہوا وہ حرام میں وقت ہو جائے گا اس پر خطا ہے
 کی طرح جو درگاہ کے گرد اگر درچرانا ہو تو فریب سے گناہ میں اقل ہو جائے خبر واد ہر بادشاہ کے لئے حمی (چاکاہ) بنتی ہے اور شہنشاہ تعالیٰ کی جہان کے عود
 میں خبر واد ہر یک بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ دست ہو تو مسلمانوں دست ہو جائے اور جب سب ہو تو کل بدن خاص ہو جائے خبر واد
 وہ صلب ہے۔ پیچھدیکہ کمال سلطنہ ہے جسکی ذیل اور ہاتھ سے مسلمان میں و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بشریح صحیح البخاری

مُحَارِی

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ

صربہ بیان کی ہے جسے عبد اللہ بن یوسف نے انہوں نے کہا کہ نبوی اکبر مالک نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد
 عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْمُحَارِثَ بَيْنَ هِشَامِ بْنِ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 عروہ سے انہوں نے عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہ طالت بن ہشام نے سوال کیا رسول اللہ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ بَاتِيكَ الْوَسْحَى فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تو عرض کیا یا رسول اللہ کیسے آتی ہے آپ کے پاس وہی پس فرمایا رسول اللہ صلوات اللہ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَانًا يَا بِنْتِي مِثْلَ صَلَّصَلَةٍ الْجَحْرِ مِنْ وَهْوِ أَشَدُّ لَا عَلَى فَيَقْصِمُ عَنِّي وَقَدْ وَعَدْتِ
 علیہ وسلم نے کبھی آتی ہے مجھے پس مانند آواز جرس اور گرجوں تو ہوتی ہے کچھ تو اسکی کیفیت مجھے ذرا ہوتی ہے کچھ
 عَنْهُ مَا قَالَ وَأَحْيَانًا يَأْتِمُرُ لِي الْمَلِكُ رَجُلًا فَيَكْتُمُنِي فَأَعْنِي مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 میں فرشتہ سے کچھ کہتا ہے کہ میں نے اسکی فرشتہ کے سامنے ہر روز نیک عمل کرتا ہے تو میں نے انہوں کو کہا کہ میں نے
 اللَّهُ عَنْهَا وَقَدْ سَمِعْتُ آيَتَهُ يُنَزَّلُ عَلَيْهِ الْوَسْحَى فِي الْيَوْمِ الشَّدِيدِ يُدَالِبُ فِيهِمْ عَنْهُ وَرَأَتْ
 حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا انہوں نے انکو دیکھا جبکہ سخت شہری کے دن میں آپ پہنچتی تھی نازل ہوتی تھی پھر وہ کہتے آپ سے منگتے ہوتے
 حَيْسِنَهُ لِيَتَفَقَّصَ عَمْرًا قًا

وہاں تک کہ یہ وہ جہنم پر پسینہ بہ رہا تھا۔

بشائر

سای

(عبد اللہ بن یوسف) ان حلیل القدر اصحاب میں ہیں جنہوں نے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موطا روایت کی المہر کی
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ان سے میری ملاقات دو سوستر ہجری میں مصر کے راند بھولے اور امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے موطا
 انہیں سے سنی تھی۔ تبتیس بن حاتم بن نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پتیس نامی ایک شہر مصر کے قریب تھا وہاں پر چونکہ
 کی تھی اسلئے انکو تبتیس ہی کہتے ہیں اور مصری اسلئے کہتے ہیں کہ مصر میں بھی قیام فرمایا اور شہر تبتیس ہجری میں وہاں پر وفات پائی اور نہ وہ اصل
 دمشق ہیں۔ ان نام کے صحاح ستہ میں اور کوئی راوی نہیں لفظ یوسف کے سین پر تینوں حرکتیں منقول ہیں پیش اصل پر لاؤ ریزیر
 ہر سائے مزاج یعنی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بچے کو حبلہ کے نام کیساتھ بلا کرتے ہیں یا یوں ہی مسکان نام محبت میں بار پر لاتے ہیں تو اس آفرین
 حدیث سے تفسیر کر دیا کرتے ہیں عبرانی زبان کا لفظ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان تھی۔ علیت اور تبتیس کی وجہ سے غیر صرف
 ہے جو ایرانی زبان میں یعنی خوبصورت ہے۔ اسی واسطے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے ساتھ موسوم ہوئے تھے۔ اسف یعنی
 یعنی حزن اور اسف یعنی غلام دونوں سے مشتق تسلیم کر کے یا بر تقدیر زور زور میں آن اسف یعنی آخرت سے مضامع معلوم یا کچھ
 مان کر لفظ کو عربی قرار دینا ادا کیا ہے جو تبتیس میں یکساں حزن اور بردہ ہونا چونکہ دونوں آپ کے اندر مجتمع ہوئے اسلئے آپ کو اس لفظ کے ساتھ

بشریح صحیح البخاری

در سبع سنابل شریفہ ان واقعات سے ملازمہ اور مریدین کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔

(ہشام بن عروہ) بن الزبیر بن العوام قرشی تابعی ہیں۔ ۱۳۰ھ میں متولد ہوئے اور ۱۵۰ھ میں بمقام بغداد وفات پائی آپ کے نام ابو عبد بن کوئی دوسرا لای شریک نہیں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا فرمائی تھی۔
 (عن ابیہ) یعنی عروہ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ یا ابو محمد ہے تابعی مدنی ہیں۔ آپ کی جدت شان و رفعت مکان کثرت علم اور امانت پر اجماع ہے بجز وہ جوہر شرافت کے جامع ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے خالو اور حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہما خالہ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور آپ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما والدہ ہیں۔ حضرت زبیر آپ کے والد ہیں جو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹی زاد بھائی تھے اور عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ نماز میں حضور قلب کا یہ علم تھا کہ شدید ترین تکلیف بھی محسوس نہ ہوتی چنانچہ ایک مرتبہ کسی بیماری کی وجہ سے بحالت نماز آپ کا پیر کا ٹاکیا آپ کے تہمتی نہ ہونے پر اس شہ کا دلخیز بھی نامہ نہیں فرمایا۔ اس واقعہ کے بعد آٹھ سال تک حیات ہے (مرأة الجنان) مجبوران خدا کو نماز میں ایسا ہی استغراق حاصل ہوتا ہے۔ رہائی تقیلا تک ذوق دوسری جان نہ توجہ نہیں ہوتے دینا ایسے ہی حضرت کی نماز میں الصلوة معراج المؤمنین کا مصدق کامل بنتی ہیں مالک بن دینار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک دن من بعد بصویہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز سے فارغ ہو کر مصلے پر تشریف فرما تھیں گھر میں نکتہ کوٹے پڑے تھے جن سے پانی نوش فرمائی اور طہارت کرتی تھیں۔ ایک اینٹ سر ہالنے کھٹی تھی اور ایک نے کا مسلہ تھا گھر کی کل کائنات اسی قدی اور کچھ نہ تھا میں نے عرض کیا۔ خود سراج کیمت تنگ حال دیکھتا ہوں میرے کچھ بچا تو انگریزوں سے کہڑا کہ آپ کی طرف توجہ کریں فرمایا مالک ایک کیمت تلاق خلق کو نہیں بچانا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ میرا اور اس تو انگریزوں کا ایک ہی ہے بہار گمان ہے کہ اس نے تو انگریزوں کو اسکی دولت کے باعث یاد رکھا اور میرے فقر کے سبب گھجک بھلا دیا۔ یہ حکمت ہے سنکر مالک قدس سرہ مدہ پڑے پھر فرمایا اسے مالک قریب ڈاؤ میری آنکھ دکھو کہ اس کوئی چیز کھٹکتی ہے۔ حضرت مالک ذکر کرنے لگے دیکھا تو سلیم تھا کہ مصلے کی نئے سے چمکا گشت کا ٹکڑا آنکھ میں داخل ہو گیا جس سے آنکھ تباہ ہو گئی۔ عرض کیا خود مدہ آنکھ برباد ہو گئی اور کچھ تہمتی نہیں فرمایا مالک میں نماز میں تھی جب یہ علامت پیش آیا۔ جب ہانکا خداوندی میں حاضر ہوتی ہوں اسوقت ساری ہڈی گر میری آنکھ میں بھری جاتے تو خوف خدا کے سبب ہلا تہمت ہو کر سبع سنابل شریفہ عروہ بن الزبیر بن نام کا صلح سستہ میں کوئی راوی نہ صحیح کلام میں کوئی صحابی۔ عدنیہ شریفہ میں بیور عروہ نامی ایک کنوئیں ہو اس سے زیادہ شیریں پانی کسی کنوئیں کا نہیں۔ یہ کنوئیں آپ ہی نے نوایا تھا۔ جہاں کے حقیقی بھائی حضور مبشر بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شہید ہو گئے تو آپ نے عبد الملک بن مروان سے ارشاد فرمایا میں جانتا ہوں کہ میرے بھائی کی تلوار جھک رہی ہے۔ اس نے عرض کیا وہ دوسری تلوار میں مخلوط ہے اور میں سے پہچانتا نہیں۔ فرمایا یہ تمام تلواریں حاضر کی ہیں تو میں اسکر شہادت کروں گا چنانچہ عبد الملک بن مروان کے حکم سے تلواریں حاضر کی گئیں آپ نے ان میں سے ایک تلوار اٹھائی میںیں دہلنے پڑے تھے۔ اور فرمایا میرے بھائی کی تلوار یہ ہے عبد الملک نے عرض کیا کہ اس سے پیشتر آپ تلوار کو پہچانتے تھے۔ فرمایا نہیں عرض کیا کہ کیسے پہچانتا فرمایا نابغہ زبیری کہتا ہے شعر۔ **وَأَلْعَيْبُ فَيْحُمُ غَيْرَ بَرٍّ سَيُؤْتِقُمْ**۔ **وَيَعُونَ فُلُوكَ مِنْ قِرَاعِ الْكُنَاثِيبِ**۔ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد جبرام شریف میں پہلے آپ کے حقیقی بھائی عبد اللہ بن زبیر اور عروہ بھائی مصعب بن زبیر اور عبد الملک بن مروان مجتمع تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہر شخص اپنی اپنی دل خواہش میںان کو سے چنانچہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا میری تمنا ہے کہ میں شریفین پر میرا اقتدار ہو اور عروہ بن مروان سے ہاتھ میں آئے۔ تاکہ شریفیت طہرہ کے لئے عمل درآمد ہو حضرت سعید بنی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میری آرزو یہ ہے کہ عراق شام اور عراق عرب پر میرا قبضہ ہو تاکہ رفع ظلم اور

اقامت محل میں پوری کوشش کیوں اور قریش کی مدد میں قانون سکینہ بنت الحسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اور عائشہ زینت طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) میرے نکاح میں آجائیں۔ بعد الملک نے کہا میری مدد ہمیشہ ہے کہ زمین کا مالک بنوں اور حضرت معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جائیسی نصیب ہو۔ ان سب کے بعد حضرت عروہ نے فرمایا آپ حضرات ہمارے زور میں رکھتے ہیں مجھے ان میں سے کوئی مطلب نہیں میری آرزو تو یہ ہے کہ ذریعہ حیات میں دنیا سے دستبردار ہوں اور آخرت میں جنت نصیب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے اپنے ان بندوں میں داخل فرمائے جن سے علم دین کی تبلیغ ہوتی ہے۔ چنانچہ چاروں صاحبان اپنی اپنی مراد کو پونے بعد الملک کہا کرتے تھے کہ جسکو منہ مرد کے دیکھتے مسرت حاصل ہو وہ عروہ بن زبیر کو دیکھ لے۔ مگر تیسرا پاک کے مشہور فقہائے بعد میں سے ایک آپ ہی ہیں جن کو کلمہ ساتوں فقہائے کرام مدنیہ قطب قرار دیا گیا ہے۔ ان سے اسلئے انکو فقہائے بعد کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرام کے بعد حضرات ائمہ بھی آپ ہی حضرت انعام بیٹے تھے۔ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باختلاف روایات ۲۲ یا ۲۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور روزہ کی حالت میں قرع نامی اپنا ایک گاول میں جو روزہ سے چار شعبے کا صلہ ہے۔ ۱۲ ہجری میں وفات پائی چونکہ اُس سال ان فقہائے بعد میں سے دو اور فقہوں کا انتقال ہوا اسلئے اس سال کو سنۃ الفقہاء کہا جاتا ہے۔ ان ساتوں فقہاء کے اسماء کو بعض علماء نے ایک بیت میں جمع فرمایا ہے۔ اَلَا اَعْلَمَنَّ لَا يَقْتَدِي بِاِمْتِهٍ - فَفِي سَنَتِهِ صِدْقِي عَنِ النَّحْتِ خَارِجَةٌ - فَحَدَّثَ عَنْهُمْ عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ رُوَّةٍ قَابِلَةٌ - سَعِيدٌ ابْنُ كَيْسَانَ خَارِجَةٌ (مرآة الجنان) امام عارف باللہ فقہ محدث کمال الدین میری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب حیات الامم النکبریٰ میں بعض اہل خیر سے ایک عمل ہا بن لفظ نقل فرمایا ان اسماء الفقہاء السبعة الذین کانوا ابدال الشریفۃ اکتبت فی رقعۃ وجعلت فی القمح فان کالیسوس ما طامت الرقعۃ فیہ یعنی مدنیہ قطب کے ساتوں فقہائے کرام کے اسماء اٹھنے پر چمچ پر لکھ کر گھومیں اس پر چمچ کو رکھ دیا جائے تو جب تک وہ گھومیں نہیں پھینکے گا۔ اسی کتاب مستطاب میں بعض اہل تحقیق سے ایک عمل ہا بن لفظ روایت کیا ان اسماء اکتبت وعلقت علی الرأس او ذکرت علیہ اذالت الصداع یعنی ان فقہائے کرام کے نام لکھ کر سر پر رکھے جائیں یا بڑھ کر دم کے جائیں تو دوسرے کھو جیتیں۔ ۱۲ ہجری میں مدنیہ فقہائے سنیہ سے حضرت ابو بکر محمد الرحمن بن الحارث بن ہشام بن العفرہ مخزومی نے انتقال فرمایا آپ اپنی عبادت اور اپنے فضل کے باعث صاحب قریش کیا جاتا ہے۔ ان فقہائے بعد سے اسی سال میں حضرت ابو محمد سعید بن المسیب مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی انتقال فرمایا۔ آپ نے چالیس حج فرمائے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ پچاس سال سے تکبیر لولی فوت ہوئی نہ صفا قل۔ اور پچاس سال تک عشاء کے وضو سے نماز گزارا۔ اور ان کی ایک فقہوں سے زیادہ جنت تھی۔ انہوں نے مقابل فقر کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ بعض ملوک بنی امیہ نے آپ کی صاحبزادی کیلئے اپنا پیام بھیجا۔ آپ نے اسکو مسترد فرمایا اور کہنے لگا اہل العلم کہ ساتھ نکاح کر دیا تو آپ کی خدمت میں تحصیل علم کرے تھے ان طالب علم نے اپنی دولت سے ذکر کیا انہیں باہد ہوا۔ فرمائے کہ میں کیلئے ہو گیا ہوں۔ سعید بن مسیب اپنی صاحبزادی کا ہاتھ ساتھ نکاح کس طرح کر سکتے ہیں جبکہ ان کی صاحبزادی کیلئے ملوک کا پیام آتا ہوا صاحبزادے کا موش تھکے جب ان کو ہونی تو کسی نے کہا اڑھٹ کھٹلے انہوں نے کہا۔ کون؟ جواب آیا۔ سعید بن زور نے دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت سعید بن مسیب اپنی صاحبزادی کو لیکر تشریف لائے ہیں فرمایا مجھے یہ گوارا نہ تھا کہ تم شب میں غیر نبوی کے رہو۔ لہذا تمہاری بیوی کو لیکر آیا ہوں۔ لو گھر میں لے جاؤ۔ گھر میں لائے تو والد نے کہا کہ ٹھرو۔ ہم انہیں راستہ میں پھوس کی ٹوٹوں کو اطلاع کی سب جمع ہو گئیں پھر وہیں کی آمد اسکی کے واسطے جو سامان موقت ہوتا ہو سکتا تھا فراہم کر کے وہیں کو جاوا۔ اسکے بعد حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحبزادی کو کچھ اور بھی عطا فرمایا اسی قبیل سے شاہ ابوالفوارس شجاع کو مانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا واقعہ ہے کہ ان کی صاحبزادی کے واسطے بھی بعض بادشاہوں نے پیغام نکاح بھیجا مگر انہوں نے منظور نہ فرمایا۔ پھر انتخاب نہ کر کے وسطے خود مختلف مساجد میں گئے۔

دوسرے فقہوں کے ناموں سے

دوسرے فقہوں کے ناموں سے

دوسرے فقہوں کے ناموں سے

ایک صحیح کلمہ کا ایک غیر نماز سنت کے مطابق ادا کرنا ہے۔ بعد فراغت اس سے دریافت کیا تمہاری بیوی پر؟ جواب دیا نہیں فرمایا کیسا ایسی بیوی کرنا چاہتے ہو جو حسن ظاہری کے ساتھ ساتھ دینی واقفیت بھی رکھتی ہے۔ کہ قرآن پاک پڑھے ہوئی ہے، اس نے عرض کیا میں ایک فقیر آدمی ہوں میرے ساتھ کون کر دیکھ۔ فرمایا تمہارے پاس دو بچے ہیں عرض کیا ہاں۔ فرمایا ایک روپے کی روٹی خرید لو اور ایک کی خوشبو لیں یہی کافی ہے۔ فقیر نے دونوں چیزیں خریدیں تو انہوں نے نکل کر ماہر باہر اجزا دی جبکہ خصمت ہو کر شوہر کے مکان میں تشریف لائیں تو شنگ مانی ماندہ کھانا رکھا دیکھ کر واپس ہونے لگیں۔ شوہر نے واپسی کا سبب دریافت کیا فرمایا میں نہیں پسند کرتی کہ میری ذات اس طرح گڈمڈ کر لیں۔ اتفاقاً موجود اور مجھے معلوم بھی ہوا کہ شان توکل اسکونہیں چاہتی، یا تو اس کھانے کو کھٹکے لگائے وہ نہ میں کھتی ہوں چنانچہ شوہر نے جب کھانا اسکان سے علیحدہ کر دیا تو ان کو سکون ہوا۔ باسٹھ گان ہندان دونوں ہاتھوں سے عبرت حاصل کریں۔ ایسی ساواگی کہ جسے کتبہ کلفیات میں گرفتار رکھتے ہیں جن سے طرح کا بار اٹھانا پڑتا ہے صاحبزادوں کو دینی تعلیم کے بجائے اسکول میں اٹل کر کے دینی تعلیم دلاتے ہیں۔ جس سے دیگر اطفال کے ساتھ ساتھ زمین تریا پاکلیہ معفود ہو جاتا ہے۔ اور ششہ میں عبد اللہ بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن مسعود ہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ آپ نابینا تھے اور ششہ میں خارحہ بن خرید بن ثابت انصاری نے انتقال فرمایا۔ آپ اپنے اپنے والد سے تحصیل علم کی تھی اور ششہ میں سلیمان بن یسار مدنی نے وفات پائی جب کوئی حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ طلب کرتا تو فرمایا کرتے تھے کہ سلیمان بن یسار کی خدمت میں حاضر ہو کر و کہ باقی ماندہ علماء میں وہ اعلم ہیں اور اسی سال میں یا ششہ میں یا ششہ میں یا ششہ میں یا ششہ میں قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رحلت فرمائی۔ آپ اپنی بیوی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں نشوونما پائی تھی لوگ شخص نے حاضر ہو کر سوال کیا کہ آپ کو زیادہ علم ہے یا سائلم کو جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے جو آپ کو فرمایا کہ میرا کلمہ ابن ابی حنیفہ صغاری علیہ الرحمہ جلیلہ علیہ السلام کے جواب میں یہ نہ فرمایا کہ وہ اعلم ہیں اسلئے کہ کذب ہوتا اور نہ فرمایا کہ میں اعلم ہوں کیونکہ میں نے کلمہ صحیح فرمایا (عَنْ عَائِشَةَ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ شہید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے بھائی عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کھانے سے آپ کی کثرت ام عبد اللہ رکھی تھی۔ جبکہ ان کو باہر گاہ رسالت میں بغیر تنہیک لایا گیا اسوقت فرمایا تھا کہ یہ جملہ شہ ہے اور تم ام عبد اللہ (فتح الباری) اور بعض نے کہا کہنا تمام بچے کے باعث جو آپ سے پیدا ہوا تھا۔ لیکن یہ صحیح نہیں خلیفہ اول ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والراہدیں ام رومان بن زینب بنت عاصم علیہ السلام صاحبہ جرجن کا انتقال ششہ میں ہوا۔ ہجرت سے ڈیڑھ سال یا دو سال یا تین سال بیشتر ماہ شوال میں بمقام مکہ مکرمہ سعید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا عقد آپ کے ساتھ ہوا۔ بروقت عقد عمر شریف تھے یا ساتھ سال تھی۔ جبکہ بزرگے بعد ششہ میں رخصت ہوئی جبکہ عمر شریف نو سال کی تھی یا تھوڑا سا بچہ مہینے تک نبوی صحت فیضیاب ہوتی رہی۔ سعید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت عمر شریف اٹھارہ سال تھی۔ بیسیٹھ سال کی عمر میں ہمارے رمضان المبارک ششہ بروز شنبہ مدینہ شریف میں سال فسر لایا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ ہزار دو سو سو اھادیت آپ سے منقول ہیں۔ ان میں سے ایک سو پندرہ ہتر متفق علیہ ہیں۔ اور ان کی تحریر صحیفہ امام بخاری نے۔ اور اٹھارہ دن کی صرف امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمائی۔ (حق القاری) اپنے تخریر میں بقولہ اللہ کے طوبی فرمایا کہ مولیٰ تعالیٰ نے مجھ کو تو خیریاں عطا فرمائیں جو کسی عورت کو نہ ملیں۔ (۱) حضرت سے بیشتر جبرئیل علیہ السلام میری تصویر ایک عورت پر لکھی اور ایک مرتبہ اپنی پتھیلی پر لیسکر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے (۲) بجز میرے کسی کواری عورت سے نکاح نہ فرمایا (۳) میں نے اپنے خلیفہ اور اپنے صدیق کی صاحبزادی ہوں (۴) مجھ کو پاکیزہ کے گھر پاکیزہ پیدا فرمایا گیا (۵) یہ وقت صل

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوْا مَا رَزَقْنَا لِهٰۤؤُلَآءِ لَعَلَّكُمْ تَكُوْنُوْنَ اِحْسَابًا
 عوروں سے افضل ہیں اور امام احمد نے ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فاطمة
 سیدة نساء الجنۃ و آلاء کائنات من عظیم بلدی عظمیٰ یعنی فاطمہ صحتی عورتوں کی سردار ہیں پھر مریم بنت عمران کے یہ حدیث اس
 بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان چاروں میں یہ دونوں افضل ہیں۔ ادا استثناء میں دونوں قتال میں کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں یا دونوں برابر یا اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کے سوا سبک افضل ہیں۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل ہوئیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ
 ان دونوں قہات المؤمنین سے حضرت خاتونِ جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افضل ہونے پر اجماع ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ ان دونوں
 اہمات المؤمنین میں کون افضل ہے فریح الہادی شیح بخاری میں یہ قول نقصد الاجماع علی افضلیۃ فاطمۃ و فی الخلفان بین
 عائشۃ و خدیجۃ۔ امام سبکی کبیر قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ترتیب فضیلت کا ایسے میں ہم اللہ تعالیٰ کا یہ اختیار کرتے ہیں
 کہ ان تینوں میں سب سے افضل حضرت فاطمہ ہیں پھر حضرت خدیجہ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ چنانچہ فریح الہادی میں ہے۔ قال السبکی
 الکبیر الذی مذہب اللہ بہ ان فاطمۃ افضل ثم خدیجۃ ثم عائشۃ و الخلفان شہیر و لکن الحق ان
 نتیجہ۔ الحاصل حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا دونوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 افضل ہیں۔ اور یہ فضیلت امام مسلم کے نزدیک یہی ہے۔ پچھلی دلیل کا جواب اور ان بعض علماء کی پہلی دلیل کے جواب میں آیا کہ
 کلام فضیلت کلی میں جو قول مذکور سے ثابت نہیں۔ اور جو ثابت ہے وہ فضیلت جزئی ہے۔ جیسے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 محبوبہ جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل نبی جاسٹ نہیں آکے جب کہ جاسٹ آکے جو سلام توڑیں کرتے ہیں۔ اور ام المؤمنین حضرت
 عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ یہ جبرئیل ہیں پھر سلام آکے ہے ہیں۔ شکر کن ہے کہ دوبارہ سلام ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو
 ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر فضیلت جزئی حاصل ہوئی۔ اسلئے کہ جبرئیل میں علیہ السلوۃ و التسلیم کے ذاتی سلام سے تالیف ملک
 زیادہ فضیلت فرماتے ہیں کہ فضیلت جزئی مسلم ہے مگر وہ متنازع فیہ نہیں۔ و وسوی دلیل کا جواب یہ ہے کہ شہر کر وہ حدیث میں
 لفظ نساء عام مخصوص البعض ہے وہ چاروں خواتین اس سے خارج ہیں ورنہ حدیث ہماری ذکر کردہ دونوں حدیثوں کے معارض ہو جائیگی۔
 لہذا دفع تعارض کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ ہر جہاں خواتین کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ لیکن مجمع العرفان امام البیان سیدنا حنی فظ
 احمد بن مبارک کہ کتابہ طلبا بریز شریف میں تحریر فرماتے ہیں۔ سألنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الخلفان الذی
 بین المحدثین فی تفضیل مولانا خدیجہ علی مولانا عائشہ و العکس قال رضی اللہ تعالیٰ عنہما یا نساء مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فی الدیوان لیلۃ القدر فرأینا نورا عائشۃ یزید علی نور خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعنی میں نے اپنے پیروں دستگیر
 اصاہر المساکین قطب المواصلین السید عبد العزیز بن باغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسل ختلاف کے متعلق سوال کیا تو فرمایا
 کلام کے درمیان واقع ہے کہ نزد ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محمد و ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں یا برعکس
 تو جوابا ارشاد فرمایا کہ مجھے دونوں ام المؤمنین کو شہدہ رحمت اللہ علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ دیکھنے یعنی اولیاء کرام کے ایک مخصوص جلس
 میں کچھ جو غارِ حرا پر منعقد ہوا ہے (اسکی تفصیل غارِ حرا کے بیان میں آتی ہے) تو ہمیں محسوس ہوا کہ ان کے نور سے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کا نور فروزی پہ ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے افضل ہیں بلکہ بعض علماء نے فرمایا کہ حضرت خاتونِ جنت
 فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی افضل ہیں۔ اسلئے کہ آپ جنت میں افضل موجودات ہا لک کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

بشیر صحیح الحدیث

ہوں گی اور قانون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا مولائے مشکاک حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ اور پڑھا ہر
 علم کی مقام سے محمدی مقام کہیں شرف واعلیٰ ہے۔ ایک جواب میں شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرمایا ہے
 ہیں کہ بعض احادیث میں اور کہ عسکرم نور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خاتون جنت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تیرا دم
 اور عین احسن و حسین ایکے نام پر ہوں گے۔ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسکے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا خاتون جنت حضرت
 کی بگیرہ ہیں۔ کیس طرح ہو سکتا ہے کہ میں عنود کے جگر پارہ پر کسی کو فضیلت دوں۔ بعض علما نے فضیلت کی وجہ یہ بیان کی کہ
 ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مرتباً جہاد پر فائز تھیں اسلئے سب پر ان کو فضیلت حاصل ہو۔ مگر اس سے بھی بوجہ جہاد فضیلت
 مجزی کا اثبات ہوتا ہے۔ بعض علما نے اسلئے عالم کی خواتین سے خاتون جنت کو افضل بتایا۔ وجہ یہ بیان فرمائی کہ آپ فضیلت مطہر
 مرتبہ پر تہذیب فائز ہوئے علیہ السلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر یہ تہذیبی ترقی بدرجہی منکشف ہوتی رہی اسلئے مطہر آپ نے ہر مرتبہ
 جنت کو آگاہ فرمایا اب تہذیب تمام خواتین جنت پر جہاد کی فضیلت ظاہر فرمائی۔ خدیجہ۔ فاطمہ۔ مرثیہ۔ آسیہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہن جیسا جیسے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث اس پر دلالت کرتی ہے پھر خاتون جنت کا مرتبہ حضرت خدیجہ اور حضرت
 آسیہ سے بھی بلند ہوا تو یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا امتداد اسلئے کیا کہ وہ خاتون جنت پر تہذیب
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت دلالت کرتی ہے پھر تمام خواتین عالم سے آپ کا مرتبہ فرسوں ہو گیا۔ تو مرتبہ انبیاء محبوب کبریا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم نے مرتبہ نجات میں بایں الفاظ بشارت سنائی۔ یا فاطمہ آلہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان تک کوئی سیدۃ النساء اہل الجنۃ
 آؤ سیدۃ العالمین۔ ترجمہ اسے فاطمہ کیا تم اس پر رضی نہیں ہو کہ تمام خواتین جنت کیا فرماتا منہ خواتین عالم کی سردار ہو یعنی تم کوئی
 خداتہ رضی اللہ عنہا کا شکر کرتی رہو۔ کہ اس نے تم کو یہ مرتبہ ظاہر فرمایا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں اس حدیث میں
 کے بعد اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔ بلا انکساری حدیث دلالت داور بر فضل فاطمہ زہرا منہ مومنات حق
 از مرتبہ آسیہ و خدیجہ و عائشہ ہم جنس گفتم است سوطی اور بعض احادیث مریم بنت عمران کا از عموم نسا کہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نام
 ایشان تفضیل اداہ ہستند اگر وہ است در حدیث دیگر کہ وہ مثل فاطمہ بن است مثل مریم است در قوم خود یعنی فاضل تر از غیر خود تو ان کہ
 اختلاف این خبر بہت تدریج اطلاع آن حضرت بود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بر فضیلت فاطمہ بوجہ اعلام پروردگار تا آخر عموم فضل
 وے ہوتا رہا۔ نساء عاقرات ثابتہ و اللہ اعلم۔ بالجملة یہ مسئلہ تفضیل از قبیل عقائے ہے جن میں قطعی داخل درکار اور مذکور بالا
 تمام دلیل سفید ظن میں کہ ان کو قطعی یقین نہیں کیا جا سکتا اسلئے بروقت بیان حفظ ادب کے ساتھ احادیث میں وارد شدہ الفاظ پر
 اکتفا کیا جائے۔ قسط لانی شرح بخاری میں ہے۔ و الکلام فی التفضیل صعب ولا ینبغی التکلم الا بخاور و در السکوت عما
 سواہ و حفظ ادب بجز بارہ تفضیل کلام دشواری ہے۔ اور احادیث میں وارد شدہ باتوں کے سوا کوئی بات زبان پر لانا مناسب نہیں۔
 اسوات خاموشی اختیار کریں۔ اور حفاظت ملحوظ رکھیں۔ بلکہ افضل یہ کہ مسئلہ تفضیل زیر بحث نہ لے اور یہ سوال ہی نہ اٹھایا جائے۔ اسی
 ہے۔ والا ولی العاقل ان لا یشغل بمثل ذلک عاقل کے لئے اسب یہ ہو کہ ایسی باتوں میں مشغول نہ ہو رہا لحدت اس
 جلد خامس مشکوٰۃ میں ہے۔ و ینبغی ان لا یسأل الانسان عما لا حاجۃ الیہ کان یقول کیف حبط جبریل
 و علی ای صورتہ سألہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حین سألہ علی صورتہ البشیر بقی ملک امام لا
 و ان الجنۃ و الناس و مترو الساعۃ و نزول عیسیٰ و اسمعیل افضل امام اسحق و ایتھما الذیم و فاطمہ
 افضل من عائشہ ام لا و ابوالنبی کا زاعلی ای دین۔ و ما دین ابی طالب من الہدی لی غیر ذلک

عالم جنت سے عالم کی خواتین سے خاتون جنت کو افضل بتایا۔

عالم کی خواتین سے خاتون جنت کو افضل بتایا۔

صدا کا جب معرفت نہ ہو اور تکلیف نہ ہے یعنی مناسب ہے کہ انسان بے ضرورت باتوں کی نہ کرے۔ جیسے یہ سوال کہ تیرے
کیسے اترے اور کس شکل میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ آله وسلم نے اُن کو دیکھا اور جب بشری شکل میں تھا تو اس وقت وہ فرشتے تھے یا انہیں اللہ
جنت و نزع کھڑے تھے اور قیامت کب ہوگی اور صلی علیہ السلام اکبر ترین گے اور حضرت جبریل افضل ہیں یا حضرت اسحق (علیہما السلام)
دونوں برفیج کون تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے افضل ہیں یا انہیں۔ اور نبی صلی اللہ
تعالیٰ ملیت آئے وسلم کے والدین کس بن رہے بعد ابو طالب کی ادا دین تھا۔ اور مہدی کون ہے اس قسم کی باتیں جن کی معرفت ضروری نہیں اور نہ
بندہ ان کیساتھ تکلف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

رام ام المومنین انزل مطہرات پر اس لفظ کا اطلاق قرآن کریم کے ارشاد **وَالزَّوْجَةُ امُّهُ** سے ماخوذ ہے اور اطلاق
ام المومنین کے جو ان کی طرف اگرچہ بعض علماء گئے ہیں مگر صحیح تر مانعت ہے کہ یہی ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں ان انا
سر جبال کھرا ام نسائک ترحمہ میں تم مردوں کی ماں ہوں تمہاری عورتوں کی ماں نہیں ہوں (فسطائی) (الحوادث بن ہشام)
کبھی کتاب میں حدیث کا الٹ تخفیفاً نہیں لکھتے مگر ٹہرنے میں تلہ یہ خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی ہیں اور ابو جہل
علیہ اللعنة کے حقیقی اسکے ساتھ بحالت کفر جنگ بدر میں شریک تھے۔ پھر مشرکین کیساتھ جنگ احد میں بھی شرکت کی جنگ بدر میں
اپنے رفقاء کو حیر کر رکھا گ جلنے پر ان کے حق میں بلوغت میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ دو شعر فرمائے تھے
اِنَّ كُنْتَ كَارِيَةً بِمَا حَدَّثْتَنِي بِفَيْحُوٍّ مَخْضِيٍّ لِحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ **مَوْرَثَ الْاُخِيَةِ اَنْ يَدْقَابِلَ دُوْنَهُمْ** **وَيَجَابِرُ اِسْرَاطِمَ بَرٍّ**
جَمْرٍ جَوَابِ غَنَمٍ كَطَرِيقِ بَرَّابِ لَے **اِنَّ اَشْرَارَ مَرَدِيَا نَمَا۔** **اللَّهُ يُعَلِّمُهُ مَا تَرَكْتَ قَتْلًا لَّهُمْ** **وَحَتَّىٰ مَرَّتَا اَفْرَاسِي** **بِاَسْتَقْرَافِ مَرْبِي**
وَوَجَدْتُ رَيْمَ اللَّيْلِ مَرِيًّا **بَلَقَا كَيْفَهُ فِي مَلَأَقِ رَاقِلٍ** **لَمْ يَلِدْ جَدَّهَ** **عَلِمْتُ اَنْ اَقَابِلَ اَجَلًا** **فَقُلْتُ لَقَالِي نِي** **عَدُوِّي مَشْهُدِي**
فَصَدَّقْتُ مَعْنِيَةِ الْاُخِيَةِ دُوْنَهُمْ **طَعْنَا لَهْمَ بَيْعَلِجٍ مُمْسِدٍ** **مَشْرُوبِ اِسْلَامٍ** **هُوَ يَوْمِي** **بِطَلَبِي** **اَبِي** **كِي** **هَمَانِ** **لَوَانِي** **شَرُّهُ** **وَأَقَاتِي**
چنانچہ حبیب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ آله وسلم نے لکھتے ہیں کہ یہی ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ ہمارے بیٹے
ان کے والد بھی ایسے ہی تھے۔ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں سلام کی بابت فرمائے چنانچہ بروز فتح مکہ مشرف بالاسلام ہوئے۔ حضرت
ام ہانی بنت ابی طالب یعنی اللہ تعالیٰ عنہا نے امان دی تھی پھر خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قتل فرمانا چاہتے تھے کہ
میں نے محنت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آله وسلم وہاں رونق افروز ہوئے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہ نبوت میں عرض
کی کہ یا رسول اللہ دیکھئے تو علی ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو کوسل مان دی گئی ہیں۔ ارشاد نبوی ہوا بیشک مجھے اسکو امان دی
جو کہتے ہیں ان ہی۔ یہ ستر شہر مذہبی و سکس ہو گئے۔ آپ کے تین سوا جزا سے تھے انہیں سے ایک مرنہ مندرہ کے خنہائے بسوزیں اور بکری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میرے والد نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ایسی بات ارشاد فرمائیے جو کہ اختیار کر کے نہ ہوں
مصرفا یہاں کی طرف اشارہ کر فرمایا کہ اسکو قایم کر لو کہ کبھی اچھو پر جنس نہ کر لے پائے (ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں نے
خیال کیا کہ یہ بات تو اسان سے ہے مگر مقصد رکھتے ہیں سکا۔ باوجود کہ کم سن تھا جب آپسے بوسے طوس سے عمل پیرا ہو گیا ارادہ کیا تو پتہ چلا کہ اس
شہر میں تیرے کوئی چیز نہیں۔ عہد فاروقی میں جب مکہ منظر سے شام کی طرف اس عزم سے روانہ ہوئے ہیں کہ باقی عمر جہاد میں صرف کی جائیگی
تو آپکی بہائی سے متاثر ہو کر اہل مکہ کیسے بھیجے روئے جاتے تھے آپنے بغرض تسکین قلوب ترک سکونت اور مفارقت اجاب کی وجہ بیان فرمائی کہ
یہ انتقال مکانی رضائے نبی کے حصول کی خاطر ہے۔ ورنہ میں ایسا نہیں کر آپ حضرت پر دو ستر ہر والوں کو ترجیح دیکر ان کے ساتھ معاشرت
اختیار کر دوں پھر لوگوں کو رخصت کر کے شام پہنچے۔

جواب ہے جبکہ وہ واجب و محسوس ہوا۔ اس سوال وہ جو نہیں پہلے جواب میں کر دیا لیکن یہی سوال کو سوال مفرد کہتے ہیں جب حرف میں کہ اگر یہ امر
 ہے تو سوال متوجہ ہو کر آپ اس سے کیا کرتے ہیں تو جواب میں وہ امور ذکر کئے علیٰ ہذا القیاس نبوی جواب میں اضافہ نہیں کرتے کہ اسے کہہ دو ان
 فعل میں فرشتہ ذاتی ایک حاضر ہونا بھی نعمت عظیمہ ہے یا اضافہ سوال مفرد کا جواب ہے نعمت ذاتی بیان کر نیسکے بعد باطن ذاتی کی صفت کے متعلق
 سوال متوجہ ہوتا۔ آیتہ پہلے ہی سے حاصل ذاتی کی صفت بیان فرمادی۔ تاکہ سائل کو سوال کی رحمت ہی نہ ہو۔ سوال نبوی جواب کا ظاہر ہوتا
 ہے کہ ذاتی صفت و در طریقوں پر آتی تھی اسلئے کہ جواب میں تیسرا طریقہ بیان نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ مقام مقام بیان ہو۔ نظر بلکہ ذکر شدہ در طریقوں
 پر ایک تفریق فائزانی کے ان دونوں میں مضمون سے پر دلالت کرتا ہے۔ حالانکہ اسے سوادی کی کچھ طریقہ اور میں حکم کو جزا کی ایک باب المغتہ میں بیان
 کیا گیا ہے جو اب بیشک اسے سوادی اور طریقوں پر بھی آتی تھی لیکن جواب میں ان دونوں پر انصاف اسلئے فرمایا کہ ان دونوں طریقوں سے ذاتی
 آتا کثرت تھا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اسلئے اول استفانہ کیلئے عادتاً ضروری ہے کہ منکر اور مخاطب میں مناسبت ہو۔ وذا لکنہ اسلئے استفادہ نہ
 گا۔ بنا سمیت خواہیوں کو کہ مخاطب کی صفت کی صفت کی صفت ہونے جیسے ذاتی کی پہلی صورت میں کہ سیدہ الصلی اللہ تعالیٰ علیہا وسلم کی
 صفت کے ساتھ متصنف ہونے یا منکر کا مخاطب کی صفت کے ساتھ اتقان ہو جیسے ذاتی کی دوسری صورت میں کہ فرشتہ شکل بشری کی صفت
 ہو جاتا۔ چونکہ یہ دونوں طریقے اس عادت کے مطابق تھے اسلئے ذاتی کی امدان طریقوں پر اکثر و بیشتر ہوتی تھی۔ سوال کا مواز جرس مذکور ہے
 اسلئے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرمایا۔ الجلس من هذا علی الشیطان جرس شیطان کا باجہ ہے بلکہ اسکی مذکوریت
 اس وجہ سے ہے کہ جرس فلرس یہ ہوتا ہے اس سے صفت کے فرشتہ مذکور ہوتے ہیں۔ شیطان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تعجب
 انما انک تفرقت لفقہ فیہا کلبہ کاجرس۔ ایسے قافلے کی صفت حرکت فرشتے نہیں ہوتے جس میں کتا ہوا ایک کتا ہوا سہل نہ شکاری۔ ایسے
 قافلے کے ساتھ ہوتے ہیں جس میں ہوا روا ہوا مسلم اور ذاتی محمود۔ اور محمود کو مذکور کی صفت تشبیہ بنا دیتے ہیں۔ اسلئے کہ تشبیہ کی حقیقت یہ ہے کہ
 تا حد تک کمال کی صفت حاصل کر دیا جائے اور محمود ناقص نہیں کمال ہے۔ پھر تشبیہ کی طرح ہے کہ اور محمود ناقص ہے کمال نہیں پھر تشبیہ کی صورت کے لئے
 جواب تشبیہ کی ضروری نہیں کہ شہر اور شہر بہ جو صفت میں متضاد ہیں۔ بلکہ صرف کسی ایک صفت میں اشتراک کافی ہے۔ آواز جرس میں
 دو صفت پائی جاتی ہیں۔ ایک قوت دوسری نشاط۔ اور اس دوسری ہی صفت کو اسلئے اسکو مزاج شیطان فرمایا اور اس کے اعتبار سے تفریق
 ہوتی لہذا اس صفت کے اعتبار سے آواز جرس مذکور ہوتی پہلی صفت کے اعتبار سے مذکور نہیں۔ اور اس تشبیہ میں پہلی صفت کے اعتبار سے تشبیہ ہے۔
 دوسری کے اعتبار سے نہیں۔ یعنی محمود کو مذکور کی صفت تشبیہ کے اعتبار سے مذکور ہو پس ظاہر ہوا کہ آواز جرس جس اعتبار سے مذکور ہے اس اعتبار سے
 تشبیہ نہیں اور جرس اعتبار سے فرشتہ کی آواز تشبیہ اور اس کے لئے تشبیہ ہوا اس اعتبار سے مذکور نہیں۔ لہذا محمود کو مذکور کی صفت تشبیہ بنا دیتا ہے۔
 (وهو أشد على) اشر ہو سکی وجہ یہ ہے کہ آواز جرس کے ماتم کلام بہ نسبت مخاطب خلاف محکم ہے۔ اسی واسطے ایسے کلام سے
 فہم منی نعمت مشکل بلا تشبہ ہوتا ہے۔ اور یہی اشکلیت موجب شدت ہے۔ اور شدت کا فائزہ ترقی درجات امانت یاد دہنی کو اب میں بقدر
 مشقت افزائی ہوتی ہے۔

(فیقصم عنی) قسم یعنی قطع سے ماخوذ ہے۔ اسی قبیل سے آواز قرآنی کا انقسام لُحَاہ۔ باب متوجہ یفہرہ ہے ہر دو صنف
 معروف درجہ اول موی ہے۔ بر تقدیر معروف یعنی منقطع ہوگا۔ اور ایک آیت میں بصیۃ معروف باب افعال سے ہے ہر میں تقدیر انقصم
 یعنی قطع سے ماخوذ ہے اور اسی قبیل سے ہوا انقصم عنہ الخجی مراد اس شدت کا انقطاع ہے جو ذاتی کا مد سے لاحق ہوتی تھی بعض
 علماء نے فرمایا انقصم بالاقا اور قسم بالاقاف دونوں یعنی قطع ہیں۔ مگر تفریق ہے کہ اول میں انقطاع کے باوجود قدرے تعلق بھی رہتا ہے۔
 اختلاف ثانی کہ اسیرا سلا تعلق نہیں رہتا۔ بلکہ جس چیز پر وہ وارد ہوتا ہے وہ ٹوک ہو جاتی ہے۔ چونکہ فرشتہ اس صورت میں مشاقت کے بعد ذاتی

یسرے جمع کرتا تھا۔ اسلئے جمع کی طرف اشارہ کرنا بھی فرض سے اول کو اختیار فرمایا۔ کہ آپ کے اور فرشتے کے درمیان باوجود مفارقت تعلق باقی ہے
 بالکل قطع تعلق نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ فیض ہم کی ضمیر فاعل کا مرجع ملک ہے جو مجموعے کا نام مفہوم ہوتا ہے۔ امام فضل اللہ نور البشیری
 حدیث مسند القوی نے فرمایا کہ علیہ السلام اللہ تعالیٰ علیہ السلام سے کیفیت وحی کے متعلق سوال کیا گیا اور یہ مسند چنگاں مشکل ترین مسائل سے متعلق
 چہرے کو ہر ایک کے سامنے بے نقاب نہیں کیا جاسکتا۔ اسلئے بعض فقہیم مفسرین آواز چوک کر کہا تھا کہ تمہاری وحی جو مسلسل سموع ہوتی ہے مگر اس سے
 کچھ مفہوم نہیں آتا تاکہ اس بات پر تمہید ہو سکے کہ بہت جلال کیا تھا وحی کا اور وہ جب قلب پر ہوتا ہے تو بہت خلک قلب پر انتہائی دہشت بھیا
 جاتی ہے۔ اور نزول وحی سے قلب پر جو بار پڑتا ہے اسلئے انتہائی شدید ہو چکے باعث اس وقت قلب میں اتنی تاب تو ان نہیں ہوتی کہ سکون بان سے بیا
 کر کے ان کے قلب دور ہوتے ہی قول منزل قلب میں اس طرح محفوظ ہو جاتا ہے جیسے کوئی بات سن کر محفوظ ہو جاتی ہے۔ فیض صہ عنی وقد
 وعیت کے معنی یہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ضمیر فاعل کا مرجع وہ شدت ہے جس تقدیر پر لول کے اختیار کی وجہ یوں بیان کی جائے گی کہ اس شدت
 کا افظحہ چونکہ بالکل نہ تھا بلکہ تین و غیر باقی رہتی تھی اسلئے افظحہ شدت کو اول سے تعبیر فرمایا۔

(وتمثل لی الملائکة من جعلنا مفعول مطلق ہونے کی بنا پر مخصوص ہے۔ اصل میں تمثل کر جمل تھا مضاف کو حذف کر کے معنی
 کو اسلئے تاہم مقام کر دیا اور احتمال حال عالی نہ ضعف نہیں کہ حال دو الحال پر عمل مواظاۃ صادق ہوتا ہے۔ اور الملائکة جمل بلا تکلف صادق
 نہیں اور احتمال تخیر کو بعض شراہ نے نااہل قرار دیا۔ اسلئے کہ تخیر مذکورہ کو التیاز نسبت اول اسلئے غیر صحیح کہ ملک میں پیام نہیں دم اسلئے کہ تخیر
 نسبت فاعل سے محول ہوتی ہے جیسے ان جبینہ لی تصد عمر قادی عرقہ یا مفعول سے جیسے وغیرہ الاضعیون ای حیون
 الاضعی اور یہاں کسی سے محول نہیں مگر یہ قول کفری ہے۔ اسلئے کہ امتلاً الاناء صاء میں ماؤ تخیر نسبت ہے پھر بھی فعل سے محول نہ
 مفعول سے۔ اور اگر کہا جائے کہ تمثل یہاں پھول انھیں جو کہ صید و زکاة کی طرح نثر بھی ایک طاقت دوسری کی جانب منتقل ہونے پر دلالت کرتا
 تو ایک مفعول و جہ ہوگی۔ اب رجلا کا نصب بخلہ خبرت ہوگا۔ مملک اصل میں ملاً اٹھ روزن مفعول تھا کثرت استعمال کے باعث ہمزہ
 متروک کر دی گئی۔ اولو کہ معنی رسالت سے محفوظ ہے۔ فرشتہ چونکہ اللہ تعالیٰ کی جانب فرستادہ ہوتا ہے۔ اسلئے اسکو ملک کہتے ہیں۔ اور
 ملائکہ ملائک کی جمع ہے جیسے شمائل شمال کی مملک کی جمع نہیں کہ فعل کی جمع فاعل کے وزن پر نہیں آتی۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ نے
 عہد ہے مراد حضرت جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ابن سعد کی روایت بطریق ابی سلمہ ما اجشونہ میں اسکا صحیح بار بار لفظ
 موجود ہے۔ ان التی فیصل علیہ السلام کان بقول کان الوحی یا تلبی علی سخون یا تلبی یا جبریل فیلقہ
 علی کما یلقى الرجل علی الرجل الحدیث بارگاہ رسالت میں حضرت جبریل بن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری باشکال نکلند ہوتی
 تھی کبھی حضرت وحید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں کبھی کسی اور الی کی صورت میں۔ اس حدیث سے فرشتے کا وجود ثابت ہوا۔ فرشتے کے وجود کا
 انکار یا یہ کہنا کہ تو تخیل کا نام فرشتہ ہے۔ اور اسلئے سو کچھ نہیں۔ دونوں باتیں کفر ہیں۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو انسانی شکل
 میں ظاہر ہونے کی قدرت بخشی ہے۔ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھوں سے دیکھا
 ۱۹۵ء پر تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے بعض حاضرین سے ایک عمل کا تذکرہ کیا جسکو لوگ بیان کرتے تھے کہ جو شخص امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوئی کتاب
 دیکھ کر کسی وحی کے مترادف ہوا تو اسے کھول کر اسکا مسند کے اوپریں دو آن لے کے تو اسل سے بارگاہ الہی میں ہی حاجت پوری کرے تو اسکا حاجت
 پوری کیجائے گی۔ ہاتھوں میں جیسا کہ انکی آخری کتاب کو لیا ہے۔ پھر میں نے اس عمل کے متعلق اپنے دوست غلبہ اللارث اور سیدنا الشیخ عبدالعزیز بن ابی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استصواب کیا فرمایا پھر میں نے کچھ فرشتے بتے ہیں جن کی خدمت ہے جو کہ نہ جہا اللہ تعالیٰ سے کچھ طلب کرتا ہے اور انہیں
 تقدیر الہی کے مترادف ہوتا ہے تو اس پر یہ نہیں کیا تھا جو مالتے ہیں۔ اور اسکو طریق سدا و تلقین کرتے ہے نہیں۔ یہاں تک کہ شیطان آتا

بشیخ صحیح البخاری

قریب ہے خاتم المحدثین شیخ الاسلام شہا بلدین احمد بن حجر ہیتمی مکی قدس سرہ العزیز اپنے قادی صدیقیہ میں لکھے ہیں۔
 قال العلامة القنوی شامح الحادوی فی تشکل جبریل رجلا۔ فی الممكن ان یخص الله بعض عیایہ فی حیاتہ
 بخاصیۃ لنفسہ الملکیۃ القدسیۃ وقوة لها یقدر بها علی المتصورون فی بدنہا الآخر غیر بدنہا المعصوم مع
 استمرار تصرفہا فی الاول وقیل سمیت الابدال لانہم قد یرحلون لمکان و یخلفون فی مکا نہم
 الاول شیخا آخر شیبہا بشبوحہم الاصلی بذا عنہ وقد اثبت الصوفیۃ عالمہ متوسطا بین عالمی الاجسام
 والارواح سموہ عالم المثال وقالوا ہوا الطف من عالم الاجساد واکتف من عالم الارواح وبنوا علی ذلک
 تجسد الارواح وظہورہا فی صور مختلفہ من عالم المثال وقد یستأنس لذلك بقولہ تعالیٰ فتمثل لہا بشیرا
 سو یا فتكون الروح الواحدۃ کروح جبریل مثلاً فی وقت واحد مدبرۃ تشبوحہ الاصلی ولہذا الشبوح المثالی
 وینبجلی بجلد اما قد اشترکہ نقلہ عن بعض الائمۃ انہ سأل بعض اکابر عن جسم جبریل فقال ان
 کان جسمہ الاول الذی لیسہ کالانف باجنحتہ لقا تراوی للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاین صورۃ
 الاصلیۃ عندا یتان الیہ فی صورۃ روحیۃ وقد نطقت بعضهم الجواب عنہ بانہ یجوز ان یقال کان
 ینذبح بعضہ فی بعض الی ان یصغر جسمہ فیصیر بقدر صورۃ روحیۃ ثم یعوج وینبسط الی ان یصیر
 کھیکتہ الاولی وما ذکرہ الصوفیہ احسن مجوز ان یكون جسمہ الاول بحالہ لم یتعیر وقد اقام اللہ
 تعالیٰ لہ شیعہ آخر وروجہ متصرفۃ فیہا فی وقت واحد ترجمہ کتاب استغاب حاوی کے شامح علامہ
 قنوی قدس سرہ العزیز نے جبریل میں علی الصلوٰۃ والتسلیم کے مدار شکل فقہا کر نیکی باہر میں فرمایا کہ جبریل کے لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے
 بعض بندوں کو امتیازی شان اس طرح عطا فرمائے کہ انکی مکی اور قدس بیچ کو ایسی قدرت مرحمت ہو جس سے وہ اپنے اصلی جسم میں متصرف
 ہوتے ہوئے دوسرے جسم میں تصرف کر سکیں۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اولیائے ابدال کو ابدال سے کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے جب کہیں
 جاتے ہیں تو اصلی جسم کے جسے میں ہاں ایک جسم چھوڑ جاتے ہیں جو اصلی جسم کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور بیشک صوفیائے کرام نے عالم اجسام اور عالم
 ارواح کے درمیان ایک عالم ثابت فرمایا ہے جسکو عالم مثال کیساتھ موموم کیا اور فرمایا کہ یہ عالم عالم اجسام سے لطیف تر ہے اور عالم
 ارواح سے کثیف تر اور اسیر ارواح کے تشکل اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کی بنا رکھی ہے اور تحقیق اللہ تعالیٰ کا ارشاد فتمثل لہا
 بشیرا صوفیاً اسکی جانب نظر ہے۔ پس ایک روح جیسے جبریل علی الصلوٰۃ والتسلیم کی روح بیک وقت اپنے اصلی جسم اور اس مثالی جسم دونوں
 میں تصرف کرگی۔ اور اس ارشاد صوفیہ سے وہ سوال حل ہو گیا جو مشہور ہے بعض ائمہ نے منقول ہوا کہ انہوں نے بعض اکابر سے جسم جبریل کے
 متعلق سوال کرتے ہوئے کہا کہ ان کا جسم اصلی گریہا جسم ہے جس سے کنارہ آسمان مدور ہو جاتا تھا جبکہ عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
 آلہ وسلم کے سامنے ظاہر ہوتے تو دریافت طلب مرے کہ باگاہ نبوت میں شکل وحیہ حاضر ہوتے وقت وہ اصلی جسم کہاں گیا اور بعض علماء
 نے نکلنا اختیار کرتے ہوئے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ انہوں کہا جا سکتا ہے کہ ہر وقت حاضری جسم اصلی سکڑ کر چھٹا ہو جاتا اور حضرت
 وحیہ کی صورت کے بقدر رہ جاتا تھا پھر وہ ایسی پرکشادہ ہو کر پہلی منیت پر آ جاتا۔ اور جو صوفیائے نے بیان فرمایا وہ اس جو ایک جس سے
 کہ جسم اصلی بحال خود رہا۔ اس میں تغیر پیدا نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے جسم قائم فرمایا۔ حضرت جبریل میں علی الصلوٰۃ والتسلیم کی
 روح دونوں میں بیک وقت تصرف کرتی تھی۔ لیکن یہ چیز ان کیساتھ مخصوص نہیں۔ اولیاء کرام کو بھی قادی مطلق ہر مجرہ بے قدرت عطا فرماتا
 ہے انکی قدرت روح اپنے اصلی اجسام سے متعلق رہتے ہوئے۔ دوسرے مثالی جسم اختیار کرتی ہیں جسکو اصلی اجسام کیساتھ کمال مشابہت

اور اس میں کمال مشابہت ہے

ہوتی ہے جیسے ابدال کی رو سے معلوم ہوا۔ قطب العارفین سیدنا امام عبد الوہاب شعلیٰ نے قدس سرہ کتاب الجوامہ والرد ^{۱۵۹}
 میں تحریر فرماتے ہیں۔ فخطب سیدی ابراہیم الجمعة وصلی بالناس فی خمسين قرية فی یوم واحد وکان واحد من سیدنا
 ابراہیم رسولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایکن ایک وقت میں پچاس موضعوں میں خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی۔ وکن اللک وقع السیدی
 محمد بن نصر بن حنیة تسعاً بالغر بية انه صلی فی سوس فی عدة بلاد فی یوم جمعة اسی طرح سیدنا محمد بن نصر
 قدس سرہ القوی کلمتہ یا افریقیہ آیا کہ انہوں نے مقام سوس کے علاوہ چند شہروں میں ایک وقت جمعہ کے دن نماز ادا فرمائی دو دفعہ سیدنا
 عبد القادر الدمشقوی نے بائعہ عند انسان فی البحر برة مقابل روضة المقياس بمصر و فی بلد آخر واستصحبہ
 کل واحد فی الصباح وعشاء لہنا ونام بہ علی ظہور قریب۔ واخبر جماعة من سائر فروع السلطان قایتباہی
 انی فوای بحوالہ ان السلطان استاذن سیدی عبد القادر فی السفر قبل ان یخرج من مصروفان لہ
 فلما سافر السلطان و دخل فی مدینة حلب فوجد سیدی عبد القادر مریداً فی نزاد و یة والناس حوله
 فقالوا ان الشیخ لہ هنا نحو سنة ضعیف لا یستطیع الشی وکان السلطان من حین فاسر قہ فی مصر
 صحیحاً نحو شہر وبالجملة فاجابہ لا ولما ہوا لا ینتفع ہذا الا اهل التسليم والسلاہا و سیدنا عبد القادر شطولی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ واقعہ ظاہر ہوا کہ مصر میں روضۃ المقیاس نامی باغ کے مقابل ایک جزیرہ میں انہوں نے ایک شخص کے پاس سات گداز
 اور اسی شب دوسرے شہر میں دوسرے شخص کے پاس ہے دونوں نے اس شب میں کو دو دو چلایا اور ایک ایک چلنے باورچی خانہ کی قیمت
 پر ان کے ساتھ سویا الصبح کھانے کے ساتھ رہا۔ اور ایک ایسی جماعت نے بیان کیا جو بحر قرات کے اطراف کی جانب سفر کرنے میں سلطان
 قایتباہی کے ہمراہ تھی کہ سلطان نے مصر سے برآمد ہونے کے قبل سیدنا عبد القادر سے سفر کی اجازت طلب کی چنانچہ انہوں نے اجازت مرحمت
 فرمادی پھر سلطان سفر کے شہر حلب میں پہنچا تو وہاں پر ایک غلوت گاہ میں سیدنا عبد القادر کو تیار پایا اور لوگ اپنے آس پاس بیٹھے تھے
 انہوں نے بتایا کہ شیخ کو یہاں پر تقریباً ایک سال ہو گیا اس قدر کمزور ہی کہ چل نہیں سکتے حالانکہ سلطان جب تک کہ مصر میں تھے
 سفر کے لئے آپ سے اجازت حاصل کر کے روانہ ہوئے تھے اس وقت سے اب تک تقریباً ایک ماہ گزر چکا ہے۔ الغرض اولیاء کرام کی ایسی
 خبروں سے سلیم الطبع ارباب سلیم ہی متفاجر حاصل کر سکتے ہیں۔ وقد سالت شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہل یواخذ الولی بکل
 فعل صدرہ من ہذہ الاجسام التي تطور فیہا علی الشواء ام لا یواخذ الا علی الجسم الاصلی دون
 الزائد فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یواخذ ویتاب بکل فعل صدرہ من جمیع تلك الصور ولو بلغت الف
 صورة لہ اجر ہا وعلیہ وذرہا۔ اور میں نے اپنے مرشد حق حضرت علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ بولی
 کے ان مثالی اجسام سے جو افعال متقابل گرفت ملدہ ہوں تو کیا انہیں مواخذہ ہوگا یا مواخذہ صرف جسم اصلی کے افعال پر ہوتا ہے شیخ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب فرمایا ان مثالی اجسام کے افعال پر اگرچہ وہ اجسام ہزار ہوں مواخذہ بھی ہوتا ہے اور ثواب بھی ملتا ہے۔
 فعلت لہ فکیف تدبر الروح الواحدة ہذہ الاجسام الکثیرة وکیف یواخذ علیہا کلھا فقال رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ کما یدبر الروح الواحدة سائر اعضاء البدن کذلک تدبر الروح ہذہ الاجساد وکما توأخذ النفس
 بافعال الجوارح علی ما یقع منها کذلک توأخذ الاجسام الکثیرة التي یدبر ہا روح واحد فان کل شیء
 وقع منها یسأل عنہ فی ذلک الروح الواحد پھر میں نے سوال کیا کہ ایک روح ان کثیر اجسام کی تدبیر کیونکر کرتی ہے اور ان تمام
 اجسام کے افعال پر مواخذہ کیسے ہوگا فرمایا جس طرح ایک روح ایک جسم کے تمام اعضاء کی تدبیر کرتی ہے اسی طرح ان تمام اجسام کی تدبیر

دفعہ مرتبہ قریباً سوس کے پاس تھا۔ پھر جزیرہ پہنچا۔

اور جس طرح افعال جوامع کے ہائے نفس پر ملاحظہ ہو تب اسے اسی طرح ان تمام اجسام کے افعال پر ملاحظہ ہوگا جن کی تدبیر کی طرح کرتی ہے۔
 ان سے جو کچھ صادر ہوگا جواب ہے اسی ایک روح پر ہوگی فقلت۔ فعلی تحت افعال ہذہ الاجساد التي تطور الولی
 فیہا حق وانہ از حرك یدہ مثلاً تتحرك ید من تلك الصور وكلها افعال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نعم فما تقع
 من ید عین ما تقع من بقیة الایدی پھر میں نے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کیا اہل کے ان مثالی اجسام کے افعال متحد
 کسی ہوتے ہیں کہ جب اصلی ہاتھ کو حرکت دے تو وہ مثالی ہاتھ بھی متحرک ہو جائیں۔ فرمایا ہاں متحرک ہوتے ہیں کہ جو فعل اصلی ہاتھ سے صادر
 ہو رہی مثالی ہاتھوں سے فقلت له فما حکمة وقوع التطور فی ہذہ الدار فقال ذلک انما یکون بحکم خسر
 العاکة حين یعطون حرق کن و فی الاخریة ینکون نفس نشاط اهل الجنة تعطی ذلک پھر میں نے عرض کیا کہ ان
 مثالی اجسام کو دنیا میں اختیار کرنے کی حکمت کیلئے فرمایا جیسا دنیا حرق کن کے سر کی عطیہ سے سزا دینے میں اس وقت ان سے مثالی
 اجسام کیساتھ تشکیلی طور خسر مادت صادر ہوئی ہے۔ اور آخرت میں اہل جنت تک پوری زندگی اس عطیہ کے ساتھ وابستہ ہوگی فقلت
 له فما سبب کون نشاطہم تعطی ذلک فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذہب بعض العارفين الی ان روحانیتہ
 اهل الجنة تغلب علی جسدہم فیظہر حکمہا علیہ وذلک یدخلون فی ای صورۃ شادوا والذی مذہب
 الیہ ان الجسد یرجع الی اصلہ فیرقب من اطلاقہ پھر میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ اہل جنت کی تمام زندگی اس
 عطیہ کے ساتھ رہے گی۔ فرمایا بعض عارفین کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ اہل جنت کی روحانیت ان کے اجسام پر غالب ہوگی۔ اسناد
 اس کے حکم اجسام پر ظاہر ہوگا۔ اور یہ تشکیلی روحانیت کا حکم ہے۔ انطور ان اہل جنت حسب مشاہیر کل اختیار کر سکیں گے اور جسمانی
 مسلک پر یہ کہ وہاں چرچہ اپنی اصل کی طرف رجوع کر کے اپنے اطلاق سے قریب ہو جائیگا۔ اسلئے جنتی زندگی کا بدلہ ابراہا آباد
 تک اہل جنت کو ہر وقت ہر دوپہر کے لئے قدرت ہوگی فقلت له کیف فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لان العاصم المظن
 قبل ان یتخص وتقبل ہذہ الصور المخصوصہ کانت قابلاً لكل صورۃ فلما تقیدت بحدیہ الصور المخصوصہ
 وبعدت عن مرتبۃ النفس الکلیۃ بنزولہا الی عالم الطبیعة تقیدت فی المادۃ وانجست عن الاطلاق
 فاذا استعملت الرکاضۃ والمجاهدۃ للتملص ترقت صاعداً الی عالمها العلوی فعلى قدر قربہا من
 النفس الکلیۃ تقرب من وصفها الاول القابل لكل صورۃ فیرجع الجسد بنفسہ وحقیقۃہ بيشکل
 ویصوّر ویقبل للصور لقربہ من النفس الکلیۃ وانظر الی اجساد اهل النار کیف ہی حاصلۃ فقال
 طبیعتہم لبعدها من النفس مقامہا فی ظلمۃ الطبیعة واللہ تعالیٰ اعلم پھر میں نے عرض کیا کہ کیسے
 فرمایا اسلئے کہ عارضہ مطلقہ متشخص ہونے اور ان مخصوص صورتوں کے قبول کرنے سے پہلے ہر صورت کے لئے قابل تھے۔ جب
 ان مخصوص صورتوں کیساتھ مقید ہوئے تو وہ عالم طبیعت کی طرف نازل ہوئیے نفس کلیہ کے مرتبے سے دور جا پڑے تو وہ میں
 قید ہو گئے اور اطلاق تک پہنچنے سے روک گئے۔ پس جب اس قید سے خلاصی کے لئے ریاضت صادر مجاہدہ اختیار کرتے ہیں تو اپنے عالم علوی
 کی جانب صعود کرتے ہوئے ترقی پاتے ہیں تو نفس کلیہ سے قریب ہونے کے بعد اپنے دست اول سے قریب ہوتے ہیں جسکے اعتبار سے ہر صورت
 کے قابل تھے۔ پھر اصل یہ ہے کہ نفس کلیہ سے قریب ہونے کے جببم خود مشکل ہو تا اور صورتوں کو قبول کر لے۔ اور دوزخوں کے اجسام کو
 دیکھو اپنی طبیعت کے افعال کو قبول کرتے ہیں۔ اسلئے کہ نفس کلیہ سے دور جا پڑے اور طبیعت کی تاریکی میں مقیم ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 اس سبب سے ایک اشکال مندرجہ ہو گیا جو حدیث شمس پر وارد ہوتا تھا۔ حدیث شمس جسکو امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی

بشرح صحیح البخاری

اور وہ کیا ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت غروب صحت کلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔ چلتے ہوئے آفتاب کہاں جا رہا ہے صحت
 نے عرض کیا اللہ رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا یہ آفتاب چلتا ہے تلخے یہاں تک کہ زیر عرش اپنی قراگاہ پر پہنچے پھر کس جس میں گر پڑتا ہے اور
 ساجدہ تلخے حتیٰ کہ اُس سے کہا جا تا ہے کہ اٹھو اور چلو جیسے چل رہے تھے چنانچہ وہ اہل بیت ہو کر اپنے طلوع سے وقت صبح طلوع کرتا ہے اور چلتا
 رہتا ہے یہاں تک کہ زیر عرش اپنی قراگاہ پر پہنچے پھر جسے میں گر پڑتا ہے اور سب سے بعد وہ تلخے یہاں تک کہ اُس سے کہا جا تا ہے کہ سر اٹھاؤ
 اور جاری ہو جیسے جاری تھے میں اہل بیت ہو کر وقت صبح اپنے طلوع سے طلوع کر کے جاری ہو جا تا ہے لوگوں کو اُسکی حالت سے بخبری نہیں آتی
 یہاں تک کہ زیر عرش اپنی اسی قراگاہ تک پہنچے پھر جسے میں گر پڑیگا کہ کہا جائیگا کہ اٹھو مغرب سے طلوع کرو چنانچہ مغرب سے طلوع ہوگا پھر سیدنا نبی
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جانتے ہو یہ طلوع مغرب سے کب ہوگا۔ یہاں سوقت ہوگا جبکہ ہر اُس نفس کو ایمان لانا نفع دینا ہوگا۔ جو اس سے
 پہلے ایمان نہیں لایا یا اُس نے دوبارہ ایمان کوئی بھلائی کسب نہیں کی۔ اشکال یہ ہے کہ ہر شے فنا ہونے کا طلوع سو قوت کے زیر عرش تا اٹم
 ہو کر چلے گیا کہ اس حدیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ غلابت مشابہت ہے خواہ یوں کہا جائے کہ آسمانوں کو یکے بعد دیگرے طے کیا کہ زیر عرش
 پہنچ کر مجرہ کرتا ہے یا یوں کہیں لاپتی جگہ ہرگز صحت کرتا ہے اسلئے کہ امام الحرمین وغیرہ علماء اسلام نے تصریح فرمائی ہے کہ آفتاب کے ایک فی میں
 غروب دو سترافق میں طلوع ہوتا ہے اور ذات ایک جگہ طویل دوسری جگہ قصر ہوتی ہے۔ اور خط استوا کے نزدیک یوں نہا رہیں قدر سے
 تفاوت ہوتا ہے اور بلاد بخارا میں بعد غروب طغی غائب ہونے سے پہلے طرطوٹا ہوا جاتی ہے۔ یہ مشابہت اس علت پر ہوا لالت کرتے ہیں کہ آفتاب کا
 طلوع سو قوت نہیں ہوتا ایک جگہ غروب ہے تو کسی کسی جگہ غروب طلوع ہوگا۔ جو ہمیں گھنٹے میں ایسا کوئی وقت نہیں جس میں بعد غروب ٹھہر جائے اور
 کسی جگہ طلوع نہ ہو اس آفتاب کا سہرہ گھنٹہ خلاف مشاہدہ ہونے کے باعث قابل قبول نہیں جو اب اس اشکال کا حیران بالائے ظہار ہوا ہے
 کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو مثالی جسم اختیار کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے لہذا وہ مثالی جسم سے طلوع و غروب میں رہتا ہے اور اصلی جسم سے زیر
 عرش قائم ہو کر سہرہ بجاتا ہے لہذا فی مروج المعانی اقول بکلام حسن بواب ہے کہ آفتاب اپنے اصلی جسم سے زیر عرش ساجدہ ہوتا
 ہے اسی جسم سے طلوع اور غروب بھی کیا رہتا ہے زیر عرش مستقر بھی ہوتا ہے اور طلوع اور غروب بھی جاری رہتا ہے اس سے بیک وقت ایک جسم کا
 دو مکان میں ہونا اور دونوں مکان میں بیک وقت اُس سے مختلف افعال کا صدور لازم آئیگا جو نظر عقل میں اگرچہ یقیناً محال ہے کا اجتماع ضد
 ہے۔ مگر صاحب کلوب کے نزدیک صرف ممکن بلکہ واقع ہے کتنا جلیحوا ہر والدین میں ہے معانی بدل علی ان الجسم الواحد کون
 فی موضعین واکثر فی آن واحد مرویة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما سوی بہ الی السموات
 العلی آدم وعیسیٰ ونحییٰ وادیس وموسىٰ وهارون وابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام وما وقع لہما
 فی شان الصلوٰۃ من المرجعة لموسىٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مع ان موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حین
 ذاک فی قبرہ فی الارض قائما یصلیٰ وقد اقل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأیت موسیٰ وما قال رأیت
 روح موسیٰ ولا جسد موسیٰ فیما من یجیل الجمع بین الضلین ما تقول فی ہذا الحدیث فان المعنی
 بموسىٰ ان لریکن عینہ فلا خیرا عنہ کذب وهو محال علی المشاعر صلی اللہ علیہ وسلم فما بقی الا ان
 القدرة صالحة للجمع بین الضلین خلاف ما یقتضیہ النظر العقلی ہذا او المقلد المومن یخذ الحدیث
 بقول اصحابہ رأیتک البعراحة فی الزوم ومعلوم ان موسیٰ کان فی منزله علی حالہ غیر الحالۃ المتی
 سر ڈی علیعا وفی وطن آخر ولا یقول رأیت غیرک ویشهد لذلک ایضا ما ورد فی الصحیح فی قصۃ آدم
 ولیدین حابن قال اللہ تعالیٰ لہ وهو فارح عن القبضۃ اخترتہما شکلت قال اخترت یمین سر تی و

از تجویہ بی آمد بر چو فل سہاری شد می رفت نیز در تجرہ حاضری ماند و مندا تو ایں در پیشل حمل مکن معنی میندازد کہ تشبیل ہائے شیخ بجزیرا
یا پاجا حشر شد است لا و اللہ بلکہ معنی است شیخ بہر جا حاضر شدہ بود ایں خود دیکہ شہر دیکہ مقام واقع شد ذات ایں موصوفہ و اول فصلائے
عالم حاضر است خواہ علویات خواہ سفلیات یعنی اگر آئینہ کو آسمان کے مقابل رکھو تو آسمان کا عکس در آفتاب کی عکس جو چوتھے آسمان پر ہو وہاں
امسبل جائیں گے اور اگر آسمان حاصل ہو تو جملہ علویات سفلیات کا عکس اس آئینہ میں آ جائے اسی طرح آئینہ اول آئینہ دل اگر روشن ہو جائے تو جملہ
علویات و سفلیات اسی عین میں گر ہو جائیں اور تم سب مکانات میں حاضر ہو جاؤ چنانچہ خود و شیخ ابوالفتح جو بخودی تھی اللہ تعالیٰ وہ حکم سہ
سیخ الاول میں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عرس (رسول شریف) کی شرکت کیونستہ دن جبکہ مدعو کیا گیا کہ ناز بفرکہ بقدر شریف لائیں۔ بخود
نے دسویں عورتیں قبول فرمائیں۔ حاضرین نے عرض کیا کہ لے محمدؐ دسویں عورتوں کو منظور فرمایا اور ہر جگہ ناز بفرکہ کر لیا پھر کسی طرح ہوسکے گا فرمایا
کشتن کہ کافر تھا کسی سوگند موجود ہونا اگر ابوالفتح دن جگہ موجود ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ (چنانچہ) بعد نماز فجر ایک جگہ سے سوہی آئی۔ خود مجھ سے
سہرا دہئے اور سواہر کر شریف لیگئے پھر دوسری جگہ سے سواری پہنچی اسی طرح دسویں جگہ سے سواریاں آئیں اور حضرت ہر مرتبہ تجرہ سے برا آمد
ہوتے اور سواہر کر شریف لیا تے اور عجب میں بھی موجود رہتے۔ لے مائل سکو تشبیل پر محمول نہ کرنا معنی یہ نہ کہہ نہ کہ دسویں جگہ شیخ کے شمالی اجسام موجود
ہو گئے تھے نہیں واللہ بلکہ ہر جگہ عینہ ذات شیخ موجود ہوتی تھی یہ موجودہ دیک شہر اور ایک مقام میں ہوتا ہے اور سکی ذات علویات سفلیات تمام
اطراف عالم میں حاضر ہوتی ہے۔ شعر ہے در طبع تو نایب راست + تو نہ دانستہ اگر خطاست قرآن کریم میں فرمایا قل یتوفاکم
صلاک الموت الذی وکل بکفر لے صلیب فرمایا کیجئے کہ تمہیں قات تیلے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے تفسیر اس کثیر میں ہے کہ موت کے
بعثہ الظاہر من ہذا کما کبیرۃ ان ملک الموت شخص معین من الملائکۃ کما اھو المتعین من حدیث السیراء
المتقدم ذکرہ فی سورۃ ابراہیم یعنی اس امر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک الموت ایک معین فرشتہ ہی جیسے کہ یہ بات حدیث پر اس سے بھی
مستہاد ہوتی ہے جبکہ ذکر سورہ ابراہیم میں بھی گذر چکا۔ وہ حدیث برآء ہے کہ شیخ اللہ نہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ مومن جب
اپنی ذمی زندگی ختم کر کے آخرت کی طرف جانے والا ہوتا ہے تو آسمان سے آسکے پاس کچھ فرشتے آتے ہیں جو اس کے منہ لے نظر سے بھیج دیتے ہیں۔
ان کے چہرے گلے آفتاب کی طرح چمکتے ہوتے ہیں جتنی خوشبو اور عتیق کفن اس کے ساتھ ہوتا ہے پھر ملک الموت آکر اس کے سر لے بھیج دیتے ہیں۔
(اس جملہ ملک الموت کا شخص معین ہونا ظاہر ہوتا ہے) اور فرماتے ہیں لے پاکیزہ روح اللہ کی مغفرت اور اسکی رضامندی سے انشعاع حاصل کرنے
کے لئے لکل لو اس طرح نکلتی ہے جیسے شکر و کشتہ سے پلن کا قطرہ بہتا ہے۔ اسکو ملک الموت سے فوراً وہ فرشتے لیکر اس جتنی کفن اور صنی خود
میں لکھ لیتے ہیں۔ مدینہ زمن کے بہترین مشک صبی خوشبو اس سے نکلتی ہے۔ پھر اسکو لیکر آسمان کی طرف چلتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت
پر گذرہ تیلے وہ کہتی ہے پاکیزہ روح کون ہے تو بجا لے فرشتے جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے۔ اس کے ان ناموں میں سب اچھا نام ذکر کرتے
ہیں جن کے ساتھ دنیا میں چکا جا جاتا تھا یہاں تک کہ وہ فرشتے اسے لیکر آسمان و زمین تک پہنچا اسکی خاطر دروازہ کھولتے ہیں۔ دروازہ کھول دیا جاتا
ہے وہاں کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک آسکے جیسے وہ چھ چلتے ہیں۔ اسی طرح ہر آسمان کا دروازہ کھولا یا جاتا ہے اور وہاں کے مقرب
فرشتوں کی دوسرے آسمان تک شایعت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کی کیا (فصل)
کا انداز مقام علیین میں کر دیا جائے۔ اہل سکوزین کی طرف واپس لوٹ کر میں نے اسی زمین سے لوگوں کو پرب دیا اور اسی میں پس کروں گا۔
اور پھر اسی سے انہیں نکالوں گا۔ پس اسی کی مدح ہم میں پس کی جاتی ہے۔ انہیں لکھ کر آتے ہوا سکو تھا کہ سوال کرتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے تو
وہ بندہ جواب دیتا ہے کہ اللہ پھر کہتے ہیں تمہارا رب کیا تھا۔ بندہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب میں اسلام تھا پھر کہتے ہیں۔ کیوں مرد ہیں جو تمہارا رب کی طرف
بھیجے گئے تھے بندہ جواب دیتا ہے کہ رسول اللہ ہیں۔ پھر کہتے ہیں تمہیں علم کیسے ہوا بندہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب اللہ کو پڑھا۔ اس پر ایمان لایا۔

اور تشریح فرمائیں

انکی تصریح کی۔ اب آسمان سے ندا آئی ہے کہ میرے بندے نے مجھے کہا۔ اس کے لئے جتنی فرش بچھا دو اور اسکو صحتی پر شاکی پہن دو۔ اور اسکے لئے جتنی دروازے کھولو۔ پھر اس سے جتنی ہوا اترتی ہو شہو آتی رہتی ہے۔ اور قبر میں جہر نظر تک گناہ کی کوئی جاتی ہے۔ اور اسکے پاس ایک شخص جو صورت عمدہ اور حسن بنا کر کہتا ہے کہ تم میں ہر سرور کن چیز کی بنا سے دیتا ہوں۔ بڑی بڑی وقت ہے جس کا شہدہ کیا گیا تھا۔ تو بندہ کہتا ہے تم کون ہو تمہارا چہرہ؟ اسکی طرح ہے جو خیر کیا ہے آئے ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تمہارا اہل ایک ہوں بندہ عرض کرتا ہے کہ پروردگار قیامت قائم فرمائے۔ پروردگار کا! قیامت قائم فرمائے تاکہ میں اپنے جتنی اہل و مال کے پاس پہنچ جاؤں۔ اور بندہ کا فریضی منافق کہ بر قول شیخ کا فرمایا ہر سے سوال نہیں کرتا۔ کینا فی رہا الحما۔ جب نبویؐ کو گم کر کے آخرت کی طرف جانو الاہوتیہ تو اسکے پاس آسمان سے یہاں قائم فرمائے آیت ہے جس کے ساتھ ٹاٹ ہوتے ہیں کی حد نظر پڑھتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اسکے سر ہانے بیٹھ جاتے ہیں کہ میں نے غیبت روح غضبانی کیا ہے اسے کل تو وہ بدلتا ہے اور ہر دو ہی ایک ملک الموت اسکو اس طرح کھینچ کر لےتے ہیں جیسے ترائوں سے سنج نکالی جاتی ہے۔ جب ملک الموت اسکو کھینچ لیتے ہیں تو فوراً ہی ان سے وہ فرشتے لیکر ان ٹاٹوں میں لٹھ پھرتے ہیں اس سے ہی ہوا اٹھتی ہے جیسے رتے زمین پر کسی مرد سے بدترین بدبو اٹھتی ہو۔ پھر اسے آسمان کی طرف لے چلتے ہیں تو فرشتوں کے جس گروہ پر گزرتے ہیں وہ کہتا ہے یہ غیبت روح کون ہے جو اب سے ہے جس ظلمتوں میں نلاں ہے۔ اور ان ملامتوں میں ساتھ دنیا میں بڑا جا تا تھا سب سے بڑے نام کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آسمان دنیا تک پہنچ کر اسکے لئے دروازہ کھولتے ہیں۔ تو وہ بندہ کھولا نہیں جاتا۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **لَا تَقْبَلُ لَهُمْ اَلْوَابُ السَّمَاءِ وَكَانَ يَخْلُقُ الْخَلْقَ حَتَّىٰ يَكْتُمُ الْاَجْمَلُ فِي سِتْمِ الْخَلْقِ طَرَفًا**۔ ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے۔ اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ جب تک سوئی کے ناکے میں دھند داخل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اسکی کتاب (قاسم) کا اندازہ سب کے نیچے کی زمین کے اندر مقام سبحین میں کہ دو تو اسکی روح کا چھینک دیتے ہیں۔ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت فرمائی۔ **وَمِنْ نَشْرِكِ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَشَّ مِنَ السَّمَاءِ فَخَطَطُوهُ الطَّيْرُ اَوْ دَحْوَىٰ يَبِىَ التَّرْتِيْبِ حَتَّىٰ يَصْطَبِحَ**۔ ترجمہ۔ اور جو اللہ کا شریک کرے وہ گویا اگر آسمان سے کہ پر نیچے سے اچک لیا جاتے ہیں یا تو اسے کسی دور جگہ چھینک دیتی ہے تو اسکی روح جسم میں پس کجائی ہے اور اس کے پاس فرشتے منکر کھیر آتے اور اسکو جھا کر کہتے ہیں۔ تمہارا راز کون ہے؟ تو وہ جواب میں کہتا ہے ہا! ہا! میں نہیں جانتا پھر سوال کرتے ہیں تیرا دین کیا تھا؟ جواب میں کہتا ہے ہا! ہا! مجھے نہیں معلوم۔ پھر دریافت کرتے ہیں کہ یہ مرگن ہیں جو تہدی طرف بھیجے گئے تھے جواب دیتا ہے ہا! ہا! مجھے نہیں معلوم آسمان سے ندا آتی ہے کہ جو تہا ہے لہذا اس کے لئے آگ کا فرش بچھا دو اور دروازے کی طرف ایک دروازہ کھولو تو اس کی پیش اندازم بھائی رہے گی۔ اور اسکی قبر تری تنگ ہوتی ہے کہ ان میں کٹر کی پسلیاں بائیں طرف اور بائیں طرف کی پسلیاں دائیں طرف بھجاتی ہیں۔ پھر اسکے پاس بد صورت بد لباس بدود اور دانا ہے اور کہتا ہے۔ کہ تجھ کو ہر کوئی چیز کی بنا سے دیتا ہوں۔ بڑی بڑی وقت ہے جس کا شہدہ سے دعوہ کیا گیا تھا۔ تو وہ کہتا ہے تو کون ہے؟ تیرا چہرہ اسکی طرح ہے جو شتر لانا جو وہ جواب دیتا ہے میں تیرا اہل بدہل تو یہ منافق کہتا ہے۔ لے رہ قیامت نہ قائم کیم جو اسی تفسیل بن کر میں کہ کہ رحمت اللطیف اللہ علیہ آکر وسلم نے ایک نصاریٰ کے سر ہانے ملک الموت کو دیکھ کر فرمایا لے ملک الموت میرے ان صحابی کیساتھ تیری کہنا کہ یہ ہوں ہیں۔ ملک الموت عرض کیا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضور کا قلب سرور ہوا۔ انھیں ٹھنڈی ہوگی میں ہر مومن کیساتھ تیری کہتا ہوں اور حاجت ہو کہ زمین چرخش میں یا تری میں جتنی کا مکان ہو یا بالوں کا نیم ہر گھوڑوں کی صفائے پانچ مرتبہ چھان بین کرنا ہوں۔ یہاں تک کہ ان کے خود دو کلاں سے میں نسبت ان کے زیادہ وقت ہوں۔ بخیر دنیا صحیح اللہ اگر میں کسی چھپر کی طرح قبض کرنا چاہوں تو قادر نہ ہو سکیں گا۔ ہر انک کہ اللہ تعالیٰ حکم فرمائے۔ حضرت جعفر طوسی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ چھان بین چنگ نہ تار کے اوقات میں ہوتی ہے۔ تو جو شخص ناز کو پائے بندگی سے ادا کرنے والا ہو تہا ہے بوقت ہر ملک الموت اس سے فریب ہو کر شیطان کو دفع کر کے لا الہ الا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ایسی نعمت حالت میں اسکو تفتین فرماتے ہیں۔ تیرا وارہ کو کچھ فرشتے

اور تشریح فرمائیں

ملک الموت کے ماتحت ہیں جو روح کو بدن سے کھینک نکالتے ہیں جب خلق پر پہنچتی ہے تو اسکو ملک الموت کھینک لیتے ہیں ان تمام حادثات سے ظاہر ہوا کہ ملک الموت ایک تین فرشتے ہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک مسکون میں مختلف مقامات پر ایک وقت ہزار ہا ارواح قبض ہوتی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ ملک الموت ان تمام مقامات پر ایک وقت موجود ہوتے ہیں اسی حاصل حدیث شمس پر وارد شدہ اشکال کا اظہار ان دونوں جہانوں ہو سکتا ہے مگر ہمارے نزدیک جہاں دم اولیٰ ہے۔ اسلئے کہ حدیث شمس میں ارشاد نبوی **أَتَدْرُسُونَ أَيْنَ تَذْهَبُ هَذِهِ النَّفْسُ**؛ ہم اس راہ دار ہے جسکی ولایت عموماً ہنسر پر ہوتی ہے۔ تو معلوم ہوا جو عموماً ہنسر تھا وہی ذرا جب و مسلجہ ہے اور یہی وجہ ہے اسلئے اسلئے ہے جو ذرا اصل جسم سے ہنسر میں رہنے اور مثالی جسم سے سلسل طویل کرنا احتمال مستفی ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔

(فاعی ما یقول) صحیح ابو عوانہ میں ہے بعد اتنا اور ہے۔ **وَهُوَ أَهْوَنُ كَلْفِي**۔ سوال وہی کے اس دوسرے طریقہ بیان کر کے فاعلی بصیغہ مال ارشاد ہوا۔ اور پہلے طریقہ کو بیان کر کے **وَعَيْتٌ بَصِيغَةٌ مَضِي** فرمایا تھا۔ دونوں طریقوں میں اینستون کیوں ہے۔ **جواب**۔ اول طریقہ میں قول منزل چونکہ فصح سے پیشتر قلب میں محفوظ ہو چکا اسلئے وقت فصح کے اعتبار سے اسکو محفوظ ہونا ماضی ہوا۔ نظر ہر اسکی تعمیر صیغہ ماضی سے فرمائی اور دوسرے طریقہ میں قول منزل چونکہ محال کا معنی ہے تو ہوا اسلئے یہاں پر صیغہ حال اختیار فرمایا۔ **یأیوں** کہے کہ اول طریقہ میں پہنکی صفت کیساتھ متصف ہو جاتے تھے پھر جب بشری صفت کی طرف رجوع ہوا تو قول منزل قلب میں محفوظ نہ ہو سکتا اسلئے صیغہ ماضی اختیار فرمایا۔ بخلاف طریقہ ثانی کا میں بشری صفت پر قائم رہتے تھے مکالمہ کیساتھ ساتھ قول منزل محفوظ ہوتا تھا۔ اسلئے اس کو بصیغہ مال تعمیر فرمایا۔

وقالت عائشة رضي الله تعالى عنها، بعد من عطف سند سابق پر معطوف ہے۔ تفصیلاً تقدیر ہمارے ہوگی۔ **وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَوْمِي** قال اخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن ابيه قال۔ **اذا جماله بودي** وقال اسناد الشافعي بصورت ما عطف کیساتھ اتنی عبارت اور معطوف ہے۔ حدیث سند معطوف میں یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مادہ ہے اور تعلق میں حرف عطف کو ذکر فرماتے ہیں۔ اس بنا پر یہ حدیث سند جوئی تعلق نہیں چنانچہ طبرستانی نے بطریق حنیف بن یعقوب عن مالک حدیث اول سے طیمرہ اسکی تخریج کی اور امام مسلم نے فضاک میں بطریق ابو سلمہ عن هشام اسکو حدیث اول سے منفصل کر کے بالفاظ دیگر عبارت کیا ہے۔ لیکن حدیث سند معطوف میں اس حدیث کا چونکہ التزام نہیں اسلئے تعلق کا احتمال بھی ہے پھر کہیف ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اس قول کو ہر ماں پر ذکر کرے نبوی ارشاد **اوهو اسند علی کی تائید مقصود ہے۔** اور اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا کمال رعایت مختلف ہے۔ اسلئے کہ پہلی حدیث کو حضرت حسانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتی ہیں اور اس میں پنا مشاہدہ مگر اختلاف تحمل حدیث اول کو محل صحابی قرار دینے کی تقدیر پر ہوگا۔ **دوسرے دونوں میں اپنے مشاہدہ کا بیان ہے۔** **(ولقد رأيتك)** واہر کے قسم ہے اور لام ہرائے باکیرہ اور اس آیت رد بیت نبوی سے شوق ہے اسلئے کہ متعدی بیک فعل ہے اور ینزل الہم خبر مفعول سے حال ہے یعنی واللہ لقد البصر وہ حال کو نہ ینزل الہم اور ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ارشاد **فالیق المشرق بید البرق** اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نزول وحی سے سخت ترین کر لیا جی ہوتا تھا اور نہ سخت مہر جسکی بدن میں پسینہ نکلتا ہی کیسے ہے جائیگا اسکی بگڑت ہنساں لوق کہ میں نبوی صبر کے استقامت کے ساتھ ساتھ حسن تادیب بھی تھی تاکہ اس طرح مزاج میں ہو کر نبوت کے عظیم باروں کو برداشت فرما سکیں۔

(وان جبینہ الہم) اور جلا سیمہ غنہ کی ضمیر جو وہ سے حال ہے۔ چینیائی کے دائیں بائیں اور کینٹی سے اوپر کے حصہ کو چین کہتے ہیں۔ سوال اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر انسان کے دو چین ہوتی ہیں ایک چینیائی کی دائیں طرف اور دوسری بائیں جانب

ماہر کمال اول میں ہوا تھا جو اولاد تک ہی ہے اور ماہ وصال بھی نبوت کے چھالیس اجزا میں سے دوا کا ایک جزو ہونا بھی اس سے ظاہر ہو گیا کہ ظہور نبوت کی کل مدت تیس سال ہے۔ اس لئے کہ بعض ظہور نبوت برائیت اصح اپنے تیرہ سال کر کے میں قیام فرمایا وہ دس سال بعد منوہ میں اسی تیس کے چھالیس حصے کے باقیں تو ہر حصہ چھ ماہ کا ہوتا ہے۔ سوال کیا ہر روز دوا نبوت کے چھالیس اجزا میں سے ایک جزو ہے یا فرمایا کسی مخصوص قسم کو یا سب تک ہے جواب سزا دیا کہ قسم نہیں ہر دوا کے باطلہ اور دیکھے حقیقہ پھر دوا کے باطلہ سزا قسم ہے۔

اور حدیث نفس یعنی وہ با تیرج انسان اپنے نفس سے کہتا ہے خواہ وہ کسی چیز کے منصوبے ہوئی کسی چیز کی آرزوئی اسی کو مرئی بل ضغاث بعد فارسی میں پریشان خواب کہتے ہیں (۲) حکم جو موجب عمل ہوتا ہے اور اس کیلئے کوئی تعبیر نہیں ہوتی (۳) مخدر و شیطان جو حکم حدیث حضرت علیؓ نہیں تھی جبکہ میرا دماغ پر بائیں جانب تین تیرہ تھوکر کئے۔ (۴) سناحری جو کسی جن یا انسان کے حکم سے نظر لے۔ (۵) شیطانی جو شیطان دکھائے (۶) خلطی جو اخلاط الاربعہ میں سے کسی ایک کے غالب ہونے سے نظر آتا ہے۔ مثلاً سونے کے غلبے سے قہر سیاہی اہوال وغیرہ صفوں کے غلبے سے آگ چرخ خون وغیرہ طعم کے غلبے سے بیاض پانی مویں وغیرہ دم کے غلبے سے شربت بھول مزامیر وغیرہ (۷) وحشی جو ایسے زمانے میں نظر کے حجب دیکھنے والا موجود تھا اور اسکو تیس سال کا عرصہ ہو گیا۔ اور دوا کے حقیقہ یا قسم پر ہے (۸) مشاہدی جسکی سمیت ہر شاہد جو شکر کے خیر ہونے پر اور شکر کے شر ہونے پر اولاد کے جیسے کوئی دیکھے کہ مسجد میں ظہور بجا رہا ہے تو اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ عیالی کی بالقرہ اور مسکرا افعال سے تو سکر لگا اور اسکی شہرت ہو جائیگی یا کسی نے دیکھا کہ تمام میں قرآن پاک پڑھتا ہے تو اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ کسی بڑے کام میں مشہور ہوگا اور دونوں پر شاہد کہ تمام ستر کھلنے کی جگہ ہے اور اس میں شے داخل نہیں ہوتے جیسے مسجد میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ (۹) صوموزہ جہیں تعبیر کی طرف اشارہ ہو۔ یہاں سزا ادا ہوتی ہے۔ جیسے کسی نے فرشتہ کو دیکھا وہ کہتا ہے کہ تیری عورت تیرے فلاں دستک ذریعہ تھیکو نہ ہر ملانا چاہتی ہے اسکی تعبیر ہوگی کہ وہ دوست اسکی عورت سے بنا کر گیا اس خواب میں تعبیر کی طرف اشارہ اسلئے ہوا کہ جس طرح ذمہ مخفی طور پر کھلا یا جاتا ہے اسی طرح زمانہ بھی مخفی طور پر کھلا جاتا ہے (۱۰) صلیحی جو ملک دیا گیا سب سے بچنے کا نام صلیحہ یقون ہے اور ان کی حساست کا یہ عالم کہ کان کی تو سے شاخے تک سات سو برس کی مسافت ہے جس طرح آفتاب کی روشنی میں شیا نظر آتی ہیں اسی طرح یہ نورانی کی روشنی میں شیا کی معرفت کرتے ہیں۔ مذہبی ہا محزوی خود شکر کی تلقین گذشتہ یا آئندہ عمل خیر تر بشیر معصیت یا ضعیف یا مستقبلہ پر توجیہ نہ دینا مثال حکمت اشیا کی تعریف یہ کی منصبی خدمات میں اگر خائف کن خواب کھائیں تو اسی وقت ہوجاتا ہے تاکہ دیکھنے والا مستنوم نہ ہے اور اگر سرور کن خواب کھائیں تو وہ چند تیرام کے بعد ظاہر ہوجاتا ہے تاکہ اسوقت تک طلبیں سرور ہے۔ (۱۱) صالحو جو اولاد تعالیٰ کی جانب اشارت ہوتا ہے جیسے مکروہ اسکی جانب سے زاجر ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین خواب ہے کہ بند اپنے رب یا اپنے نبی کو خواب میں دیکھے یا اپنے والدین کو خواب میں سلطان دیکھے صحابہ نے عرض کیا کوئی رب کو بھی خواب میں دیکھتا ہے؟ فرمایا سلطان کو دیکھتا ہے اور سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے (۱۲) صدائقہ ظاہرہ اس کیلئے تعبیر نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی تعبیر خود ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رویا جسکو قرآن کریم میں بیان فرمایا۔ **يَا بَنِي آدَمُ إِنِّي فَخَّرْتُكُمْ فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَدْرَجْتُكُمُ فِي الْمَكُتَبِ يَا مَعْشَرَ الْبَشَرِ إِنِّي اصْطَفَيْتُمُ لِلدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَخْلَقْتُ الْمَكُتَبَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ** **لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ فِي الْبَرَاءَةِ وَإِنِّي لَأَخْلَقُ الْمَكُتَبَ** **لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ فِي الْبَرَاءَةِ وَإِنِّي لَأَخْلَقُ الْمَكُتَبَ** **لَقَدْ صَدَّقَ اللَّهُ رَسُولَهُ فِي الْبَرَاءَةِ وَإِنِّي لَأَخْلَقُ الْمَكُتَبَ**

ہے۔ ملک فیو کسی کا توسط نہیں ہونا۔ یہ دوا انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کیسے کہ مخصوص نہیں تو نہیں کو بھی نظر آتا ہے بلکہ داری دیکھتے ہیں۔ سوال ظہور نبوت کی ابتداء رویت خود مسلام جو جو اور انھار کے صانع کس مصلحت پر ہوئی تھی بشرط ہی سے فرشتے کو ہونے نہیں جیسا گیا جو اب بظاہر سب چیزوں ہی بواسطہ ملک کیلئے نہیں تھیں کہ لغز ان کی سبقت کے اگر وہی بواسطہ ملک بھی جاتی تو بشری قوی

بغیر صحیح الحدیث

اختیار میں یا مبتداً صرف یہ کہ یہ جواب نوا ہے نہ جواب گزار ہے بلکہ وہاں مشیۃ الباجوری علی البعدۃ اچھکے ہر آن آپ کے مراتب میں ترقی ہوتی
 رہتی ہے ہر لحظہ قلب مالک پر فوانی اور صفائی جدیدہ معارف تکشف ہوتے رہتے اور ہر لمحے مانا اور تعلیمات نفل پاتے ہیں جیسے کہ میرے لکھنے والا ہے
 لکھ میں لکھوئی سے مفہوم ہوتا ہے اسلئے مرتبہ فوقانی پر فائز ہو کر جب کبھی مرتبہ کنانی پر نظر پڑتی ہے تو اسکو کمزور تصور فرما دیکر ہنسا مستغفار فرماتے
 ہیں یا متناظر ظاہر ظن کیساتھ باعتبار باطن خالق کی طرف متوجہ رہنا بعض کاروائیاں کر کے اسلئے بھی حاصل ہوتی ہے مستید الطائفہ حضرت جنید
 بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال سے افسردہ دل سے کلام کر رہا ہوں اور لوگ سن خیال میں ہیں کہ کلام ان سے ہوا ہے مگر یہ
 مرتبہ انہیں نفوس تدسیک و عطا ہوتا ہے جو حقیقت الہی میں اس درجہ مستغرق ہیں کہ قلب میں ہر ایک اصلہ گمانش نہیں۔ ایک مرواحانی خطیب سے
 سوال کیا گیا کہ خلوت سے کیا مقصود ہے۔ فرمایا اس سے مقصود ہے کہ سلسلہ فکر میں سترتا حال ہو اور قلب میں علوم و معارف جم جائزین کہ
 خلوت گزرنے انسان کی زندگی پاکیزہ ہو جائے اللہ ذوق معرفت نصیب ہو۔ اما نام الا ولید کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے عرض کیا گیا کہ یہاں ہر ایک شخص سے جو کہ ہم جب کبھی دیکھتے ہیں تو سونوں کے گچھے ہنسا جیٹھا دیکھتے ہیں فرمایا اثناء جب کبھی دیکھو تو ہمیں مطلع کرنا
 چنا چھو ایک دن انکو دیکھ کر عرض کیا کہ یہی وہ شخص ہے آپ نے اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے نبی خدا مجھے خیال ہے کہ تم خلوت پسند
 کہتے ہو یہ تو بتاؤ کہ لوگ کیساتھ نشست و برخاست کر نیسے کون چیز مانع ہے جو ابواب کا ایک ایک عظیم ہے جس سے بھگو لوگوں سے طیبہ کر دیا ہے
 آپ نے فرمایا جسکو سن کہتے ہیں ان کے پاس جانیسے کون چیز مانع ہے پھر جواب میں ہی کہا کہ ایک امر عظیم ہے جس نے بھگو لوگوں سے جدا کر دیا ہے
 آپ نے فرمایا وہ امر عظیم کیا ہے جواب دیا کہ دن برات مونی تعالیٰ نعمتیں عطا فرماتا ہے اور مجھ سے گناہ صادر ہوتے ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں
 کہ اختلاف اس ترک کر کے اپنے قلب کو شکر نعمت اور استغفار نور میں مشغول رکھوں اپنے فرمایا اے نبی خدا میرے نزدیک تم حسن سے
 زیادہ محمد اور جس حال میں ہو ماسی کا التزام رکھو۔ محمد و م اللہ مستیدنا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جب کبھی
 کرات آ رہی ہے تو فرحت ہوتی ہے اور دل میں کہتا ہوں کہ اب اپنے رب پر عزوجل کیساتھ خلوت حاصل ہوگی۔ اور جب دیکھتا ہوں کہ کسنگی
 تو ان اللہ ولا ان اللہ کما جعوتن پڑھتا ہوں اسلئے کہ اب لوگوں کی ملاقات وغیرہ ایسے امور میں آئیں گے جس سے خلوت میں رخصت پڑے گا
 مستیدنا حضرت زین العابدین و حضرت مہدی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خلوت میں اپنے رب پر عزوجل کیساتھ مناجات کر نیسے مومن لذت
 سرور حاصل ہوتا ہے۔ (۱۶) یہ کہ خلوت میں ان ماسی سے انسان محفوظ رہتا ہے جنہیں کلوہ ہونیسے بجا لیا فتلاط عموماً بچ نہیں سکتا۔ وہ جا رہیں
 اول غیبت کہ لوگوں کی عادت میں غل ہوگئی ہے یہاں تک اسکی ذمومیت کا احساس بھی جا نہا ہا جسے فقر کے ساتھ باقوم ہر مجلس میں
 غائبین کی زندگی اور دن کے حالات پر کورہ اغازہ میں تقدیر اور تبصرے ہوتے ہیں ایسی مجالس میں مشرک ہو کر مقررین کی ہم نوائی کھائے تو انسان
 غیبت میں بدترین مصیبت میں ملوث ہوتا ہے۔ اور اگر خاموشی کیساتھ غیبت مستتاب ہے تو بھی غیبت کندہ کے حکم میں داخل کہ المستفیح احد
 المختارین اور اگر تہلیل کو غیبت بنا کر ان سے روکے تو ناقدرین سے اپنا دامن بچھڑا نہ اور ضرور جائیگا۔ اور مجلس سے باہر ہونے ہی اپنی تقدیر
 کا مرکز اسکو بنائیں گے جس سے اکی مصیبت غیبت ختم ہونے کے بجائے بڑھ جائیگی اور اسکی جانب ان کے دلوں میں کینہ پڑ جائے گا۔
 دوم بریایہ نہایت غیبت باطنی مرض ہے۔ ماوشما کس گتی میں ابدال ما تا داہر بھی اس سے اجتناب شاق ہوتا ہے۔ اسکی آمیزش سے یہی نہیں
 کہ عبادتیں اور نیک اعمال برجا ہوتیں بلکہ گناہوں سے مبتدل ہو جاتی ہیں اختلاط میں کہ انکم طرفین سے ملاقات پر مالذکیہ تھا ظہار شوق
 عام طور پر کیا جاتا ہے حالانکہ طرفین کے قلب میں سرے سے اشتیاق ہی نہیں ہوتا۔ تو یہ ظہار شوق کذباً لیس ہوا ایک ذمہ کے حالات رفت
 کو کہ ظہار و شفقت کرتا ہے حالانکہ قلب کو اسکی احوال سے اصلاً دلچسپی نہیں تو یہ ظہار شفقت لفاق ہوا۔ اصمام ابن سیرین رحمہ اللہ
 تعالیٰ نے ایک شخص سے فرمایا کیف حالک تھا اور کیا حال ہے؟ اسے کہا ایسے شخص کا کیا حال میرا بچ سور و پر قرض کے ہوں اور وہ مال

بھی ہے آپ فرما مکان میں تشریف لے گئے اور اپنا اندر وغیرہ ایک ہزار اور وہ لاکھ لاکھ فرمائیے اور فرمایا یا پھر قرآن میں یاد کرو اور یاد پانچویں
 اپنی اور اپنے اہل جہاں کی خدمت میں مرنے کو پھر تم کھائی گئے جو آئندہ کسی کا حال دریافت نہ کروں گا کیوں؟ اسی اندیشے سے کہ اس شخص
 حال بغیر قطعی تعلق کے رہا اور اتفاق کی صورت اختیار کر لیتا ہے سیدنا سوسی مسقطی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر سیرا بھائی میرے
 پاس گئے اور اسکی آمد کے باعث اپنی پیش اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگوں تو منافقین کی فہرست میں درج ہو جائیگا مجھے خوف ہوتا ہے۔
 حضرت طاؤس قدس سرہ رطلیفہ ہشام کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کیف آنت یا ہشام لے ہشام تم کیسے ہو غلیظہ یہ سکر
 غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ آپ مجھ کو امیر المؤمنین کیساتھ خطاب کیوں نہیں کرتے، فرمایا تمام مسلمان تمہاری خلافت پر متفق نہیں ہیں۔
 اسلئے ڈرتا ہوں کہ امیر المؤمنین کہنا جو ٹھنڈ نہ ہو جائے۔ جو انسان ایسی احتیاط پر قائم رہتا ہو تو اس کیلئے اختلاف معرفت مسال نہیں ہو سکتا
 ورنہ اختلاف میں یا کے برعکس اور صلہ سے دامن میلہ ہو ہی جاتا ہے اور ظلمت میں انسان اس سے مایوس رہتا ہے۔ سوم اصل بالاعتزاز
 اور بھی عین اظہار سے سکوت۔ حالانکہ دروزل اصول دین سے ہیں اور بقدر استطاعت ہر مکلف پر فرض ہیں۔ مگر اختلاف میں ان
 سے سکوت ہو جایا کرتا ہے جس سے خلوت بچا لیتی ہے۔ چہرہ جام حرم نبی سے پیدائش ہم نشینوں کے سپت اخلاق اور عیفت اعمال کی طبیعت
 کا مخفی طور پر اندر کرنا جس کا باعث یہی اختلاف ہوتا ہے اور خلوت اس سے ماون کر دیتی ہے (۳) یہ کہ قبول اور خصوصیات سے نہایت ملتی ہے جان
 سلامت رہتی اور دین خطرات محفوظ ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ تعصبات اور عقول سے بستیاں غالی نہیں ہوتیں نظر میں خلوت گزیر انسان کو
 ان آفات سے اس میں نصیب ہو جاتی ہے۔ حضرت عمر فاروق بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مکان موضع عقیق میں تعمیر کرایا اور اس میں بیعت
 گزیر ہو گئے لوگوں نے عرض کیا۔ گوشت نشینی اختیار فرمائی۔ مسجد نبوی میں بھی نہیں لے جو تمہاریا میں نے دکھا کہ تمہاری مسجدوں میں ہو اور
 بازاروں میں نونواری ہو گیا اور استوں پر بے حیائی کی باتیں بھینے لگیں۔ اور یہاں پر ان بلاؤں سے عافیت میں ہوں۔ اللہ آکبیر کی یاد
 جس زمانہ کا یہ ذکر ہے وہ زمانہ تابعین تھا جو خیر اقدوں میں اہل ہے اور جو ایک ایک ہر سال مشیر گزارا ہے۔ جب اس زمانہ میں اختلاف ترک کر کے
 خلوت گزیر شروع کر دی گئی۔ تو اب جو وہیں ہدی میں ہیکہ معاصی ذریعہ معاش نہیں گئے ہیں۔ خلوت گزیر کی کسب و معاشیت پر کیا شبہ
 ہو سکتا ہے (۴) یہ کہ خلوت میں لوگوں کی شر سے انسان کو خلاصی مل جاتی ہے جبکہ ظہور بحالت اختلاط کبھی غیبت کی شکل
 میں ہو تلی ہے کبھی سوئے ظن اور تہمت کی صورت میں۔ اور کبھی اس طرح کہ لوگ اپنی ایسی دنیوی توقعات اور تہمت لیتے ہیں جن کا پورا کرنا امکان سے
 باہر ہوتا ہے۔ اور پورا ذکر نے پر ظن و تشکیق کرتے ہیں۔ دل کا غبار نکلنے کی واسطے دور گوی تکلیف پہنچتی ہے اور کبھی لوگوں کی شر مطعن
 ظاہر ہوتی ہے کہ انسان کے بعض اقوال و افعال کی حقیقت تک ان کی برائی نہیں ہوتی۔ ایسے اقوال و افعال کو محفوظ کر لیتے ہیں موقعہ پاکر نہیں
 شر و گیزی ان کو زبان پر لے لے ہیں۔ ان تمام الجھنوں سے پاک و خلوت کے ذریعہ آسانی ہو جاتا ہے۔ اولیٰ یہ کہ یہ نشین نے کسی درخت کے
 نیچے مستقل طور پر سکونت اختیار کر لی اور کہتا تھا کہ یہ درخت میرا ایسا ہم نشین ہے جس میں میں غریبان لائی جاتی ہیں۔ اول یہ کہ اگر میری بات سنے
 تو چہل خوری نہیں کرتا ہے۔ دوم یہ کہ اگر میں نے کئے منہ پر تھوک بھی دوں تو وہ داشت کر لیتا ہے۔ سوم یہ کہ اگر میں خلیقی سے پیش آؤں تو اس کو
 غصہ تک نہیں آتا۔ خلیفہ ہارون الرشید نے جب ثنا تو کہنے لگا کہ اس نے میرے دل سے ہم نشینوں کی رغبت نکال دی۔ اولیٰ
 خلد ہرست قبرستان میں قامت گزیر ہو کر معروف کتب بینی سمجھے اور لوگوں کیساتھ نشست و برخاست ترک کر دی کسی نے وجد دریافت
 کی تو جواب دیا کہ خلوت سے زیادہ سلامتی کسی چیز میں نہیں کبھی اور جسے زیادہ صاف کسی چیز کو نہیں پایا اور کتاب سے زیادہ نفع بخش کوئی ہم نشین
 نہیں ہے۔ و خذیر صحیح نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی کتاب۔ حضرت مالک ابن زینار رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا کہ میں ہر شے سے بچتا ہوں
 ایک گنا آپ کے زانو پر چڑھ کر کے بٹے ہوتا ایک شخص نے وہاں سے گئے کہ بتانا چاہتا تو اپنے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ حضرت رسال سے زیادہ راستا

میں طہنریں لیوان کی دھاتیں پیش کرتے ہیں۔ بحکم غوث اعطاب سبب سے صادر فرماتے ہیں کچھ علماء ان ساقوں قطب میں سے ہر ایک کے ماتحت ہوتا ہے۔ وکیل کے نیچے چھ صغیر ہوتی ہیں۔ پہلی صف شکل دائرہ دایس طرف کے جو تختے قطب مشرق ہو کر بائیں جانب قطب مشرق ختم ہوتی ہے۔ اسی طرح باقی بائیں صغیریں شکل دائرہ ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں غوث مدنی حاضر ہوتی ہیں جن کی میں صغیریں بائیں جانب کے تیوں قطب اللہ غوث کے درمیان پہلی صف کے دائرہ کے اوپر ہوتی ہیں۔ اس لیوان میں کبھی کبھی مالک کونین شہنشاہ دہلی میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذن مطہرات کے ساتھ رونق افزہ ہو کر غوث کی نشست گاہ پر تشریف فرما ہوتے اور انہیں کلام فرماتے ہیں غوث وکیل کے بلکہ چلے جاتے ہیں اور وکیل صف میں مثل ہو جاتے ہیں۔ برفق تشریف وری لپکے ساتھ ایسے انوار بہت وصال کا عزم ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو خاکستر کر دیاں گراں دیکھنے لپٹا دیا۔ لیوان کے تحمل کی طاقت عطا فرماتا ہے پھر بھی آپ کی موجودگی میں جو امور صادر ہوتے ہیں ان کو محفوظ کرنے والوں کی تندر قلیل ہوتی ہے۔ اسی صفت آپ کے تشریف سے ملنے کے بعد غوث کے ساتھ ایسے انوار ہوتے ہیں جن کو جسے اہل لیوان کو غوث سے قریب ہونے کی تاب نہیں ہوتی۔ فاصلے پر ٹھیکے ہیں اس لیوان کے انعقاد کا وقت وہی سہانی گھڑی ہے جس میں عمر بنیاد و محبت سے حاصل شدہ تعالیٰ علیہ السلام نے اپنے قہر میں نیت لازم سے اس دنیا کو سرخیز فرمایا تھا۔ یعنی شبکے آخری تہائی حصے میں جو خاص طور پر عمال کی مقبولیت کا وقت ہے اور ہر شبکے اسی حصے میں سرت الیغزۃ جل جلالہ آسمان نیا پر فاس تکی فرما کر فرماتا ہے۔ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا کو قبول کروں۔ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اسکو عطا فرماؤں ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ اسکی مغفرت فرماؤں۔ اگر کوئی شخص اس مبارک وقت میں بیاد ہو جائے تو علماء دہلی نے اس کی اسلئے ایک عمل تحریر فرمایا ہے جسکے کہنے سے اس وقت سے سو دن تک کھل جائیگی۔ وہ یہ ہے کہ سونے کا کھنڈ تشریف کی آخری چار آیتیں پڑھ کر بارگاہ الہی پر عرض کرے کہ پروردگار اس سہانی گھڑی میں میرا فرمایا جس میں ماہتاب سالک طلوع فرمایا تھا۔ وہ آیتیں یہ ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ شَيْئًا مِنْهَا وَأَنْتَ فِيهَا رَايٌ مُّبِينٌ
 بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے فردوس کے باغ ان کی ہمانی ہے وہ ہمیشہ ان ہی میں رہتے
 عنہا جوں جوں کہ لوگوں کو ان کے اچھے کام کی سزا تھی انہیں جہنم میں لے جاتا تھا۔ وہ ہمیشہ ان ہی میں رہتے
 ان سے جلد بڑا نہ چاہیں۔ تم فرماؤ اگر تم میرے رب کی باتوں کیلئے سبکی ہو تو فرود منہ خرم ہو جائیگا اور میرے رب کی باتیں تم نے نہ سنی ہو
 یعنی مدد اہل قل إنما أنا بشر مثلكم يوحى إلي أنما الوحي لله واحد فمن كان يرجو لقاء الله
 اس کی مدد کرے آئیں تم فرماؤ ظاہر صورت بشری میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی آتی ہے جگہ نما امیر ایک ہی معبود ہے تو جسے اپنے رب سے ملنے کی
 سرتبہ قلب عمل عملا صالحا ولا يشرك بعبادته شئاً من دونه ولا يشركه احداً۔ (امیر بزم شریف)

میں ہر وقت کے بعد ہر وقت میں غوث کا لقب عبد اللہ ہوتا ہے اور ذریعہ دست راست عبد اللہ اور ذریعہ دست چپ عبد الملک کہتا ہے
 لقب لیتے ہیں اس سلطنت میں ذریعہ دست چپ ذریعہ دست راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلان سلطنت دنیا کیوں ہے۔ اسلئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور
 قلب کا رخ چپ ہوتا ہے۔ اس نیت میں سب سے پہلے درجہ غوث شریف امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز تھے اور ذریعہ
 امیر المؤمنین فاروق اعظم و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی اسکے بعد امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت
 ہوئی اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولیٰ علی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی پھر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت
 ہوئی اور مولیٰ علی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی پھر مولیٰ علی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا ہوئی پھر مولیٰ علی کریم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا
 ہوئی اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات تعلق غوث تھے امام حسن عسکری کے بعد

وہاں صحیح ہے جہاں غوثیت ہے

حضور غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات تھے ان کے نام نہیں آتے ان کے بعد سیدنا غوث عظیم مستقل غوث حضور تہا غوثیت
 کبریٰ کے درجہ پر نہ آتے۔ حضور غوث اعظم بھی یہاں سید الافراد بھی، حضور کے بعد جتنے تھے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی تک سب
 نامہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی (الملفوظ) اس سے معلوم ہوا کہ رسول
 میں ایک مقام غوث پر حضور غوث عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام تکرام کر رہے ہیں۔ سوال افراد کون اصحاب ہیں جن کے نام سے حضور غوث عظیم
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا اکلہ فراد کہا جاتا ہے جو انبیا جلا و ابدا و اکرام سے تھے ہیں۔ ولا یرتک درجات ہیں انہیں غوثیت کے بعد فرادیت
 ایک بلند مرتبہ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟ ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی، فرماتے تھے میں نے
 جنگل میں ٹیلہ پر ایک فرد دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کبیل کا نوجوان ایک حبشہ سے لڑے ہوئے ہے۔ میں نے پاؤں پکڑ کر پڑا اور کہا
 کہا کہ اٹھو مشغول کھانا ہو، انہوں نے کہا آپا ہے کام میں مشغول ہیں۔ مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے میں نے کہا کہ میں مشہور کیے دیتا ہوں کہ وہی اللہ
 ہیں انہوں نے کہا کہ میں مشہور کروں گا کہ یہ حضرت خضر ہیں پھر میں نے کہا اچھا میرے لئے عمار کو دانا انہوں نے کہا کہ دعا تو آپ ہی کا حق ہے میں نے
 کہا کہ تمہیں دعا کرنی ہوگی پس یہ دعا کی۔ **وَقَوْلَهُ حَفَّظَ مِنْهُ** ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لپکا حفظ زیادہ کرے پھر کہا کہ اگر میں غائب جاؤں
 تو طاقت نہ فرمے گا اور فرد ان کے قریب ہو سکے۔ حالانکہ کسی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔ وہاں سے آگے بڑھا تو ایک
 اسی طرح کا نوجوان دیکھا کہ وہ فوج کے قریب گیا تو دیکھا کہ ٹیلے پر ایک عورت کبیل لڑے ہوئے ہے وہ اس کے کبیل کا نوجوان ہے۔ میں نے پاؤں پکڑ کر پڑا
 کرنا چاہا تو غیب سے نواہی آئی۔ اے خضر احتیاط کیجئے، اس نے اپنی بیٹی کے آٹھ کھولے اور کہا حضرت آپے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر رہنے
 دیں میں نے کہا تو میں مشہور کیے۔ بتا ہوں کہ رسول اللہ ہیں انہوں نے کہا میں مشہور کروں گی کہ یہ حضرت خضر ہیں۔ میں نے کہا میرے لئے دعا کرو
 کہنے لگیں کہ دعا تو آپ کی حق ہے۔ میں نے کہا تمہیں دعا کرنی ہوگی۔ تو وہی دعا کی۔ **وَقَوْلَهُ حَفَّظَ مِنْهُ** ترجمہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں لپکا
 نصیب تاکہ وہ پھر کہنے لگیں کہ تمہیں دعا کرو جاؤ تمہیں دعا فرمائیگا میں نے دیکھا کہ یہی وہی ہے اس لئے کہ یہ بتانی خدا تکم اس میں کہی ہوئی ہو، کہا کہ
 یہاں لپکا لپکا انتقال ہو گیا تھا اس کی تعمیر و تکمیل کا ہمیں حکم ہوا تھا کہا اللہ میری نگاہ سے غائب کیے حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا کہ لیکن لوگس میں فرمایا یہ
 لوگ افراد ہیں پھر حیرت عرض کیا۔ ایسا بھی کوئی ہے جس کی طرف لوگ جمع کرتے ہوں فرمایا ہاں شیخ عبد القادر جیلانی (الملفوظ)

(شیخ محمد قیامی) الحدیث یعنی اللہ سے ماخوذ ہے۔ باب تفضل کا غامض تعجب اس میں معنی ہے جسکے معنی ہیں سب
 اشتقاق سے فاعل کا اجتناب کرنا جیسے محووب جو ب معنی ذنب سے مشتق ہے اور محتجج حرج بمعنی اللہ سے اور بقا اللہ الہ سے
 اسی غامض ملحوظ رکھتے ہوئے محووب کے معنی ہوتے گناہ سے پرہیز کرنا محذوف اور محتجج اور قائلہ کے معنی گناہ سے اجتناب کیا گیا بمعنی
 محتجج ہے کہ فاعل سے مبتدل ہو گئی جیسے حدیث میں کہ اہل میں حدیث یعنی ذی قہا چنانچہ سیرت ابن ہشام میں اس مقام پر لخصتوں میں ہے
 اللہ محذوف کے معنی خفیت یعنی درن بارہ میں کی ابتلا کرنا۔ اور محذوف کی تفسیر تعبد کی گناہ سے انقباض مطلق سبب علی الربیبہ اسلئے کہ عبادت گناہ سے
 بچنے کا سبب بنتی ہے ظاہر ہے کہ تفسیر کو کسی لای کی جانتی اصطلاح ہے جیسے کہ کتاب التفسیر کی بارہت اس پر والہ کرتی ہے اس میں عبادت کا الفاظ ہیں
 واللحنت التعبد اس لفظ حکم سے مفہوم ہوتا ہے کہ تفسیر ہم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نہیں وہ
 راوی یوں کہتے قالت واللحنت التعبد بکلمات زبیر کثرت کے الفاظ وهو التعبد کان سے اراج مفہوم نہیں ہوتا فاعل میں تفسیر
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان سے پیشتر کسی راوی کی جانب سے ہے۔ علامہ طیبی شیخ مشکوٰۃ نے زہری کی جانب سے کہا مگر اس پر
 دلیل نہیں فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سوال حقیقی معنی درست نہیں ہے مجازی معنی کی طرف رجوع کیا جاتا ہو یہاں پر محذوف کے
 حقیقی معنی (اجتناب گناہ) ہوا دینے پر کوئی حذو لازم نہیں ہے تاہم معنی مجازی کے ساتھ تفسیر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی جو اب دوقیقت تفسیر ایک

اشکان کے تشریح جواب کی جانب اشارت رہے۔ تقریر اشکان یہ ہے کہ تحنث کے معنی اہل لغت از الگناہ بیان کئے ہیں چنانچہ خودی شریح مسلم شریف میں ہے قال اهل اللغة اصل التحنث من يفعل فعلا يخرج به عن المحنث وهو الاثم فخرج الباسی شریح البخاری میں ہے التحنث القاء المحنث وهو الاثم۔ نظر بر اس حدیث سے یہ مفہوم ہوگا کہ محبوب وہاں صلے اللہ تعالیٰ علیہ آلو سلم غارڈا میں پیش گناہ دیکھنے کے لئے خلوت فرماتے تھے حالانکہ یہ مفہوم باطل ہے کہ نبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام قبل نبوت و بعد نبوت گناہ مضیروا دیکھنے رسول سے پاک ہوتے ہیں بجز از الگناہ کے کیا معنی اشعنا للمعاصی شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ واجتنبت اقتران تشریح صاحبہ حضرت ابن ابی عمیر و صاحبہ الشیخان از جمع گناہاں خود بزرگ پیش از نبوت اور از بعد نبوت۔ قول لختا کس جواب تحقیقی یہ ہے کہ تحنث باب یفعل سے ہوا کس کا معنی تجنب اس میں پایا جاتا ہے جسکے معنی میں یہی حامل کا مبتدأ اشفاق سے اجتناب کرنا پس تحنث کے معنی مجھے تحنث سے اجتناب کے ناجنا پنہ زکاتی نے شروع مواہب لدنیہ میں اسکی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ای یجنب المحنث ای الاثم الگناہ سے اجتناب کی روشنی میں ایک کہ گناہ کیساتھ تصنع ہونے سے بچنا اور سب سے بعد تصنع مسکوٰۃ کرنا۔ نوادیر الاصول شرح فصول اصحابی میں اس کا مسلک توضیح کرتے ہوئے فرمایا یجنب یعنی پرہیز کرنا ان زمانہ مذکورہ تحبوب پرہیز کرنا جو بفتح و ضم حملے ہند معنی گناہ پھر فرمایا۔ ابن حاجب در شرح مفصلی آرد ایں خاصا مانا ہمزہ سلب است و افعال چہ میثوال گفت در مثال مذکورہ کرنا از خود گناہ را اس میثوال گفت سے ظاہر ہوگا کہ اجتناب کی روشنی میں ہوتی ہیں۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ یہاں پہلی صورت ہے۔ دوسری نہیں۔ حتیٰ کہ اشکان مذکور نام لکھے جواب تشریحی یہ ہے کہ اگر تسلیم کر لیں کہ اجتناب صرف دوسری صورت میں متحقق ہوتا ہے تو اشکان اس طرح مندرج ہوگا کہ یہاں یہ تحنث کے مجازی معنی تعبد مراد ہیں حقیقی نہیں۔ ایسا سلفی راوی کہ تفسیر کی ضرورت پیش آئی۔ هذا معنا المعنی رہتی ہند۔ عرصہ اللیلانی۔ یجنبنک کا مفعول فیستہ التعبد کا نہیں بلکہ تفسیر غلط ہو جائیگی اسلئے کہ تحنث کے حقیقی معنی طرح مجازی معنی عبادت بھی شکیک ساتھ خصوص نہیں سوال۔ یجنبنک کا مفعول فیہ قرار دینے سے یہ مفہوم ہوگا کہ شریعت میں عبادت فرماتے تھے زون میں تشریح ذکر شریعت کی تخصیص ظالی از قائمہ ہو جائیگی جواب میں بلکہ تخصیص اسلئے ہے کہ لیل و نهار پر شرف تعذیبی الوجود حال ہے یا اسلئے کہ خلوت کیساتھ ذکر لیل نسبت۔ ہند مزایہ ہے کہ شریعت ذوات فرماتے تھے۔ لیکن اس عبادت میں کسی شریعت سابقہ کے متبع تھے یا نہیں۔ علماء کہ اس ہائے میں تین قول ہیں (۱) یہ کہ قبل بعثت کسی شریعت کے تابع تھے۔ یہ قول چھوڑ ہے پھر عبادت مذکورہ۔ اللہ تعالیٰ یا جہاد خود (۲) یہ کہ اسلئے تھے مگر کسی میں شریعت کے نہیں یا تمام شریعتوں کے کیا شریعت کسی کے یا شریعت نوح کے یا شریعت موسیٰ کے یا شریعت عیسیٰ کے یا شریعت ابراہیم کے علیہم الصلوٰۃ والسلام غنار ہے کہ شریعت ابراہیمی کی اتباع فرماتے تھے۔ وہ روایت اسکی تائید کرتی ہے جس میں یجنبنک کے بجائے یجنبنک آیا ہے۔ (۳) یہ کہ اس ہائے میں توقع کیا جائے کہ لیل قلمی کسی جانب سے چنانچہ امام غزالی قدس سواغوی نے اسکی کو اختیار فرمایا۔ اسی طرح عبادت میں بھی اختلاف ہے کہ وہ کیا تھی۔ بقول چھوڑ ہے غار جسد شریعت میں نظر فرمایا کرتے تھے نیز حقانی علی المواہب میں ہے۔ وعن ابن المرابط وغیرہ کان یتعبد بالفقو و هذا علی قول الجمہور۔ پانچ چیزوں میں خود کر کے کو تھا کہ کہتے ہیں (۱) آیات جو اللہ عزوجل کی وحدانیت داس کی قدرت کا ملکہ پر دلالت کرتی ہیں جیسے زمین آسمان کی تخلیق آفاقا مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہونا شریعت مذکورہ کا ناہانا۔ اور خودی اپنی پہلے نش پھر کرنا کہ معرفت الہی نامہ ہو قرآن کہ میں فرمایا۔ وَفِي آتِهَا مِنْ آيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ شعور بگردن قرآن ہمزہ و نظر ہوشیار ہر وقت و قرابت معرفت کہ گار۔ وَفِي كُلِّ شَيْءٍ لَكُمْ آيَةٌ لَكُمْ إِن كُمْ عَالِمِينَ وَتَذَلُّ عَلَى آتِهِ وَاجِدُ حضرت سعدي قدس سرفر فرماتے ہیں۔ شعور ہر گناہ ہے کہ از زمین بعد مدح و لا شریک لہ گوید۔ (۲) ظاہری اور باطنی نعمتیں کہانہ خود کر کے نعمت الہی بڑھتی ہے (۳) ثواب جو اللہ تعالیٰ ایمان والوں کیلئے تیار فرمایا ہے تاکہ طاعت میں رغبت زیادہ ہو۔ اور اس ایک حصول کے واسطے زیادہ زیادہ کوشش کر سکی طرف جہت سے ہر گناہ

بشیر القاری

(۳۴) عقاب جہ اللہ تعالیٰ نے کافروں اور منافقوں کے لئے تیار کیا ہے تاکہ جس کے قلب میں خوف الہی پیدا ہو اور معاصی سے مجتنب بنے کی کاسل
 کو پیش کرے (۵۵) احسان اور ناشکری کہ مولیٰ تعالیٰ نے کیا کیا احسان فرمائے اور میں ناشکری میں گرفتار ہوں۔ اس پر غور کرے قلب میں جیسا پید
 ہوگی اور اپنی ناشکری کا تصور کر کے نفس متعل ہونگا۔ اس فکر میں قلب کی توجہ مشرت اور ضعف کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ نظر برآں
 اسکی بصیلت میں تفاوت واقع ہوا کہ بعض آیات میں یک ساعت کے فکر کو رات بھر کی بے فکر عبادت کے افضل بتایا۔ اور بعض میں یک عبادت
 کے فکر کو ایک سال کی عبادت سے بہتر فرمایا اور بعض میں ارادہ یک ساعت کا فکر ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے لیکن باریاں ہر
 محققین فرماتے ہیں کہ آپ غار جس میں فکر فرماتے تھے۔ بے فکر چنانچہ شیخ کا سلاہ امام مجدد الدین شہیرا نے فرمایا کہ میں نے
 سفر السعادت میں باریں لفظ تصریح فرمائی۔ علماء راہین مسئلہ و قول است کہ عبادت سے وہاں خلوت بچتا ہوں۔ بعض گنتہ از عبادت
 نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے فکر ہو کر بعض گنتہ عبادت بدن کو ہوں۔ و اس قول صحیح تیرت و بر قول دل چنداں تصریح والتعلق نہ ہوا
 محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے اشعة اللمعات جلد چہارم صفحہ ۶۰۶ میں ارشاد فرمایا و صحیح آست کہ بے فکر
 پروردہ بے فکر۔ اس لئے کہ مرتبہ ذکر کو مرتبہ فکر سے اعلا ہے اور اس لئے کہ مرتبہ جہ اپنے ملکی کا ذکر کرتے تو مولیٰ تعالیٰ اس کا ذکر فرماتا ہے اور ذکر
 ذکر و جنت بے شد کے احوال سے کوئی حال ایسا نہیں کہ صفت حق جل جہاں اس کے مقابل واقع ہو۔ حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا من ذکر حق
 نفسہ ذکر کتبہ فی نفسہ ومن ذکر حق فی سلاخ ذکر کتبہ فی سلاخ خیر من من سلاخ یعنی جو میرا ذکر خلوت میں کرے گا تو
 میں بھی اسکا ذکر خلوت میں کرے گا اسکو وہ نعمتیں مرحمت ہوں گی جن کا علم بجز میرے عام مخلوق کو نہیں ہوا اور جو میرا ذکر کسی مجلس میں کرے گا تو میں
 اسکا ذکر ایسی مجلس میں کرے گا جو اس مجلس سے بہتر ہوگی۔ قرآن کریم میں فرمایا قان ذکر و فی ان ذکر کتبہ یعنی میرا ذکر جو میں تہلکہ ذکر کرے گا
 اور فرمایا یحبہم و یحبونہ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں قانینا اسلئے کہ ذکر حق بل عجز کی ذات
 متعلق ہوتا ہے۔ بخلاف فکر کہہ ذات متعلق نہیں ہوتا۔ حدیث میں اس سے مانعت وارد فرمایا۔ تفکر و انی خلق اللہ و کا تتفکروا
 فی اللہ۔ ہاں فکر آثار قدرت اور نعمت غیر سے متعلق ہوتا ہے نیز ذکر لسان نفس اور ذکر میں فائدہ کا سبب بنتا ہے۔ اور فکر میں متفکر
 اپنے نفس و احوال پر قائم رہتا ہے۔ فکر سے اگرچہ صفات شریفہ پیدا ہوتی ہیں لیکن آفات اور انفس میں فکر کیسے معرفت پرستی ہے اور فتنوں
 میں فکر کیسے شکر کی توفیق ہوتی ہے اور بعد میں فکر کرنے سے امید غبت اور وعید میں فکر کیسے خون و ذہبت پیدا ہوتا ہے۔ لیکن
 ذکر جب غلبہ پاتا ہے تو مرتبہ فتنہ کے حصول اور جمع ماسوائے لسان اور مطلقہ ہر اور اتصال بدات حق کا سبب بنتا ہے۔ مولانا روم قدس سرہ کے اس
 شعر کا ہی مطلب یہ شعر اللہ اللہ گنتہ اللہ شہود۔ اس سخن حق سے با شہدی شہود۔ قال اللہ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کوئی کرکتے ہیں متفکر
 نہیں کہتے تو ذکر صفت حق ہوتی اور فکر صفت عبد ظاہر ہے کہ صفت حق بے شد کی صفت افضل و اکمل ہوتی ہے پس صفت حق سے بندے
 کی جو صفت مذکورہ مناسب نہ ہوتی ہے وہ بنیسی اس صفت افضل و اکمل ہے جس میں یہ تناسب نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ مرتبہ ذکر مرتبہ فکر سے اعلا
 ہے چونکہ ذہبت میں مطلقا عبادت مذکورہ کسی عبادت کی تعیین نہیں اور مطلق اپنے فرد کا مل پر محمول ہوتا ہے۔ اور عبادت کا فرد کامل ذکر ہے
 پس غایر حرکی عبادت اسی پر محمول ہوگی۔ پھر باعتبار موصوف ذکر میں قسم ہے (۱) ذکر لسانی (۲) ذکر قلبی (۳) ذکر روحی۔ ذکر لسانی پر اولیت
 کیسے ذکر قلبی محال ہوتا ہے اور ذکر قلبی کی مزاولت سے ذکر روحی جو ذکر کا فرد کامل ہے اور بعض حضرات نے یوں تقسیم فرمائی (۱) ذکر لسانی قلبی
 کے ساتھ ذکر عبادت بھی کہتے ہیں یہ عوام کا ذکر ہے (۲) ذکر لسانی حضور ﷺ کے ساتھ اسے ذکر عبادت کہتے ہیں۔ یہ ذکر ذکر خاص ہے (۳) تمام
 اعضا کو اسکا ذکر ہے اس پر ذکر روحی ہے کہ قلب مستقل ہو کر جیسے ع پر وارد ہوتا ہے تو خاندان کی تائیدی نور سے مستبدل ہو جاتی ہے اور خاندان کی
 تائیدی پہلے ہی داخل ہو چکی ہے تو نور علی نور کا افادہ کرتا ہے۔ تا مشروع غذا سے پس لاشہ اجزائے جسم فنا ہو جاتی ہیں اور صرف پاکیزہ اجزا باقی

کہ جانتے ہیں اس وقت تمام ازار سے ذکر سمیع ہوتا ہے حتیٰ کہ بدن کا خون بھی باہر نکل کر اس کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جزیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ہمارے اصحاب میں ایک شخص اللہ اللہ کا ذکر کبیر کرتے تھے انکے اوپر چھت کی کڑی لگی تھی جس سے سر پھٹ گیا انھوں نے قطرے ٹپکے تو زمین پر اللہ اللہ لکھنے چلے گئے اسکو ذکر محنت بھی کہتے ہیں۔ یہ عوامل انھوں کا ذکر ہے۔ اور باعتبار صفت ذکر قوس پر ہے (۱) جبری (۲) حقی۔ ذکر جبری چہار ضری کا طریقہ یہ ہے کہ چاند نوٹھیے۔ پائیں نالو کی رنگ کھاس نہیں پاؤں کے انگوٹھے اور اسکی براسکی انگلی میں لے پھر سر جھکا کر اس گھینٹے کے مخاڑی لاکر کلام یہاں سے شروع کر کے دھسے گھسنے کی محاذات تک کھینچنا ہوا لے جائے۔ اسے یہاں سے اللہ کا ہمزہ شروع کر کے لام کے بعد کا الف نہیں مٹائے تک کھینچنا لیا جائے۔ اور وہی طرف خوب تھم بھر کر کہ پھر وہاں سے اے اللہ قوت کیساتھ دل پر ضرب کرے۔ سو بار یا حسب قوت کم سے شروع کرے پھر حسب طاقت و فرصت بڑھا تا جائے بہتر یہ ہے کہ پانچ بار ضرب دروزانہ تک پھوپھائے جب حرارت برطرف ہو تو سو بار کے بعد ایک یا تین بار محمد ص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے تسکین نصیب ہوگی مگر جبری جب تک زنگ و ذنہ ہو تا خاص حرارت کا مٹنا ہے۔ یہ ذکر ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو کہ کیا جائے کسی نمازی یا ذکر یا مرض یا سوتے کو تنوش نہ ہو مگر دیکھ کر کیا آتا ہے تو زچوٹے اور خال دیا کو ذن کوہے رشید صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بارگاہ الہی کی طرف رجوع لائے تا رب ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ بیا دغ ہو جائیگا محمد ص الملائکہ شاہ مینا قدس سرہ و ذکر شروع کرنے سے پہلے تین مرتبہ درود پڑھتے پھر یہ آیت تلاوت کرتے **يَا قَوْمِ اَفَلَمْ حَسِبْتُمُ اللّٰهَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ** بعد ازاں **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** باور لیا کرتے پھر محمد ص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر شروع کرتے اور جب تک ذنق پاتے اور دم مسامت کرنا مشغول ہے۔ آخر میں **مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ** کہہ کر درود بھیجتے اور یہ دعا کرتے **اللّٰهُمَّ اِنَّا ذَكَرْنَاكَ عَلَىٰ قَدْرِ قَلْبِنَا وَعَقْلِنَا وَوَعْيِنَا وَفَهْمِنَا فَاذْكُرْنَا عِنْدَكَ عَلَىٰ قَدْرِ مَا سَعَيْتَ رَحْمَتِكَ وَفَضْلِكَ يَا خَيْرَ الْمَخْلُوْغِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ** محمد ص الملائکہ شاہ مینا قدس سرہ نے فرمایا کہ علقہ بازو ہر ذکر کرنا سنت مشائخ ہے لہذا ہم مشربا اصحاب کتب جمع کر کے ذکر کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ ذکر حقی کا طریقہ یہ ہے کہ دروازہ اکھڑنے کے زبان نالو سے جملے کے متحرک ہو۔ محض قصہ سے ذکر کرے کہ سانس کا آواز بھی نہ سنانا ہی سے منہ و ذیل پہنچے طریقوں میں سے جو طریقہ چاہے اختیار کرے (۱) ہر جھکا کر ان سے کلام کلام نکال کر سر بند رہے اور پڑھنا ہوا اللہ کی لا و مدغ تک لیجائے اور معاً **اَللّٰهُ** کا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اسکی ضرب ناف یا دل پر لگائے۔ (۲) اسی طور پر **اَللّٰهُ** کا لا و مدغ کا لام نہات تک لاکر سر بند رہے اور پڑھنا ہوا اللہ کی لا و مدغ تک لیجائے اور معاً **اَللّٰهُ** کا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اسکی ضرب ناف خواہ دل پر لگائے۔ (۳) صرف **اَللّٰهُ** کا ہمزہ ناف سے اٹھا کر **اَللّٰهُ** کا لام و مدغ تک لیجائے اور معاً **اَللّٰهُ** کا لا و مدغ وہاں سے آنا کر ناف یا دل پر ضرب لگائے۔ (۴) فقط **اَللّٰهُ** کا ہمزہ ناف سے شروع کر کے **اَللّٰهُ** کو مدغ تک پھوپھائے اور معاً **اَللّٰهُ** وہاں سے ناف یا دل پر ضرب لگائے (۵) محض **اَللّٰهُ** بسکون تھا ہمزہ ناف سے اٹھا کر لام و مدغ تک لے پھوپھائے سے **اَللّٰهُ** کی ضرب ناف یا دل پر لگائے۔ اس ذکر کو تنویراً ہی سے شروع کر کے حسب سعت ہزار بار تک پھوپھائے۔ بان پانچوں طریقوں میں پہلا طریقہ افضل ہے کہ سیدنا ذکر میں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا **اَفْضَلُ الَّذِيْ حَضَرَ كَلِمَةَ اَللّٰهِ** سب کیوں سے ذکر **اَللّٰهُ** افضل ہے۔ پھر ذکر خواہ کسی طریقے پر ہو یا نہ قلب میں چلا پیا کرتا ہے۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں **لِكُلِّ شَيْءٍ صِفَاتٌ وَصِفَاتُ الْعُقُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ** ترجمہ ہر چیز کی واسطے ایک پاش ہوتی ہے جو میل کھیل دور کر کے اسیں نکھار پیا کر دیتی ہے۔ اور دلوں کی پاش ذکر اللہ ہے۔ جو دلوں کی زنگ کو نیست ناپود کر کے انکو ایسا صاف و شفاف آئینہ بنا دیتا ہے کہ جب چاہو اس میں جمال دوست دیکھ لو۔ یہ خوبی دوسری عبادتوں میں نہیں ایسی واسطے جلال پر فضیلت کھتا ہے۔ نظر مدالی ارشاد نبوی ہے۔ **خَيْرٌ اَكْرَمَالِ ذِكْرُ اللّٰهِ** تعالیٰ ترجمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر تمام اعمال سے بہتر ہے۔ اسکی

بشرح صحیح البخاری

بشرح صحیح البخاری

بشرح صحیح البخاری

تحدیث نبیہ اللہ کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ ہر وہ ماہر اور پیشہ ور و ہر آدمی کے اعتبار سے میں اور لوگوں سے افضل ہوں کہ میرے باپ فخر موجودات
افضل کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں بعد میری والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور میرے بھائی حضرت قاسم رضی
تعالیٰ عنہ اور میری ہمیشہ خاتون جنت حضرت فاطمہ ہزارہی رضی اللہ عنہا ہیں۔ جنگ جمل میں حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
لشکر لڑیں کیساتھ جاہ شہادت نوش فرمایا یا بقول دیگر بقیام بصرہ عاصون میں وفات پائی اس عرصے میں تقریباً ستر ہزار اموات ہوئی
لوگ اپنے اپنے جنازوں میں مشغول تھے۔ آپ کے جہانے کو اٹھانے کے لئے آدمی دستیاب نہ ہوئے تو ایک خاتون نے بطور نذرانہ یہ الفاظ کہے۔
وَ اِهْنَدَا اَدَابِنَ هٰذِنَا ۚ وَ سَرَّ يَدِيكَ سُرَّ سُوْلٍ لِلّٰهِ ۚ فَوْرًا تَامَ جَنَانِي ۚ جِيُوْدِي ۚ كَيْفَ اُوْرِي ۚ لِي ۚ اَبِي ۚ كَيْفَ جَنَانِي ۚ بِرَحْمَتِكَ ۚ
اور اسکو انگلیوں کے پوڑوں پر اٹھا کر اے چلے گئے اس نسبت کا احترام تھا جو آپ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاصل ہو گئی تھی۔
ابوہسالہ کی وفات کے بعد آپ کا نکاح عتیق بن عابد سے ہوا ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جسکا نام ہند تھا پھر آپ کے انتقال کے
بعد نبوی زوجیت میں داخل ہوئے سوقت آپ کی عمر شریف چالیس سال تھی اور نبوی بن مبارک میں لڑائی۔ نکاح کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ
آپ نے چچا ابوطالب سے عرض کیا ہے ہر زور سے میں والدہ نہیں تھا رسالی ہو رہی ہے ہمارے ہاتھ میں کوئی تجارت نہیں اتنی دولت تو ضروریات
زندگی کو واسطے کفایت کرے۔ آپ کی قوم کا قدر عقرب شام جا ہوا ہے۔ خدا بچتا بہت خویلدن حاضرہ پر کچھ لوگوں کو پناہ مانا دیکر بغرض
تجارت سمجھا کر ہیں اگر آپ کے پاس جا کر اپنے آپ کو اس کام کیلئے پیش کریں تو وہ قبول کر لیں گی بلکہ ادوں سے آپ کے لئے معاوضہ زیادہ
مقرر کریں گی اسلئے کہ آپ کی اضلاقی پاکیزگی کا انکو علم ہے۔ اگرچہ آپ کا شام جا آجھا کو پسند نہیں۔ کہ یہودی کی شرارتگری کا آپ کے متعلق خطرہ ہے مگر
اس وقت بغیر جانے بھی چاہتے نہیں۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا۔ ممکن ہے کہ اس کام کے لئے وہ خود ہی خواہش ظاہر کریں ابوطالب نے عرض کیا
تایز کرنے میں مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی دوسرے کے سپرد کریں پھر آپ کی طلب ایسی تیز کی طلب ہوگی جو آپ سے روگرداں ہو چکی۔ اس سوال کا جواب پر
گفتگو کا اختتام ہوا اور کسی طرح حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس گفتگو کا علم ہو گیا۔ فرماتے لگیں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ یہ ارادہ
لیکھے ہیں۔ پھر حضرت اقدس میں کہا بھیجا کہ آپ کی راست گوئی امانت اور اذیتوں نے غفلت سے بھٹکوا میرا مادہ کیا کہ خود درخواست پیش کرتی ہوں
بیزادوں کی نسبت آپ کو دو نامعاوضہ پیش کر دوں گی۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور ابوطالب نے ذکر کر کے حضرت خدیجہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ملامت مہیسوہ نامی کے ہمراہ شام کو روانہ ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مہیسوہ کو ہدایت فرمادی تھی
کہ نہ آپ کی رائے میں اختلاف کریں نہ عدل سکی۔ اول سے آخر سفر تک جو خوب اسلئے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسا کرنا ہدایت میں حضرت خدیجہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوا و نطفہ مانگے اور مہیسوہ بھی انکی وجہ سے پیچھے رہ گئے۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قافلے کے مقدم
تھے میں تھے تنہائی کے باعث مہیسوہ کو اپنے اور ان دونوں کے متعلق خطرہ پیدا ہوا تو وہ رو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا
مرض کیا جنھوں نے واپس تشریف لا کر ان دونوں کے تلواروں پر دست باند کر پھر کر کچھ دم فرمایا پھر کیا تھا ایسے طاقتور ہو گئے کہ سب لہاتے ہوئے
قافلے کے اگلے حصے میں پہنچے شام ہو چکا بصرہ جی کے بازار میں ایک خشک درخت کے نیچے قیام فرمایا جسکی ٹھری بھی بوسیدہ ہو چکی تھی آپ کے
قیام کی برکت سے اسوقت وہ درخت بھی سرسبز ہو گیا اور اسکے ارد گرد بھی سبز گھاس نمودار ہو گئی بلکہ اس میں چل آ کر تک بھی گئے۔ وہ شام میں
ٹھک کر آپ سے قریب گئیں۔ اس درخت کے قریب نسطور نامی درخت کا عبادت خانہ تھا۔ اسنے وہاں سے جہانگ کر مہیسوہ کو دیکھا
چونکہ راہب کی مہیسوہ کے ساتھ پہلے سے جان پہچان تھی اسلئے مہیسوہ سے راہب نے سوال کیا کہ اس درخت کے نیچے آتے والے یہ کون ہیں؟
مہیسوہ نے جواباً کہ قصیدہ قریش کے حرم شریف میں رہنے والے ایک مرد ہیں۔ نسطور راہب نے کہا اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کبھی دوسرا
شخص نے نزول نہیں کیا پھر دریافت کیا کہ ان کی آنکھوں میں سرخی ہے؟ مہیسوہ نے کہا۔ ہے۔ اور کبھی وہ نہیں ہوتی نسطور نے

کہ سیدہ زینب سے سب کچھ لینی ہیں کاش مجھے ان کی ہوتے کے ظہور کا زمانہ نصیب ہو۔ پھر سنسٹو برلن سے رہا ڈیجا اپنے عہدات ناز سے، ان کے خدمت اقدس میں حاضر ہو اور کہنے لگا کہ میں لادت و عجزی کی قسم دیکر دریافت کرنا ہوں کہ آپ کا نام کیا ہے؟ آپ کو اس قسم سے برافروختگی پیدا ہوئی اور فریاد ملا۔ پھر تری مل جھک کر گئے اسکے پاس ایک شہرہ تھا۔ اس میں نظر کرنے لگا پھر بولا تو اس کے نازل کرنے والے کی قسم لڑی ہے اس مہینوں میں سے ایک صاحب خیال ہوا کہ یہ مہینہ بیکے ساتھ ہزار بار دہرکتا ہے۔ فوراً تلواری نکال لی اور باواز بلند کہا ہے۔ ولاد غالب جلو ہمارا ہی دہر پڑے۔ اور کہنے لگے کس چیز نے خائف کر دیا۔ اور ماہریت دیکھ کر وہ ڈر کر اپنے عبادت خانہ میں داخل ہوا اور اندر سے کوڑی بند کرنے پھر اوپر چڑھ کر بیٹھنے لگا۔ اسے لوگوں نے سمجھ سکیں خائف ہو گئے قسم اس ذات کی جس نے آسمانوں کو پڑن ستون کے بلند فرمایا بیشک میں اس قسم نو شہرہ میں پہا بول کر اس وقت کے نیچے آتوں لوگے رب العلیین کے رسول ہوں گے اللہ تعالیٰ انکو بہت تلواری دہر لڑی ہو کیا تھہ مبعوث فرمایا گیا۔ وہ آخر نبی ہو گیا جو انکی اطاعت کرے گا اسے نہایت ملگی اور نافرمانی کرنے والے گمراہ ہوں گے۔ اول ایک واسیت میں ہے کہ سنسٹو برلن نے جب سارے کو سارے کہتے دیکھا تو میسور کی نظر پکا کر ایک قرین یا اہل قدم جو کم کر مبارک کو بوسہ دیکر عرض کیا کہ میں آپ پر ایمان لایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں ذکر فرمایا ہے۔ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی نبوت پر ولادت کرنوالی علامتیں جن کا کتب قدیمہ میں ذکر فرمایا ہے میں نے پہچان یا صرف ایک علامت باقی رہ گئی ہے۔ اپنے شانے کھول کر دکھائیے۔ آپ نے دونوں شانوں سے کپڑا اٹھایا تو اسکو خاتم نبوت چلتی نظر آئی۔ فوراً اسپر بوسہ دیکر کہنے لگا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دینا ہوں کہ آپ اسکے رسول ہیں نبی امی ہیں جنکی اشرف ادوی کی بنا سے حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میرے بعد اس نعت کے نیچے کوئی سائزیکا بجز نبی امی کے جو عربی یا شامی کی ہوں گے برتر شفاعت پر فائز جو من کو شراکے زیر تصرف اور میدان قیامت میں لواء الحمد انہر کا جھنڈا ہوگا بعد ازیں بازار میں اشرفین لے گئے اور جو سامان تجارت بہراہ تھا اسکو فروخت کیا۔ اور کچھ خرید ایک شخص سے آپ کی کسی سامان کے متعلق کچھ اختلاف ہوا۔ اسے کہا کہ لادت و عجزی کی قسم کھائیے۔ آپ فرمایا میں نے انکی قسم کبھی نہیں کھائی اسپر اس نے کہا کہ آپ ہی کی باعث صحیح ہے پھر علیہ ہو کر میسور سے کہنے لگا اے میسور یہ نبی ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ وہی ہیں جن کا وصف ہائے علی کتابوں میں پاتے ہیں میسور نے ان تمام امور کو معنو طور پر یاری فرمایا مگر شریف کو واپس لانا تو میسور نے دیکھتے تھے کہ وہ بہر کو ہر وقت شدت حرارت دھرتے آپ پر سارے کرتے چلتے ہیں۔ سزا کوہہ واقعات میسور کے دل میں کئی مہمت پیدا ہو گئی تھی۔ راستے میں اس طرح سے کہ گویا آپ کے غلام ہیں قافلہ جب مقام ظہران پر پہنچا جسکو اکل وادی فاطمہ کہتے ہیں تو میسور نے خدمت اقدس میں خیر خواہی کے طور پر عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے پہلے پہنچے ہوں پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تمہارے اس معاملہ میں شرفیغ کا تذکرہ فرمائیں جو ان کو موٹی تعلق نے آپ کی بدولت مرحمت فرمایا تو میسور نے مقرر شدہ معاوضہ میں اضافہ کر دینی چاہا پھر آپ سوار ہو کر روانہ ہو گئے اور دوپہر کے وقت مگر شریف میں داخل ہوئے۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک بالافاز میں چند مستورات کیساتھ بیٹھی تھیں۔ انہوں نے عذری سے خود بھی دیکھا اعلان مستورات کو بھی دکھا یا کہ داخلہ کے وقت آپ پر دروغی سے سارے کہتے تھے ہیں۔ یہ کچھ مستورات کو تعجب ہوا۔ اپنے پہنچ کر تمہارے کا نفع بتلایا جو پہلے کی نسبت دو ناکہ اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مسترت ہوئی اور دریافت کیا کہ میسور کہاں ہیں۔ اپنے فرمایا کہ مجھے جنگ میں مجبور کیا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ یہ تعجب واپس ہو کر ان سے فریضیکہ عملت کیساتھ جو نہیں۔ واپس بھیجئے۔ اس امر کی تحقیق منظور تھی کہ حیرت فرشتوں کو سارے کرتے دیکھا تھا وہ آپ ہی ہیں یا کوئی اور۔ آپ پھر سوار ہو کر واپس ہوئے۔ اوندہ بالافاز چڑھ کر دیکھنے لگیں۔ چنانچہ دیکھا کہ فرشتے سارے کر رہے ہیں۔ اب تعین ہو گیا۔ کہ وہ سارے آپ ہی پر ہو رہا تھا۔ میسور جب لے کر ان سے اسکا ذکر کیا انہوں نے کہا۔ میں تو اس وقت سے دیکھ رہا ہوں جب شام سے روانگی ہوئی تھی۔ اور کچھ

واقعات بھی بیان کئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے طے شدہ معاوضہ سے واپس کیا۔ پہلے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس جا کر نیا چشمہ لیا تو اور حدیث کے بیان کردہ واقعات ذکر کئے۔ ورقہ نے کہا کہ حدیث صحیحہ اگر یہ واقعات سچے ہیں تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس امت کی نبی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس امت میں ایک نبی پیدا ہونے والے ہیں، وہی زمانہ ان کے ظہور کا ہے۔ پھر ورقہ بخمال تاخیر ظہور منتظرانہ انداز میں کہنے لگے۔ کبتک ہوگا؟ کبتک ہوگا؟ اور مندرجہ ذیل شعرا پڑھنا شروع کئے۔

میں پہلے سے تذکیر ناس بالاسمذام کرتا تھا۔
ایک ایسے حزن کے باعث جس سے چکھیاں بندھ گئیں۔
لیکن خدیجہ کے بار بار کے بیان سے اب اُس پر اور جسم گیا
تو اسے خدیجہ میرا انتظار بہت دواز ہو چکا ہے۔
میری توقع کے مطابق سر زمین مکہ و ثرب میں۔
تمہاری بات ظاہر ہوگی کہ مجھے اس سے ظہور نبوت معلوم ہوتا ہے
تمہارے نقل کردہ قول راہب کے سبب
جس کا ناراست ہونا مجھے پسندیدہ نہیں۔

وہ یہ کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) حضرت عیسیٰ کے اندر تریبہ پہنچے اور
اور انہیں ایسے لوگوں پر پختہ حاصل ہوگا جو ان کے مقابل ہجرت لیکر آئیں گے
اور وہ شہروں میں ایک نور کی ضیا و باری فرمائیں گے۔
جس سے مملوک کا شیرازہ انتشار سے محفوظ ہو جائے گا۔
تو جو ان سے جنگ کرے گا تو بے گناہی میں رہے گا
اور جو مصالحت رکھے گا اسے ظلم و دیہوری نصیب ہوگی
تو کاش اس وقت جبکہ یہ باتیں ظہور میں آئیں۔

میں بھی موجود رہوں اور دوسرے لوگوں کی نسبت میرا ڈھول۔
اُس مذہب میں جس کو قریش پسند نہ کریں زیادہ ہو۔
اگرچہ قریش کو میں ان کے خلاف چچ پکار پھراتے رہیں
ان سب کو جو مذہب ناپسند ہے مجھے اُمید ہے کہ اُس کے ذریعہ
یہ بتی میں گئے تو کھوکھلا ملک عرض کی بارگاہ میں مردوح حاصل ہوگا۔
اور پستی اس کے سوا اور کیا ہے کہ انکار کر دیا جائے۔
اُس ذات کا جسکو برگزیدہ کیا۔ برہن کو بلند فرمائے والے نے
تو اگر زندہ ہے اور میں بھی تو ایسے واقعات کا سامن ہوگا۔
جن سے خون کے باعث کافر جمیں ماریں گے
اور اگر میں فوت ہو گیا تو خیر۔ ہر جوان کو حضرت

بِحَسْبِ وَكُنْتُ فِي الذِّكْرِ نَجْوَجًا
لِيَهْمَ طَامًا بَعَثَ التَّشِيحًا
وَوَصِيفٌ مِنْ خَدِيجَةَ بَعْدَ وَصِيفِ
فَقَدْ طَالَ اِنْتِظَارِي يَا خَدِيجًا
بِبَطْنِ الْمَكْتَبَيْنِ عَلَى رَجَائِي
خَدِيثِكَ اَنْ اَسْرَى مِنْهُ خُرُوجًا
بِمَا خَبَرْتِنَا مِنْ قَوْلِ قَسِي
مِنَ الرَّهْبَانِ اَكْرَهًا اَنْ يَجُوجًا
بِاَنَّ مُحَمَّدًا سَيَسُوْدُ فِينَا
وَيُخَصِمُ مَنْ يَكُوْنُ لَهُ حِجَابًا
وَيُطَهِّرُ فِي الْبَلَدِ ضِيَاءَ نُورِي
يَقِيْمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ اَنْ تَمُوجًا
فَيَلْقَى مِنْ يُحَارِبُ بِهِ خَسَارًا
وَيَلْقَى مَنْ يُسَالِمُهُ فَلَوجًا
فِيَا لَيْتِي اِي اَمَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدَتْ وَكُنْتُ اَعْتَرَهُمْ دَلُوجًا
وَلَوْجًا فِي الَّذِي كَرِهَتْ مَرِيْتِي
وَلَوْعَجَتْ بِمَكْتَبِهَا عَجِيْبًا
اَسْرَجِي يَا لَيْتِي كَرِهَتْ اَجْمِيْعًا
اِلَى ذِي الْعَرْشِ اِنْ سَفَلُوا عُرُوجًا
وَهَلْ اَمْرًا سَقَالَةً غَيْرُ كَفْرِ
بِمَنْ يَخْتَارُ مَنْ سَمَكَ الْبُرُوجًا
فَاِنْ يَبْقُوا وَاَبْنُ يَكُنْ اَمْرًا
نَضِيحًا اَكْفَارُوْنَ لَهَا ضَحِيْبًا
وَاِنْ اَهْلِكَ فَكُلُّ فَتَى سَيَلْقَى

ومن ألقا قد ارس مُصَلِّفَةً حُرُوجًا
 ہلک سوات کے گائے کو گزرا جی اس وقت سیر ہولی کی خاصیت غائب روز سے زیادہ روشن ہوگی
 قبل ازیں زمان قریش کی عید کے موقع پر مجروح شریفین میں دیگر خواتین قریش کے ساتھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجود تھیں
 ایک یہودی نے وہاں پہنچ کر مستورات کو مخاطب کر کے کہا ہے زمان قریش مغرب ہنہا سے انرا ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے تو جس سے
 ہو سکے انکی زوجیت کا شرف حاصل کئے۔ عورتوں نے اسپر کتھریاں لیں اور دست پیرا بھلا کہا مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسکے قول کو
 سن کر خاموش رہیں وہ یہ بات سنے اولین چھوٹی۔ جب مسیح سے واقعات سننے اور اپنی آنکھ سے دیکھا اور ورقہ بن نوفل کا کھڑا ہونا تو دل
 میں کہتا گئیں کہ یہودی کی بات اگر سچ ہے تو وہ یہی ہیں۔ ان واقعات سبب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنی زوجیت میں داخل ہونے کی
 رغبت پیدا ہوئی اور دوبارہ نکاح آپکا منشا معلوم کرنے کے لئے نفیسہ بنت مسینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخفی طور پر خدمت والا میں
 بھیجا۔ انہوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا مصارف نہیں عرض کیا اگر مصارف سے آپ سبکدوش رہیں اور
 شریف صاحب جمال متول خاتون کیساتھ نکاح کر لینی آپ کو جوت دی جائے جن کی بدولت آپ کے انرا تاج کیلئے کافی ہو تو کیا آپ منظور فرمائی
 گئے؟ فرمایا ایسی کون خاتون ہے عرض کیا خدیجہ! فرمایا ان سے نکاح کو تو نہ ہو سکتا ہے عرض کیا۔ ہو سکتا ہے ادا اس خدمت کو میں
 انجام دوں گی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں آپس جا کر سارا ماجرایا بیان کیا۔ انہوں نے نکاح کیواسطے ایک وقت مقرر
 کیا کہ میں اشرفین لوری کیلئے درخواست کی اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو بھی مطلع کیا تاکہ نکاح انکی سرپرستی میں ہو چنانچہ دونوں صاحب
 عاملین شہزادہ خاندان قوم قرین کے عزیز و اقارب جمع کئے۔ ابھر سے عمرو بن اسد نے اجازت دی اور ہر سے ابو طالب سے خطہ بڑھ کر
 نکاح کر دیا یا سو روزہ یا میں نے جوان اونٹ یا دونوں ہر میں ملا فرمائے کہ کچے شکم پاک سے چار شہزادیاں پیدا ہوئیں انہیں سب بڑی عمدہ
 س قیہ ہیں پھر خود مہر منیب پھر خود مہر ماکشوم پھر خود مہر فاطمہ بن ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ یہ سب سلام لائیں اور سب سے ہجرت ہو کر
 اترتین شہزادے پیدا ہوئے سب سے پہلے حضرت فاطمہ پھر حضرت طیب پھر حضرت طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر یکے سب ظہور اسلام سے پہلے
 انتقال فرمائے پھر سیدہ عسیمہ صلوات اللہ تعالیٰ علیہا و آلہ وسلم کی تمام اولاد اجماد آپ ہی کے بطن پاک سے ہے۔ پھر حضرت امیر ایم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا مذکورہ ام المؤمنین حضرت ماسیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئے تھے جنہیں مسقوت قیس بادشاہ نے خدمت نبوی میں
 بطور ہریشیں کہا تھا۔ حضرت آنم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے فرزند (عسیمہ صلوات اللہ تعالیٰ علیہا و آلہ وسلم)
 کو جن وجوہ سے بچھریا ہے انہیں سے ایک ہے کہ انکی زوجہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) احکام الہی کی تبلیغ میں مددگار ہوں گی
 اللہ میری زوجہ میری نازش میں مین ہوئیں (عینی وغیرہ)

حَتَّىٰ جَاءَهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي غَا سِرِّهَا وَحَتَّىٰ بَرَأَ مِنْهَا لَيْسَ فِي رِجْلِهَا آسٌ مِّنْ يَّسْمِينِ لِيَفْعَلَ ذَٰلِكَ حَتَّىٰ الْوَجْهُ
 اور اس یعنی حق سے مراد وہ بھی ہے جو چاہے نہ ہو کہ اسکی توجہ نہ تھی۔ یہی واسطے کتاب التفسیر کی روایت میں حتی
 حَتَّىٰ جَاءَهُ الْحَقُّ وَارْتَدَّ رَأْسُهُ وَنَبَذَ الْإِنْمَارَ الْحَقِيقَ. اور اس حق سے مراد وہی ہے چونکہ یہ وحی میں جاب القہ
 تھی نظروں اسکو حق سے تعبیر کیا گیا اور بلا و نحو فی غا سِرِّهَا اگر غیر منصوصیکے حال ہے لیکن بھری میں سے استلزاماً ابتداء کی وحی کی
 کیفیت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ وحی یقظہ کی شرفعات اس حال میں آتی مگر عسیمہ صلوات اللہ تعالیٰ علیہا و آلہ وسلم غار حرا میں نازل فرماتے
 پس ثابت ہوا کہ حدیث زیر بحث اپنا اس صفت کے اعتبار سے توحید الباق کے ساتھ مطابقت رکھتی ہے۔ رمضان المبارک بروز روزوشنبہ
 دہی آئی۔ اس وقت عمر شریف چالیس سال تھی
 رَجَاءَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ (یہ فابریہ تفصیل ہے جیسے فتوٰ ابوالی ہا ہر کچھ فاعلوا انفسکم میں برکے تعقیب نہیں اس لئے

بشرح صحیح البخاری

کیا کہ کلام موجب میں نفس کے نزدیک خبریہ یا اگر زیادت جائز ہے یا نہیں کتاب کتاب جمع الجوامع جو تقریباً سو کتابوں کے مسائل پر مشتمل ہے اسکی شرح جمع العوامع میں امام سرہلی علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ وجوز ان لا یختص بزیاۃ البناء فی کل موجب نحو زید بقائہ و استدلال بقولہ تعالیٰ جزاء صبیۃ بمثلہا ذوالہ الجمہور علی حذف الخبوی واقع رضی شریعہ کا فیہ میں ہے۔
 وتوازنہ ای انی خبر المبتدء الموجب عند الاختصاص اصطلاح غامضہ میں موجب کلام ہے جسکے شروع میں ہی نفسی استغناء
 نہو۔ اور دوسری تقریر میں ماکوجیا استفہامیہ قرار دیا گیا جو قاسمی کا منقول بہ مقدم ہے تو شروع میں استفہام آنیکے باعث انا بقاسمی
 کلام موجب رہا حتی کہ یہ دو کتاب مذکورہ کی تصریح کے مطابق مذہب الغرض پر دخول ہوا جائز ہو جائے **اللہم** الا ان یقال ان ما مبتدئ
 والجملة بعدہ خبیلہ فالجملة الصغری کلام موجب الذکبری غیر موجب ذلک لانه حیثینذیلانمخلو
 الصغری عن العائد وهو کما تری۔ غالباً اسی حقا کی بنا پر استاذ منظم صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم ابوالاعلیٰ محمد علی
 اعظمی قدس سرہ القوی اپنی تقریر میں مآنا بقاسمی کو تینوں جگہ مفید انکار فرماتے تھے۔ جو اول کی طرح باقی دونوں جگہ بھی بلاتبادل مضمون ہوتا
 جگہ کی سمیت مسئلہ کی تقدیم یا کسی نیابت پر شاہد ہیں کہ اگر صرف اخبار بالسنی مقصود ہوتا تو ان تکلیفوں کی چندوں ضرورت نہ تھی اس تقدیر
 پر تینوں انکار کے وجوہ مختلف قرار دینے سے نبوی جوابات میں تکرار کی باقی نہیں رہتی جس سے بچنے کے لئے محدث ابو شامہ علیہ الرحمۃ نے
 انکے ظاہر پہلو کو ترک کر کے غیر ظاہر اعتبار فرمایا اور کوئی خاص بھی لازم نہیں بنا۔ الفاظ جواب اپنے ظاہر پر ہوتے ہیں جو وہ انکار کی تفصیل ہے کہ علیہ السلام
 صلے اللہ تعالیٰ علیہ آروہم غار حرا میں ذکر آئی سے لذت اندوز ہوتے تھے۔ قلب مبارک پر عالم کیف طاری تھا۔ اچانک جبریل میں علیہ الصلوٰۃ
 والتسلیم خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ثوبہ بادیں جبریل ہوں۔ مجھ کو خدمت الایں پر پیغام پہنچانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ کہ
 حضور اس نعمت کیواسلئے اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں پھر وہ نوشتہ دست مبارک میں لکھا (صفا السعادت) اسکے پڑھنے کی استدعا کرتے
 ہوئے عرض کیا۔ اقرء اسکو پڑھئے۔ آپ چونکہ محبوب حقیقی کی بادیں سرشت تھے یہ گوارا نہ ہوا کہ (دوسرے کی جانب توجہ مبذول کیجائے اس لئے
 انکار کرتے تھے فرمایا مآنا بقاسمی میں تو نہیں پڑھتا کیونکہ حلاوت ذکر کا ظہر دوسری جانب موجود ہونے کی اجازت نہیں تیار۔ جبریل میں
 علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس غلبہ کو فرار کے اپنی جانب متوجہ کرنے کی غرض سے پوری طاقت کیساتھ دلچسپی کر چھڑا اور پھر اس نوشتہ کو پڑھنے
 کی درخواست کرتے تھے عرض کیا اقرء اسکو پڑھئے۔ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جیسے شدید القوی فرشتے کے اپنی پوری طاقت کے ساتھ
 دلہنچنے سے اگرچہ استغرائی کیفیت جاتی رہی مگر طبی اقتضا ہی تھا کہ ذکر محبوب سے لطف اندوز ہونے کے لئے پھر کسی طرف متوجہ ہو جائیں
 اسلئے ایک ظاہری عذر کے پیش نظر قرأت مکتوب سے انکار کرتے تھے فرمایا مآنا بقاسمی میں تو نہیں پڑھتا۔ اسلئے کہ ای ہوں ہدای
 کو نہ کھنڈا آتا ہے پڑھتا۔ میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جسم مبارک میں مخصوص نور داخل کرنے کے لئے دوبارہ اپنی پوری طاقت سے
 دلہنچا اور پھر اس نوشتہ کو پڑھنے کی درخواست پیش کرتے تھے عرض کیا اقرء اسکو پڑھئے۔ اس مرتبہ اپنے نفس نوشتہ کو پڑھنے کا ارادہ
 فرمایا مگر مولیٰ تعالیٰ نے مشاہدہ ملکوت عطا کرنے کے بلاوجود اس نوشتہ کے نفوش نظر مبارک سے اس وقت پوشیدہ فرمائے تاکہ اظہار عجز اور حجل و
 قوت ستیری حاصل ہو جو شان عہدیت کیواسلئے زیادہ کما فی سفر السعادت ذوالہ انکار کرتے ہوئے فرمایا مآنا بقاسمی میں تو نہیں
 پڑھتا کیونکہ اس نوشتہ کے نفوش ہی نظر نہیں آتے جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بغرض ہوا است سہ بارہ اپنی پوری طاقت سے دلہنچا
 اور پھر حضور کر سورۃ اقرء کی ابتدائی آیتوں کو صالح علیہ السلام تک پڑھا جو سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ آروہم کو محفوظ ہو گئیں جو بعد اذ کرنا ظہر
 علیہ صحافۃ مآ فی فیض البصری ص ۲۳۷ من ان قول جبریل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم (اقرء لیس من ادب التکلیف
 بل من بار التلقین المتلقى لما یقولہ کما ان یحضر الصبی قبل المعلم و کتابا معہ فیقول لہ استاذہ اقرء

وانا بقاسمی کا اہم ترین فرقہ

الغضاضی غایبہ وسی دروی بالضم والرفع ای بلغ منی الجهد مبلغه اقول - "بیغ سے بیشتر دو نعل ہیں
 "أخذن" اور غطت اور اسکے بعد ہی دو نعل ہیں "أمر سئل" اور قال "ان چاند نفلوں کی ضمیر فاعل کا مرجع جبریل میں۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام
 پر، ہا ہذا بر تقدیر ثانی ان سب سے کہ تبلیغ کی ضمیر کا مرجع بھی بلکہ غطت انہیں مقرر اور میں تاکہ امتنا صما لہذا ہم نہ لگے اور یعنی میں میں سے
 تسلیل ہے حکما فی قولہ تعالیٰ "مما لخصینہم آخر قولہ" اور مضام مقدسہ یعنی من غطی اسلے کہ ذات کسی نفل کو اسلے علت
 نہیں ہیں۔ اور آنحضرت پر العت لام ہلئے عہد ہے جس سے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہے۔ سب معنی یہ ہوں گے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے جھک کر دبوچا یہاں تک کہ جھک کر دبوچنے کے باعث اپنی انتہائی وسعت کو پہنچ گئے۔ اور بر تقدیر اول یہ معنی ہوں گے کہ جھک کر
 دبوچنے کے باعث ان کی طاقت اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ اب بھی دونوں تقدیروں کا حاصل ایک ہی ہوا اور وہ یہ کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ اچکھو دبوچا تھا۔ رسوال جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکی طاقت کا کیا تھا کتنا قیاس یہ نہیں لے سکتی تصور سے
 بدن برائے لگے لکھتے ہو جاتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم پہنچ شہروں میں، باو تھی (۱) سدوم (۲) صعیبہ (۳) صعون۔
 (۴) غمورہ (۵) وحاء ان میں سدوم سب بڑا شہر تھا۔ پانچوں شہروں کی آبادی چالیس لاکھ تھی۔ جب یہ قوم شان نبوت میں گستاخی
 کرتے اور خداوندی پیغامات کے جھٹلانے سے باز نہ آئی تو تکلم آپ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام ان پانچوں شہروں کو اپنے دونوں ہاتھ پر
 اٹھا کر آسمان دل کی طرف اس طرح لے گئے کہ ہر چیز اپنے مقام پر رہے، قائم رہی کسی ہرق کو اتنی جنبش بھی نہ ہوئی کہ اڑھا ہوا جانا کوئی شہر،
 خواب سے بیدار ہوا اور آسمان سے اتنے قریب پہنچے کہ ان شہروں کے مرغوں کی ذائیں درگتوں کے درت میں بھونکنے کی آوازیں مل آسمان سے
 بخوبی سنیں۔ پھر وہاں سے ان شہروں کو اوندھا کر کے زمین پر سے مارا (تفسیر ابن کثیر وغیرہ) حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب ایسی
 عظیم الشان طاقت عطا فرمائی گئی ہے تو یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ انہوں نے نبوی جسم کو اپنی پوری طاقت کیساتھ دبوچا تھا اور نبوی جسم
 سلامت رہتا۔ جو ایشیاء مشرقیہ مشکوٰۃ علامہ طبری قدس سرہ العالی نے فرمایا کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام اسوقت نبوی صورت میں تھے تو
 مراد یہ ہے کہ اپنے مثالی جسم کی پوری طاقت کیساتھ دبوچا تھا۔ اس میں کوئی مستعاض بھی نہیں چھا سیکر سراسر غلط ہو۔ ہاں یہ مراد نہیں کہ اپنی
 پوری ملکی طاقت سے دبوچا تھا اسلئے کہ نبوی جسم ایسی عظیم الشان طاقت کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ اقول بلکہ ظاہر یہی ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے اپنی پوری ملکی طاقت سے دبوچا تھا اسلئے کہ نبوی صورت میں ایسے ملکی طاقت فنا نہیں ہو جاتی، اور اسلئے استناد بھی نہیں
 چھ جائیگا اور دست نہرایا جائے۔ کیونکہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر جبریل دست طاقت رکھتے ہیں لیکن اسکے باوجود انکی طاقت کو عالم
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طاقت کے مقابل ہی نسبتاً جو قتلہ کو دریا کیساتھ یا ذرہ کو آفتاب سے دیکھتے نبوی جسم پاک کی طاقت کا معلوم
 ہے کہ سدرۃ المنتہی سے گذرنا عرش بریں پر پہنچنا۔ اور جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام باوجود شدید القوی ہو لے کہ سدرۃ المنتہی پر لوں
 عرض کرتے رہ گئے۔ اگر ایک سیر ہوئے برتر برم + فزوق تجلی بسوز دہ برم۔ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم کی طاقتیں نبوی
 طاقت کے سامنے ہیچ ہیں۔ قرآن شاہد ہے کہ اندر عروجل نے صفت ربوبیت کیساتھ تجلی فرمائی تھی جس سے پہاڑا پاش پاش ہو گیا اور
 موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنچا ہو کر گر پڑے مگر اللہ اے خبر کبیرا۔ سامنے عالم میں صرف ایک ہی وہ طاقت ہے جس کی
 آنکھوں نے میںات کا اس طرح مشاہدہ فرمایا کہ چکا چوندی ہیرا نہ بھلے ہائی سے موسیٰ زبوش فت ریک پر تو صفحہ تو میرات ہی ٹکری تھ سے
 یہ دوسری بات ہے کہ اس غلطی طاقت کا ظہر کبھی ہوتا کبھی نہیں لیکن اس سے ملکی طاقت کی نبوی طاقت سے فزونی درگنا مسافت ملکی نام
 نہیں کی۔ پھر ظاہر ہی ترک کر کے خلاف ظاہر اختیار کرنے کی کیا ضرورت؟ پس ثابت ہو کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی پوری ملکی
 طاقت کے ساتھ دبوچنے میں کوئی قناعت نہیں بلکہ ایسا ہی ہوا تھا۔ اور اس طریقے پر وحی کا آغاز آپکی خصوصیات سے ہے اور اس میں حکمت بہ

ف جبریل میں
 علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کی طاقت
 کا بیان
 اور اسکی
 رسوال
 جبریل

ف طاقت
 جبریل
 جبریل
 ف جبریل
 علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کی طاقت

یعنی کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اولاً بروقت استعلا آہم علیہ السلام مشاہدہ کیا تھا کہ حامل خلافت بشریت علم صبی قوت
 از مدنی کے اعتبار سے ملکیت پر فالج ہے یہاں تک کہ سبھی انک لا علیہم اننا اکلما علیہم انک انت العلیم الخ کیجئے کہ ہوئے
 انہیں ولان کی ساری جماعت کو اپنے عجز کا اعتراف کرنا پڑا تھا پس شیعہ الہی مقضی ہوئی کہ انہیں ان کو اس پر ملامتیں مشاہدہ کرادیا جائے
 کہ خلافت الہی کی حامل بشریت کا تفوق ملکیت پر اوصاف روحانی تک محدود نہیں بلکہ بشریت قوت جمالی کے اعتبار سے بھی قائم ہے تاکہ
 غلیظہ عظیم علی اللہ تعالیٰ علیہ السلام کی دونوں حیثیت سے یکسانی کا اعتراف ابتدائی سے حاصل ہو جائے۔ چنانچہ ایک انہوں نے اسکا انہار
 بھی کیا جبکہ امام احمد وغیرہ محدثین کو امام نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ
 والسلام نے خدمت قدس میں عرض کی میں نے امین کے مشاق و معارف لٹ لٹ کے کوئی شخص حضور پر نور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وآلہ وسلم سے افضل نہ پایا کسی شاعر نے اس مضمون کو اپنی زبان میں اس طرح ادا کیا ہے۔ ست۔ بسریل سے اک روز یوں کہنے لگے شاہ نام
 تمہ نے تو مجھ پر جہاں بتلا تو کہ ہے یہ ہم ہا کی فرض جبریل نے مجھ میں ترقی ہم جاتا تھا کہ گویا ہم سیرجان نوریہ ام ۴ بیارو خیابان پیام لیکن تو چیز بگری
 اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ ملکی قوت کا تحمل کسی بشری جسم سے ممکن نہیں تب بھی مسلک اباب قلوب کے مطابق ایک بہتر جواب ہو سکتا ہے جس
 کی تفصیل یہ ہے۔ توحید کے تین مرتبے ہیں۔ (۱) کا نام توحید و معانی ہے اور وہ یہ ہے کہ بندہ صرف اللہ تعالیٰ کیلئے الوہیت تسلیم کرے
 عبادت کی کل سے تصدیق اور زبان سے اسکا اقرار کرے۔ یہ توحید علم ظاہر سے مستفاد ہوتی ہے اسکا حصول شرک علی سے ہی کر
 انسان کو مسلک اسلام میں منسلک کر دیتا ہے صوفیہ نے کلام عام مؤمنین کے ساتھ اس وجہ توحید میں شرک بکے ہوتے ہیں اور دیگر مرتب
 کی ہے۔ نکو امتیاز حاصل ہوتا ہے۔ (۲) توحید قلبی۔ وہ بندہ جب طریق تصوف پر گامزن ہو تو اولاً اس بات کا یقین حاصل
 کرے کہ موجود حقیقی اور نور مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سبھی یقین رکھے کہ جملہ ذات و صفات اور افعال مکی ذلت و صفات اور افعال
 منطوی ہیں ہر ذات کے فروغ کو ذات مطلق کے نور سے ناشی اور ہر صفت کو صفت مطلق کا پرتو اعتقاد کرے۔ چنانچہ جبریل کہیں علم قدرت
 ارادہ سمیع بصیر کا ظہور ہو تو یہی یقین رکھے کہ الہی علم الہی قدرت الہی ارادہ الہی سمیع الہی بصیر کے یہ سب آثار ہیں ہی طرح باقی صفات
 کو بھی الہی صفات کے استلا و اعتقاد کرے۔ شیخ سعد الدین حسوی قدس سرہ نے فرمایا کہ بشریت میں توحید حقیقی و قدیم کو قبول کرنا
 ہے کہ تمام اجسام کی کسی جانب توجہ ہے یعنی خلقی مظاہر سے جو کچھ بندے پہ نظر پڑے خواہ ملامت خواہ ملامت خواہ ملامت خواہ ملامت خواہ ملامت خواہ ملامت
 کو نظر انداز کرے جسے سب اللہ تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے آپ کو ایسا سمجھے جسے علم بدست کا تب دوسرا نطق کو معذور جائے اگر کوئی چیز
 دانہ بیج پیش کئے شکر جمالائے اور یہ سمجھے کہ حق بمانا اس صورت میں ظاہر ہو کر تعلق فرماتا ہے۔ اور اگر کوئی مکروہ ہوئے تو یقین کرے کہ حق بمانا
 اس صورت میں متجلی ہو کر صورت فرماتا ہے تاکہ ناپسندیدہ اطوار سے اجتناب کر کے پسندیدہ طریقے پر آجائے۔ اسی واسطے سالک واجب ہے کہ
 بروقت حادثہ مکروہ اپنے احوال کا پورا پورا تعلق کرے۔ ظاہری اور باطنی اعمال کی چھان بین میں صرف ہو جائے۔ اگر کسی صفت ذموم پر مطلع ہو
 یا غفلت پر یا تصبیح اوقات پر یا اہمال عبادات پر یا صفت محمودہ ترک پر ذمہ اصلاحت کی طرف توجہ ہو۔ آیات بزرگ نے موسیٰ بہا رس
 ارادہ فرمایا کہ فیض لہر کسی مالدار میں تشریف لے جائیں زمین کس کی سواری حاضر خدمت کی گئی۔ فرمایا موزہ لاؤ تاکہ اسکو پہن کر سواری پر
 بیٹھیں موزہ میں کیا گیا تو دیکھا کہ چوہے نے دو انگشت کاٹ ڈالا ہے۔ ان بزرگ نے موزہ کشا دیکھ کر پہننا فرمایا کہ اور جو اظہار بزم امتیاز
 حاضرین نے عرض کیا کہ اس خدا سے نقصان پڑتا انہوں نے اور اس قدر اظہار بزم امت کس لئے؟ فرمایا یا انیس موزہ پہنیں بلکہ اس لئے انیس
 کرنا ہوں کہ وہ کونسا جرم تمہ سے عداوت ہے جسکی پاداش میں موزہ کاٹ گیا (۳) توحید حالی۔ یہ ہے کہ حال توحید ذات موجود کے لئے توحید
 لازم ہو جائے اور بجز توحید کامل رسوخ ہو جسکی جملہ آثار کمال اور توحید کے اشراف میں گم ہو جائیں۔ توحید حالی کے لئے کو اس درجہ فروغ ہو کہ توحید

علمی کونو آئیں پوشیدہ ہو جائے جیسے آفتاب کو نور میں ستاروں کا نور ٹھہر جانا ہے۔ اس مرتبہ پر پہونچو کہ جو وہاں کے مشاہدہ جمال میں جو وجود محمد
 اس قدر مستغرق ہوتا ہے کہ اس کی ذات و صفات کے سوا کوئی چیز اس کی نظر میں نہیں آتی یہاں تک کہ یہ تو حید بھی اپنی صفت معلوم نہیں ہوتی بلکہ اس کو
 بھی صفت ادا جانتا ہے۔ اور اس جانتے کو بھی اسی کی صفت سمجھتا ہے۔ موصوف کی ہستی اس طریقے سے بحر تو حید کی مثال غیر اسرار میں ہرگز قہر کی
 طرح اہمید ہو جاتی ہے۔ شکر ک نفی سے نکلیتا آخر از اسی مرتبہ میں حاصل ہوتا ہے۔ اداؤں کی واسطے اس سے بالاتر تو حید کا مرتبہ نہیں۔ تو حید علمی
 اور اس کے درمیان تیرا تک رتو جو اور بھی ہیں۔ **اول** بلحاظ انجام۔ وہ کہ تو حید علمی میں توجیہ بعض سوم بشریت خدا ہو جاتی اور اکثر باقی مرتبہ میں
 اور تو حید حالی میں اکثر خدا اور بعض باقی رہتی ہیں اور وہ بھی اقل قلیل تک موصوف سے ترتیباً بحال دو تہذیب الٰہی ممکن ہے۔ ۱۔ پہلے واسطے عالم
 حیات میں نہ تو حید کما بین بھی ادا نہیں ہوتا۔ اسی چیز کے پیش نظر محمد دم ابو علی دقاق قدس سرہ نے فرمایا **التوحید غیر محض** یعنی
کذبتہ و غیر ذلک لایکون حقیقہ۔ ترجمہ: تو حید لیساً قرض خواہ ہے جس میں قرضوں کو ادا نہیں ہو سکتا اور لیساً سافر ہے جس کا حق ادا نہیں کیا
 جا سکتا۔ **۲** وہ بلحاظ آغاز اور وہ کہ تو حید علمی کا مشا نور مرتبہ ہے۔ اور تو حید حالی کا مشا نور مشاہدہ بروقت مشاہدہ الٰہی ہو سکتا ہے بلکہ
 مجید و غریب اور حیرت انگیز لذت حاصل ہے تو ہے شکر دہے جسم موصوف کو لام شدیدہ کا دور و داصلہ اثر انداز نہیں آتا بلکہ اس عالم تک میں موصوف
 پہونچنے پر ہرگز ٹپٹے تو وہ بھی محسوس نہیں ہوگا۔ ہاں اس لذت شہوانی کا اتمام پر لام محسوس ہونے لگتے ہیں جیسے کہ اس سے پیشتر محسوس ہونے لگی
 آیات بزرگت کو کسی تہمت میں گرفتار کر کے بطور تفریح سو کوٹھے لگائے کوٹھے مسلسل لگتے جسم پر لگتے ہے مگر انہیں تکلیف کا مطلقاً
 احساس نہیں ہوا۔ نہ کہ ان سے جسم پر نشان پڑے۔ تنانوں کو رول کر کے یہی کیفیت رہی جب آخری کوڑا لگا تو جی پڑے۔ اور بہت ہی آہ و گہا
 فرمائی تو گول کو اس حالت سے بڑا قوی ہو گیا ایک کوٹھے پر اس قدر آہ و نالہ و تیانوں میں پیشانی پر ٹپک بھی پڑا۔ بالآخر ان سے صیانت کیا
 فرمایا تنانوں کو ٹپک شہوانی محسوس نہیں ہونے لگا۔ لذت شہوانی احساس ہونے لگا۔ دیا آخری کوڑے کے وقت مشاہدہ باقی نہ تھا اس لئے
 ترجمہ یہ قسم پڑا تو کیا جبر سے اس قدر تکلیف محسوس ہوئی کہ برداشت نہ کر سکا اور یہ اختیار جیج نکل گئی۔ (از لطائف اشرفی، دوسری جلد
 کی شہدہ میں صفحہ ۱۰۰)۔ ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ اس کا دور و داصلہ مشکلکشا حضرت علی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ہے
 جسی قبل سے ہر نظر برآں سوال مذکور کے جواب میں کہ جبریل منزل کہا جا سکتا ہے کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کی وقت
 حضور جلالہ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشاہدہ الٰہی میں مستغرق تھے۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسے شدید القوی فرشتے نے
 اگرچہ تین مرتبہ اپنی پوری طاقت سے دلوچا مگر جسم پاک پر مطلقاً اثر نہ ہوا کیوں کہ اس لئے کہ لذت شہوانی قابل تھی جو شدید ترین قوتوں
 کو جو جسم موصوف پر اثر کر رہے ہو کہ وہاں کر رہی ہے۔ اور جس تک موجود رہتی ہے موجود حالی نفسانات سے محفوظ رہتا ہے۔ بلکہ اسے سخت ترین آلام کا

احساس بھی نہیں ہوتا۔ مذکورہ بالا واقعات اس پر مشاہدوں میں واللہ تعالیٰ اعلم۔
ایقر یا سیم سر یا لک الذی خلق حتی یبلغ ما لکم لیعلمہ اس وقت ما لکم لیعلمہ تک صحت پانچ آیتیں
 نازل ہوئیں **ام المؤمنین** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور اکثر علماء کے نزدیک سورہ اقرہ کی باقی جود آیتوں نزل **یا
 ایھا المدثر** اور **یا ایھا المزمل** تک کے بعد ہوا تھا اسی حدیث زیر بحث کے پیش نظر جوہر علماء نے فرمایا کہ سلسلہ نزل قرآن اکیم
 مستحب پہلے مولیٰ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو رحمت نازل فرمائی اور جس نعمت سے اولاً نوازا وہ انہیں پانچ آیتوں نزل سے سوال بخاری
 کتاب التفسیر میں پانچ آیت حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس سے حدیث ظاہر ہوتا ہے کہ یہ
 پہلے سورہ **یا ایھا المدثر** اور **یا ایھا المزمل** نزل ہوئی ہیں پھر مذکورہ بالا پانچ آیتوں نزل کو ابتدائی فرار دناکس طرح درست ہو وہ
 روایت یہ ہے **حدثنا اسحق بن عمار بن عبد اللہ بن عوف حدثنا حریب حدثنا یحییٰ قال سألت ابا سلمة اخی**

الفرقان انزل اول فقال يا ايها المدثر فقلت انزلت انك اقرع باسم ربك الذي خلق فذال انزلت
سألت جابرين عما يدبر في الفقان انزل اول فقال يا ايها المدثر فقلت انك اقرع باسم ربك
الذي خلق فقال لا اخبرك الا بما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رسول الله صلى الله عليه
وسلم جاء وردت في جزاء فلما قضيت جوارى هبطت فاستنظت الوادي فنوديته فظنرت اما مني واخليني
عن يميني وعن شمالي فاذا هو جالس على عرش بين السماء والارض فانكمت خلفي فقلت في تزويج
صبا على ماء باردا وانزل على يا ايها المدثر فتم فانك ما ورس بك فكبره يعني يحيى بن ابي كثير
کہیں نے الوصلہ سے دریافت کیا کہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کونسی آیتیں نازل ہوئیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یا ایہذا المدثر
کی ابتدائی آیتیں ہیں نے کہا مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ سورہ اقرع کی ابتدائی آیتیں مہر ابو سلمہ سے کہنے جابری بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما
منہما سے سوال کیا تاکہ سب سے پہلے قرآن کریم کی کونسی آیات کا نزول ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یا ایہذا المدثر کی ابتدائی آیتیں ہیں نے کہا مجھے
بتایا گیا ہے کہ سورہ اقرع کی ابتدائی آیت نوا انہوں نے فرمایا کہ یہ ہیں وہی برابر ہوں جو صحابہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے
فرماتے تھے کہ میں نے غار میں خلوت اختیار کی جب وہ تم ہوگی تو وہاں سے نچا تیرا بیٹا وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے وہی ہے
دائیں بائیں دیکھا کچھ نظر آیا اور جب اوپر نگاہ کی تو زمین آسمان کے درمیان ملحق تھی پھر وہی فرشتہ نظر آیا میں اسی وقت غدی کہیا
آیا وہیں نے کہا مجھے کچھ اڑھا اور کچھ ٹھنڈا پانی ڈالو اس وقت مجھ پر ان آیات کا نزول ہوا یا ایہذا المدثر فتم فانک ما ورس
فکبر جوارى حضرت زینب کے بعد ایک حدیث جابری بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی بیان کردہ آ رہی ہے لیکن اس کو
نواصلہ ابو سلمہ نے زہری نے روایت کیا ہے وہ اس بات پر حرج و مرج نہ کرنا چاہئے کہ یا ایہذا المدثر کی آیات مسطورہ انہوں
سورہ اقرع کی آیتوں کے بعد پہلے اس حدیث میں وہ جملے ہیں جو صحیح بن کثیر کی روایت میں نہیں ہے (۱) وهو حیذ مت عن
فقرع الوحي (۲) فان الملائکة التي جاء في بحرنا عجا لیس علی کھڑی بیابان السماء واداء کھڑی پہلے جوارى
بات پر دلالت کرتی ہے کہ یا ایہذا المدثر کی آیات مسطورہ کا نزول فقرع وحی یعنی اعتبار وحی کے بعد ہوا امدان آیات کے نزول سے
پیشتر وحی آپ کی ہے ایسا نہیں کہ وحی کی ابتدا انہیں آیات سے ہو ورنہ فقرع وحی کے کیا معنی ہوں گے اور وہ صحیح بن کثیر سے یہ معنی ہوا ہے
کہ ہر فرشتے کو اس وقت ملاحظہ فرمایا وہ اس واقعہ سے پہلے فارحرا میں حاضر ہو چکا ہے اور روایت زینب کے ثابت ہے کہ اس فرشتے
نے فارحرا میں سورہ اقرع کی مذکورہ آیات عرض کی تھیں لیکن ان آیات کا نزول میں علی الاطلاق اولیت حاصل ہوئی اور یا ایہذا المدثر
کی آیات کو اولیت اصنافی یعنی فقرع وحی کے بعد سب پیشتر آیات نازل ہوئیں باقی وہی روایت نہ رہی اور اولیت صحیح بن کثیر
میں تطبیق اور اس طرح ہو سکتی ہے کہ صحیح بن کثیر امدان کے نسخ الوصلہ سے اس آیت کے وقت مذکورہ بالا دو جملے ساقط ہو گئے
جو دلالت کرتے ہیں کہ یا ایہذا المدثر کے نزول سے پیشتر حضرت نزل میں علی الصلوة والتسليم غار حرا میں وحی (سورہ اقرع کی آیات
مسطورہ) اس کے حاضر ہو چکے ہیں یا یوں تطبیق دی جائے کہ صحیح بن کثیر کی روایت میں جس عبارت کا ذکر ہے وہ وحی سے پیشتر نہیں
اس عبارت کے بعد لڑی ہوئی تھی جس میں سورہ اقرع کی مرقوم آیات نازل ہوئی ہیں اس لئے کہ بنا فقرع وحی ہر سالہ رمضان المبارک
سید المصلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت فرماتے تھے کہ ما فی البیہقی نماز فقرع وحی کی خلوت کا اتمام پر اپنے جبریل امین
علیہ الصلوٰۃ والتسليم کو بلا خط فرمایا۔ کاشا رحمت پر پہنچے تو یا ایہذا المدثر کی وہ آیات نازل ہوئیں۔ صحیح بن کثیر کی
روایت میں اس خلوت کا ذکر ہے۔ لہذا اب یہ روایت زہری کی روایت کے مخالف رہی نہ حدیث زینب کے معارض اللہ تعالیٰ اعلم

باعتبار الذات لیکن مخفی نہ ہے کہ جواب بالتطبیق کو حدیث زیر بحث قبول نہیں کرنی اس کے الفاظ صراحتاً دلالت کرتے ہیں۔ کہ سورہ اقرآء کی آیات کے نزل سے پیشتر قرآن کریم کی نزو کوئی صورت نازل ہوئی نہ کوئی آیت قرآنی وحی کی ابتدا انہی آیات سے ہوئی ہے اور جو آیتیں بالترتیب کے بعد نازل تھیں ان کے خلاف ہے۔ اور کوشہ ہو جبکہ آیت غیر صحیحین کے رجال میں مجال صحیحین کے شرائط متفق ہیں پھر یہی روایت صحیحین کو روایت غیر صحیحین پر ترجیح دینا یقیناً عقلاً اور نظراً ہر طرح نادرست ہے۔ اس لئے کہ ترجیح کا وہ علامہ ہی شرائط ہیں جن سے رجال صحیحین کو دوسرے رجال پر امتیازی شان حاصل ہوتی ہے اور جب وہ دخل جگہ برابر پائے جاتے ہیں تو ترجیح بلا مرجع ہوگی جو عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے۔ فتح القدیر ص ۲۱ میں یہ قول من قال اھم الاھادیت ما فی الصحیحین ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ المسلم ثم ما اشتمل علی شروطھا من غیرھما ثم ما اشتمل علی شرط واحدھا ثم کما لا یجوز التقلید فیہ اذ الاصحیۃ لیس الا لاشتمال ھما علی الشرط التی اعتبارھا فاذا فرض وجود تلك الشرط فی رواة حدیث فی غیر الكتابین اقل ان یتكون الحكم بالصحیۃ ما فی الاعماتین عین التحكم وجہ ترجیح بیان کرتے ہوئے مسلم السیرت ص ۱۷۱ کی شرح فوائذ الرحمون میں فرمایا ویكون بالنسبة الی کتابہ عنہ منہ عنہ بالفحۃ کا صحیحین اکان فالمنسوب الیھما یترجح علی ما لم ینسب الی کتاب لان مرویات الصحیحین برامحة علی ہر روایات ائمہ آخرین فان هذا لا یساعد علیہ العقل والنقل ولا من بعدہم عملہم وانفس من هذا ما قال بن الصلاح واتباعہ ان مرویات الائمہ الاخرین ہر رواۃ صحیحہ عن مرویات انھما صحیحہ عن مرویات انھما کما قال وحقون ما فی الصحیحین راجحاً علی ما بروی ہر رواۃ صحیحہ او بشرطہما انہما بالامامۃ المخرج محمد بن محمد بن علی بن ہاشم کہ ترجیح کی دوسری وجہ سالم ہے نظر ہر دو جواب میں ان کو اختیار کرنا چاہیے۔ اس پر اس کے بات میں شکست ہوگی کہ حضرت جبریل میں ہر صحیحہ کی تسلیم کے قول اقرآء کی ترتیب میں کر کے ضمنا کہ روایت جو بسم اللہ کے دلان نازل تھیں ہر دلالت کرتی ہے وہ بھی اسی کیفیت سے صحیح ہے کیونکہ اس حدیث میں خبر مشہور یعنی حدیث زیر بحث کے مخالف ہے اور یہ قبول خبر وادھر ہے جو خبر مشہور کے مقابل نزوح ہوتی ہے۔ نفساً ان کان صواباً فرض الرحمن وان کان خطأ فمشی ومن الشیطان سوال کیا حدیث زیر بحث سے بسم اللہ کی ترتیب یا عدم جزئیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ جو اس میں حدیث زیر بحث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ اقرآء کی جزئیت ہے اور نہ اس سے سورہ اقرآء کی ابتدائی آیات کا نزول غیر بسم اللہ کے ہوا ہے۔ اس لئے جو حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ بسم اللہ کسی صورت کا ابتدائی جزو نہیں ہے صرف سورتوں میں فصل کہتے اور ترک حال کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ سورہ اقرآء کی ابتدائی آیات نزل میں اول ہر دو ان کیساتھ بسم اللہ نازل نہیں ہوئی۔ جیسے کہ حدیث زیر بحث اس پر دلالت کرتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ بسم اللہ سورہ اقرآء کا ابتدائی جزو نہیں ہے۔ اور جب ثابت ہوا تو ان حضرات کے مذہب کی نفی ہوگی جو فرماتے ہیں کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے جیسے کہ مفسر اور کوفہ کے قراء و فقہائے کرام۔ امام شافعی مرتبہ اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے ان کے متبعین کا مذہب بھی ہے۔ یہ ترتیب علیہما ہے و شام کے قراء و فقہائے عظام فرماتے ہیں کہ بسم اللہ کسی صورت کا جزو نہیں ہے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کے متبعین کا مذہب ہے۔ تاملین جزئیت سے سورہ فاتحہ کے جزو ہے۔ یہ سند جبریل حدیث سے استدلال کیا جبکہ واقعاً لفظی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقاہت میں۔ وہ یہ ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذ اقرآءتم الحمد لله فاقروا بسم الله الرحمن الرحيم فانھا ام القرآن و اھا الحکماء السبع المثانی بسم الله الرحمن الرحيم لحدی انھا یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا الحمد لله یعنی سورہ فاتحہ پھر سورۃ بسم الله الرحمن الرحيم بھی پڑھا کہ سورہ فاتحہ ام القرآن ہے ام الكتاب سبع مثانی ہے یعنی

بشرح صحیح البخاری

یہ بھی اس کے نام ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے۔ اور سورت کے جزو ہونے پر اس آیت کا استدلال کیا جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے یہ ہے۔ **مَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ تَرَكَ مِائَةَ وَاثَلْتِ عَشْرَةَ آيَةً** من کتاب اللہ تعالیٰ یعنی جس نے بِسْمِ اللّٰهِ ترک کی اس نے کتاب اللہ کی ایک سو تیرہ آیتیں ترک کر دیں اس کے ظہور ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ برأت کے سوا ہر سورت کا جزو ہے۔ ورنہ تلاوت میں سے ترک کر دینے سے ایک سو تیرہ آیتوں کا ترک کس طرح لازم آئیگا۔ جو آیت کا ظہور عدم جزئیت کے ہر دو استدلال کے جو اس میں فرمایا کہ جس طرح آیات دس کا قرآن ہونا بدون دلیل قطعی ثابت نہیں ہوتا اسی طرح کسی آیت کا جزو سورت ہونا دلیل قطعی کا محتاج ہے بلکہ آیت اور ہر سورت کا محل وضع بھی بغیر دلیل قطعی ثابت نہیں ہو سکتا۔ محققین اہل سنت کا مسلک یہی ہے امام سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر القان میں فرمایا۔ **لا خلاف ان کل مَکَلُو مِنْ الْقُرْآنِ یَجِبُ انْ یُکُونَ مَتَوَاتِرًا فِیْ اَصْلِهِ وَاِجْزَائِهِ وَاَمَّا فِیْ عَمَلِهِ وِوَضْعِهِ وَتَرْتِیْبِهِ فَذٰلِکَ عِنْدَ عَظْمٰی اَهْلِ الشُّنَّةِ۔** مَلَکُ الْعُلَمَاءِ اَمَامُ عَلَاؤُ الدِّیْنِ ابُو بَکْرِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَدْ سِیَّ سُوْرَةُ کِتَابِ مَسْتَضَابِ **اَبْدِ اَلْعَصْنٰطِ** فِیْ فَرْطِیْنِ لِاَنْ کُوْنِ الْاٰیَةُ مِنْ سُوْرَةٍ کَذٰلِکَ اَلَا یَثِیْتُ اَلَا **بِالدَّلِیْلِ الْمَتَوَاتِرِ** مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ پہلے دعویٰ پر استدلال کرتے ہوئے جو حدیث میں مذکور ہے اگرچہ اس سے یہ ظہور ہوتا ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت کا مگر ہر متواتر ہونے کے باعث قطعی ہے۔ قطعی نہیں لہذا اس سے اثبات دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ پھر اس بات سے قطع نظر کہ کبھی تو میں کر وہ حدیث سے قوی تر ایک حدیث قدسی بِسْمِ اللّٰهِ کی عدم جزئیت پر صراحت دلالت کرتی ہے جسکو امام مسلم وغیر محدثین کرام نے انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ **اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَسَمْتُ الصَّلٰوةَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ** دلعبدی ماسال میں صلوة یعنی سورہ فاتحہ کی اپنے اور اپنے بندے کے درمیان تقصیف فرمادی ہے اور بندے کیلئے وہ ہے جو مانگے **فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** قَالَ اللهُ تَعَالٰی حَمْدِیْ عَبْدِیْ جِبْ بِنْدَہُ مُحَمَّدٌ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری حمد کی **وَإِذَا قَالَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ** قَالَ اللهُ تَعَالٰی اَشْفِیْ عَلٰی عَبْدِیْ جِبْ بِنْدَہُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری ثنا بیان کی **وَإِذَا قَالَ مَلَکٌ یُّوْمَ الدِّیْنِ** قَالَ مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ جِبْ بِنْدَہُ مَلَکٌ یُّوْمَ الدِّیْنِ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے نے میری عظمت بیان کی **وَإِذَا قَالَ رَبُّکَ تَعَبُدٌ وَآیَاتُکَ تَسْتَعِیْنُ** قَالَ هٰذَا بِنَبِیِّ وَرَبِّیْ عَبْدِیْ وَلَعَبْدِیْ مَا سَالُ اَوْ رَجِیْبٌ آیَاتُکَ تَعَبُدٌ وَآیَاتُکَ تَسْتَعِیْنُ کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور بندے کو بسط دہ ہے جو مانگے **فَاِذَا قَالَ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ غَیْرِ الْمَغضُوْبِ عَلَیْہِمْ وَكَالضَّالِّیْنَ** قَالَ هٰذَا عَبْدِیْ دَلْعَبْدِیْ مَا سَالُ جِبْ بِنْدَہُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے آخر تک پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کیلئے وہ ہے جو طلب کے اس حدیث میں **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** سے ابتدا فرمانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو نہیں ہرگز تاہم اسی سے ہوتی۔ اور دوسرے دعویٰ کی دلیل میں روایت نقل کی ہے اس سے یہ ظہور ہی نہیں ہوتا کہ بسم اللہ ہر سورت کا جزو ہے بلکہ اس سے صرف متواتر ظہور ہوتا ہے کہ بسم اللہ قرآن کریم میں کیا آیت نہیں ایک سو تیرہ آیتیں ہے تلاوت نہ کرے ایک سو تیرہ آیات کا ترک لازم آئے گا۔ ایک سو تیرہ آیات کا ترک ہر دونوں سورتوں میں مشترک ہے جزئیت کی تقدیر پر بھی اہر سورت کے اول مستقل آیت ہونے کی تقدیر پر بھی اگر

تسلیم کر لیں کہ اس سے **بِسْمِ اللّٰهِ** کی جزئیت مفہوم ہوتی ہے تو خبر متواتر نہ ہونے کی وجہ سے مشرت و دعویٰ نہ ہوگی۔ سوال مصحف شریف میں بقول
 بتخل متواتر ہے اور اس **بِسْمِ اللّٰهِ** ہر سورت کے شروع میں کسی قلم سے مکتوب ہے جس سے سورتیں لکھی ہیں۔ یہ اختلاف قلم بتانا ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** ہر سورت
 سے طرہ کوئی چیز نہیں بلکہ اسی کا جزو ہے۔ لہذا جزئیت کا ثبوت تواتر سے ہوا جو اسب تمام قلم اسب پر دلالت کرتا ہے کہ سورتوں کی طرح
بِسْمِ اللّٰهِ بھی قرآن ہے۔ اور قرآنی خط میں لکھی جاتی۔ پس کا قلم جو متواتر ہے اس سے **بِسْمِ اللّٰهِ** کی قرآنت کا ثبوت ہوا۔ جزئیت کا
 اسلئے کہ اگر جزئیت متواتر ہوتی تو درنظر یہ، مگر مکرر، بصرہ، ہشام، وغیرہ کے قراء فقہاء میں اختلاف نہ ہوتا۔ یہ اختلاف خود عدم تواتر جزئیت
 کی دلیل ہے بلکہ عدم جزئیت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ مصحف متواتر میں سورتوں سے پہلے بیچ سطر میں **بِسْمِ اللّٰهِ** مرقوم ہے پھر سطر
 زیر میں سے سورتوں کی کتابت شروع ہوئی ہے اس بنا پر کہ آیت سے اس نظر میں محسوس ہوتا ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** اپنے ماتحت سے طرہ کوئی
 چیز ہے۔ ورنہ اسی کیساتھ مکتوب ہوتی۔ اور عدم جزئیت پر یہ چیز بھی دلالت کرتی ہے کہ بعض سورتوں کی آیات کے شمار پر اجماع ہے جیسے سورہ کوثر
 اور سورہ اخلاص کا اول کی تین آیتیں ہیں۔ ورنہ اسی کی چار۔ اسی طرح سورہ ملک کے متعلق اجماع ہے کہ اس میں تین آیتیں ہیں۔ اور **بِسْمِ اللّٰهِ**
 کو ہر سورت کا جزو قرار دینے سے سورہ کوثر کی آیات چار اور سورہ اخلاص کی آیات پانچ اور سورہ ملک کی آیتیں آہستہ ہو جائیں گی اور خلاف
 اجماع ہے۔ سوال حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ذکر کردہ روایت سے تو یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** آیت واحد
 نہیں بلکہ ایک سورتہ آیتیں ہیں اسلئے کہ وہ آیت متواتر نہیں اور ضراعت یا مشہور یہاں کتابت نہیں کرتی تو کیا **بِسْمِ اللّٰهِ** کا ایک سورتہ
 آیات ہونا اس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ مصحف شریف میں **بِسْمِ اللّٰهِ** ایک سورتہ مقام پر لکھی ہوئی ہے اور کسی آیت کا متعدد مقامات پر
 مکتوب ہونا اس کے تعدد کی دلیل ہے جیسے **فَاٰتِي الْاَكْحَامِ** کی جگہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کی جگہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کی جگہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کی جگہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کی جگہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کی جگہ
 کے واسطے حیثیت دلیل قطعی ہے مگر **بِسْمِ اللّٰهِ** کے لئے نہیں کیونکہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کے متعدد مقامات میں مکتوب ہونے میں احتمال ہے کہ ایک ہی آیت ہوگا۔
 دوسرا یہ احتمال بھی ہے کہ **بِسْمِ اللّٰهِ** کو سورتوں میں فصل کرنے کے لئے متعدد مقامات پر لکھا گیا ہے۔ دیگر آیات میں یہ احتمال نہیں اور **بِسْمِ اللّٰهِ**
 میں یہی احتمال ملتا ہے اور احتمال تعدد مرجح اسلئے کہ اگر تعدد متواتر ہوتا تو **بِسْمِ اللّٰهِ** کے آیت واحد اور آیات متعددہ یعنی ہر نماز اختلاف نہ
 فرماتے۔ تنویر کا لفظ **بِسْمِ اللّٰهِ** کی شرح میں معنی میں ہے۔ وحی آیت **وَاحِدَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ كُلِّهِ** انزلت للفصل بین السور
 فما فی الفصل بعض آیتہ اجماعاً وليست من الفاتحة ولا من كل سورة في الاصح فقهرم على الجنب **بِسْمِ اللّٰهِ** تمام
(فرجج بها الخ) تفسیر مجرور کا مرجح آیات مذکورہ ہیں یا قصہ گذشتہ اس تقدیر پر بارائے الصاق ہے اور حملہ بوجوب
 فوائد کا قائل بوجع سے حال ہے۔ علامہ کربالی قدس سرہ السامی نے اسکی تفسیر میں الفاظ فرمائی اسی صار بسبب تلك الضغطة
 يضطرب فوائد اس تقدیر پر رجح بوجع بعض صار کما فی قوله عليه الصلوٰة والسلام **لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِي** کفائل اور بارائے
 سمیت اور تفسیر مجرور کا مرجح ضغطہ ہے جس کے معنی میں شدت کیساتھ دہونا اور جمل بوجع فوائد کا خبر ہے سوال حضرت جبریل
 علیہ الصلوٰة والسلام نے جب اپنی پوری ملکی قوت سے دہوا تھا تو وقت توڑ دیکھی احساس ہوا۔ اسوقت قلب مبارک میں حرکتیں کیوں پیدا ہو گئی
 جو اب حدیث سابق میں بھی ماخذ اور جز جس کو ماخذ فرمایا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ وحی کا دوسرا طریقہ یعنی فرشتے کا شکل انسانی میں
 متشکل ہو کر کلام کرنا شایع ہے جس علم ہوا کہ یہ حرکتیں نزول کلام الہی کی شدت سے پیدا ہوتی تھی۔ نزول وحی سے اسقدر بار بار ہوتا ہے کہ اس
 میں تپتی سکتا۔ انبیا و اراکم علیہم الصلوٰة والسلام کے قلوب کو اس بات کے متحمل کی طاقت عطا فرمائی گئی ہے۔ اگر بہاڑے پر نزول وحی ہوتا ہے
 پاس ہو جائے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے **لَوْ اَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا** عجاہو کہ کلام الہی کے نزول
 کی اسوقت شدت عاتق اسلئے قلب مبارک ہر کہنے لگا اور اسی حال میں کاشائے رحمت کی طرف مراجعت فرمائی۔

بِسْمِ اللّٰهِ ہر سورت کا جزو ہے۔ لہذا جزئیت کا ثبوت تواتر سے ہوا جو اسب تمام قلم اسب پر دلالت کرتا ہے کہ سورتوں کی طرح

لقد خشيت على النفس) ایلام قسم مقدر واللہ کے جواب پر داخل ہے اسی واسطے نحوی اسکو لام جو ایسے کہتے ہیں بحیثیت کسی مجنی زوجت انا ہے جیسے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس قول میں جو خطبہ فدک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا تھا۔ لقد اختلفت من الدعاء بالموت حتى اخشيت ان يكون ذلك اسهل لك عند انزولك اور اس کے نزدیک باقی مفاعلت سے متعدی بنفسی متاثر آتا ہے جیسے خاصیت فلا نای تا رکنتہ اور با کے ساتھ متعدی بنفسی رحمت جیسے خاشی بفلان ای باقی علیہ مگر یہاں پر یعنی خفت ہے متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جو حدیث میں مذکور نہیں اسی باعث علم میں اختلاف واقع ہوا کہ وہ مفعول بکیا ہے چنانچہ اس بارہ میں بارہ قول نقل ہیں (۱) الجنون۔ اب معنی یہ ہوگا کہ بخدا جھکوا اپنی ذات پر جنوں کا خوف ہو گیا کہ میں جنوں پر جھکاؤں گا۔ لیکن قول باطل ہے اس لئے کہ مشاہدہ ملک اور نزول قرآن ظہور انوار وحی سے جھکاؤں کو اپنی نبوت کا علم پر بھی حاصل ہو گیا پھر اس خوف کا کیا مکان (۲) الما جس یعنی وسوس یعنی بخدا جھکنا ہے متعلق یہ خوف ہو گیا اگر گذشتہ وعدہ قبول و سوس ہو تو قبول بھی بریل سابق باطل (۳) الموت موت شدتہ العرب یعنی بخدا جھکنا یہ خوف ہو گیا کہ شدت رعب میری موت واقع ہو جائیگی غیر کہ جب الحروف کے نزدیک قول بھی قابل فہم نہیں اس لئے کہ میرا وہ واقعہ سے بقتضائے بشریت قلب مہلک پر جو خوف طاری ہو گیا تھا اسکے ذمہ ہونے کے بعد یہ جملہ ارشاد فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث زیر بحث میں اس جملے سے پیشتر ہے حتی ذهب عنه الرعب۔ جب رعب ہی باقی نہ رہا تو شدت رعب سے موت کا خوف کس طرح ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۴) المرض یعنی بخدا جھکنا ہے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ میں بیمار ہو جاؤں گا۔ (۵) و نام المرض یعنی بخدا جھکنا ہے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ مجھے مرض ام لاق ہوگا۔ یہ دونوں قول بھی مضیہ مسالت کے شایان ہیں کہ ملکی مشاہدے اور وحی الہی کے نزول سے برکات دہانی اور فیوض رحمانی کی توقع ہوا کرتی ہے چنانچہ حدیث میں ارد کہ جب یہ نذران دے تو فضل الہی کی دعائیں کو گویا اس فرشتے کو دکھایا پس معلوم ہوا کہ مشاہدہ ملک موجب رحمت ہے نہایت رحمت الہیہ اس سے مرض یا دعام مرض کا خوف کرنا نبوی رحمت خیال کے لائق نہیں نیز سے جو تھے پانچویں قول کو اگرچہ امام ابن جریر عسقلانی قدس سرہ الساسی نے فتح الباری شرح بخاری میں یہ نسبت نہ کرنا تو اسلیم اور اولیٰ بالصواب فرمایا ہے۔ لیکن غیر کتاب الحروف اپنی بے نصاحتی کے سبب جو مسطورہ کے میں نظر سے سمجھنے سے قاصر رہا۔ (۶) العجز عن النظر الى الملائک من الرعب یعنی بخدا جھکنا ہے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ رعب کی وجہ سے فرشتے کو دیکھنے سے عاجز ہوں گا۔ یہ قول بھی مقام سے بے تعلق ہے اولاً اس لئے کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس موقع پر اگر ملکی شکل میں حاضر ہوتے تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ ان کو ملکی شکل میں دیکھنے سے رعب طاری ہو گیا اور اس رعب کی وجہ سے یہ خوف ہوا کہ آئندہ ان کو دیکھنے سے عاجز رہوں گے لیکن ان کا ملکی شکل میں حاضر ہونا ثابت نہیں بلکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ انسانی شکل میں حاضر ہوئے تھے۔ لہذا حدیث سے عاجز رہنے کا خوف مقام سے بے تعلق ہوا۔ ثانیاً اس لئے کہ طاری شدہ رعب سبب کلام الہی کا نزول تھا جو کہ جسے ابھی۔ ان کیا ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اس سبب نہیں وہ نہ رعب شروع ملاقات ہی میں پیدا ہوا تھا لیکن اس وقت پیدا نہیں ہوا بلکہ اس وقت تو اس وقت سکون میں تھا کہ حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنی پوری ملکی طاقت سے بار بار دہلچنے اور کمر آفرین عرض کر کے باوجود جواب میں مانا بقاری فرماتے ہے میں معلوم ہوا کہ اس رعب طاری ہونے کا سبب ہی کلام الہی کا نزول تھا پھر رعب کی وجہ سے رحمت ملک سے عاجز رہنے کا خوف کرنا عیناً مقام سے بے گناہ چیز ہے و یہاں ذکرنا ظہور لک سخاۃ ما قال فی فتح الملہم ص ۳۱۳ حضرت القول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لقد خشيت على نفسي بقوله ای ان تذهب لتقل الوحي ودروية الملائک ذذ لک لان الملائک حیثین لہم لکن فی الشکل الملکی فكيف يخشون ان تذهب نفسك من روية الملائک فيما يستقبلون اما خشية ذهاب النفس من ثقل الوحي فبعد حصول العلم الضروری بنبوته غیر متصور۔ منه صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

شرح صحیح البخاری

(۸) مفارقت الوطن یعنی بخدا بھگو اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ وطن سے مفارقت ہو جائے گی۔ (۸) لیکن لیب القوم یعنی بخدا بھگو اپنے متعلق یہ خوف ہو گیا کہ قوم میری تکذیب کرے گی۔ (۹) تعبیر القوم یعنی بخدا بھگے اپنے متعلق یہ خوف ہو گیا کہ قوم مجھ کو عار دلائیگی۔ ان میں قول ۹ سابق کے مناسب نہیں اسلئے کہہ کر قول اول تقدیر عبارت یہ ہوگی لکن خشیت علی نفسی تنکد بالقوم ای ایسا ہی اور قول دوم لکن خشیت علی نفسی تعبیر القوم آیا ہے۔ اصحاب فقہ پر مخفی نہیں کہ ان تعادیر پر لفظ علی نفسی نہ لکھا گیا پاتا ہے۔ یعنی مراد کی ادائیگی میں دخل نہیں لکھا بغیر اسکے معنی مقصود حاصل ہو جائے ہیں لکن ذوق عربیت بھی اسکا ایا کرتا ہے اور سیاق کے مناسب تینوں قول نہیں کہوں کہ اس نئی قول کے جواب میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کلاً عرض کیا تھا جس سے سابق کی نفی مراد ہے۔ اسی واسطے شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العالی نے اشعۃ اللمعات میں اس کا ترجمہ باہر الفاظ فرمایا ہے کہ میں نے خود ہرگز نہیں لکھا ہے کہ وہاں تینوں قول پر جواب ام المؤمنین کے معنی یہ تھے کہ مفارقت وطن ہوگی اور قوم تکذیب کرے گی اور عار دلائے گی ظاہر ہے کہ وطن سے مفارقت بھی ہوئی اور قوم نے تکذیب تعبیر کا بھی ارتکاب کیا۔ تو ام المؤمنین کا جواب صحیح نہ رہا۔ ان تینوں قول پر چونکہ جواب ام المؤمنین کی صحت باقی نہیں رہتی اسلئے قابل اعتماد نہیں (۱۰) عدم الصبر علی اذی القوم یعنی بخدا بھگو اپنے متعلق یہ خوف پیدا ہو گیا کہ قوم کی ایذا پر صبر ہو سکے گا (۱۱) العجز عن حمل اعباء النبوة یعنی بخدا بھگے اپنے متعلق یہ خوف ہو گیا کہ نبوت کے تحمل سے عاجز رہوں گا (۱۲) القتل یعنی بخدا بھگو اپنے متعلق قتل کا خوف پیدا ہو گیا ہے تینوں قول مذکورہ بالا مناقشات سے چونکہ پاک ہیں اسلئے انہیں ہر ایک مراد ہو سکتا ہے۔ فقہ القصور علی العجز عن حمل اعباء النبوة کما فی فیض الباری ص ۹۱۹ تفصیر کما لا یخفی علی المجتہدین سوال قول اخیر کو مناقشہ مذکورہ سے پاک کہنا درست نہیں اس لئے کہ قول ۱۰ کی طرح اس پر بھی یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ راہ خدا میں قتل ہونا عین کامیابی ہے اس سے خائف ہونا منصب نبوت کے لئے سزا وار نہیں جو اس قتل کا خوف اس لئے نہ تھا کہ اپنی جان جاتی رہے گی جتنی کہ مصعبیت کے شایان نہ ہو سکا اس لئے تھا کہ قتل ہونے سے اپنی بیخام مخلوق تک پہنچنے سے رہ جائیں گے اور اس الہی خدمت کا شرف حاصل ہوسکے گا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب حکم الہی ہوا کہ فرعون کو پکڑ کر اسے مارا کہ اس پر پناہیں تو اس وقت انہیں بھی خوف قتل لاحق ہوا تھا جسکو قرآن پاک نے سورہ شعرا میں باہر الفاظ ذکر فرمایا۔ وَلَهُمْ عَلٰی ذٰلِكَ فَخَافٌ اَنْ يَّقْتُلُوْا اَنْ يَّقْتُلُوْا قَالَ كَلًا۔ لیکن ان کا خوف بھی اس بنا پر نہ تھا کہ جان تلف ہو جائیگی بلکہ اسلئے تھا کہ انعام رسالتی کی خدمت انجام دینے سے رہ جائیگی چونکہ حدیث زیر بحث کے اخیر میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ پناہ نظر ہر ان تینوں قول میں سے قول اخیر کا مراد لینا مناسب ہے۔

رفقا لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خوف قتل کے اظہار پر جس طرح مولیٰ تعالیٰ نے جواب میں کلاً فرمایا تھا صیحا سورہ شعرا کی منجہ بالا آیت سے واضح ہوتا ہے اسی طرح سید علیہ السلام کے خوف قتل ظاہر کرنے پر ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب میں کلاً عرض کیا تو دونوں جملوں کے متحدہ معنی سے مناسب ہو گیا پس ظاہر ہوگا کہ قول اخیر چونکہ آخر حدیث کی ساتھ مناسب ہے جو دیگر قول کو حاصل نہیں پھر اس مناسب کو اتحاد واجب تعویذ بھی پہنچتی ہے اسلئے قول اخیر کا اختیار کرنا مناسب ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ وصاحب الفتح الملہم لہما لہ یتسولہ الوصول الی دقتہ تقوۃ وانہ بعدہ۔
 قال فی ص ۳۱۱ وصل انما اختی من قومہ ان یقتلوا وهو بعد منہ یومر علی البعد لیلہ صاحب فتح الملہم نے قول لکن خشیت علی نفسی کے بار میں ص ۳۱۲ پر حاشیہ علامہ سندھی علی الحدیث سے ایک توجیہ کی ہے جسکو توجیہ بدیع لکھا ہے اور

کئے سے افزون کرنے کے بعد خشیت قتل منصب رسالت کے ضایاں نہیں رہتی۔ اسی واسطے علامہ سندھی علیہ الرحمہ بتا دیں کہ اس پر مجبور ہو کر خشیت مذکورہ اپنی رسالت اور جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکیت کے علم سے پیشتر واقع ہوئی تھی۔ الحاصل ہمارے موعود کا خاصہ یہ ہوا کہ علامہ سندھی علیہ الرحمہ خشیت مذکورہ کے وقت انجاء باقی نہ رہنے پر اگر عیضاً ماضی سے استدلال فرماتے ہیں تو صحیح نہیں اور اگر نبوی ارشاد کے از قبیل تعریض ہونے سے استدلال فرماتے ہیں تو صحیح ہے۔ مگر موعود اہم نہ ہونے کے باعث نبوی ارشاد کو از قبیل تعریض قرار دینا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(کلام) اس کے معنی میں لیا نہ ہوگا۔ یہ دعویٰ ہے جس کی دلیل کا صغریٰ مقدر اور کلامی **يُنْفِئُكَ اللَّهُ** آید۔ اکبری ہے یہ دونوں قصیدہ خیر اور قصیدہ کتب کے مکمل میں ہوتے۔ لہذا اکبری بننا بھی درست ہے اور کلام فصل الرحیم کو اکبری کی علت استقرائی ہے۔ ترتیب قیاس یوں ہوگی۔ **يَقِيلُ رَسُوْلِي** چہ ادا شد قضا علی آپ کو رسوائی میں بھی مبتلا نہ فرمائے گا تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس رسوائی (قتل) میں مبتلا نہ فرمائے گا۔ یہ قیاس شکل ثانی کی ضرب اول پر ہوا (اثبات صغریٰ) قیل رسوائی ہے؟ کیوں؟ اسلئے کہ انسان جب کسی مقصد کو بلند ہونے کی سادہ لیس کھڑا ہوا تو کامیاب ہونے سے پیشتر قتل ہو جائے تو بنام ہو جاتا ہے اور اسی کو رسوائی کہتے ہیں (اثبات اکبری) اللہ تعالیٰ آپ کو کسی رسوائی میں بھی مبتلا نہ فرمائے گا کیوں؟ **كَلِمَاتٍ** کہ آپ کی ذات میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں جن کے نکتے تھکے آدی رسوائی میں نہ آسکتے۔ وہ خوبیاں یہ ہیں۔ **اِنَّكَ تَحْصِيْلُ الرَّحْمٰنِ** آپ کا لقب پر احسان فرماتے ہیں۔ جبکہ صحتی کہا جاتا ہے۔ عام از یہ کہ یہ احسان مال کے ذریعہ ہوا بدن کے ساتھ جیسے خدمت اہل قربت کی نواہت اور نہیں سلام کرنا بھی صلہ رحمی میں داخل ہے۔ غرض کہ اپنی وسعت کے مطابق احسان کے حسب حال طرح احسان کر نہیں آپ سنے نہیں فرمایا کرتے اور اتنا ہی نہیں کہ آپ کا احسان اقصیٰ تک محدود ہوا نہیں بلکہ اقارب کی طرح احسان بھی زبرد احسان ہے کہ کسی شان ہے **وَتَحْصِيْلُ الْكَلِمَاتِ** کہ آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ خواہ اقارب ہوں یا اجانب۔ یہ میں دونوں قسم کے احسان کو شامل ہے مال سے ہو یا بدن سے مکروروں اور تمہیں کی دستگیری بلکہ خیال پر خیر کرنا بھی ہمیں داخل ہے کہ کلمہ یعنی بات ہے۔ اس تقدیر پر یعنی وہ جو کلمہ کہتے ہیں اور کلمہ اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو اپنی کلمات سے عاجز ہو اس تقدیر پر یعنی یہ ہوں گے کہ آپ عاجزوں کو اٹھایا کرتے اور گروہوں کو سہا لادیا کرتے ہیں لیکن ہر تقدیر داخل چونکہ معنی میں مستفاد ہے اسلئے **كُلٌّ** کو معنی پایا اولیٰ ہوا۔ **وَتَحْصِيْلُ الْمَعْدُوْمِ** یہ فعل یہاں پر باب ضروب اور باب افعال دونوں سے مروی ہے۔ تقدیر نقل معنی یہ ہوں گے کہ آپ معدوم کو کسب فرماتے ہیں یعنی لاکر کھاتے ہیں لیس نہیں کہ اپنی ضروریات کے واسطے لوگوں کے سامنے دست ہمال دہا کرتے ہوں۔ اشعۃ اللمعات میں ہے **وَتَحْصِيْلُ الْمَعْدُوْمِ** یعنی لاکر کھانے اور ہر تقدیر دوم معنی یہ ہوں گے کہ آپ لوگوں کو کسب معنی کی طرف متوجہ فرمایا کرتے ہیں معنی لوگوں کو مال عطا فرمایا کرتے ہیں تاکہ وہ کسب تجارت کر لیں اور کھانے کی عادت ڈالیں۔ اس تقدیر پر **تَحْصِيْلُ الْمَعْدُوْمِ** کا مفعول اول مختلف ہے۔ اصل عبارت یوں ہوگی۔ **تَحْصِيْلُ النَّاسِ الْمَعْدُوْمِ** اشعۃ اللمعات میں ہے یعنی وہ کسب کی تادی خیر خود یعنی مالے مید ہی مردم را کہ بول کسب و تجارت کی کنند۔ ان مفعول تقدیر پر **المعدوم** موصوف ہند **الاعمال** کی صفت ہے۔ اور بعض شارحین نے فرمایا کہ **تَحْصِيْلُ الْمَعْدُوْمِ** معنی موصوف ہند ہی کا ہے۔ اور یہی معنی ہے اور **المعدوم** مال وغیرہ کہ نفیس فرمایا اور مکالم اخلاق کو شامل ہے جو دوسروں کے پاس نہیں ملتے۔ جب اور مزید مفعول کے معنی ایک ہی رہیں گے جبکہ آپ لوگوں کو ایسے نفیس فائز اور عموہ اخلاق عطا فرمایا کرتے ہیں جو دوسروں کے پاس نہیں پاسکتے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ معنی اول از قبیل احسان الی غیرہ نہیں اور معنی دوم میں صرف مالی احسان پایا جاتا ہے اور معنی سوم مالی اور بدنی ہر قسم کے احسان کو شامل ہے۔ معنی اول اگر معنی ہر قسم محمود ہے مگر انہیں چونکہ احسان الی غیرہ نہیں پایا جاتا نہ صرف ناس میں یہ معنی سلامتی کا سبب قرار دئے جاتے ہیں اسلئے ان کا ذکر اس مقام پر مناسب نہیں کیونکہ یہ مقام ایسے اوصاف کے ذکر کا ہے جو دوسروں کے حق میں نافع ہوتے اور عند الناس موصوف کی سلامتی کا سبب بنتے ہیں۔ معنی دوم اھ

سوم میں سے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ معنی سوم مراد ہوئے جائیں اس لئے کہ انہیں یہ نسبت معنی دوم درست پائی جاتی ہے پھر سابقہ
 خوبوں کی طرح یہ معنی سوم بھی مالی یا یعنی احسان میں کسی ایک کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ دونوں کو شامل ہیں ہی طرح اقرار یا اجازت میں سے
 کسی ایک پر مخصوص نہیں بلکہ دونوں کو عام ہیں "وَقَهْرِي الصَّيْفِ" آپ یہاں نوازی فرمایا کرتے ہیں یہ خوبی بھی اقرار یا اجازت دونوں کو شامل
 ہے اور انہیں مالی اور دینی دونوں احسان اعلیٰ میں اس لئے کہ یہاں نوازی کے مفہوم میں نظام طعام کے ساتھ ساتھ نظام قیام بھی داخل ہے
 اسی واسطے علامہ زرقانی نے اس جملہ کی تفسیر میں فرمایا "أَيُّ تَهْنِئَةٍ لَّهُ طَلْعًا مَهْمًا وَتَنْزِيلًا" کتاب التفسیر میں بطریق پونس عن الزہری
 ایک اور خوبی کا ذکر بھی ہے اور وہ یہ کہ "وَالصَّدَقَاتُ الْحُدُودُ" اور آپ بات صحیح فرمایا کرتے ہیں اور حد وایت ہشام بن عرقہ عن الصبیہ
 میں یہ بھی ہے "وَتَوْفِي كَالْمَانَةِ" اور آپ نمانت اور فرمایا کرتے ہیں۔ ان دونوں خوبوں میں پہلی خوبی موصوف کی واسطے موجب سلامت ہوا
 کرتی ہے اس واسطے عوام اور خواص میں مشہور ہے "الصَّدَقَاتُ حَيْثُ وَالْكَذِبُ يُهْدِكُ" راست گوئی موجب نجات ہے اور دوع کوئی
 سبب ہلاکت اور دوسری خوبی میں بدنی احسان پایا جاتا ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ کمال ہے اور اعلیٰ ہوت
 رائے پر روشن دلیل کہ چند جملوں میں اکلام اخلاق کے اصول جمع فرمائے۔ اس لئے کہ احسان مالی ہونا ہے یا بدنی۔ اقرار یا اجازت ہے یا اجازت
 مستقل پر ہونا ہے۔ اور اپنے امور کا خود کھل ہونا یا غیر مستقل پر احسان کی تمام اقسام مذکورہ بالا جملوں میں مجمع ہیں۔ "وَلْيُعِينِ عَلَىٰ نَوَائِبِ الْحَيَاتِ" اور
 آپ پیش آئے حق باتوں میں امانت فرمایا کرتے ہیں جیسے بارگوش سے سکون ہونے کے لئے کسی کی امانت کرنا یا مال دینے اور ان کے واسطے کوئی
 مدد دینا۔ اسراف، غضب وغیرہ ناحق باتوں میں اپنی امداد نہیں ہوتی تھی اس واسطے "نَوَائِبِ الْحَيَاتِ" فرمایا یہ جملہ مذکورہ اور غیر مذکورہ تمام نوائب
 اخلاق کو جامع ہے لیسوال کسی کے رد ہوا کسی تعریف کرنا منہ ہے اسی واسطے حدیث میں وارد ہوا۔ "أَحْسَنُ فِي حُجُوبِ الْمَدَائِحِ حَيْثُ
 التَّرَابِ" یعنی تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دو۔ اسکے باوجود ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذکورہ اوصاف کیساتھ بالمشافہ تعریف
 کرنا کس طرح درست ہوگا جو اجاب بیشک بالمشافہ کی تعریف کرنا منہ ہے مگر اس وقت جبکہ مدوح میں خود بینی تکبر وغیرہ جیسے عیوب
 ہونے کا گمان ہو یا تعریف واقع کے مطابق نہ ہو جیسے ظالم کو عادل کہا جائے حدیث مذکورہ کا عمل نہیں دو صورتوں میں سے ایک ہے۔
 اور جہاں خود بینی وغیرہ پیدا ہوتی کا گمان نہ ہو اور تعریف میں واقعی اوصاف بیان کئے جاتے ہوں جیسے یہاں پر تو ایسی تعریف مگر بالمشافہ
 ہونے پر درست ہے (زرقانی) اقول یہ جواب بزیل تزلزل ہے کیونکہ واقعہ بتلائی ہے اس وقت تک احکام نازل نہیں ہوئے تھے تقریباً
 بالمشافہ وغیرہ کی ممانعت اس وقت کے بہت بعد پہلی پھر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تعریف بالمشافہ کو حدیث مذکورہ کی ذمہ دار کس
 طرح ممنوع قرار دیا جاسکتا ہے۔ بعد از اہام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا "وَرَقَّةُ ابْنِ نَوْفَلٍ" کے پاس لے جائے سے پیتر عبثہ
 ابن مسعود کے غلام عداس نامی کے پاس لے گئیں جو نصرانی اور مقام "نیوسی" کا باشندہ تھا اور فرمایا کہ میں تمکو خدا کی قسم
 دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں جبریل کا کچھ علم ہے! عداس اس ازراہ تعجب بولا "قَدْ رَأَيْتُ قَدْ رَأَيْتُ" جیسے ہم اپنے علمات میں
 توجہ وقت سبحان اللہ ہوتے ہیں، اے خواتین قریش کی مرطہ جبریل کا ذکر اس زمین میں کیسے جہاں کے باشندے بہت پرست ہیں۔
 فرمایا تمہیں کے متعلق جو علم ہوتا وعداس اس نے کہا وہ اللہ تعالیٰ اور انبیاء کے درمیان امانت دار تھو اور میں موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے
 پاس اللہ تعالیٰ کے پیغام لیکر بھی آتے جاتے تھے۔

بشرح صحیح البخاری

حَتَّىٰ آتَتْ بِهٖ وَرَقَّةً) وَاوَّاسُ اِقَاتِ نَحْوِ حَرْفٍ مَفْتُوحٍ هِيَ يَهْدِيهِ وَرَقَّةُ ام المومنین حضرت خدیجہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چچا اور بھائی تھے اس لئے کہ اس کے ایک بیٹے خویلد ہوتے جن سے ام المومنین تھیں پھر ایک بیٹے نوفل ہوئے
 جن سے حضرت ورقہ تھے۔ اس واسطے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بروقت خطاب یا ابن عم فرمایا جیسا کہ اس روایت میں مذکور ہے

اور سلم حضرت کی دعوت میں آئی تمہارے جولو صاحب دینا جہانے از قبیل نصیحت فرمایا کہ لفظ ابن بوجہ تصنیف ای ہو گیا اور فی الحقیقت ابن عم تھا چنانچہ اول سے حزن نہ اخذ فرمایا گیا (نہ زہر قافی) اور علامہ ابن حجر عسقلانی برمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کہ چچا زاد بھائی کو بغیر احترام یا عدم کے ساتھ خطاب کرنا اگرچہ درست ہے کہ عرب میں بڑے کو تعظیماً یا عدم کے ساتھ ندا کرنے کا رواج تھا مگر یہاں پر بڑائی کا وہم ہی ہے کیونکہ واقعہ مقدم نہیں اس کا خراج متحد ہے۔ تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوہا اقرأ کی مذکورہ بالا آیات کے ماننے ہو چکے اور حضرت ورقہ کے پاس دو مرتبہ تشریف لائیں۔ ایک مرتبہ نظر حقیقت آیا ابن عم کہا تھا اور ایک مرتبہ چھانڈی ہم لہذا اس ندا کا حقیقت پر عمل کرنا مستحب ہو گیا۔ لیکن امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح مسلم میں ابن عم اور عم دونوں کو صحیح فرمایا اور علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمدۃ القاسری میں دونوں روایتوں کی تصحیح کرنے کے لئے یہ روایت فرمایا کہ واقعہ کا مقدم نہ ہونا مسلم ہے۔ مگر یہ دونوں نفلوں کے استعمال کے منافی نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ملاقات میں تبادلہ برائے حقیقت ابن عم کے ساتھ نہ فرمائی پھر اس کے بعدی نظر احترام گم ہو کر خطاب کیا۔ لہذا اس احتمال کے باوجود روایت کو ہم قرار دینا درست نہیں چنانچہ عمدۃ القاسری میں ہے قلت هذا الیس بوہم لانہا اسمتہ عمہا عجمائراً و هذا عاۗلة العرب یخاطب الصغیرا الکبیر بیا عم احتراماً لہ وفعالہ المرتبہ عدلاً یحصل هذا الغرض بقول لھا یا ابن عم، فعلى هذا انکو تکلمت باللغظین وكون القصة متعمدة لا یبانی التکلم باللغظین واناہ تعالیٰ اعلم

حضرت ورقہ کا اسلام

حدیث زہری میں حضرت ورقہ کے اس روایہ " هذا الناموس الذي نزل الله على موسى يا ليتني فيها جذعا يا ليتني احصون حيا اذ يمزجك قومك عظامه يوطئه كذا قرأت بروت کر کے مشرف باسلام ہو گئے تھے چنانچہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اصحابہ فی تمییز الصحابہ جلفناست میں فرماتے ہیں فہذا ظاہر ہوا کہ انہ اقریبیوتہ اطلسی اصحابہ کے صفو مذکورہ ایک روایت ذکر فرمائی ہے جس میں ان کا جواب بایں الفاظ منقول ہے "أبشر و بعد البشیر فانا أشهد انک الذی بشر بہ ابن مرقوم و انک علی مثل ناموس مؤسی و انک نبی مؤسل" یعنی آپ خوب سوہو ہو جائیں کیونکہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ ہیں جنکی ابن مرسلے بشارت دی تھی اور آپکی شریعت ہووگی شریعت کے مانند ہوگی اور میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ نبی مرسل ہیں جب حضرت ورقہ کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "لقد ساء آیت النفس فی الخبتہ علیہ یشاب الخویر کنتہ آمن بی وصدقتی یشک منی نے ورقہ کو جس میں نبی نبی کہے پینے دیکھا اسلئے کہ وہ مجھ پرمان لے تھے اور انہیں نے میری تصدیق کی تھی یہی نفس نے اس روایت کو داخل البدوہ میں کر کے فرمایا کہ روایت منقطع ہے۔ اقول یہاں سے اور یہ ہر علمائے نزدیک تغلق صحت و درجیت میں کچھ خل نہیں تا جیکہ روایت قدور امام ابن امیر معالج حلیہ شریف اول صفة الصلوۃ میں فرماتے ہیں لا یضر ذلک فان المنقطع کالمرسل فی قبولہ من الثقات و مولنا علی قاسری نے صرفاً شرح مشکوٰۃ میں فرمایا فقال ابو داؤد هذا امر مسل ای نوع مرسل وهو المنقطع لعن المرسل حججاً عندنا و عند الجمهور و ادیک ہایت میں مذکور ہوا فمات ورقہ علی نصوایتہ و فرقہ کا انتقال دین نصیحت پر ہوا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے کہ عثمان بن عطاء خراسانی اسکے لوی میں بن کو علماء نے ضعیف فرمایا ہے۔ غرض کہ حضرت ورقہ کا ایمان ثابت ہے اہل تحقیق کے نزدیک میں اختلاف نہیں اس واسطے کہ محقق عبدالحق مومث دہلوی قدس سرہ التوی نے اشعة اللمعات میں فرمایا "بناکر دیا جان ورقہ"

نہ ہونے کے لئے کہ اس کا تعلق ہے

نہ ہونے کے لئے کہ اس کا تعلق ہے

اِس حضرت غلظے نیست۔ ہاں صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے صحابہ میں شمار نہیں فرمایا اور ایک جماعت نے صحابی قرار دیا ہے۔ چونکہ یہ اختلاف صحابی کی تعریف پر ہوتی ہے۔ لہذا اسکی تحقیق کی جاتی ہے تاکہ اس باب میں بھی صحیح قول معلوم ہو سکے۔ چنانچہ من المحتار میں بحوالہ شرح الترمذی محدثین کے نزدیک صحابی کی تعریف میں ایں الفاظ نقل فرمائی ہے۔ والصحاہی عند المحققین و بعض الاصولیین من لعن النبی صلے اللہ علیہ وسلم مسلماً و مات علی لا ینزلہ علیہ السلام اذ قبل النبوة و مات قبلہا علی الخفیفة۔ حذید بن عمر بن نفیل اور تد و عادی حیاتہ یعنی محدثین اور بعض اہل مصل کے نزدیک صحابی وہ ہیں جنہیں کلمت اسلام نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور اسلام پر وفات پائی یا شرف ملاقات زمانہ نبوت کے قبل حاصل ہوا اور زمانہ نبوت سے پہلے ہی ملت ہو گئی۔ پراستعمال فرمائے جیسے زید بن عمرو بن نفیل یا بحالت اسلام شرف ملاقات حاصل ہونے کے بعد اسلام سے پھر گئے اور پھر نبوی حیات میں اسلام قبول کر لیا۔ اس تعریف میں لفظ "او" بڑے تقسیم ہے جس سے صحابی کے تین اقسام معلوم ہوئے۔ قسم اول ہر وہ ذی عقل صحابی ہے جسکو ظہور نبوت کے بعد آپ پر ایمان رکھنے لگے آپ کی ملاقات حاصل ہوئی اور ایمان پر اس کا استعمال بھی ہوا ذی عقل اس لئے کہا کہ تعریف میں لفظ "من" استعمال کیا گیا جو ذی العقول کے لئے موزع ہے اس سے معلوم ہوا کہ غیر ذی العقول جیسے حیوان بنا مات، جمادات، صحابی نہیں ہوتے۔ ذی عقل میں ہر انسان بالغ اور نابالغ جن اور فرشتے سب داخل ہیں۔ انسان کی طرح جن اور فرشتوں کو بھی عند تحقیق صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے کیونکہ انکی صحابیت کا دار مدار نبوی بعثت پر ہے۔ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت نبی آدم کی طرح ان کی طرف بھی ہوئی ہے تو ان کا دخول صحابہ میں ہو سکے گا اور نہ نہیں فتح الباری مطروح صحیح البخاری جلد سابع میں ہے۔ "اما المجن فالراجح دخولہم لان النبی صلے اللہ علیہ وسلم بعث الیہم قطعاً پھر تقریباً و مرطک بعد فرمایا۔ "واما الملائکة فیتوقف علیہم علی ثبوت بعثتہ الیہم" اقول عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت و رسالت تمام مخلوق کو شامل ہے اور مخلوق میں فرشتے بھی داخل ہیں۔ مسلم شریف میں ہے۔ "و ارسلت الی الخلق كافة" یعنی میں تمام مخلوق کی جانب رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں لفظ مخلوق اگرچہ انسان جن فرشتے ہر مخلوق کو شامل تھا لیکن پھر بھی لفظ کا بڑھا دیا تاکہ معلوم ہو کہ لفظ مخلوق اپنے کامل عموم پر براتی ہے اس سے کوئی مخلوق مستثنی نہیں۔ البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ جن دانش کے حق میں آپ کا ارسال اجماعاً ارسال تکلیف ہے کہ وہ فریق شریعت کے ساتھ مکلف ہیں اور فرشتوں کے حق میں بھی بعض کے نزدیک ارسال تکلیف ہے مگر فرشتوں کا مکلف ہونا جن دانش کی طرف نہیں بلکہ ان کو ایسے احکام کے ساتھ مکلف فرمایا ہے جو ان کے احوال کے لائق ہیں۔ بعض کے نزدیک آپ ارسال فرشتوں کے حق میں ارسال شریعت ہے کہ آپ کے رسول ہونے کو اتنی ہوتی ہے کہ شرف حاصل ہوگا جن دانش اور فرشتوں کے سوا باقی مخلوق کے حق میں آپ ارسال اعمال شریف و رحمت ہے۔ چنانچہ عارف باللہ شیخ احمد صدای اپنے حاشیہ جلالین جلد چہارم میں زیر آیت وان صرنا الیک لغزاً من المجن فرماتے ہیں ای اذکر یا محمد لغزاً من قصہ صرنا الیک لغزاً من المجن یعنی ہر وہ ایسا رسالت عامۃ لایس و المجن والملائکة و جمیع الخلق لکن امر سال الملائکة و المجن امر سال تکلیف اجماعاً و الامر سالہ للملائکة قبل رسالت تکلیف بما یلیق بہم و قبل امر سال لشریف و امر سالہ لیمات لا ہم من المیمونات الغیر العاقلة و الحمادات امر سال شریف و رحمت بلکہ حق یہ ہے کہ فرشتوں کے حق میں آپ ارسال صرف ارسال شریف نہیں، ارسال تکلیف بھی ہے۔ فریق شریعت کے ساتھ مکلف نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دائرہ تکلیف نبوی سے خارج ہو جائیں حتیٰ کہ آپ کی رسالت کے کسی باب میں محتاج نہ رہیں۔ بلکہ فنا الہی کے لئے لے کر گئے جن دانش کی طرح فرشتوں کو بھی آپ کی رسالت کی احتیاج ہے اسی کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے آپ کی امت پر اور میں

ایسی ہیستیاں موجود ہیں جن کے ہاتھوں سے فرشتوں کو بھی فیض الہی پہنچتا ہے اور ان کو اپنا شیخ طریقت قرار دیکر فرشتے منازل معرفت طے
 کیے ہوتے ہیں۔ غار حیدر یا اللہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی اپنی کتاب مطالبہ تاجہ علیہ السلام میں
 میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا بیان کیا ہے کہ اس کا ارشاد الہامی ہے کہ میں نے اپنے اہل خانہ کو فرماتے ہیں کہ تم میرے فرشتے
 آدمیان بلا مشائخ اندوہیدان و مشائخ فرشتگان بلا مشائخ و سن شیخ ہمام یعنی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے فرشتوں کے لئے ہے
 ہوتے ہیں (جن کے وسیلے سے عرفان الہی کی منازل طے کجائی ہیں) اور ان پر ان کے لئے پیر ہوتے ہیں اور فرشتوں کی واسطے بھی پیر ہوتے ہیں اور
 میں کہ رسول و فرشتوں میں سبک پیر ہوں اس مضمون کو مجدد ماہ حاضرہ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب
 بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح ادا کیا ہے شعر: ملک کچھ کبھی نہیں ہے جس کے ہاں پیر ہو شیخ عالی و سائل ہے یا غوث
 جب ثابت ہو کہ نبوی بعثت عام تھی اسکے دائرہ میں فرشتے بھی داخل ہیں تو بجمہد کہ تعالیٰ فرشتوں کا حلقہ صحابہ میں خول مسجوع ہو گیا۔
 قائل ہے قطب الاقطاب سید جلال الدین عماد جہانیاں اس سرور محمد شیخ نصیر الدین چرخ دہلوی قدس سرہ کے فرشتوں
 ہیں آپ نے ارزی پھر منہ سے روز چہار شنبہ مقام اچھ میں صہال فرمایا جو ضلع لٹان کا مشہور نصیب ہے آپ کو مخدوم جہانیاں اس واسطے کہتے ہیں
 کہ ایک مرتبہ شہید میں محمد شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقہ پاک سے اپنے عیدی طلب کی۔ اور اتنی کہ حق تعالیٰ نے
 آپ کو مخدوم جہانیاں کے ساتھ مقب فرمایا آپ کی عیدی ہی ہے پھر محمد شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرقہ پاک سے ہی درخواست
 کی اور اتنی کہ آپ کی عیدی ہی ہے جو والد ماجد نے فرمائی پھر اپنے اپنے مرشد محمد شیخ حسن الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں
 عید کی درخواست پیش کی فرمایا کہ آپ کی عیدی وہی ہے جو میرے والد ماجد اور جد امجد نے عطا کی جب اپنے مرشد کی خدمت سے باہر گئے
 تو جو دیکھتا ہی کہتا کہ محمد و صحابہ جہانیاں آ رہے ہیں سوقت سے آپ اس لقب کے ساتھ مشہور ہو گئے (مسجح سنابل شریف وغیرہ)
 مولیٰ تعالیٰ نے آپ کو جہانیاں کا بیٹا رکھا کہ الالات معرفت عطا فرمائے جو خیر برین ہوتی سکتے وہاں آپ کو تابعی ہونے کی نعمت عظمیٰ بھی مرحمت فرمائی
 تھی ایک جن صحابی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل تھا اسکو سید جلال الدین محمد مقصد مقصود عالم شاہی رضوی نے اپنے رسالہ
 القول الصواب فی تعریف الاصحاح میں بیان فرمایا پھر ان کے صاحبزادے علامہ جعفر رضوی نے ان سے فیض نظر اٹھا
 شرح صحیح البخاری میں نقل کیا (ظفر الامانی فی مختصر البحر بتانی)

ظہور نبوت کے بعد قسم اول میں نبوت کے بعد کی قید کا اس لئے اختیار کیا گیا کہ یہ قسم دوم کے مقابل ہے اور اس میں
 قبل نبوت کی قید کہی ہے اور دیکھئے کہ نبوت ظہور نبوت اس لئے کہا کہ فاراد کی اس حی سے نبوت کا ظہور شروع ہوا ہے۔ در ذہن
 تو اس عاقبت ہزار ہا سال پیشتر عالم ازل میں عطا ہو چکی تھی۔ اس وقت تک حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا
 بھی نہ ہوئے تھے۔ اور عالم ازل میں تخلیق آدم سے پیشتر نبوت کا ملنا آپ کے خصوصیات سے ہے۔ (خاصاً ائیں کہ نبوی السیدوطی)
(آپ پر ایمان رکھتے ہوئے) یہ لفظ "مسلم" کا ترجمہ ہے جو تعریف میں مذکور تھا ہم نے ترجمہ میں یکے لفظ اسلام
 لفظ ایمان اختیار کیا تاکہ ترجمہ کو جامعہ کے ساتھ مطابقت ہے اور اس بات پر تیسرے جہان پر اسلام و ایمان ہم معنی ہیں۔ اس قید
 سے وہ شخص فاسق ہو گیا جسکو ظہور نبوت کے بعد نبوی ملاقات و حاصل ہوئی مگر نکالت ایمان نہیں اگرچہ انتقال ایمان پر ہوا ہو۔ اصحاب
 جلد اول میں ہے وینزع بقید لا یمان من لقیہ کافر ولو اسلم بعد خالک اذا اللہ یجمع بہ مرۃً ثانیاً
 جیسے بلا مشاہدہ قید کے فاسد جو نکالت کفر باقی رکھتے تھے پھر عید الصلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس سال فرماتے کے بعد اسلام لائے
 نہیں۔ بل ربیب الراوی شرح تفریب النواوی میں ہے ومن را کا کافر اذ اسلم بعد موتہ کہ رسول قید فلا عیبہ

لہ۔ صبی عاقل اس قید سے خارج نہیں اس لئے کہ اس کا اسلام معتبر ہے تو وہ حقیقتاً مسلم ہے اور معتبر صحابی ہونے کے لئے بلوغ شرط نہیں۔ ورنہ جن کی صحابیت پر اجماع ہے وہ خارج ہو جائیں گے جیسے امام حسن اور سید الشہداء امام حسین اور عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم التقیید والا یضاح شرح مقدمہ ابن صلاح^{۲۵۲} میں ہے والصحیح ان البلوغ ليس شرطاً في جد الصحابی والا لخرج بذلك من اجمع العلماء علی عدلهم فی الصحابة کعبد الله بن الزبیر والحسن والحسين رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ رہا صبی غیر عاقل تو چونکہ اس کا اسلام معتبر نہیں اس لئے وہ حقیقتاً مسلم نہ ہوا۔ لہذا مسلماً کی قید سے خارج ہو گیا نیز اگر حدیث جیسے یحییٰ بن معین وابونزاعہ وابوحاتم وغیرہم کے نزدیک بن کر پختہ صحابی ہونے کے لئے شرط ہے اسی تقیید میں^{۲۵۲} فاما التمییز فظاهر کلامہم اشتراطہ حکما هو موجود فی کلام یحییٰ بن معین ابی نرعة وابی حاتم والی طوفان ابن عبد البر وغیرہم۔ لیکن محققین کے نزدیک صحابی ہونے کی واسطے سن تیز کو پختہ شرط نہیں۔ اس واسطے محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے حضرت کو صحابی نہ کہا ہے۔ حالانکہ عید اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت انکی عمر تین ماہ کچھ دن کی تھی۔ کیونکہ سنیہ او خرماء ذی القعدة سفر حجۃ الوداع میں مکہ معظمہ کے داخلے سے پیشتر پیدا ہوئے تھے۔ فتح الباری جلد ہفتم میں ہے الا انہ هل یشرط فی الرائی ان یکون بحیث یمیزاً سائر احوال او ینتفی بجزء خصوص الترویة محل نظر وعمل من صنف فی الصحابة يدل علی لسانی فانهم ذکرنا محمد بن ابی بکر الصدیق والما ولد قبل وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم بثلاثة اشهر وایاہ کمأثبت فی الصحیح ان امه اسماء بنت عمیس ولدته فی حجة الوداع قبل ان ینخلوا مکة وذلك فی اواخر ذی القعدة سنة عشر من الهجرة ومع ذلك فاحادیث هذا الضرب مر اسسئل۔ اسی طرح تمام وہ افعال جماعت صحابہ میں داخل ہیں جو زمانہ شیر خوارگی میں حاضر خدمت کئے گئے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے برکت کے لئے کسی کو کھجور جاکر کھلائی۔ کسی کے ٹھہریں بے ہن ڈالا کسی کے سر پر دست مبارک پھیرا۔ اس طرح انہیں نبوی ملاقات کا مشرف حاصل ہوا۔ البتہ ایسے حضرات کی حدیث مرسل ہوگی مگر جنوں علامۃ ابوالحسنات مولانا محمد عبدالحی کھنوسی قدس سرہ القوی ظہر الامانی فی مختصر الخوجانی میں لکھتے ہیں واختلفوا فی الصغیر الغیر الممیز کعبد الله بن الحارث بن نوفل وعبد الله بن ابی طلحة الانصاری وغیرہا ممن حنکہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووالہ ومحمد بن ابی بکر الصدیق الذی ولد فی سفر حجة الوداع قبل الوفاة النبویة بثلاثة اشهر فمنهم من اوردیدنا من الصحابة والمروج خود خود فیہم نعم حدیثہم مرسل لکنہ مرسل مقبول مثلاً ہے کہ صبی غیر عاقل عند اخص جماعت صحابہ میں داخل ہے تو بمنزل بدرجہ اولی داخل ہو سکے گا۔ جسکو شری حکام میں پیر تقویٰ حاصل ہے۔ دیکھئے اگر صبی غیر عاقل کی بیوی مشرف اسلام ہو جائے تو اس کے کافر الدین پر مسلک پیش نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اس کے عاقل ہونے تک انتظار کریئے۔ عاقل ہونے کے بعد اگر وہ بھی مشرف اسلام ہو گیا تو قبلاً سے تفریق کر دی جائے گی۔ بخلاف بمنزل کہ اس کی بیوی اگر مشرف اسلام ہو جائے تو اسکے الدین پر اسلام پیش کرینگے انہیں سے اگر کسی نے بھی اسلام قبول کر لیا تو بمنزل کو تبعاً مسلم قرار دیا جائے گا اور وہ محدث اسکی زوجیت میں رہے گی اور اگر کسی نے اسلام قبول کر لیا تو تفریق کر دی جائے گی۔ مگر اسکی شرع نوراکا تو ادریس^{۲۵۱} ہے وہو فی اول احوالہ کالجنون بل ادنی حالہ منہ صحابہ کی جماعت میں جب صبی غیر عاقل اور بمنزل کا داخل دست ہو گیا تو مستکماً^{۲۵۳} کی قید میں ان دونوں کو داخل رکھنے کے لئے یہ کہنا چاہئے گا۔ کہ تعریف میں مسلماً عام ہے اصالة مسلم اور تبعاً مسلم دونوں کو شامل ہے۔ یہ دونوں اگرچہ اصالة مسلم نہیں ہو سکتے لیکن تبعاً مسلم

صبی
یعنی
احوال
ہے
بلوغ
میں
میں
کوئی
تفریق
نہیں
ہے

فرد ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا اطفال کا ہر وقت نبوی ملاقات تمغاً مسلم ہونا ظاہر ہے کہ ان کے والدین مسلم ہو سکتے تھے۔ اور اگر کسی بچوں کو بھی نبوی ملاقات کا شرف ہوا تھا جن کے والدین میں سے ایک ہی مسلم تھے تو یہ بھی یقیناً مسلم تھے لہذا یہ اور وہ اطفال دونوں مسلمان کی قید سے خارج نہیں تھے۔

آب کی ملاقات حاصل ہوئی

بعض حضرات نے صحابی کی تعریف میں روایت کا ذکر کیا ہے اور یوں کہا ہے کہ **راوی النبی ﷺ** تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لیکن ملاقات کا اختیار کرنا احسن ہے تاکہ عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعریف شامل ہو جائے جو صحابہ میں غل میں اسلئے کہ ہر جہاں نابینا ہونے والے انکو روایت حاصل نہ تھی۔ احسن اس لئے کہا کہ روایت کو عام قرار دیا جائے بالفعل ہو یا بالقوة تو یہ تعریف بھی انہر صادقاً آجائے گی۔ **اقول**۔ لہذا کے معنی میں قرب خود کہ عکساً بل اول میں ہے و يقال لقیتہ ولا قیتہ ان الاستقبلتہ قریباً منہ بکلمات روایت کہ وہ عام ہے یہاں ایک فرد یا ایسا فرد ہی ہوا جس روایت غیر لقا متحقق ہو جیسے وہ صاحب نہیں دوسرے روایت حاصل ہوئی۔ یہ یقیناً صحابی ہیں۔

حاصل انہیں ملاقات حاصل نہیں۔ تو جس تعریف میں لقا ما خود ہے وہ جامع ہی نہیں ہے جیسا کہ احسن ہو۔ فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۱۱ میں ہے و یطلق ایضاً علی من سالا ساریة ولو علی بعد و اللہ تعالیٰ اعلم۔ ملاقات کی قید سے وہ حضرات نکل گئے جو حضور نبوت کے بعد ایمان لائے اور ایمان پر انتقال بھی ہوا مگر نبوی ملاقات حاصل نہ ہو سکی۔ جیسے خیر السالین اور سیر قری رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو والدہ ماجدہ کی خدمت میں نہ ہو سکیے باعث نبوی ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ اور ہر شے کے بارشہ نجاشی جن کا ہم گرامی آصحبہ تھا۔ اس ملاقات کی واسطے ہر شے طے کہ ذیوی حیات میں ہو لہذا جن صاحب نے وفات کے بعد دفن سے پیشتر جسم پاک و کجاہ صحابی نہیں جیسے ابو ذر و یب خویلد بن خالد ہذلی جو مشہور پشتر مر گئے۔ اور تمام وہ انبیاء کرام خود نبوی حیات کے بعد عالم برہمدی میں ملاقات سے مشرف ہوتے ہیں اسی طرح یہ شرف بھی ہے کہ ملاقات بیرونی میں ہو تو جو صاحب نبوی حیات میں آیا کہ بعد عالم خواب میں ملاقات سے مشرف ہوئے وہ صحابی نہیں۔ فتح الباری جلد ۱۱ ص ۱۱۱ میں ہے اما من سالا بعد موتہ قبل وفاتہ فالمرجع انہ لیس بصحابی پھر جزیر سلار کے بعد فرمایا اما من سالا فی طنام وان کانت ذکا اھ حقاً ذنک تھا یرجع الی الامور المعنویة لا الاحکام الذنیویة فلذ ذلک لا یعد صحابیا ولا صحابیاً علی من یصل بمان امر وہیہ فی بیک الخالة واللہ اعلم لیکن کیا لگا کہ حضور نبوی حیات میں کچھ زمین پر کچھ جیسے علی علیہ السلام اپنے بیت المقدس میں کہا تھا وہ صحابی ہیں و لا کو دیکھنے والے تمام صحابی قرار پائیں گے مقدمہ ان صلاح کو شرح التفسیر لا الايضاح ص ۲۵۵ میں دیکھا ظاہر ان من سالا منہم فی الاخرین تھو صحابہ حکم الصحبہ۔

اور ایمان پر انتقال بھی ہوا

اس قید سے وہ خارج ہو گئے جو کہ انتقال ایمان پر نہیں ہوا۔ ایسے ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا شرف عید الشریح جمشع ان کے ساتھ مشرف باسلام ہوا تھا اور ہر شے کی طرف ہجرت بھی کی تھی لیکن عمرانی ہو گیا اور ہجرت ہی پر انتقال کیا اور اللہ تعالیٰ نے جو مشرف ہو گیا فاتح مکہ میں سے جان بچائے کیلئے کہ ہجرت کا یہ تمام سیراگر اسی حالت میں قبل کیا گیا بعموال اس قید لازم آتا ہے کہ تمام صحابہ جو مکہ ماہر کہتے ہیں انتقال سے پیشتر حالت حیات میں ہر صحابی کا اطلاق درست ہے اسلئے کہ صدق تعریف کی واسطے اسکی تمام قیود کا تحقق ضروری ہے اور حیات میں انتقال پر انتقال متحقق نہیں پس بحالت حیات صحابی نہ ہوئے۔ جو اب علامہ ابن حجر اور ان کے استاد سدر بن عریق رحمۃ اللہ علیہما علیہما نے تعریف صحابی میں اس قید کو نافذ فرمایا ہے تاکہ بعد اختتام زمانہ صحابہ بشریہ معلوم ہو سکے کہ کس بشر صحابی کا اطلاق ہوگا اور کس پر نہیں۔ ملائکہ متعلق تو یقیناً ہے کہ ان کا انتقال جب بھی ہوا ایمان ہی پر ہوگا اسلئے کہ وہ معصوم ہیں۔ اور معصوم سے ارتکاب کفر ممکن نہیں اور جن کا حال ہم سے مخفی ہے تو بشری وہ ہیں جن کا ایمان یا کفر یا انتقال معلوم ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس قید کے اضافے سے ایسے ہی اشخاص کا انکار

مقصود ہے جن کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ ان کا انتقال ایمان پر نہیں ہوا جیسے مذکور بالا ہر دو اشخاص میں یہ تعریف ایک مخصوص مادہ کا اعتبار سے ہوئی۔ اسی واسطے حالت حیات میں صادق نہیں۔ اور جن حضرات نے کسی مخصوص مادہ کا اعتبار نہیں کیا انہوں نے یہ قید نہیں رکھی جیسے امام بخاری علیہ الرحمۃ انہوں نے اسی بخاری شریف میں باہر لفظ صحابی کی تعریف فرمائی ہے من صحابہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت المسلمین فقہو من اصحابہ۔ لیکن کفر یا انتقال کے بعد یہ تعریف بھی صادق نہ کہے گی کہ صحابی کا مسلمان ہونا اس تعریف کی رو سے بھی شرط ہے۔ حال جب تک اسلام پر قائم رہا صحابی کا اطلاق اس تعریف کے لحاظ سے درست تھا مزید ہو کر وفات پائی جماعت صحابہ سے خارج ہو گیا۔ اب صحابی کا اطلاق درست نہ رہا جیسے انسان جب تک ایمان بقائم ہے تو ان کا اطلاق باقی رہتا ہے اور ایمان سے خارج ہونے کے بعد اس پر موت کا اطلاق نہ کریں گے۔ آدم پر مطلب یہ ہے کہ تعالیٰ اب ظاہر ہوا کہ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کی اس قسم اول میں داخل نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے بحالت ایمان نبوی طاقات کا شرف حاصل کیا اور ایمان پر وفات بھی پائی جیسے کہ اسکی تفصیل اقبل میں گذرئی۔ علمائے کرام کے دوسری جماعت کہتی ہے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ورقہ سے دعوت یعنی دعوت اسلام سے پیشتر انتقال کر گئے چنانچہ حدیث زبیر بن جراح کے الفاظ "ثم لم یثبت ورقہ ان توفی ودفن الوحی سے یہ چیز ظاہر ہے اصابتہ ۵۹ جلد سوم میں یہ الفاظ مذکور ہے۔ فہذا اظاہر انہ اقر بنبوۃ وکنہ مات قبل ان یدعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الناس لی الا سلام فی کون مثل بحیرا و فی اقیات الصحیحة لہ نظر۔ اور مومن مسلم کسی شخص کو کہتے ہیں جس نے دعوت کے بعد اسلام قبول کیا ہو۔ حضرت ورقہ دعوت سے پہلے انتقال کرنے کے سبب جب مسلم نہ ہوئے تو صحابی نہیں ہو سکتے کہ صحابی کی تعریف میں مسلم ہونا ناخوہ ہے۔ ہاں اہل فرت سے ہیں جیسے بحیرا سہب۔ اور کمال التنبوۃ کی مذکورہ بالا روایت میں ان کی جس تسدیق کا ذکر ہے اس میں احتمال بھی ہے کہ وہ تصدیق دعوت سے پیشتر ہی ہو نہایت روایت مقام استدلال میں پیش کرنے کی قابل نہ رہی کہ اذ اجاء الاحتمال بطل الاستدلال جو اثب سو تہ اقر ان کی مذکورہ آیات نازل ہونے کے بعد سے تین سال تک قرآنی نزول ہوتوں رہا اور آپ خیر طور پر دعوت اسلام فرماتے رہے یہاں تک کہ جب آیت فاصدع بعتا تو مورا عرض عن المشرکین کا نزول ہوا تو آپ نے علانیہ طور پر دعوت شروع فرمادی پھر جب بتوں اور بت پرستوں کے متعلق یہ حکم بیان فرمایا کہ دو توں دوزخ میں جائیں گے۔ تو کفار مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور طبع طرح سے ایذا پہنچانے لگے کفار کی مخالفت اور ایذا رسانی بعثت کے چوتھے سال میں پیش آئی۔ مدارج النبوة ص ۵۷ جلد دوم میں ہے تا ستمہ سال حال بریں منوال بود و ما مودا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باخفا میں اسو صبر بران لہر ان حضرت خدیجہ عورت میگوید تا نازل شد ای آیت کہ یہ فاصدع بعتا تو مورا عرض عن المشرکین قریش میں حضرت متعرض ہی شد نہ انکا حضرت متعرض شد و باہر ایشان او حکم کرد کہ بتان عبادت کنندگان ایشان را نافرماند بود و این سال چہا بود اہم مختصرا۔ اور حضرت ورقہ کی وفات بعثت کے چوتھے سال میں واقع ہوئی ہے۔ میرت جلد اول ص ۲۸۵ جلد اول میں۔ فقہی الامتاع ان ورقہ مات فی السنۃ الرابعۃ من المبعث اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ نے خدیجہ عورت کا زمانہ یقیناً پایا ہے بلکہ کسی حیثیت میں تین سال تک قرآنی نزول ہو قوف رہنے کے بعد جاری بھی ہو گیا تھا چنانچہ سیرت طیبی ص ۲۸۵ جلد اول میں۔ وفی کلام کتاب الخبیرین فی الصحیحین ان الوحی تنایح فی حیاة ورقہ و انہ آمن بہ بلکہ یہ بات بھی پائی ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ آپ علیہ السلام نے دعوت کا زمانہ بھی پایا ہے چنانچہ اصحابہ کا اسی سفر مذکور میں ایک منزل ثابت ہے جس میں حضرت عروۃ بن زبیر سے مروی ہے کہ حضرت ورقہ اسوقت تک حیات رہے جبکہ کفار کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید صوب میں گرم نین میں لٹکا کر اڑا چکا

ت حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا زمانہ

حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا زمانہ

ت حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا زمانہ

تھے تاکہ اسلام کو ترک کر کے مشرک ہو جائیں اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب وہاں پہنچا تو ثابت قدم رہے کی تلقین فرماتے
 علامتہ ابن حجر اس کو فرمایا کہ فرماتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال دعوت سے پیشتر نہیں ہوا
 بلکہ دعوت کے بعد تک نہ رہے ہیں۔ پھر علامتہ موصوفی اس مسئلہ میں اور حدیث زبیر عت کے منقولہ الفاظ میں اس طرح تلقین بیان فرمائی کہ
 منقولہ الفاظ سے مراد یہ ہے کہ پھر حضرت ورقہ کو زیادہ زمانہ نہ گزارا انتقال کر گئے یعنی اسلام کے مشہور ہونے اور جہاد کا حکم آنے سے پہلے انتقال کر گئے۔
 بلکہ امام واقدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے معلوم ہوتا ہے کہ حکم جہاد آئیے بغلہ انتقال ہو گیا۔ اور وہ واقعہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 چلے گئے تھے جب خبر پہنچی کہ جہاد کا حکم ہو گیا تو غزہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ میں چلے آئے اور جہاد کا حکم آنے تک وہ مدینہ میں ہی رہے۔
 اور جہاد کا حکم آنے کے بعد تک تو انکی تصدیق دعوت کے بعد تک ہی رہی۔ اس لیے انتقال بھی ساتھ ہو گیا جو کائنات النبوت کی منقولہ روایت
 ظاہر کرتا تھا۔ جب ثابت ہوا کہ دعوت کے بعد ہی مدینہ کی تصدیق باقی رہی تو وہ مسلم ہوئے اور جب مسلم ہونا درست ہو گیا تو صحابی ہونے میں کمال شہ
 ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے سیرۃ حلبی ص ۲۸۰ جلد اول میں فرمایا وحیث ادرك الرستالة فقد اسلم وسينين يكون
 صحابيا۔ اور بخیر اراہب کی طرح حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اہل قرنت کے فرار دینا درست نہیں اس لیے کہ دونوں میں بعد از قرنت
 ہے۔ بخیر اراہب نے یوں تصدیق کی تھی کہ اپنے مانا آئندہ میں دعوت ہو گئی اور نزول وحی سے پیشتر انتقال کر گئے۔ اور حضرت ورقہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نزول وحی کے بعد اس طرح تصدیق کی کہ آپ نبی مرسل ہیں۔ لہذا مانا دعوت کے بعد تک نہ رہے۔ پھر یہ بخیر اراہب
 کی طرح اہل قرنت سے کیے ہو سکتے ہیں اصحابہ کے قول منکر پر اظہار تعجب کرتے تھے علامتہ برہان بقایا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
 فرمایا ہذا من العجائب کیف یمائل من آمن بانہ قد بعث بعد ما جاءہ الوحی فانطبق علیہ تعریف
 الصحابی الذی ذکرہ فی تخبثہ لیمن آمن انہ سبعت و مات قبل ان یوحی الیہ۔ بلکہ علامتہ برہان بقایا
 رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت ورقہ کی وفات قبل دعوت کے قائل کار ذکر فرماتے ہیں فقہو صحابی قطعاً بل اول الصحابة
 کما کان شیخنا شیخ الاسلام یعنی البلقینی بقیر الہ یعنی حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً صحابی ہیں بلکہ اول
 صحابہ میں سے کہ امام شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اثبات فرماتے ہیں زہرا قانی ص ۲۸۰ جلد اول اور مقدمہ ابن صلاح
 کی شرح التعمیر والایضاح ص ۲۶۹ میں ہے ویبغی ان یقال ان اول من آمن من الرجال ورقہ بن نوفل یعنی بنی ہاشم
 کہ وہوں میں سے پہلے ایمان لانے والے ورقہ بن نوفل ہیں ویما ذکرنا ظہر سحافہ ما فی فیض البصری ص ۳۲
 من قوله فی ورقہ واتفقوا علی ایمانہ حتی ان بعضاً منهم عدوہ فی الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 نعم کونہ من ہذہ الامۃ محل تنرذ فانہ توفی قبل ظہور نبوتہ) اما اولاً فلا ین التردد فی کونہ
 من ہذہ الامۃ مبنی علی المذہول من معنی الایمان بہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وان لا یمان ہو
 التصدیق یمتاجا بہم النبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بالظہور ورنہ لا یمان لا یمان لا یمان کما
 واما ثانیاً فلان القول بوفاتہ قبل الدعوة خلاف التحقيق کما سمعت منا واما ثالثاً فلان وفاتہ
 اذا کان قبل الدعوة لمدیک موثلاً لمدیک من ہذہ الامۃ جز ما کفی التردد فما جعلہ علة للتردد
 لا یصلح للعلیۃ سوال سے پہلے ایمان کون لایا؟ اس میں روایات چونکہ مختلف ہیں۔ اس لیے امام اعظم ابیحنیفہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ ان روایات میں تلقین دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر ائمہ مدینہ میں سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں تو میں

سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعد ان میں سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے بعد غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت جلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان لائے۔ (کنز سیلاب المرادی ج ۱ صفحہ ۱۸۱) پھر یہ کہنا کس طرح درست ہو گا کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ورقہ ایمان لائے جو اب ان لوگوں میں بھی تطہیر ممکن ہے، اگرچہ وہ کسی کتاب میں نظر سے نہیں گذری وہ یہ کہ آزاد مردوں میں ایمان لائے وہ قسم کے ہیں ایک وہ جنہوں نے اپنے ایمان کو لوگوں میں ظاہر کیا۔ دوسرے وہ جنہوں نے اپنے ایمان کو ظاہر نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے ایمان ملا نبیوں نے باہر سے منیٰ میں آئے کہ آپ نے سب سے پہلے لوگوں کے سامنے اپنا ایمان ظاہر فرمادیا تھا جس سے عام طور پر لوگ واقف ہو گئے تھے بخلاف حضرت ورقہ کہ انہوں نے ظاہر نہیں کیا۔ پس ولایت بلحاظ اظہار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہوئی۔ اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واسطے علی الاطلاق لیکن باہر ہر مقام محقق ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آزاد مردوں میں صدیق اعظم کو مطلقاً اول قرار دینا خالی از علت نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

قسم سوم وہ حضرات ہیں جنہیں ظہور نبوت سے قبل نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ظہور نبوت سے پہلے ہی تصدق ابراہیمی پر انتقال کر گئے جیسے زید بن عمرو بن نفیل۔ آپ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا زاد بھائی اور مشرہ مشرہ میں حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ آپ نے عاصم بن ربیعہ سے کہا تھا کہ میں نبی قوم کے مخالفت ہوں اور میں وقت ابراہیمی کی اتباع پسند کرتا ہوں اور ایسے نبی کا انتقال ہے جو نبی اسمعیل سے بعوث ہوں گے لیکن میرا ظن ہے کہ میں ان کا زمانہ پاسکوں گا میں ان پر ایمان لاتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔ اگر تمہاری عمر اتنی دراز ہو کہ ان ملاقات میں آئے تو میرا اسلام ان کی خدمت میں پیش کر دینا۔ عاصم بن ربیعہ کہتے ہیں کہ مشرقت باسلام مجھے کے بعد میں نے اس واقعہ کو خدمت قدس میں عرض کیا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا اور ان کے لئے دعائے رحمت فرمائی۔ اور فرمایا کہ میں نے ان کو جنت میں دیکھا کہ ناز کے ساتھ چل رہے تھے بہت پرستی ترک کر کے دین حق کی تلاش میں شام جا رہے تھے۔ ہشام بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ اس وقت شام میں تھے جب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بعوث ہونے کی خبر پہنچی تو خدمت قدس میں حاضر ہونے کے ارادے سے چل پڑے۔ راستہ ہی میں لوگوں نے قتل کر ڈالا۔ اور بعض مورخین نے کہا کہ بعثت سے پانچ سال قبل وفات پائی۔ جبکہ قریش خانہ کعبہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ کے صاحبزادے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس واقعہ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے متعلق سوال کیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے انکی مغفرت فرمادی اور ان پر رحم فرمایا اس لئے کہ انہوں نے ملت ابراہیمی پر وفات پائی ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۸) قسم سوم سوہم وہ حضرات ہیں جنہوں نے بحالت اسلام نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا بعد از نزول اسلام سے پھر گئے لیکن نبوی حیات میں دوبارہ مشرف باسلام ہو گئے ایسے حضرات کو دوبارہ مشرف باسلام مجھے کے بعد از نبوی ملاقات حاصل ہو گئی تو ان کے سماوی ہونے میں اختلاف نہیں بلکہ اگر نبوی ملاقات نصیب ہوئی تو امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وہ اب بھی سماوی ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک مرتد کے حسنات اس وقت قابل ہوتے ہیں جبکہ ارتداد پر اس کا انتقال ہو لہذا صحابیت جو از قبیل اعمال حسنہ ہے صورت ہذا میں باقی رہی بلکہ ارتداد اور تجرد باسلام اگرچہ نبوی حیات کے بعد ہوں شافعی مسلک پر زوال صحابیت کیلئے موجب نہیں تا وقتیکہ ارتداد پر انتقال نہ ہو۔ اب میں صورتیں پڑیں (۱) ارتداد اور تجرد باسلام دونوں حیات نبوی میں واقع ہوں (۲) دونوں نبوی حیات کے بعد (۳) ارتداد نبوی حیات میں اور تجرد باسلام بعد حیات نبوی۔ ان تینوں صورتوں میں صحابیت اصل نہیں ہوتی اس لئے فتح الباری ج ۱ ص ۱۸۸ میں فرمایا فلما سئل عن

قسم سوم
وہ حضرات ہیں جنہیں ظہور نبوت سے قبل نبوی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ظہور نبوت سے پہلے ہی تصدق ابراہیمی پر انتقال کر گئے جیسے زید بن عمرو بن نفیل۔

صحیح البخاری
قسم سوم

عاد الی الاستلام لیکن لم یزلوا ثاباً بعد عودہ فالصحیح انہ معدودون فی الصحابة کا طباق المحدثین علی عد
الاشعث بن قیس نخوع مثنی وقع لہ ذلک و اخر اجہم لحداد بیہم فی التسنید اور احسان کا مسلک یہ ہے کہ
مجدد تراویح سے جملہ اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ پس صحابیت جو از قبیل شرف اہل ہے وہ بھی باطل ہو گئی۔ لیکن دوبارہ مشرف باسلام
ہوئے یہ وہ اعمال جن نقصان میں مبتلا ان سے باہر معنی نکل آتے ہیں کہ ارباب کی قضا اسکے ذمہ واجب نہیں نہ حق ثواب میں کہ تراویح سے فوت شدہ
ثواب نہیں ہوتا۔ حال ان اعمال میں اگر کوئی ایسی عبادت بھی ہو جس کا سبب اس وقت باقی ہے تو اس کے حصول کے واسطے جو تہذیب
ہوگی۔ سابق تہذیب کا عدم ہوگی۔ جیسے نماز ظہر ادا کر کے مرتد ہو گیا اور پھر تہذیب کی نظر باقی تھا کہ پھر اسلام لے آیا تو واجب ہے کہ دوبارہ ظہر کی
نماز ادا کرے۔ اس ضمنی مسلک کے پیش نظر ہر صورت گورہ میں تراویح سے صحابیت نازل ہو کر پھر تہذیب باسلام واپس آئی مگر بدولت ثواب
اور یہ حضرات پر ہمانی کا اطلاق صحیح ہے۔ لیکن پہلی صورت میں جو صحابیت ظاہر نہیں سنے کہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
کی نبوی حیات حصول صحابیت کے لئے سبب تھی اور تہذیب باسلام کے بعد انکی حیات پانے کے باوجود جب شرف ملاقات حاصل نہ ہوا۔ تو
جبرئیل فوت ہو گئی جو اس وقت حصول صحابیت کے لئے ضروری تھی پس پہلی صورت میں صحابی کا اطلاق درست ہوگا۔ درمختار کے
ماشیہ راد المختار جلد اول ص ۱۱۱ میں صحابی کی مذکورہ تعریف کے بعد فرمایا ہذا اظہر علی مذہب الشافعی من ان المراد
لا یحیط عملہ ما لم یمیت علی المردۃ اما عندنا فیہم المردۃ بحیث العمل والصحیۃ من شرف الاعمال
لکنہم قالوا لہ بالاسلام تعود اعمالہ مجرۃ عن الثواب ولذا لا یجب علیہ قضاؤها سموی
عبادۃ بقی سببہا کالجہد وکصلوۃ صلاھا فاسر قد فاسلم فی وقتھا وعلی ہذا فقد یقال تعوی
صحبتہ مجرۃ عن الثواب وقد یقال ان اسلم فی حیاتہ التی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تعوی
صحبتہ ما لم یلقہ لبقاء سببہا فتا صل اہم پہلی صورت کی مثال عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پیشتر اسلام قبول کر کے ہجرت کی تھی اور کاتبہ جی کے منصب پر فائز تھے پھر مرتد ہو کر
مکہ شریف پہنچ گئے فتح مکہ میں جب ان کے قتل کا حکم صادر ہوا تو ہماگ کہ اپنے رضاعی بھائی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے
ان کی والدہ نے آپ کو دودھ پلایا تھا جنکی خلف شرم ہو کر جب کون پیدا ہو گیا تو آپ ہمراہ لیکر نبوی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے
امان کی درخواست پیش کی۔ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طویل سکوت کے بعد درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔ جب حضرت
عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس چلے گئے تو اپنے حاضرین سے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ سکوت اس واسطے کیا تھا کہ تم میں سے کوئی اٹھ کر
اس کی گردن مارے۔ ایک نصاری نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے میری جانب نگاہ سے اشارہ کیوں نہ فرماد یا تھا فرمایا کہ
کے لئے اٹھ مارنا نہیں۔ الغرض آیام فتح مکہ میں آپ بارہ شرف باسلام ہوئے۔ اباب کرم اور انشدندان قریش میں شمار
کئے جاتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب ۲۵ ہجری میں مکہ کے گورنر مقرر ہوئے اور ۲۷ ہجری میں مصر کے
قریب مقام افریقیہ آپ ہی کے ہاتھوں پر فتح ہوا۔ مقام عسقلان میں قامت گزین ہو گئے تھے۔ بارگاہ الہی میں خاک کی
لے اللہ دُنیا میں میرا آخری عمل نماز صبح ہو چکا ہے یہ دعا مقبول ہوئی ۲۵ ہجری میں صبح کی نماز ادا کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے
کے بعد سورہ والعاذیات اور دوسری رکعت میں کوئی نادر سورت پڑھی داسی جانب سلام پھیرنے کے بعد جب بائیں جانب سلام
پھیرنے لگے تو جسم خاکی سے روح پرواز کر گئی۔ وسعی صورت کی مثال اشعث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ہیں۔ یہ سترہ ہجری میں ہی قوم قبیلہ کنزہ کے ساتھ سواروں کیساتھ حاضر ہو کر شرف باسلام ہوئے تھے۔ یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

کے وصال فرمانے کے بعد مدینہ پہنچے پھر خلافت مدنی کے زمانہ ہی میں گرفتار ہو کر آئے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ہمشیرہ ام فروہ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں عراق پہنچ کر قادیسیہ مدینہ جلاوطن کیا گیا۔ ان کی جنگوں میں شرکت کی ایک جگہ انہوں نے آپ کے ساتھ شرکت کی اور آپ نے امامت کے لئے یہ کہتے ہوئے حضرت جبریل کو بڑھایا کہ مجھ سے امتداد صادر ہو چکا ہے اور آپ صادر نہیں ہوا۔ لہذا آپ امامت کے لئے اولیٰ ہیں اور خود میرا کوئی شہرہ میں مشکل گشا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال سے چالیس دن بعد تریسٹھ سال کی عمر میں فات پائی اور سید الشہداء حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور استیعاب جلد اول ص ۵۲ و ۵۳ میں تیسری صورت کی مثال مستی نہ ہو سکی۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

رَوَاكُنْ يَكْتَبُ الْكِتَابَ الْعِبْرَانِيَّ (الخ) سوال اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھا کرتے تھے اور دوسری روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انجیل شریف کو عربی زبان میں ترجمہ کر کے لکھتے تھے چنانچہ اسی حدیث میں یونس اور معمر کی روایت باین لفظ ہے وَيَكْتَبُ مِنْ الْاِنْجِيلِ بِالْعَرَبِيَّةِ اور مسلم شریف میں ہے: فَكَانَ يَكْتَبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ پس بتایا جائے کہ کونسی بات صحیح ہے جواب انجیل شریف سریانی زبان میں تھی اور حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تینوں زبانوں میں عربی زبانوں کی کتابت جانتے تھے کبھی انجیل شریف کو عبرانی زبان میں لکھتے اور کبھی عربی زبان میں لکھتے تھے دونوں باتیں صحیح ہیں۔ یہ کلام راویوں کا ہے کسی نے عبرانی کتابت کو ذکر کیا اور کسی نے عربی کتابت کو۔ اور قرآن کریم کی طرح چونکہ دوسری آسمانی کتابوں کا حفظ آسان نہ تھا اس لئے حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی توصیف میں انجیل شریف کی کتابت پر اختصار کیا (نہیں) قالی جلد اول ص ۵۲

رَفَقَالَتْ لَهُ خَدِيجَةُ (الخ) ام المومنین نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ورقہ کا ہر روز زادہ قرار دیا اس لئے کہ باعتراف سلسلہ نسب آپ کے والد ماجد اور حضرت ورقہ ایک مرتبہ میں پڑتے ہیں کیونکہ دونوں کے اثبات الہی میں حقیقی بھائی تھے۔ آپ کے والد ماجد کے اثبات عبد مناف ہیں اور حضرت ورقہ کے عبد العزیٰ اور یہ دونوں قصی کے بیٹے تھے۔ **عَبْدُ اللَّهِ** بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔ ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی راویوں کہا جائے کہ یہ انسانی کی وجہ سے حضرت ورقہ کو بھائی نام قرار دیا کیونکہ ہر روز زادہ سے تعبیر کیا ہے اس لئے کہ عرب اپنی گفتگو میں بڑے کو اقربا نامہ کے ساتھ خطاب کیا کرتے ہیں۔ اور یہ چیز عرب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عرب میں بھی یہ عادیہ رہنے ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں باپ سے بڑے کو تانا اور چھوٹے کو چچا کہا کرتے ہیں۔ حدیث زہر بخت کے الفاظ مذکورہ بین الہلالین سے بیشتر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام میں فالخبیرۃ بالذی ر اعی محمدون ہے جس پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے۔ اس لئے کہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ارشاد پر حضرت ورقہ نے آپ سے یہ نہیں کہا: **قُلْ يَا اَبْنَ اَخِي** بلکہ باین الفاظ استفسار کیا: **يَا اَبْنَ اَخِي مَاذَا اتَرَى** یہ استفسار بتاتا ہے کہ اس سے پہلے حضرت ورقہ کو آپ کی رویت کے متعلق اطلاع دی جا چکی ہے چہرے تو انہوں نے استفسار کو رویت کے ساتھ مخصوص کیا اور ابو نعیم نے بسند میں دلائل النبوة میں اس حدیث کی تصریح بھی کی ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ ہیں۔ فانت بہ ورقہ ابن عمہا فالخبیرۃ بالذی ر اعی۔ **سَمَوَالِ** ناموس اور جاسوس میں کیا فرق ہے جو اب بعض راویان لغت نے فرمایا کہ ان میں نسبت برابر ہے۔ سنوخبیر پر مطلع کرنے والے کو جاسوس کہتے ہیں لیکن جہور نے نسبت عموم و خصوص مطلق

سَمَوَالِ ناموس اور جاسوس کا فرق ہے

دو جلدیں

اختیار کی کہ ناموس سر مطلع کرنے دے کہتے ہیں سر خیر ہو یا سر شری مسلک صحیح ہے کما فی فتح الباری اور خود امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بخاری جلد اول کتاب الانبیاء صفحہ ۲۸۰ میں باین الفاظ تفسیر فرمائی جو ناموس کے علوم کی جانب ناظم سے التنا موس صاحب السوالذی یطلعه بہما لیسترا عن غیرہ . بعد اظہر بطلان ما قال فی ذیل الباری صفحہ ۳۲۱ فی تفسیر التنا موس راہی مبلغ الخیر وهو صدق الجا سوس لان هذا التفسیر لا ینطبق کا علی قول الجہود وکذا علی قول البعض اما علی قول الجہود وفظاھر لان النسبة بین التنا موس والجا موس عندہم العموم والخصوص مطلقا وھذا صرح بالتباين واما علی قول البعض فلان کل مبلغ الخیر لیس تا موسنا عندہ کما انہ لا یسمی کل مبلغ التریجا سوسا بل مبلغ السوا الخیر تا موس و مبلغ السوا الشر جا سوس وھذا اطلق فی موصوف الخیر فوقع فی حضرتہ الضیر فتا صل بہ کہ کیف یہاں پر اس سے مراد جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہیں۔ سوال عیسیٰ علیہ السلام علیہ آتہ وسلم سے بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام جس کی علیہ السلام قریب ہیں اور جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پھر حضرت ورقہ نے تا موس موسیٰ کیوں کہا تا موس عیسیٰ کیوں نہیں کہا جیسا کہ تا موس موسیٰ کہتے ہیں یہاں پر دو نکتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے جو تا موس عیسیٰ کہتے ہیں محال نہیں ہو سکتے ایسا واسطے تا موس عیسیٰ نہیں کہا تا موس موسیٰ کہا اور یہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب تو بیت شریف کی طرح آپ کی کتاب بھی احکام پر مشتمل ہوگی بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کہ آپ کی کتاب تشریف لکھا نہیں ہے تو صرف نصح اور امثال ہیں (۲۷) یہ کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون اور اسکے ساتھی ہلاک ہوئے تھے اسی طرح آپ کے مقابلہ میں اسامت کا فرعون بنی ابو جہل اور اسکے ساتھی ہلاک ہوں گے چنانچہ جنگ بدر پر ابو جہل مع اپنے ساتھیوں کے مارا گیا بخلاف عیسیٰ علیہ السلام کہ آپ اور آپ کی امت کے درمیان ایسا مقابلہ پیش نہیں آیا۔ سوال ان ہر دو نکتوں کا اعتبار اس وقت درست تھا جبکہ کسی روایت میں تا موس عیسیٰ طرد نہ ہوتا حالانکہ اسی واقعہ میں زید بن بکارت نے بطریق عبد اللہ بن معاذ حضرت زہری سے تا موس عیسیٰ روایت کیا ہے جو جواب صحیح روایت یہی ہے جس میں حرف تا موس موسیٰ وارد ہے اور پیش کردہ روایت بایں درجہ قابل اعتبار نہیں کہ اسکے راوی عبد اللہ بن معاذ ضعیف ہیں۔ ہاں ابو نعیم نے کلائل النبوة میں ایک روایت بسند حسن ذکر کی ہے ایں تا موس عیسیٰ مذکور ہے لیکن یہ ظاہر واقعہ زید بن بکارت سے متعلق نہیں بل اس واقعہ سے پیشتر جب ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ورقہ کے پاس تھا تشریف فرما ہو کر غاسر حرا کا واقعہ خود بیان کیا تو اس وقت حضرت ورقہ نے تا موس عیسیٰ کہا تھا لہذا اس لئے وہ اس وقت نصرانی تھے پھر جب محبوب خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ آتہ وسلم کو اپنے ہمراہ لیکر تشریف فرما ہوئے تو اس وقت واقعہ براہ راست نبوی زبان سے سنا تو تا موس موسیٰ کہا یا ان دو نکتوں کے پیش نظر جن کو ہم نے ابھی بیان کیا ہے۔ البتہ ایک روایت میں جو واقعہ زید بن بکارت ہی سے متعلق ہے دونوں لفظ وارد تھے ہیں جبکہ سیوط حلبی جلد اول صفحہ ۲۷۲ میں بایں لفظ نقل کیا ہے وذا نک علی مثل تا موس موسیٰ و عیسیٰ اب بھی دونوں حضرات کے ذکر کی مناسبت میں وہی مذکورہ بالا لکھے بیان کئے جائیں گے مگر قریب تفسیر کے ساتھ اردو یہ کہ موسیٰ ذکر کے نکتوں میں کسی کا تقابل ملحوظ نہ ہوگا اور یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہر دو حضرات کے ذکر سے اس طرف اشارہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح صفت جلال اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح صفت جمال آپ کے عطا کیے گئے چنانچہ ایسا ہی ہوا ذات گرامی صفات سے دونوں مقبول نظر ہوتا مگر صفت جمال غالب تھی۔ غرض وہ خندق میں مشرکین نے جنگ مسلسل جاری رکھی

الواد الخال افانہ حسین التذاکر شیخی فی الدرر لفاضل الربانی الطیب الحاذق مولانا الشیخ
 غلام یزدانی صدظلہ النورانی شیخ الحدیث فی المدرسۃ المسماة بمظہر اسلام الواقعة فی مسجد
 بی بی جی فی بلدۃ بریلی۔ **سوال** ہر دو جواب کے جب ثابت ہوا کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات دعوت پر متقدم
 تھی تو اوجہ بیعت زبر بخت اور سیرۃ ابن اسحاق کی اس روایت میں تعارض ہو گیا جس سے آفتاب نیم رون کی طرح ظاہر ہوتا ہے
 کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زمانہ دعوت پایا ہے اور اس وقت تک حیات ہے جس جیکہ کفار حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 کو مشرت باسلام ہونے کی بنا پر ایذا پہنچاتے تھے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعوت کے بعد اسلام لئے ہیں۔ اس میں
 کوئی اختلاف نہیں۔ اس روایت کے ہم مضمون ایک ایسے روایت ہے جس کو ہم حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی بحث
 کے اخیر میں ذکر کر چکے ہیں۔ اور حسب تعریح علامہ ابن حجر عسقلانی اس کی سند خید ہے۔ وہ بھی حدیث زبر بخت سے معارض ہو گئی
 جو اب ان روایات میں تطبیق دینے کے دو طریقے ہیں اول یہ کہ حدیث زبر بخت کے جملہ مذکورہ میں واؤ برائے ترتیب نہ جملے
 حال بلکہ مطلق جمع کے لئے ہے جو واؤ کے اصل معنی ہیں اور جملہ مذکورہ میں کچھ الفاظ متقدم ہیں جن کی تقدیر یہ ہوگی **ثقلہ** بکثرت
 ورقہ ان توفی ای قبل ان یشہدہ الاسلام دیوم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا لبحرہا۔ و فتر
 الوجودی یعنی مقصود راوی یہ ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد آئیے پیشتر حضرت ورقہ انتقال کر گئے اور وہی کا نام موقوف
 ہو گیا۔ اور ظاہر ہے کہ اسلام کی شہرت اور حکم جہاد دعوت کے بہت بعد ہوا ہے پس اس تقدیر کی بنا پر الفاظ مذکورہ کے مفہوم میں
 عموم پیدا ہو گیا کہ حکم جہاد اور شہرت اسلام سے پہلے انتقال کرنا وفات قبل دعوت اور وفات بعد دعوت دونوں کو شامل ہے
 نظر بلال الفاظ مذکورہ کا مفہوم عام ہوا انسان روایات کا خالص اور عام و خاص میں تعارض نہیں ہوتا لیکن امام واقری قدس
 سرہ کے بیان کردہ واقعہ وفات سے تعارض باقی رہا جو جواب دوم سے اٹھ جاتا ہے اسلئے ہلکے نزدیک جواب دوم احسن ہے
 دوم یہ کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس واقعہ کے حالات چونکہ ادوی کو معلوم نہ ہو سکے اور کہیں پران کا ذکر نہ پایا
 تو یہ سمجھ کر اس واقعہ کے بعد بہت جلد ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ لہذا اپنے علم کے اعتبار سے وفات قبل دعوت کا ذکر دیا۔ **ان آیات**
 میں ہونے کو ہوا کہ حیات دعوت کے بعد تک ہی وہ واقعہ کے اعتبار سے ہے۔ لہذا دونوں میں تعارض نہیں ہوا۔ علاوہ ابن حجر
 عسقلانی قدس سرہ النورانی نے طریق اول اصحابہ فی معرفۃ الصحابہ میں ذکر فرمایا اور طبرسی نے دوم
فتح الباری شرح صحیح البخاری میں ان دونوں طریقوں میں فرق ہے وہ یہ کہ اول اس پر مبنی ہے کہ حدیث زبر بخت مذکورہ
 الفاظ سے وفات قبل دعوت کا مفہوم ہونا مسلم نہیں اور دوم اسکے تسلیم پر مبنی ہے۔ پھر کہیں دونوں طریقے نہ قبیل جواب بالجمع
 ہیں۔ از قبیل جواب بالترجیح نہیں۔ علامہ ابو الدین ابو محمد محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
 عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں جواب بالترجیح نقل فرمایا اور وہ یہ کہ سیرۃ ابن اسحاق کی روایت
 حدیث زبر بخت کے معارض نہیں ہو سکتی اسلئے کہ حدیث زبر بخت بخاری کی مدایت ہے اور بخاری کی روایت کو دوسری روایت
 بہ ترجیح ہوتی ہے لہذا حدیث زبر بخت راجح ہوئی اور وہ مرجوح اور راجح و مرجوح کے درمیان معارضہ ممکن نہیں کیونکہ معارضہ کے
 واسطے مساوات شرط ہے اور مرجوح راجح کے مساوی نہیں ہوتا۔ پس یہی بات راجح رہی کہ حضرت ورقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 دعوت سے پیشتر انتقال کر گئے تھے۔ لیکن یہ جواب تحقیق اصناف کے خلاف ہے کیونکہ اس کا دار مدار ایک مقدمہ ہے وہ یہ کہ
 ”روایات بخاری کو دوسری روایات پر ترجیح ہوتی ہے“ اور علمائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس مقدمہ کا ابطال

کے لئے قرار دیا بھی صحیح نہیں آؤگا اس لئے کہ محمد بن کرام بخوبی سند کی اسطے بالعموم واوکیساتھ کلثہ (ح) تحریر فرمایا کرتے ہیں۔ جو یہاں موجود نہیں۔ بجز واو پر اکتفا نہیں کرتے۔ ثانیاً اسلئے کہ بر تقدیر تسلیم یہ مقام بخوبی سند کا عمل ہی نہیں کیونکہ حدیث واحد کی جب دو یا دو سے زیادہ سندیں ہوں تو اس وقت بخوبی کی جانب توجیج ہوا کرتی ہے۔ اور یہاں پر دو سندیں حدیث واحد کی نہیں بلکہ دو حدیثوں کی دو سندیں ہیں پھر بخوبی کا کیا عمل ہا عمدة القاسری جلد اول صفحہ ۸۸ میں ہے۔ وعناد نعم انه ان کان الحدیث اسناد ان او اکثر کتبوا عندا لا انتقال من اسناد الی اسناد ذلک مسعوی (ح) ای حرف الخا واھ ویدمان عن فاطمہ بطلان ما فی فیض القاسری صفحہ ۳۲ من قولہ فھذا بخوبی لا تقبلق

(ابو سلمہ) بفتح حروف ثلثہ۔ ان کا نام اسمعیل ہے یا "عبداللہ علامہ ابن عبداللہ نے فرمایا علماء و نسب کے نزدیک صحیح یہی ہے یا گنت ہی نام ہے۔ طویل القدر صحابی عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولیہ محترمہ ثمنا صغر بنت اصبح کلبیہ کے لطن سے اکلوتے ہیں جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سعید بن عاص کو مزینہ متورہ کا حالی مقرر کیا تو اس نے آپ کو عمدہ تضایر مامور کیا تھا۔ تابعی ہیں بہتر سال کی عمر میں بمقام مدینہ متورہ ۵۴ھ ولید کے زمانہ حکومت میں وفات پائی۔

رجا بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سچے صحابہ کرام سے ہیں جنہوں نے اہادیث کو بکثرت نقل فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ سے ایک ہزار پانچ سو چالیس حدیث کتابوں میں مروی ہیں۔ انہیں سے دو سو دس حدیث کو امام مسلم اور امام بخاری نے تخریج کیا ہے جس سے اٹھاون ترقی علیہ میں درج ہیں کو صرف امام بخاری نے او ایک سو چھپیس کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ جب جنگ احد میں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے تو سعید بن عاص نے آپ کو خورہ منایا تھا کہ فرستے ان کی نفس پر اپنے بازوں سے سایہ کرتے ہے یہاں تک کہ اسکو اٹھایا گیا۔ مدینہ شریف میں سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ آکر مدینہ میں درج ہوئے۔ فرمایا ہے تھے کہ تاجروں کا ایک ٹھکانہ اور حسب دستور اعلان کے لئے طبل بجا گیا۔ زمانہ جنگی اور لڑائی کا تھا۔ لوگ بائیں خیال خطبہ سے اٹھ کر اس کی طرف چلے گئے کہ یہ کر نیسے اجناس ختم نہ ہو جائیں وہ ہم نہ پاسکیں اس وقت سعید شریف میں عرف بارہ آدمی گئے ان میں ایک آپ بھی تھے اسی واقعہ پر آیت نازل ہوئی تھی۔ وَاِذَا اسْرُؤُا وُجِہُکُمْ اِلَیْہِمْ اَوَّلُہُمْ اَلْاَبْصَارُ اَلْیَہِمْ وَ تَرْجِعُ کُلُّ وُجْہٍ لِّہَا۔ آپ کو دست کہہ پہنچا دیا جائے موتی پیش کیا یا بسکو عارف ہا اللہ علامہ عبدالرحمن جامی قدس سرہ السامی نے شواہد النبوة صفحہ ۸۳ و ۸۴ میں مفصل ذکر فرمایا ادریح محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی نے مدارج النبوة شریف میں سکھ پر فرمایا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کی عادت کریمہ تھی کہ جب کوئی جاں نثار دعوت کرنا قبول فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ میں مدینہ کو فرمایا اذلا مدینہ کے جب وہ دن آیا تو آپ شریف ہوئے۔ میں نے آپ کو مکان کے اندر فرود کرنے کے آپ کے واسطے کبریٰ کا ایک بچہ ذبح کیا تاکہ بھون کر خدمت قدس میں پیش کیا جائے۔ میرے دل لگے تھے۔ بڑے نے چھوٹے سے کہا کہ آؤ تمہیں کھاؤں۔ ہمارے والد نے بکری کے بچے کو کس طرح ذبح کیا ہے چھوٹے بھائی کو بانہ کلوز کھڑا لالہ۔ ماں دیکھ کر دوڑی بڑا بھائی بھاگ کر جھپٹ پر پہنچا اور اس خوف سے کٹاں بچھے اور یہی ہے حقیقت سے کو ذکر ہلاک ہو گیا۔ ماں نے اس جاں گوارا حادثہ پر بائیں خیال گردیدے کہا نہیں کی کہ مکان میں حضور صوفی فرزند میں مشکوٰۃ ببارک کو صدمہ پہنچے گا اور نہایت مدبر مسکن کیساتھ دونوں بیٹوں کو گھر میں لجا کر ایک گوشہ میں لٹا کر اوپر کبیل دھکتے یا ادرکی کو غیرت کی یہاں تک کہ حضرت جابر کو بھی اس حادثہ سے بچر رکھا۔ اذنا نہ روٹی کیساتھ گشت بھون کر حضرت جابر کو دیا کہ نبوی خدمت میں پیش کریں۔ گوشت جب پیش کیا گیا حضرت جبریل حاضر تھے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جابر کو حکم دیجئے کہ دونوں لڑکوں کو

حدیث جابر کے کتبوں کا نسخہ ہونا

حاضر کریں تاکہ وہ بھی آپ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ آپ نے حکم فرمایا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کے پاس جا کر بچوں کو دریافت کیا انہوں نے کہا کہ نبوی خدمت میں عرض کر دیجئے کہ دو دنوں غائب ہیں چنانچہ آپ اس جواب پر حضور نے فرمایا کہ فرمان خداوندی ہے انکو جلد حاضر کرو۔ حضرت جابر نے پھر ایک کے پاس آپ کو فرمایا کہ فرمان خداوندی سے انکو مطلع کیا۔ یہ سن کر وہ رونے لگے اور حضرت جابر کو ہمراہ لیا اور دونوں بچوں کو دکھا یا حضرت جابر کو دکھا کر بدیدہ ہو گئے اور ان دونوں نے نبوی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر گہرے اور آدھ جگہ سے گھبراتے گئے کہ میں گیا۔ حضرت جبریل نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آپ تو سچل ہیں، ان بچوں کے پاس جائیے۔ آپ دعا کریں ہم زندہ کر دینگے چنانچہ آپ نے دعا مانگی۔

مولیٰ تعالیٰ نے فوراً دونوں کو زندہ فرمایا۔ بمقام مدینہ منورہ چورانوے سال کی عمر میں اس تہتر یا چونتہتر یا اٹھتر یا اناسی ہجری میں انتقال فرمایا۔ ابان بن عثمان مدینہ منورہ کے گورنر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جابر بن عبد اللہ نام کے صحابہ کرام میں دو صاحب اولاد ہیں (۱) جابر بن عبد اللہ (۲) جابر بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عمرو ہر اولاد میں جابر نام کے صحابہ کرام میں تیس نفوس قدسیاں در ہیں۔

(وہو یحدث عن فترة الوحي) واو حالہ اور یہ جملہ قال کی ضمیر مرفوعہ سے حال ہے۔ کتاب التفسیر میں یہی واقعہ پڑا ہے بیت یحییٰ بن ابی حشیر اور یہ ہے مگر اس روایت میں عن فترة الوحي اور الملك الذي جاءني بجملہ دونوں لفظ نہیں جو اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ غار حراء کے واقعہ سے متاخر ہے چونکہ یحییٰ بن ابی حشیر کی تواتر ان الفاظ سے خالی تھی اسلئے بعض حضرات نے یہ جزم فرمایا کہ سورۃ یا ایہا المدثر کی مذکورہ آیات نزول میں اول جہی تھیں کے خلاف ہے مگر ابن شہاب کی روایت زیر بحث اس اشکال کو دور کر دیتی ہے کیونکہ روایت ہذا سے پہلے لفظ کے پیش نظر ثابت ہوتا ہے کہ یا ایہا المدثر کی مذکورہ آیات نزول میں اول نہیں کہ ان سے پیشتر یہی وحی آچکی ہے اور وہ وحی غار حراء میں آئی تھی اس پر دو سرفظ دلالت کرتی ہے۔ اور حدیث سابقہ سے معلوم ہو چکا کہ غار حراء میں سورۃ اقرآ کی آیات وحی کی گئی تھیں۔ پس ثابت ہوا کہ سورۃ یا ایہا المدثر کی آیات مذکورہ نزول میں اول نہیں ان پر سورہ اقرآ کی آیات کو تقدم حاصل ہے اور وہ سرفظ سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس وقت فرشتہ گرسی پر ملکی شکل میں تھا بلکہ اسی انسانی شکل کی ساتھ متشکل نظر آیا جس کی شکل غار حراء میں حاضر ہوا تھا اسی واسطے آپ نے پہچان کر فرمایا کہ وہی فرشتہ گرسی پر بیٹھتا ہے جسکو غار حراء میں میرے پاس حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور یہ بات پہلے ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت جبریل من علیہ الصلوٰۃ والسلام غار حراء میں حاضر کے وقت انسانی شکل کے ساتھ متشکل تھے۔

سورہ یا ایہا المدثر کی روایت میں ابن شہاب سے

(بیتنا انا امشی) دراصل بیتن ظن مکان ہے لیکن جب ما اور الف لاحق ہوتے ہیں تو ظنیت زمانہ اور جملہ اسمیہ کی طرف اضافت کثرت اور جملہ فعلیہ کی طرف بقلت اسکو لازم ہو جاتی ہے اور اس وقت "جواب" کی جانب متعلق ہوتا ہے جسکی تصدیق کلمہ مفاجاۃ "ان" اور اذان کے ساتھ افصح ہوتی ہے بریں تقدیر معنی مفاجاۃ اس میں عامل ہوتے ہیں نہ جواب۔ اور بعض کے نزدیک بیتن بصورت لحوق معنی شرط کو متضمن ہوتا ہے اسلئے جواب کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس تقدیر پر برائے مسلک متفقین اس میں عامل شرط ہوگی جو مضاف الیہ ہے اور برزائے مذہب اکثرین جواب ہوگا جیسے دیگر ظروف زمانہ جو معنی شرط کو متضمن ہوتے ہیں بلکہ ان میں متفقین اور اکثرین نے یہی اختیار کیا ہے۔ اور جو وقت "ما" اور الف لاحق نہیں ہوتے تو "بیتن" متعلق ہوا داخل ہوتا ہے اور اگر مرفوعہ داخل ہو تو تکرار واجب ہوگی جیسے ہذا لفران بیتنی و بیتنیٰ لیکن یاد ہے کہ نحوی ترکیب میں بیتن تکلفی زمانہ قرار لیا گیا۔ اور آیت مذکورہ کی ترکیب یوں ہوگی "ہا" حرف تنبیہ "ان" اسم شامہ یعنی برسکون مرفوعہ ملاحظہ

در وقت

استعمال براس کی ہیئت کرائی بھی اس وجہ سے بندہ ہے کہ اس کے ساتھ نہ فرمادی گئی (۳) یہ کہ تم غلاموں کو واسطے تعظیم نہ کرو سوائے حق تعالیٰ
ایسے محبوب کی کمال عظمت ظاہر کرنے کے بیش نظر ان کے نام پاک کیساتھ نہ انہیں فرمایا بلکہ ان کے اوصاف اور عطا فرمودہ القاب کے ساتھ
نہ فرمایا کرتا ہے جیسے یا اھتھا النبئیؐ، یا اھتھا الرسولؐ، طہا، یکسین قرآن کریم شہد ہے کہ نہ لاکھ بار نہ لاکھ بار کے ساتھ مخصوص
ہے دیگر نبیا، کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ان کے اسم کیساتھ نہ فرمائی گئی جیسے یا آدمؑ، یا ابراہیمؑ، یا موسیٰؑ یا داؤدؑ
یا عیسیٰؑ شعر: یا آدمؑ مست یا پدر انبیاءؑ خطاب: یا اھتھا النبئیؑ خطاب محمدؐ مست۔ لہذا تم بھی جب کبھی حاجت الی
کے لئے یا مشککل کشائی کے واسطے نہ کرو تو یا محمدؐ اور یا ابا القاسمؑ کہہ کر نہ لاکھ بار نہ لاکھ بار کہئے۔ یہ جائز نہیں بلکہ ادب
تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آواز نرم کر کے متواضعانہ اور نیکسرانہ لہجے میں یوں عرض کرنا یا نبی اللہؐ، یا رسول اللہؐ، یا
حبیب اللہؐ، یا قاسمؑ، یا رسول اللہؐ، یا نبی اللہؐ، یا واقع البلا یا، یا شافع الخط یا وغیرہ
القاب کے ساتھ جو ہماری بارگاہ سے عطا ہوئے ہیں اور کسی ایسے لفظ سے نہ لاکھ بار نہ لاکھ بار کہئے کہ یہ ادب بارگاہ نبوت کے خلاف ہے
اسی واسطے صحابہ کرام کے ادب کی یہ عالم تھا کہ ماں باپ کو قربان کرنے کے بعد یوں نہ لاکھ کہتے تھے۔ یا نبی انا انت و اہی و یا
رسول اللہؐ: میرے ماں باپ پر قربان ہوں نے اللہ کے رسول تعظیم و جلال الیٰں میں نہ لاکھ کہتا تھا۔ یا رسول اللہؐ
الرسولؑ بیچکھ کہ عاء بعضکم بعضاً فرمایا یا ان تقولوا یا محمدؐ بل قولوا یا نبی اللہؐ یا رسول اللہؐ
فی لین و تواضع و خفض صوت اور اسکے حاشیہ صاوی میں یہی آیت کے تحت فرمایا ای نداۃ بمعنى کلا
تنادوا باسمہ تقولوا یا محمدؑ ولا بکیتہ تقولوا یا ابا القاسمؑ بل تان ولا و خا طہوۃ بالتعظیم
والتکریم و التوقیر یا ان تقولوا یا رسول اللہؐ یا نبی اللہؐ یا امام المرسلین یا رسول رب العالمین
یا خاتم النبیین وغیری ذلک واستفید من الآیۃ انہ لا یجوز نداء النبئی بغیر ما فیض
المتعظیم کلا فی حیاتہ ولا بعد وفاتہ۔ ترجمہ: علامہ صاوی فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہؐ (صلی اللہ
علیہ وسلم) کو ان کا نام لے کر نہ لاکھ بار نہ لاکھ بار کہو یا محمدؐ اور نہ ان کی کنیت کیساتھ نہ لاکھ بار نہ لاکھ بار اس طرح حکم کرو یا ابا القاسم
بلکہ تعظیم و توقیر کے ساتھ یوں نہ لاکھ بار نہ لاکھ بار رسول اللہؐ، یا نبی اللہؐ، یا امام المرسلین، یا
رسولوں کے شیوا یا رسول رب العالمین، یا خاتم النبیین، یا نبی وغیرہ اور اس آیت سے
یہ قائمہ حاصل ہوا کہ نبی کو ایسے الفاظ سے نہ لاکھ بار نہ لاکھ بار کہئے جن سے تعظیم مفہوم نہ ہوتی ہو تو یہی حیات میں نہ وصال کے بعد نفسیہ
روح البیان شریف میں یہ آیت مذکورہ فرمایا۔ قال ابو اللیث فی تفسیرہ و فی الآیۃ بیان توقیر معلم الخیر
لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان معلم الخیر فاصرا اللہ بتوقیرہ و تعظیمہ و فیہ معرفۃ
حق الاستان و فیہ معرفۃ اهل الفضل، ترجمہ۔ اماہ ابو اللیث قدس سرہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ
اس آیت میں تعظیم خیر فیہ و الذلکی تعظیم کا بیان ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر کی تعلیم دیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے
(بروقت مذ) ان کی تعظیم و توقیر کا حکم دیا لہذا تعظیم خیر فیہ و الذلکی کو ایسے الفاظ سے نہ لاکھ جائے جو تعظیم پر دلالت کرتے ہوں اور اس میں استاد کی
حق شناسی اور اہل فضل کی پہچان ہے قال فی حقائق البقلی احترام الرسول من احترام اللہ و معرفتہ من
معرفۃ اللہ و الاذنب فی متابعتہ من الاذنب مع اللہ۔ ترجمہ کتاب مستطاب حقائق بقلی میں فرمایا کہ
رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا احترام از قبیل احترام الہی ہے اور اس کی معرفت از قبیل معرفت الہی اور ان کی متابعت میں

یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا خاتم النبیین یا محمد یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا امام المرسلین یا رسول رب العالمین یا خاتم النبیین وغیری ذلک

ادب اختیار کرنا از قبیل ادب الہی ہے و فی التاویلات النجمیۃ بشیر الی تعظیم المشائخ فان الشیخ فی قومہ کالنبی
فی امتہ ای عضو واحد من الشیوخ فی الخطاب واحضوا فی خد متعظم الالاب وعلقوا عتھم علی
صراحتاً العیبة والتوقیراھ ترجمہ اور کتاب کتاب التاویلات النجمیۃ میں ہے کہ اس بیت میں پران طریقت کی
تعظیم کرنے کی طرف اشارہ ہے اس لئے کہ پر اپنے مریدین میں ایسے ہی ہونے چاہئے جیسے نبی اپنی امت میں مگر نبی کی طرح پران طریقت بھی اپنے
اپنے مریدین کی کشتی کے ناخدا ہوتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ نبی کی طرح خطاب میں پران طریقت کی بھی تعظیم کرو گے مگر جن الفاظ سے خطاب
کیا جائے وہ محبت و تعظیم میں ڈھبے ہوئے ہوں۔ ان کی خدمت میں صاحب لمخوذ رکھو اور ان کی فرماں برداری خود اور توفیقی کے ساتھ کیا کرو
مگر ان کی جناب میں دینی بے ادبی خالی از خطر نہیں۔ روز مرہ کا مشاہدہ ہے کہ پران طریقت اور زندگان خاص کے حق میں حرماں نصیب طرح
طرح سے بے ادبی کرتے دیکھتے ہیں چونکہ نبی تعالیٰ نے انہیں تمسک کا پہاڑ بنا دیا ہے اس لئے بے ادبی کی جانب میلالتفات نہیں فرماتے۔
مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بے ادبی انسان کو لے ڈوبتی ہے۔ سلوک کے اعلیٰ مقامات سے گریز کرنا آئندہ کے لئے باب کشود ایسا ہے
کہ دینی ہے کہ دنیوی ہے زمین پر کوئی کھولنے والا دستیاب نہیں جو تادری مردود ہو کر رہ جاتا ہے۔ لطائف اشرفی جلد اول
صفحہ ۱۳۰ میں ہے کہ محبوب بوند الی محمد دم سید اشرف جہا نکبوسمہ انی خدس سیر الہی باقی جزو فیض
پاک کچھوچھو مقدر ضلع فینس آباد میں ہے۔ آپ کے ایک مرید میر علی نامی تھے جنکو سلوک میں بڑا اشتغال تھا اگرچہ مقام نور کا خواہ
تک نہ پہنچے تھے مگر بھی عالی مقامات اور بزرگواران پر عبور ہو چکا تھا ایک مرتبان سکوئی کے ادبی صادر ہو گئی جنکو کسی شخص نے خود
کے گوش گزار کر دیا فرمایا کہ اس فائدہ کو ہم سے بیڑی مرید سے اسکو یہاں سے باہر کر دو۔ میر علی کو جب اس نمانا صلی کی اطلاع ہوئی۔
تو بعض خدام کے ذریعہ حصول معافی کیواسطے بے انتہا کوشش ہوئی لیکن کامیاب ہو سکے۔ بالآخر وہاں سے سفر کر کے محمد دم صیبر
سید علی قدس سرہ کی خدمت میں ہواں پہنچے اور اپنے حالات عرض کئے حیدر قدس سرہ نے فرمایا کہ میں دروازہ کو فرزند
سید اشرف جہا نکبوسمہ بند کر دیا ہے میں سکو نہیں کھول سکتا اسکے بعد در بدر سے ملگرمیں میر کا میانی نصیب ہوئی۔ نوبت آیا
رسید کہ دروازہ گزار مر اہل طے کر کے اور تکالیف شاہ برداشت کئے شیخ نجم الدین اصغر ہانی قدس سرہ کی خدمت میں
مگر معطر حاضر ہوئے اور مدت دراز تک اور خدمت انجام دیتے رہے۔ شیخ نے ان کی کشود کار کے لئے سعی بلیغ مبذول کرنے میں کوئی دقیقہ
فرنگداشت نہ کیا مگر آخر میں یہی فرمایا کہ لے نامراد جس دروازے کو بزرگ سید اشرف جہا نکبوسمہ نے سدود کر دیا ہم سے نہیں کھل سکتا
بلکہ آج کل کے زمین پر کوئی ایسا نہیں جو ان کے مقابل آکر کھڑا ہو سکے۔ ایسا تو ہے کسی امر درودوں نے زمین نیست +
کہ پہلو برزند باوی توقیر + نیاروسر برآوردن ہمت + کس ل ز زبر کند آن جہا نکبوسمہ۔ بلکہ بزرگان طریقت کی خدمت میں
بے ادبی کرنے کے باعث کبھی ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے۔ صحیحۃ الاسرار شریف میں ہے کہ شہر دمشق کے اندر مشہور ہے
علامۃ ابوسعید عبد اللہ بن ہبۃ اللہ تمیمی شافعی نے میان کیا کہ ہماری کے عالم میں کفیل علم کے لئے سفر کیا
میں بغداد پہنچا ابن السقا میہ شریک نہ تھے صالحین کی زیارت ہمارا معمول تھا اس زمانے میں بغداد کے اندر ایک صاحب
کی شہرت تھی ان کو عنود کہا جاتا تھا ان کی بیات شہور تھی کہ جب چاہتے تو لوگوں کے سامنے آجاتے اور جب چاہتے تو لوگوں سے
پوشیدہ ہو جاتے چنانچہ ایک مرتبان کی زیارت کو وسطے میں وہ ابن السقا اور شیخ عبد القادر جیلانی اور کچھ بھی عالم شایع
روان تھے۔ راستے میں ابن السقا نے کہا کہ میں نے سے ایسا سوال کروں گا جس کا جواب نہ دے سکیں اور میں نے یہ کہا کہ میں ایک سوال کروں
دیکھوں گا کہ جواب میں کیا فرماتے ہیں اور شیخ عبد القادر جیلانی نے کہا معاذ اللہ کہ میں ان سے کوئی سوال کروں بلکہ سامنے ہو کہ

تکبیر تحریر صرت اللہ اکبر کو نہیں کہتے بلکہ اس سے مراد وہ ذکر الہی ہے جس کے بعد بلا فصل نماز شروع ہو جاتی ہے تو اللہ اکبر
 اس کا ایک فرد ہوا۔ بدائع جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں ہے۔ **قَالَ الذَّكْرُ الَّذِي تَتَعَقَّبُهُ الصَّلَاةُ بِلاَ فَصْلِ هُوَ تَكْبِيرٌ**
أَيْ فَتَنَاحٍ۔ پس آیت سے بطریق مسلمہ تکبیر تحریر یعنی ذکر مذکور کی فرضیت ثابت ہوئی نہ لفظ اللہ اکبر کی۔ البتہ تکبیر تحریر کا اس
 فرد مخصوص کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی کے قائل ہیں۔ اور یہ وجہ پیش
 سے استفادہ ہوتی ہے لہذا تکبیر تحریر میں اگر اللہ اکبر نہ کہا بلکہ اللہ اکبر یا اللہ اکبر یا اللہ الرخ من وغیرہ لفظ
 کہ جسے تعظیم خداوندی پر دلالت کہتے ہیں تو فرضیت ادا ہوگی نہ مامور بہ تکبیر یعنی تعظیم تھی جو ان لفظوں سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ ہاں
 وجہ سے بری الزمرہ ہے اور وہ مخصوص لفظ سے متعلق تھا چنانچہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مسلک کی دلیل بیان کرتے ہوئے
 ہذا یہ میں فرمایا **لَهُمَا ان التکبیر هُوَ التّعظیم لَفَتْهُ وَهُوَ حَاصِلٌ بِمَرَامِ اِمَامِ قَدِسُ شَرَفُهُ** اس دلیل و حنفی
 مسلک کی وضاحت فتح القدیر میں اس طرح بیان فرمائی **قوله ان التکبیر ای المذکور ای قوله تعالیٰ وَرَبِّكَ**
فَكَبِّرْ وقوله عليه الصلوة والسلام وحریمها التکبیر معناه التّعظیم وَهُوَ ایضا المذکور فَمَا
مَرَدِي مَا لَيْكَ اَوَّلُ الْحَدِيثِ وَهُوَ الْمُرَادُ بِتَكْبِيرِ الْاَفْتِنَاحِ فكان المطلوب بلفظ النص التّعظیم وَهُوَ
 اعم من خصوص اللہ اکبر وغیرہ وَلَا اَجْمَالٌ فِيهِ وَالتَّابِتُ بِالْمَخْبَرِ لِلْفَرْقِ الْمَخْصُوصِ فَيَجِبُ
 الْعَمَلُ بِمُ حَتَّى يَكْرَهُ لِمَنْ يَحْسِنُهُ تَرْكُهُ كَمَا قُلْنَا فِي الْقِرَاءَةِ مَعَ الْقَائِمَةِ وَفِي الرَّكْعَةِ وَالتَّسْبِيحِ
 مَعَ الْمُتَعَدِّلِ كَذَا فِي الْكُفْرَانِ وَهَذَا اَيْقِيْدُ وَجُوبُهُ ظَاهِرٌ وَهُوَ مُقْتَضِي الْمَوَاطَبَةِ الَّتِي لَمْ تَقْتَرِنِ
 بِتَرْكِهَا فَيَنْبَغِي اِنْ يَعْمَلُ عَلَيَّ هَذَا اَوْ اَوْرَبَقْدَرِ مَعْنَى وَهُوَ تَقْرِيرٌ اِسْتِدْلَالِ اس طَرَحِ كِي جَائِئِي كَرَفِيْكَ صِيغَةً مَرْتَبِيْ
 اللہ اکبر لغت سے مشتق ہے تو اللہ اکبر کہنا ما مور بہ ہوا اور ما ر وہب کیلئے آتا ہے لہذا اللہ اکبر کہنا واجب قرار پایا۔
 چونکہ لغت فیکرہ کما ربک جسے نہ ہو نیکی باعث قطع ہے اور قطع کے امور بہ کو اصطلاح میں فرض کہتے ہیں۔ نظر برائے اللہ اکبر
 کہنا فرض ہوا اور اللہ اکبر کہنے کی فرضیت اجماعاً بحر تحریر میں بر نہیں تو ثابت ہوا کہ حکم تحریر کیواسطے ہے۔ ورنہ نص معطل
 ہو جائیگی پس بیان سے ثابت ہوا کہ وقت تحریر خاص لفظ اللہ اکبر کہنا فرض ہے۔ لیکن اجماع معتقد ہو چکا ہے کہ امر فیکرہ
 کے مامور بہ سے مراد تکبیر تحریر ہے تو اللہ اکبر کہنے کی طلب مراد تکبیر تحریر ہے بجا لانا ہوا جو اللہ اکبر کہنے سے عام ہے
 پس تقریر ہذا سے بھی تکبیر تحریر کی فرضیت ثابت ہوئی۔ سوال یہاں پر تکبیر کو بمعنی اللہ اکبر گفتن قرار دینا درست
 نہیں اسلئے کہ بر مبنی تکبیر کا اشتقاق جملہ اللہ اکبر سے ہوگا جس کو علمائے صرف قصور سے تعبیر کرتے ہیں اور جن مصاد
 میں قصور ہوتا ہے وہ متعدی نہیں لگتے ہیں بلکہ لازم ہوتے ہیں یہاں پر فیکرہ کا مفعول ہر سزا کا ذکر ہے بدین جاسکو تکبیر
 بمعنی اللہ اکبر گفتن سے مشتق قرار دینا درست نہیں جو اب بیشک جن مصاد میں قصور ہوتا ہے وہ لازم ہی ہوتے ہیں لیکن
 جہاں میں مصدر متعدی کے معنی کی قضیہ کر لی جائے تو متعدی ہو جاتے ہیں جیسے قلبیۃ جملہ لبتیۃ گفتن سے مشتق اور لازم ہر
 مگر معنی اجابہ کی قضیہ کر بھی متعدی ہو جاتا ہے چنانچہ اس چیز کے پیش نظر حریری نے اپنے خطبہ میں بایں معنی تلبیۃ کو اس
 قدریں متعدی استعمال کیا ہے قلبیت و عودہ تلبیۃ المطیع۔ پس یہاں پر بھی کہا جائیگا کہ تکبیر بمعنی تعظیم کو مستغن ہے
 اس واسطے مفعول یہ کا مقتضی ہو گیا۔ سوال پر وقت نزول آیت مذکورہ نماز فرض ہی نہ تھی۔ پھر تکبیر تحریر کے حکم فرضیت کی کیا
 حاجت رہی جو اب ممکن ہے کہ اس وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نماز نفل ادا فرماتے ہیں تو اس میں تکبیر تحریر کی

مثل سبجل وجعلوها من واد واحد وهو عندى خطأ للفرق الجلى بينهما لأن كبر لفظ يفيد معنى
 بنفسه بخلاف حوقل وسبجل فإنه لا معنى له في نفسه فوجب ان يجعل قصراً من الجملة بخلاف
 كبر فإنه موضوع ومفيد لمعنى بنفسه ولا ضرورة فيه الى اخذ من الجملة والوجه فيه عند
 انه ما اخذ من جزء الجملة اى من كبر في قولها الله اعبر وليس ما اخذ من الجملة كسبجل و
 ومرعقن ومليب وبالامرودية بخلاف حوقل فإنه ما اخذ من مجموع جملة لا حول ولا قوة الا
 بالله ولا بد وان التضميم الفرق بينهما فالاولى ان يفرق في التسمية ايضا ويسمى مثل سبجل تحت الكون
 منقوفاً من الجملة ويسمى مثل كبر و سبجل قصراً لكونه ما اخذ من جزءها فان سبج ما اخذ من سبحان
 في قوله سبحان الله فالحظ انما هو ممن سبج لاخذ من مجموع الجملة قصراً مع انه ينبغي ان يسمى
 بالفتح وهذا ايا لقصرت ثم اعلم انه لا بد في التفصيل من ذكر المفعول بخلاف النعت فان المفعول
 يدخل في نفس مفهومه فيسبج يحتاج اليه بخلاف سبجل فإنه صائر لا ترمي واستغنى بمفعول في
 معناه عن ذكر مفعول آخر وان قد علمت ان القصير ما يكون ما اخذ من جزء الجملة لا من
 مجموع الجملة لم يبق دليل في قوله كبر على خصوص الصيغة وصائر معناه مطلق التعظيم
 اقول فيه نظراً من وجوه امّا اولاً فلان قوله ان النحاة جعلوا كبر قصراً كقول القائل
 من عرشك كبر استعدى وزيناه اى ايا ايها الشاقي ان ركاساً فادلهما ان النحاة لا يجتهدون من التصير
 فانه عبارة عن اشتقاق اللفظ من المركب لا اختصار الحكاية وهو من مباحثها
 التصيرت حكماً لا يخفى على من الف السمع وهو شهيد وامّا ثانياً فلان قوله بخلاف وقل
 وسبجل فإنه لا معنى له في نفسه ما اذا اراد به ان اراد ان كلاماً منهما لفظ مهمل غير موضوع
 في لغة العرب معنى سوى القول بلا حول ولا قوة الا بالله وسبحان الله كما يستفاد من التقابل
 حيث قال في مقابلتهما بخلاف كبر فإنه موضوع ومفيد لمعنى بنفسه فهو خطأ ناش عن
 قصور النظر في اللغة فان اسر باب اللغة ذكروا الهاتين المادتين معاً في فحوقل كما ياتي معنى
 قال لا حول ولا قوة الا بالله كذلك ياتي بمعنى مشى فاعيا وبمعنى ض وصائر ميسناً وبمعنى
 اعتمد بيد ياعلى خصه اذا مشى ويقال للشيف الممسح حوقل وللقاسر وسرة الطويلة الضح حوقلة
 وللسماك الاضطر الطويل حا قول ولديات في نظرها من المادة الاخرى فعل بل جاءت اسماء
 جامدة يقال سبجل كقبط للضمخ من الضب والبغير ويقال جارية سبجلة اى طويلة
 جسيمة هذا في القاموس وغيره فعلى هذا اصار فرقة الجلى ختيا بل هباءً منثوراً امّا الثالث
 فلان قوله ولا ضرورة فيه الى اخذ من الجملة اى معنى على قلة الفهم فان استعمال العرب
 لفظ التعسير بمعنى القول يا لله اكبر يتما مه هو الذي وعاهم الى اعتبار اخذ من الجملة
 لا من جزئها وهذا الداعي هو الاصل في باب الاعتبار ولا يأس عليك ان تسميه بالضرورة
 بعد ما وضو الامروان كئنا تسميه بالمناسبة ولو اعتبر اخذ من جزء الجملة على نزعها

فحينئذ لو كان معناه هو القول بالله أهمل لغات هذه المناسبة وان لم يلزم فيه محذور
عقلي ولا شرعي ان هذا الاعتبار اصطلاح منك ولا مشاحة في الاصطلاح فلك ان تصطليح على
تسمية النهار بالليل والليل بالنهار فمن يمنعك وان كان معناه هو القول بالله فقط
القول باكثر فقط او غير ذلك وهذا منك وضع جديد لمعنى جديد فلم يبق الكلام معك
لان الكلام ههنا لم يكن في لغتك بل في لغة العرب ان القرآن العزيم نزل بلغتهم حينئذ
تعالى بلستان عربي مبین لا بلسان كشميري ولا ديوبندي مهين واما اس ابعا فلان
قوله كءمتر رب ومرغن ومليبت ان اراد به التأييد لاخذ كبر من جزء الجملة كما هو
الوجه عند بلغة اخرى فهو في حيز البطلان لان التأييد انما يصح ان كانت هذه الالفاظ
منحوتة من اجزاء الجمل وليست كذلك فان فجر رب ماخوذ من جرابي ومرغن من روغن
ومليبت من لباب و هذه لا تأخذ ليست اجزاء الجمل كما لا يخفى على اعيان ان لم يرد ههنا تأييد لاخذ
من جزء الجملة بل لا يرد تأييد عدم الاخذ من الجملة كما ان الالفاظ ليس كل واحد نعاما خوي من الجملة فهو
ليس قائم الما ان قاله جزء لان الاخذ من جزء الجملة وعدم الاخذ من الجملة بينهما عموم
وخصوص مطلقا فالاول خاص والثاني عام وذلك لانه كلما تحقق الاخذ من جزء الجملة
تحقق عدم الاخذ من الجملة وليس كلما تحقق عدم الاخذ من الجملة تحقق الاخذ من جزء
الجملة لان عدم الاخذ من الجملة كما يتحقق حين الاخذ من جزء الجملة كذلك يتحقق
عند عدم الاخذ من جزء الجملة والسوفيه ان السالبة لا تستلزم الموجبة وان كان
الاول خاصا والثاني عاما والمؤيد للعالم لا يجب ان يكون مؤيدا للخاص فلم يكن ذلك
القول مؤيدا لما انما جزء ما وصار من كره وحشوا بل تسويد النقرطاس واضاعة لثو
فيما لا يعنى واما ما حسا فلان قوله فالخطا انما هو ممن سمى الاخذ من مجموع الجملة
قصرا بما سبق وهو قوله فالاولى ان يفرق في التسمية وما تحقق وهو قوله مع انه
يذغى وذلك لان تسمية القبيلتين قصرا اذا كانت خطاء على ترعمه كان التفریق في
التسمية صوابا لا اولى وان كان التفریق اولى لم تكن التسمية خطاء والحق ان الخطا كل الخطا
من هذا الا من الذين سمو القبيلتين قصرا عنما تبصناك عليه بالبيان الشافي فيما مضى ولا
سوى ولا قوة الا بالله واما ساد ساء فلان قوله ثم اعلم انه لا بد في التفعيل من ذكر
المفعول بخلاف النعت ليس على ديدن التعبير لان التقابل على ترعمه بين القصر والنعت
لا بين التفعيل والنعت كما تفوه به ههنا فحق العبارة ان يقول في القصر بدل تولد في
التفعيل واما ساء ابعا فلان ما في هذا القول من الضابطة مردودة على صاحبها ان
النقل والاستعمال كلاهما يكذبانها واليهما المرجع في هذا الباب عند اولى النهى قال
في القاموس كبر تكبيرا وكبئرا اياك عسر مشدد قال الله اكبر والشئ جعله كبيرا

وسیع کمنع مثنائاً وسبع تسبیحاً قال سبحان الله وقال تعالیٰ فی سورۃ النور فسبحوه فی حاشیۃ الصاوی
 علی الجلالین ای قل سبحان الله فی کتاب السنۃ من البخاری تسبحون فی ویرکل صلوة عشر أو
 تحمدون عشراً وتصبرون عشر اھذا واما اجترع علی اختراع ہذا الضابطۃ الظاہرۃ البطلان
 لانہ اشکل علیہ ذکر المفعول بہ فی الآیۃ المذكورۃ فی العنوان ولم یتذکر ما اسلفنا من
 امر التضمین وبلأحق یجد للخلاص من الاشکال سبیلاً وھذا جزاء اساءۃ الادب ومن لم
 یتأدب فی حضرة الاسلاف فقد ضلّ ضلالاً بعيداً۔ واما ثانیاً فلان قولہ "وان قد علمت
 تصور فوق القصور وزیارۃ نعمۃ فی الطنبور ان یتظہر منہ ظہور الاخفاء فیہ اصلاً ان
 التعبیر بحین القصر المزعم یتصیر معنایاً التقطیم والتقطیم کان معنی لغویاً للتعبیر بدین
 القصر کما عرفت سابقاً فلم یتکم القصر مفید المعنی سواہ فصاں بلا طائل کما لا ینفی علی القائل
 وان کان معنی التکبیر حین القصر المزعم ایضاً هو القول بالذات اکبر فلا شک فی بقاء الدلیل
 علی خصوص الصیغۃ غیر مفید بوقت ورون وقت لکن بشرط الاغماض فن قضیۃ الاجتماع
 والصارح الآیۃ الکریمیۃ برہاناً فامسک التحقیق کما یتنبہ سابقاً بالوجہ الا نیق واللہ وونی
 التوفیق وهو بالہدایۃ حقیق وقد بقی الخباہی فی نروایا المقام والوقت اعز من توہین
 هذا الکلام۔

(وٹیباک فطویر) ثباب "توب" کی جمع ہے اور "ظہیر" تطہیر سے مشتق ہے ان دونوں لفظوں میں
 چار احتمال ہیں۔ (۱) کہ توب اور تطہیر کے حقیقی معنی مراد ہوں (۲) یہ کہ توب کے حقیقی معنی اور تطہیر کے مجازی معنی
 (۳) یہ کہ توب کے مجازی معنی اور تطہیر کے حقیقی معنی (۴) یہ کہ دونوں کے مجازی معنی مراد ہوں۔ اول احتمال پر آیت کا
 حاصل یہ نکلا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نجاست سے کپڑے پاک رکھنے کا حکم آیا گیا۔ اندرون نماز یا بیرون نماز بقدر
 اول تقریروں کی جائیگی کہ یہ حکم اگرچہ تمام اوقات کو شامل ہے آیت میں خصوصاً وقت کا ذکر نہیں۔ لیکن آیت وس تہا تکبیر میں
 نماز کا ذکر ہے کہ اس سے اجتماعاً تکبیر تحریر مراد لی گئی ہے اور آیت اسکے بعد بلا فصل واقع ہے پس بقدر سباق اس آیت سے یہ
 مراد ہوئی کہ حالت نماز کپڑے پاک رکھے جائیں۔ اس تقدیر پر آیت میں مروجہ کے لئے ہوگا۔ اگر تصریح فرماتے ہیں کہ ستر خود بہر حال
 فرض ہے۔ اندرون نماز ہو یا بیرون نماز بخلاف تطہیر توب کڑھ حالت نماز فرض ہے۔ بیرون نماز فرض نہیں ہے۔ اور بقدر دوم
 مراد ہے کہ شکر میں اپنے کپڑوں کو نجاستوں سے پاک نہیں رکھے۔ آپان کی عادت اختیار نہ فرمائیں۔ اپنے کپڑوں کو نجاست سے پاک
 رکھیں جسکے بیرون نماز کے واسطے ہے کیونکہ بروقت نزول آیت کریمہ نماز فرض نہ ہوئی تھی۔ نظر میں یہ امر استحباب کے لئے ہوگا۔
 احتمال دوم پر تطہیر یعنی تقصیر یا بمعنی انزال نجاست معنوی ہوگی۔ بر تقدیر اول مراد ہے کہ اپنے کپڑوں میں تقصیر اختیار
 فرمائیں۔ اہل عرب کی طرح اتنے دراز نہ ہوں کہ زمین سے لگیں کیونکہ تکبیر میں کھڑے ہیں۔ اور بر تقدیر دوم مراد ہے کہ اپنے کپڑوں کو حرام
 ہونے سے پاک رکھے مثلاً مغصوب ہوں بلکہ ان کو حلال طریقہ پر حاصل کیا گیا ہو تطہیر کا معنی تقصیر مجاز ہونا اٹھا ہے۔ اور
 تطہیر یعنی انزال نجاست معنوی میں دو قول ہیں ایک یہ کہ نجاست حسی اور معنوی دونوں کے انزال میں تطہیر حقیقت ہے۔
 دوسرا یہ کہ تطہیر نجاست حسی کے انزال میں حقیقت اور نجاست معنوی کے انزال میں مجاز ہے۔ احتمال دوم کی دوسری صورت

اس قول پر مبنی ہے۔ احتمال سووم پر لفظ ثیاب یعنی جسد ہوگا اور معنی یہ ہوں گے کہ مشرکین بروقت استنجائے نفاذ حاصل نہیں کرتے آپ ان کی عادت سے اجتناب نہیں اور بروقت استنجا اپنے بدن کو کما حقہ پاک کرتے ہیں اہل عرب لفظ ثیاب کو معنی "جسد" استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ عرب کے مشہور شاعر عنترہ نے ہاں معنی استعمال کیا ہے۔ شعر فشکت بالرحم الا صم ثیابہم لیس الکومین علی القنا محرم۔ یعنی طہنت جسدہ بالرحم الا صم حتی بلغ الی العظم۔ احتمال چھا اس پر لفظ ثیاب اگر بمعنی نفس ہوگا تو معنی یہ ہوں گے کہ اپنے نفس کو مذموم اخلاق جیسے خود بینی، تکبر، ریا، ہنہ کنی، وغیرہ سے پاک رکھیں۔ اہل عرب ایسے شخص کو طاهر الثیاب کہا کرتے ہیں جو بڑے صفات سے متصف نہ ہو۔ یہ معنی اسی محاورہ سے ماخوذ ہیں۔ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے وثیابک فظہر کے معنی دریافت کئے فرمایا "الا تلبسھا علی مخصیبة ولا علی غدیر" تفصیل میں اسی قبیل سے ہے خواجہ حسن بصری اور امام قرطبی قدس سرہ نے ہاں الفاظ تفسیر فرمائی "وخلقتک فحسین" یعنی اپنے اخلاق کو اچھا رکھے۔ حضرت امام بجاہد اور ابن زید رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وعملائک فأصلح" یعنی اپنے عمل کو درست رکھے۔ اہل عرب کو ثیاب سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ خبیث العمل انسان کو ان محاورہ میں خبیث الثیاب کہا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے یحشر المرء فی ثوبہ یعنی عمل الصالح والطالح اور محول بن عرفہ نخوی قدس سرہ نے فرمایا "وہناک فظہر" یعنی اپنی بیویوں کو بزرگی عطف و تادیب پاک رکھے گا۔ اور بعض حضرت نے فرمایا "وہناک فظہر" یعنی اپنے دین کو پاک رکھے گا۔ اہل عرب بڑے کو بھی ثیاب سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے "أیت الناس علیہم ثیاب منها ما یبلغ الندی ومنها ما یدن ذلک وسأل یت حمرا بن الخطاب وعلیہ انما یریحہ قالوا یا رسول اللہ فہذا اولت ذلک قال لدین یعنی عسیلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو کپڑے پہنے دیکھا۔ بعض کے کپڑے چھائی تک لگے بعض کے اس سے نیچے اور عمر بن خطاب کو دیکھا کہ اتنا دلاڑ تہیند پہنے ہوئے ہیں جو زمین سے لگے ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ حضور اس خواب کی تعبیر کیا ہوئی؟ فرمایا دین علامتہ حضرت سعید بن جبیر قدس سرہ نے فرمایا "وَقَلْبُکَ وَذَنبُکَ فَظْہَر" یعنی اپنے قلب اور ذنبت کو پاک رکھے گا۔ امام قاضی عبداللہ بیضاوی نے فرمایا "او فظہر ذناب النبوة" یعنی یا مراد یہ ہے کہ پرشاک تہوت کو ایسی چیزوں سے پاک رکھے گا جو اس کے لئے ریا نہیں جیسے کینہ تنگ ملی، قلت صبر اس آیت میں قوت مجاہد کے استعمال کی طرف اشارہ ہے اور سابق آیت میں قوت نظریہ کے استعمال کی طرف اشارہ تھا۔ تھافات کلائس شریف میں ہے کہ شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ نے خواب میں عسیلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ فرمایا اپنے کپڑے میل چیل سے پاک رکھو تو اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہر مانس میں محفوظ رہو گے۔ عرض کیا میرے کپڑے کیا ہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں پانچ خلعتیں پہنائی ہیں۔ (۱) خلعت محبت (۲) خلعت معرفت (۳) خلعت توحید (۴) خلعت ایمان (۵) خلعت اسلام، جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے اس پر چیز آسان ہو جاتی ہے اور جس کو معرفت الہی حاصل ہوتی ہے اسکی نظر میں ہر چیز چھوٹی ہو جاتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو ادا کرتا ہے تو پھر کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر چیز سے بے خوف ہوتا ہے اور جو اسلام کیساتھ متصف ہوتا ہے اس سے مصیبت صادر نہیں ہوتی اگر ہوتی ہے تو عزیز خواہی کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور اس کی عذر خواہی کو شرف قبولیت بخشا جاتا ہے شیخ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے میں نے آیت "و وثیابک فظہر" کو مانا۔ آیات سے درویش لطف یزدانی نے مخلصانہ صفات روحانی + دارش ازوت شرم و شہوت دود + تابا کیزگی شوی مشہور

ان تمام معانی میں لفظ "ثیاب" مجاز ہے اور اس طرح لفظ تطہیر سے نقل ثانی اور مجاز کے ملا توں میں سے یہاں ہر ملا توں مذکورہ متن میں
 چاروں احتمالات کے ذکر ہوا بالآخر و نیز معانی ذکر کر کے عارف باللہ الشیخ احمد صاوی قدس سرہ اپنے حاشیہ جلالین ۳۳۳
 میں فرماتے ہیں وَاكَاذِبَةٌ صَالِحَةٌ لِّجَمِيعِ تِلْكَ الْمَعَانِي عِنْدَ آيَةِ وَثِيَابِكَ فَظُهُورِي بِتَمَامِ مَعَانِي مُرَادِهِمْ كَيْفَ هِيَ - لَيْسَ كُنْ
 احتمال اول کی پہلی صورت راجح ترین ہے اس لئے کہ لفظ ثیاب اور لفظ تطہیر اور امر تینوں سے صورت میں اپنے حقیقی معنی پر مدہ ہے یہاں
 اور اسکے ماسوا میں بدن ضرورت حقیقت سے عطل لازم آتا ہے ماسی اس لئے فقہائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ معنی اختیار فرمائے اور
 بحالت نماز طہارت ثوب کی فرضیت کا اثبات اس آیت سے فرمایا۔ چنانچہ علامۃ الشیخ ابوالرحیم حلبی قدس سرہ غنیۃ شیح
 منیۃ مشائخ میں فرماتے ہیں وفرضیۃ طہارۃ الثوب بقولہ تعالیٰ وَثِيَابِكَ فَظُهُورِي ان المراد بـ حقيقة التطهير
 و المراد ايضا حال امر اداء الصلوة ليعنون الامر على حقيقته ايضا وما قيل ان المراد فقصر فيه عدل عن
 الحقيقة من غير ضرورة او علامۃ طحطاوی قدس سرہ نے اپنے حاشیہ در مختار ص ۱۹۱ میں اس صورت کو
 اظهر اور اس طرح فرمایا (قوله وَثِيَابِكَ فَظُهُورِي) فان الاظهر ان المراد ثيابك الملبوسة في الصلوة و
 تطهيرها من النجاسة وهو قول الفقهاء وارجح التقاسيم ابراه

وَالرَّحْزَنُ فَالْحَجْرُ "مرحزن کی سزا پر ضرر اور کسر دونوں آئے ہیں لیکن قرآن پاک کی روایت حفص جو ہا ہے یہاں
 ہندوستان میں بالعموم راجح ہے اس میں بحجرت کی سزا کو کسر لکھا گیا ہے اور اس لفظ کے چند معنی بیان کیے گئے
 ہیں۔ (۱) اصنام (۲) عبادت اصنام (۳) معصیت (۴) مشرک (۵) پلیدی (۶) عذاب (۷) شیطان "فا حجر" جوہ سے
 مشتق ہے جو کبھی معنی "قطع" آتا ہے جیسے حجرہ بمعنی قطعہ (ضد وصلہ) اس کا مصدر "حجران" بھی آتا ہے اور کبھی بمعنی
 ہڈیاں یعنی ترانا جیسے حجر فی نومہ اور مرضہ یعنی سوتے میں بڑایا یا بیاری میں بڑایا اس کا مصدر "حجرتی" بھی آتا ہے اور
 کبھی معنی حجر اس سے باندھنا بھی اس کو کہتے ہیں جبکہ ایک کنارہ ارض کے گئے پر اور دوسرا کرش باندھتے ہیں جیسے حجر البعیر
 یعنی شدہ بالہجاس اور اس کا مصدر "حجرتی" آتا ہے اور کبھی بمعنی ترک آتا ہے جیسے حجرہ بمعنی ترکہ اس کا مصدر
 بھی "حجران" آتا ہے یہاں پر حجر اس معنی میں ہے اور "حجرتی" کے تمام معنی مراد ہو سکتے ہیں لیکن اول معنی کو اس لئے ارجحیت
 حاصل ہے کہ نفسیر جلالین میں انہیں کو ذکر فرمایا جس میں حسب شہادت امام سیوطی علیہ الرحمۃ راجح ترین احوال مذکور ہیں
 سوال اول معنی کا انداز ہونا اور ذکر کتب لغت میں ان کا ذکر تک نہیں چنانچہ قاضی حوس میں انکو ذکر نہیں کیا دیگر معانی ذکر کیے ہیں
 عبارت یہ ہے الرجز بالكسر وضم القنر وعبادة الاصنام والعذاب والشرك اه اسی واسطے "حجرتی" کی تفسیر
 میں جلالین کے قول "حجرتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکلا وقتان پر علامۃ الشیخ سلیمان اجل قدس سرہ
 نے اپنے حاشیہ فتوحات العہد میں استدعا کرتے ہوئے فرمایا علی حدیث مضاف ای بعبادۃ الاوثان
 یعنی "حجرتی" کی تفسیر اوثان کے ساتھ تقدیر مضاف پر ہے اس لئے کہ لغت میں عبادۃ اوثان کو ایک معانی میں شمار کیا گیا ہے خود اوثان
 اسکے معنی نہیں پھر استدعا کے بعد استشہاد میں وہی مذکورہ بالا عبارت کا مونس نقل فرمائی نیز تقدیر مضاف پر ایک قرینہ یہ ہے کہ اگر
 تقدیر نہ مانی جائے تو مفرد "حجرتی" کی تفسیر بعبادۃ اوثان ہوگی جو درست نہیں ہے چونکہ "حجرتی" کے معنی لغت میں صنم نہیں بلکہ عذاب
 اسی واسطے بخاری کتاب التفسیر میں حدیث زبیر بخت کے آخر میں جب ابوسلمہ راوی نے "حجرتی" کی تفسیر اوثان کے ساتھ کی تو فتح الباری
 شرح بخاری میں علامۃ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ الرزاقی نے اس پر فرمایا وهو نفسہ یعنی ای "حجرتی" الرجز

ای العذاب وہی کا وقتان ۱۰ یعنی شرجین کی تفسیر وقتان کے ساتھ فقہی تفسیر نہیں کہ وہ لفظ مرادوں سے ہوتی ہے بلکہ تفسیر باعتبار معنی ہے کیونکہ شرجین کے معنی لغت میں عذاب ہوا اور آیت میں عجانس بالخذف ہے کہ شرجین سے مشیر اسباب مضاف مقتضیہ اور معنی میں کہ اسباب عذاب کے دور رہے گا۔ وقتان بھی چونکہ سبب عذاب تھے ہر سئلے وقتان کیساتھ تفسیر کر دی گئی علامہ مہمدوح کی طرح قاضی بیضاوی اور علامۃ ابوالسعود اور علامۃ ابوالبرکات نسفی اولیٰ مقام سرائری وغیرہ نے شرجین سے ہی آیت میں شرجین کی تفسیر عذاب کے ساتھ فرمائی ہے بلکہ بعض نے تو اسی پر اقتضائے کیا ہے جس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اور حجت اس تفسیر کو حاصل ہے۔ اسی واسطے خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ابوسلمہ کی تفسیر کے بعد آیت زیر بحث کو ترجمۃ الیٰ آیت دیکر اس کے ساتھ تفسیر فرمادھی ترجمۃ الباب میں باریں الفاظ ذکر فرمایا۔ باب قولہ والرجز فاھجر فقال الرجز والرجس العذاب ۱۰ جواب بیشک لعل معنی کا موس میں ذکر نہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ لغت میں لفظ شرجین یا اس معنی نہ ہو لغتوں کے مؤلفین میں سے کسی نے لفظ کے جملہ معانی ذکر نہ کیا دعویٰ نہیں کیا نہ کوئی ذی عقل ایسا دعویٰ کر سکتا ہے کہ بشریت سہو لسیان سے پاک نہیں پھر فوق کل ذی علم علیہ کی دوسے کو نفع سکتا ہے پھر قطع نظر اس سے جب گرا کر تصریح فرماتے ہیں تو بمقتضائے اللغبت مقدم علی النافی ہجر تسلیم کوئی چارہ کار نہیں ہو سکتا۔ فتح الباری اور عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے ویروی عن عباہد والحسن بالضم اسم الضم والکسوا سہم العذاب ۱۰ یعنی عباہد وحسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جزا بعین سے ہے کہ شرجین بالضم کے معنی صم اور شرجین بالکسوع کے معنی عذاب میں۔ اسی طرح تابعین میں سے ابوالعالیہ اور سراج بن انس بھی اس معنی کے حامل ہیں عمدۃ القاری میں وعن ابوالعالیہ والرجز بالضم الصنم والکسوا الجحاشۃ واللحیصۃ وعن الضحاک الشوک وعن ابن کبیر ان الشیطان یعنی ابوالعالیہ اور صحیح سے منقول ہے کہ شرجین بالضم کے معنی صنم یا ابوالکسوع معنی پلیدی اور حصیۃ الضحاک کے معنی شکر منقول ہے اور ابن کبیر نے ابن کبیر نے شیطان ایام حیل حفظاً علی بن کثیر مشقی قدس سرہ نے فرمایا ان میں سے عکرمۃ اور قنقۃ اور زہری اور عبد الرحمن ابن زریق بھی شرجین کے معنی آیت میں وقتان بتائے ہیں۔ حتیٰ کہ ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی تفسیر بطریق علی ابن ابی طلحہ منقول ہوئی بلکہ خود عیسیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے "شرجین" کی تفسیر میں دل معنی بلقظہ "وقتان" ذکر فرمائے اسی واسطے اول معنی کو اور حجت حاصل ہوئی چونکہ لفظ شرجین آج میں جس کی دلالت قابل ذکر نہیں رہی ہے اسلئے لفظ جمع "وقتان" کے ساتھ تفسیر کیونکہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔ سہم وال شرجین کے مذکورہ بالا معانی میں سے کسی معنی کی اور حجت اس پر تفریح ہے کہ یہاں پر اس کا مراد ہونا صحیح ہو حالانکہ معنی کا مراد ہونا درست نہیں اسلئے کہ شرجین کے جو معنی بھی مراد لئے جائیں آیت میں اس کے ترک کر دینے کا حکم ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپس میں کیا تھا متصف تھے جب ہی تو ترک کا حکم دیا گیا۔ مثلاً اگر "شرجین" کے معنی جہاد و اصنام مراد لئے جائیں تو آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ بتوں کی عبادت ترک کر دیجیے" اس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم ترک آپ عبادت اصنام کرنے لگے۔ اسی واسطے ترک کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح شرجین کے معنی اگر معصیت مراد ہوں تو آیت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ "معصیت ترک کر دیجیے"۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ بروقت حکم آپ معصیت کے ساتھ متصف تھے حالانکہ آپ سے صغیرہ گناہ بھی صادر نہیں ہوا چہ جائیکہ عبادت اصنام کیونکہ انبیائے کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام قبل نبوت تھے بعد نبوت تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں ان سے کسی گناہ کا صدور ممکن نہیں کہ آیت سے انکا اسی طرح ہائی معافی پر بھی محذور لازم آتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مذکورہ معانی میں سے کوئی بھی مراد نہیں ہو سکتا۔

کے معنی ہوں گے کہ ترجمہ: "معنی اصنام وغیرہ کے ترک پر مدامت کیجئے یعنی جس طرح اب تک ان سے علوہ ہے آئندہ بھی علوہ میں جیسے اقول اور اصلہ اور آصنواہ تمام اولیوں کی آیات میں مدامت کیواسطے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ الْعَاقِرِينَ وَالْمَنَافِقِينَ**۔ وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ بِلَايَاتِ** ان پانچوں آیات میں ہر جہلی آیت کو پہلی آیت سے خصوصاً مناسبت ہے چنانچہ پہلی دو آیتوں میں مناسبت اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ اہل عرب میں سترہ صاحب کوئی شخص اپنی قوم کو دشمن کے خورہ ڈرانا تو کہہ کرے تاکہ کہ لیتا آواز سے پکارتا بندی اگر لکھا تو ہر سبکی اختیار کرے اہل عرب کی انذار و تحذیر میں تاکید مقصود ہوتی تھی نظر میں ہر اس شخص کو نذیر عربیاں کہا جائے لگا جو بدوین برائی انذار و تحذیر میں پوری کوشش فرمائے اسی معنی کے پیش نظر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **أَنَا النَّذِيرُ الْعَرَبِيَّانَ** یعنی میں انذار میں اس کوشش کو نوا لا ہوں اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ذکر کردہ دو آیتوں کے پیش نظر خلع ثیاب کو معنی انذار کے ساتھ مناسبت ہے اور اول مقدم ہے اور ثانی مؤخر اسی واسطے حکم انذار سے پیشتر **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** اور **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كَسِبَتْكَ** کے ساتھ مذفر مافی جس سے منادی کا لائیں ڈنار ہونا ثابت ہوتا ہے پھر فرمایا **قُم** یعنی اپنی خواہ گئے سے کھڑے ہو جاؤ اس سے خلع ثیاب مفہوم ہوا کہ عداوت جب خواہ گاہ سے اٹھتے ہیں اور سے ہونے کیلئے کو اٹھ کر دیا جاتا ہے اسکے بعد حکم انذار ارشاد ہوا **فَانذِرْ** یعنی پھر لوگوں کو ایمان نہ لائے پھر علیہ السلام کا ذکر سننا **وَسَمِعُوا** اس آیت میں انذار کا استغفار فرمایا بشیر کو ذکر نہیں کیا حالانکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت انذار اور تشریح دونوں میں آپ تشریح ہی ہر حد بشیر بھی **جَوَابٌ** چونکہ ہر وقت نزول آیت مذکورہ مسلمان اقل قلیل تھے اور کفار کی اکثریت تھی اسلئے انکی اکثریت کے پیش نظر انذار برکتا کیا گیا اور آیت **وَسَمِعُوا** فکرتوں میں نہ لگا کر کہے کیونکہ اس سے نازکی تکمیل تحریر مراد آتی لہذا اسکو اپنے ما قبل انذار سے یہ مناسبت ہوئی کہ انذار امر تخلیہ کے واسطے ہوتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ قلب کو گندے عقائد اور قالب کو رُسے افعال کے ارتکاب سے خالی کر لیا جائے اور نماز تخلیہ کے لئے ہوتی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ قلب کے پاکیزہ عقائد سے اور قالب کو اعمال صالحہ کے راستہ کریں اور ظاہر ہے کہ تخلیہ امر استغفار صغائر مقدم ہوا کرتی ہے کہ جب تک مکان سے پہلے کو کرکٹ صاف نہ کر دیا جائے اسکو لاستم نہیں کیا کرتے ایسواسطے یہاں پر انذار کے بعد نماز کا ذکر فرمایا۔ اور آیت **وَيَسَابِقُ فَطْرًا** کو اپنے ما قبل سے یہ مناسبت ہے کہ نازکی ایک شرط طہارت لباس کا اس میں ذکر ہے اور ایک شرط **تَوَجُّهًا** کا اس میں اور آیت **وَالرَّحْمَنُ فَاحِشٌ** کو اپنے ما قبل سے یہ مناسبت ہے کہ اس میں معبودان باطل کا بیان ہے اور ما قبل میں معبود حق کا ذکر ہے۔

قرآن کریم میں اسی مناسبت کے پیش نظر مومنین کے بعد کفار کا ذکر ہوا کرتا ہے۔ **وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ۔**
قَالَ فِي فَيْضِ الْقَاسِرِيِّ وَالرَّحْمَنُ فَاحِشٌ قالوا ای الاصلنام فاحش قلت وعلى هذا لا يبيح له تعلق بمسألة الصلوة الا ان يقال معناه استمر على فحش الاصلنام عند الصلوة وغيرها ويحسون المطلوب ههنا من الامر هو ان والرحمن لا نفس الفعل كما قرره وافى قوله تعالى **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ** ولاولى ان يجعل إشارة الى طهارة المكان كما ان جملة الاولى إشارة الى طهارة الثياب فيتعلق الجملة بالصلوة ويتسق النظم **أقول** فيه كلام من وجوه **أما** اولاً فلانه ذكره لاسر تباط هذه الآية بما قبلها **فاحش** الا ان يقال والثاني بقوله **ولاولى** عندى لا فرق بينهما حتى يجعل الثاني اولى **فأقول** غير الاولى فان تعلق الجملة بالصلوة

والتساق التطهر جعل حصولهما وجباً ولو لم يكن ان يتفرع على الوجه الثاني من الاقل والحال انه
 كما يتفرع على الوجه الثاني كذلك على الاول فحينئذ لم يبق الفرق بينهما بالاولوية صحيحاً فلم يصح
 تسديد الاول بكمية الا ان يقال المشعرة بالضعف والتعبير عن الثاني بالاولوية **واما ثانياً**
 فلان قوله والاولى ان يجعل اشارة الى طهارة المكان نداء من بعيد كيف لا مناسبة بين جريان
 الرين بمعنى الاذن وبين طهارة المكان حتى يصح جعل حد هما اشارة الى الاخر نعم لو كان الرجز
 بمعنى الغد ساكن له وجه واذا ليس فليس اذ لم يثبت طهارة المكان بمآل فنقول ان فرضية
 طهارة المكان في الصلوة بل وطهارة البدن ايضا ثابتة بقوله تعالى وثيابك فطهر ^{۱۴۵} قال في الغيبة
 واذا وجب تطهير الثوب وجب تطهير البدن ولذلك كان بالاولوية لانها الرهم للصلوة منه اذ لا
 تنفك عنهما وقد تنفك عن الثوب اذ لم يوجد وعلى ذلك انعقد اجماع الامة من غير مخالفة
واما ثالثاً فلان قوله كما ان جملة الاولى اشارة الى طهارة الثياب مبنى على عدم التمييز
 بين الاشارة والصرحة كيف لا وقوله تعالى وثيابك فطهر صريح في ايجاب تطهير الثياب لا
 اشارة عند الاولى والابواب الاحسن في اسباب هذه الآية الكريمة بما قبلها مما قلنا فاصل
ولا تعجل

سُرِّي

تَابِعَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ وَأَبُو صَالِحٍ وَتَابِعَهُ هِلَالُ بْنُ سَرْدَادٍ عَنِ الرَّهْرِيِّ
 متابعت کی بحی بن کبیر کی عبد اللہ بن یوسف اور ابو صالح نے اور متابعت کی حلیل بن سرداد نے نہرہری سے
وَقَالَ يُونُسُ وَمَعْمَرُ بَوَادِرَ سَأَلَهُ
 اور کہا یونس اور معمر نے (کہا ہے نوادہ) بوادیر سے

سُرِّي

اصول حدیث کی اصطلاح میں اعتباراً متابعت شاہد تینوں لفظوں کا مفہوم جو گانہ ہے جب کسی حدیث کی روایت
 میں اس کے راوی کے متقدم ہونے کا گمان ہو تو اس حدیث کے موافق دوسرے راوی کے روایت کرنے کو متابعت کہتے ہیں جس
 پہلی حدیث کو تعویب پہنچتی ہے پہلے راوی کی حدیث کو اصل اور دوسرے کی حدیث کو متابع کہا جاتا ہے بشرطیکہ دونوں
 ایک صحابی سے مروی ہوں ورنہ اسکو شاہد کہتے ہیں اور بعض نے کہا اگر دوسری حدیث پہلی کے ساتھ لفظاً موافقت کرتی
 ہے تو اسکو متابع کہیں گے اور اگر صرف معنی موافقت کرتی ہے تو اسکو شاہد کہتے ہیں خواہ دونوں یک صحابی کے متقدم
 ہوں یا دوسرے بہر کیف متابع اور شاہد دریافت کرنے کے لئے جو اجماع و مسانید اور اجزا میں طرق حدیث صحیح اعتباراً
 کہلاتا ہے اگر حدیث کے لئے متابع اور شاہد دستیاب ہو گیا تو فیہا ورنہ اس حدیث کو فرد کہتے ہیں متابعت کو پہلے
 چار چیزیں ضروری ہیں (۱) متابع بالفتح یعنی پہلا راوی (۲) متابع بالکسر یعنی دوسرا راوی (۳) متابع عنہ یعنی وہ شیخ

ان احادیث میں متابعت اور شاہد کا مفہوم

جس سے دونوں راویوں نے بذریعہ کی (۴) متابع علیہ یعنی پہلی حدیث ایک حدیث کو سن کر کہنے بعد میں کراہت کا ذکر فرمایا کرتے ہیں جس سے متابع علیہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ حدیث سابق ہے اور متابع بالکسر صراحۃً ذکر ہوتا ہے جیسے یہاں پر عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح اور ہلال بن سنان اور اگر متابع عنہ بھی مذکور ہے تو متابع بالفتح کا پتہ بتا سکتے ہیں جیسا کہ سند سابق میں دیکھ لیا جائے جو راوی متابع عنہ سے روایت کر رہا ہے وہی متابع ہے جیسے بیان دوم متابعیت میں عن الزہری فرمایا جو متابع عنہ ہے سند سابق دیکھنے سے معلوم ہوا کہ نہ صرف یہی سے روایت کرنے والے عقیل ہیں بلکہ متابع کے۔ اور اگر متابع عنہ مذکور نہیں ہے پہلی متابعت میں تو اس وقت متابع کا پتہ دشوار ہوتا ہے وہی لوگ جانتے ہیں جن کو روایہ کے طبقات اور ان کے مراتب پر کامل آگاہی حاصل ہوتی ہے ایسے ہی حضرات نے بتایا کہ پہلی متابعت میں عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح نے لیت کے ساتھ روایت کرنے میں یحییٰ بن یحییٰ کی تعبیر کی متابعت کی ہے تو یحییٰ بن یحییٰ کے متابع ہوئے اور لیت متابع عنہ۔ ان دونوں متابعت سے پیشتر دو حدیثیں مذکور ہیں (۱) حدیث اولہ و متابعین تفصیل رضی اللہ عنہما ۲۲ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی روایت میں دونوں متابع یحییٰ بن یحییٰ اور حضرت عقیل شریک ہیں۔ ابواسطخام بخاری طبرانی نے پہلی حدیث کی سند میں مذکور کر کے کے بعد دوسری حدیث کی سند میں مذکور نہیں کیا تھا اور واقعاً طیفہ ذکر کر کے غیر مشترک ہر ذیاد بیان فرماتے تھے تاکہ معلوم ہو کہ باقی ماندہ سوا وہ دونوں حدیثوں میں مشترک ہیں۔ اس لئے بیان میں غالباً مقصود یہ بھی ہے کہ اسکے بعد متابعت ذکر کرنے سے ناظرین یہ سمجھیں کہ متابعت دونوں حدیثوں میں وار ہے ایک کیساتھ مخصوص نہیں اسلئے کہ دوسری حدیث کی پوری سند مستقل طور پر ذکر کر کے متابعت بیان کرتے تو صرف دوسری حدیث میں متابعت کا درود مفہوم ہوتا۔ کیونکہ دوسریوں ہی چلا آ رہا ہے کہ جس حدیث کے بعد بلا فصل متابعت ذکر کی جاتی ہے اسی حدیث میں متابعت کے ورد کا بیان کرنا مقصود ہوا کرتا ہے اب محمد کا تعاقب ثابت ہو گیا کرتے ہیں متابعت دونوں حدیثوں میں وارد ہیں چنانچہ عبد اللہ بن یوسف کی متابعت بابت حدیث اول خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب التفسیر میں سورۃ الاحزاب کے بیان میں اور کتاب الانبیاء زیر قصبہ موسیٰ علیہ السلام میں بطور اختصار ذکر کیا ہے اور انکی متابعت بابت حدیث دوم کو سورۃ یسٰ ایضاً المحدث کے بیان میں ذکر فرمایا ہے۔ باقی وہی ابوصالح اور ہلال بن سنان کی متابعت تو اسکے متعلق خلاصۃً ابن حجر وغیرہ شیخ بخاری نے تحریر فرمایا ہے کہ اول کو یعقوب بن سفیان نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور دوسری کو ذہبی علیہ الرحمۃ نے "تہذیب" میں ذکر کیا ہے اگر یعقوب بن سفیان کی تاریخ اور نہ ہر یکات میں ان دونوں حضرات کی متابعت دونوں حدیثوں میں مذکور ہے تو ہمارے خیال صحیح ہے کہ یہ دونوں متابعت دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کے انداز بیان دیکھنے میں یہ نکتہ بھی مقصود تھا اس تقدیر پر دونوں متابعت کا متابع علیہ دونوں حدیثوں کی۔ اور نہ مذکور ہوا کہ وہ کے ماتحت دونوں متابعت کا ورد دوسری حدیث کیساتھ مخصوص ہو گیا۔ اور دونوں متابعت کا "متابع علیہ" صرف دوسری حدیث ہوگی بہر حال دونوں متابعت ایک مرتبہ کی نہیں بلکہ اول تاما ہے اور متابعت تاملہ کو کہتے ہیں اول سند ہے اور بعد کے ناقصہ ہے اور متابعت ناقصہ کو کہتے ہیں درمیان سند سے۔ اس بیان سے متابعت کی چار قسمیں حاصل ہوتی ہیں دو تامہ و ناقصہ ہونے کے اعتبار سے اور دو متابع عنہ کے مذکور ہونے اور نہ ہونے کے اعتبار سے عبد اللہ بن یوسف اور ابوصالح کی متابعت تاملہ کیوں کہ اول سند سے ہے لیکن ان میں متابع عنہ مذکور نہیں اور ہلال بن سنان کی متابعت ناقصہ ہے مگر ان میں متابع عنہ مذکور ہے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ان چاروں قسموں کو یہاں پر جس ترتیب سے فرمایا کہ متابعت تاملہ کی وجہ تاملہ شرافت حاصل تھی ایسے

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْلَمُهُ مِنَ الْمَنْزِيلِ شِدَّةً وَكَانَ مِمَّا يَحْرُكُ شَفْتَيْهِ

تعالی علیہ وسلم قرآن کریم کے نازل ہونے پر شہادت محسوس فرماتے تھے اور بسا اوقات اپنے لبوں اور زبان کو حرکت دیتے کہ بھول نہ جائیں۔

فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَاَنَا أَحْرَكُهُمَا لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرِكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أَحْرَكُهُمَا كَمَا سَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ

سید بن جبیر نے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ تمہارے گھٹنے کے لئے میں نے اپنے لبوں کو حرکت دینا ہوں جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرِكُهُمَا وَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أَحْرَكُهُمَا كَمَا سَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ

علیہ وسلم اپنے لبوں کو حرکت دیتے تھے اور سوس بن ابی عائشہ وغیرہ سے سید بن جبیر نے کہا کہ میں اپنے لبوں کو حرکت دینا ہوں جیسے

اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَحْرِكُهُمَا فَحَرَكْتُ شَفْتَيْهِ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى "لَا تُحْرِكُ بِهِ لِسَانَكَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو میں نے حرکت دینے دیکھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لبوں کو حرکت دی چونکہ حضور حرکت دیتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ

لِيُعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ" قَالَ جَمَعَهُ لَكَ صَدْرُكَ وَتَقْرَأَهُ" فَانزَلَ

نازل فرمایا کہ تم یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کیسا تھا یہی زبان کو حرکت نہ دینا کہ اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہلکے ذمہ ہے۔ اس کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا

قُرْآنًا فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ" قَالَ فَاسْتَمِعْ لَهُ فَأَصْبَتْ" ثُمَّ ان عَلَيْنَا بَيَانَهُ" ثُمَّ ان

کہ اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے سینہ میں محفوظ کر دے گا اور آپ کو پڑھ لیں گے تو جب ہم سے پڑھ لیں اس وقت اس ٹیمے کو سننے کی اتباع کرو۔ ابتداء کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا

عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ ذَلِكَ إِذَا أَتَاكَ

اگر کوئی تمہارے پاس آئے تو اس کا بیان کی تفسیر میں ابن عباس نے فرمایا کہ پھر اس کے ذمہ ہے کہ آپ کو پڑھنے سے روکے اور اس کے بعد یہ

جِبْرِيْلُ اسْتَمَعَ فَإِذَا انْطَلَقَ جِبْرِيْلُ قَرَأَ الْكُتُبَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَرَأَ

روح اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبریل حاضر ہوتے تو آپ لبوں کو حرکت دینے کے بجائے سنتے رہتے تھے جن جبریل جاتے تو جبریل اس کو سنا دیتے اور پھر جبریل

بشیر الاری

(الوعوانة) کیفیت ہے اور نام وصاح بن عبد اللہ شکرری اور بعض نے وصاح بالجیم ذکر کیا ہے۔

مقام حرا جان کی جنگ میں گرفتار ہو کر لے اور نہ اندازہ از یک یزید بن عطاء واسطی کے غلام ہے وہ ان سے تجارت کرتے

تھے پھر انہوں نے آزاد کر دیا اور آندہ بولے واقعہ میں طرح مردی ہے (۱) ابن عدی نے بیان کیا کہ یزید بن عطاء نے ان کو تجارت

میں ڈال دیا تھا لیکن اس سے آکر کہا کہ مجھ کو دو درہم دیدیجئے تاکہ میں کو بیعہ ہو چکا ہوں انہوں نے دیرے اس سائل نے شہر بصرہ کا

رہو اس میں گشت لگا کر ایک سے یہ کہہ دیا کہ یزید بن عطاء کے پاس علی الصبلہ پہنچو انہوں نے ابو عوانہ کو آزاد کر دیا ہے وہ لوگ

ان کے پاس جمع ہو گئے۔ یزید بن عطاء ہر ایک کی زبان سے واقعہ آزادی سنکر اس درجہ متاثر ہوئے کہ انکار کو کر دیا ہے وہ لوگ

آزاد کر دیا (۲) ابن حبان نے بیان کیا کہ یزید بن عطاء حج کو گئے ان کیساتھ ابو عوانہ بھی تھے یزید بن عطاء کے پاس

ایک سائل نے آکر سوال کیا مگر انہوں نے کچھ دیا نہیں۔ سائل نے کہا کیا تو ابو عوانہ اس کے پاس پہنچے اور ایک نے بزار نے لائے

صحیح کو جب لوگوں نے مزین لفظ سے واسطی کا راہ کیا تو وہی سائل روستے میں کھڑا ہو گیا اور ہر گزرنے والی جماعت سے کہتا کہ لوگو یزید

بن عطاء کا شکر یہ ادا کر دے انہوں نے آج ابو عوانہ کو آزاد کر کے قریب الی حاصل کیا ہے۔ لوگ جوق جوق ان کے پاس کر پورے شکر پیش

قرآن پاک نغمہ فرماتے تھے۔ شب میں بکثرت گریہ ناری کہنیسے آنکھوں کی عینائی گزور ہو گئی تھی۔ آپ کے پاس ایک مرغ تھا جس کی اذان سے رات کو اٹھ بیٹھتے تھے۔ ایک شب میں اس نے اذان نہیں دی جس کی وجہ سے آنکھ دھکل سکی اور صبح ہو گئی۔ اس شعب کی نماز تھا۔ ہونے سے اس قدر ناگواری پیدا ہوئی کہ ہر رات نذر فرما سکے اور عالم جلال میں ندیان سے رکھتات کل گئے۔ حالہ قتلح اللہ صوفیہ مرغ کو کیا ہوا کہ اذان نہیں دی، اللہ اس کی آواز کو قطع کرے۔ اس کے بعد اس مرغ کی آواز سننے میں نہیں آئی۔ والدہ محترمہ صدمے سے فرمایا کہ اللہ کسی چیز کے حق میں بردعسا نہ کرنا۔ والدہ محترمہ کی اطاعت کبھی نظر نماز نہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ بچھوئے ہاتھ میں کاٹ لیا۔ والدہ محترمہ نے حکم دیا کہ کسی سے بھڑکا لو اور بھڑکانا شان توکل کے خلاف تھا تو جب کشمکش اٹھی لیکن حسن تدبیر سے ایک ایسا راستہ نکالا جس پر چل کر شان توکل بھی باقی رہے اور والدہ محترمہ کے حکم کی تعمیل بھی ہو جائے وہ یہ کہ بھڑانے والے کے پاس تشریف لیگئے ادا اسکے سامنے وہ ہاتھ پھیلا دیا جس میں بچھوئے کا تازہ تھا آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگوں میں زیادہ عبادت گزار کون ہے فرمایا وہ مرثکب محاصی جو اپنے گناہوں کو جب کبھی یاد کرے تو پتے نیک عمل کو ان کے مقابلہ میں خیر سمجھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خوف الہی کا عمل اس وقت ہوتا ہے جب تمہاری اور گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور فی کرمطاعت الہی کو کہتے ہیں تو جس نے طاعت الہی کی وہ فی اسے ہے اور جس نے طاعت الہی نہیں کی وہ فاکر نہیں اگرچہ بکثرت تسبیح پڑھتا اور قرآن کی تلاوت کرتا ہو۔ حجاج بن یوسف ظالم نے آپ کو ۹۹۹ میں شہید کیا تھا۔

قبر شریف مقام واسط میں ہے۔ عمر شریف دنیا نوے سال ہوئی۔ کتھا فی مولد الجنان

واقعتہ شہادت کی تفصیل یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے جب آپ پگرقار ہو کر چلے تو راستے میں تین تک ایچانے والے سپاہی نے دیکھا کہ دن میں روزہ رکھتے اور رات میں نوافل پڑھتے ہیں۔ سپاہی اس سے متاثر ہوا اور کہنے لگا مجھے یقین ہے کہ میں کچھ ایسے شخص کے پاس لے جا رہا ہوں جو آپ کو قتل کر ڈالے گا ہنما میں آپ کو چھوڑتا ہوں جہاں مرضی ہو چلے جائے آپ نے فرمایا حجاج کو معلوم ہوا گیا کہ کہنے مجھے گرفتار کر لیا تھا پھر چھوڑ دینے پر کہیں کو قتل نہ کرانے اسلئے مجھے لے ہی چلو۔ جب حجاج کے پاس پہنچے تو فرمایا میں سمجھا ہوں کہ بھوکہ قتل ہی کیا جائیگا کہ کوئی نہیں نے اور میرے دو ساتھیوں نے بہت دُعا جیلاوت محسوس کی تو بارگاہ الہی میں شہادت کا سوال کیا تھا اور بہت دُعا جیلاوت کا پیدا ہونا دعا کے مقبول ہونے کی علامت ہے چنانچہ میرے دونوں ساتھیوں کو شہادت نصیب ہو گئی اور میں مستغفر ہوں۔ پھر حجاج بولا تمہارا کیا نام ہے آپ نے فرمایا سعید بن جبیر بولا بلکہ شقی بن کبیر آپ نے فرمایا والدہ نے اس نام کیساتھ مومنہ کیا تھا۔ لیکن میں سعید ہوں یا شقی اسکو اللہ خوب جانتا ہے بولا انہیں تم شقی ہو آپ نے فرمایا غیب کا جاننے والا کوئی اور ہی ہے بولا خیر خدا کا بندہ تھا کوئی بنا کو پیش مارنے والی آگ کی شکل میں تبدیل کر کے مردوں کا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے یقین ہوتا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں ہے تو تمہارے غیر کو معبود بنا تا بولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا بزرگزیہ نبی گزشتہ اور آئندہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ بولا تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا: فانی ان شین انی ہمما فی القاد۔ آپ کا منظر اتنی تیز ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ دن کو عزت بخشی اور حق کے بعد لوگوں کو جمع کر دیا۔ بولا تو عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا فاروق ہی مخلوق میں منتخب اللہ تعالیٰ نے جن دو مردوں میں سے ایک کے ساتھ اسلام کو قوت دینا پسند فرمایا تھا وہ ایک ہی نیکے بولا تو عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا جیش الحسرة کے مصداق کی کفالت آپ کی امتیازی شان تھی بیرونِ وطن کو خریدنے کے بعد وقف کر کے جنتی مکان آپ ہی نے خریدنا تھا اور ظلماً قتل ہو کر آپ کو شہادت بھی نصیب ہوئی۔ بولا تو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے وہی اسلام لائے۔ پھر یہ خلاصی اللہ تعالیٰ علیہ آکرم کی محبوب ترین صاحبزادی ان کے نکاح میں آئیں۔ بولا تو معاویہ کے حق میں کیا کہتے ہو؟ آپ نے

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کاتب ہونیکا شرف انکو حاصل تھا بولوا تو ان خلفاء کے ہاں سے میں کیا کہتے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سے اب تک مجھے آپ نے فرمایا ان کو اپنے اعمال کی جزائی ملی۔ میں میں کچھ جزا پا کر مسرور ہوں گے اور کچھ ہلاک اور میں ان کا ذمہ دار نہیں بولوا تو عبد الملک بن مردان کے متعلق کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا اگر کسی کو لاکھا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکی نیکی کا ثواب ہے اور اگر لاکھا تو اللہ تعالیٰ کے قابو سے نکل نہ سکے گا بولوا تو میرے حق میں کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا تم خود اپنے آپ کے زیادہ جانتے ہو بولوا میرے متعلق اپنا علم ظاہر کرو آپ نے فرمایا تو اسوقت میری بات بڑی لنگی خوش کن نہ ہوگی بولوا خیر تم ظاہر کرو آپ نے فرمایا اچھا۔ تم سے حدود الہی میں ظلم و ستم ظاہر ہوا۔ اولیاء اللہ کو قتل کیے معاصی پر تم نے خیرات کا اظہار کیا۔ بولوا بخدا ملکیسے ٹکڑے کر کے تمہارے اعضاء کو علیحدہ کر ڈالوں گا آپ نے فرمایا تو اس سے میری دنیا بگاڑ دو گے لیکن میں تمہاری آخرت بگاڑ ڈالوں گا اور انتقام سامنے آئیوالا ہے۔ بولوا تمہارے لئے عذاب الہی ہے آپ نے فرمایا عذاب الہی اس کیلئے ہوتا ہے جسکو جنت سے دور کیے دوزخ میں داخل کیا جائے۔ بولوا ان کو لے جاؤ اور گردن مار دو آپ نے فرمایا میں تم کو اس بات پر گواہ بنانا ہوا جسکو اللہ ایمان ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پیغمبر اور رسول ہیں۔ اور اس بات کو یاد رکھنا یہاں تک کہ قیامت میں ملاقات ہو پھر جب تک آپ کو قتل کیلئے چلے تو اپنے جسم فرمایا جناح نے دریافت کیا کہ تم کیوں کیا آپ نے فرمایا اس بات پر کہ تم اللہ کے حضور خیرات کر رہے ہو۔ جناح بولا کہ انہیں فزع کرنے کے لئے مثال دو جناح نے قبلہ رو کر کے جب لٹایا گیا تو اپنے پڑھا۔ اِنِّی وَجَّهْتُ وَجْهَیْ لِلَّذِیْ فِطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَسْئَلُ جَنَاحُ بَوْلَانِ کِیْ تَبْتَ قَبْلَکِی طَرَفٌ کِیْ تَبْتَ قَبْلَکِی طَرَفٌ کِیْ تَبْتَ کِیْ لَمِیْ تُوْا مِنْهَا خَلْقْنَا کُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُکُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُکُمْ کَلَسَ لَہٗ الْاُخْرٰی اِوْلا سِیْ حَالَتِیْ فِیْ فِزَعٍ کِیْ یَا کِیْ اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ شہدائک کے بدن سے جدا ہونے کے بعد اپنے تین مرتبہ بار بار بلند کلمہ توحید پڑھا لا الہ الا اللہ جو تیسری مرتبہ پورا سننے میں نہیں آیا جب شہادت کی خبر سید المشائخ حضرت حسن بصری قدس سرہ کو پہنچی تو اپنے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ جا بویں کے ہلاک فرمانے والے حجاج کو ہلاک فرمائے تو تین دن ہی گذرے تھے کہ پیش میں کیرٹے پڑ گئے یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا۔ خواب میں کسی نے دیکھ کر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ کس طرح پیش آیا بولوا ہر قتل کے بدلے میں مجھے ایک مرتبہ قتل کیا۔ اور سعید بن جبیر کے بدلے میں شتر مرتبہ قتل کیا۔ امام مرض میں جب موتا تو سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھتا کھٹکھٹے پکڑ کر جھنجھوڑتے اور فرماتے ہیں "اے دشمن خدا تو نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ خوف زدہ بیدار ہو کر کہتا ہاں سے میں نے سعید بن جبیر کو کیوں قتل کرایا۔"

وہ جو کلمہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کو قتل کرنے سے محفوظ رکھا ہے۔

(ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) آپ کا ام گرامی عبد اللہ اور کنیت ابو الجاس ہے۔ ہجرت تین سال پیشتر شعب گھاتی میں پیدا ہوئے جبکہ نبی ہاشم وہاں پر مقیم تھے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ نے ان کو واسطے دعا فرمائی تھی "اللّٰهُمَّ فَفَقِّہْہُ فِی الدِّیْنِ" اے اللہ ان کو دین کی کچھ عطا فرما۔ اور ایک مرتبہ سینے سے چپٹا کر فرمایا۔ "اللّٰهُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ" اے اللہ انہیں علم حکمت سکھا دے۔ محمد بن کرام جب عبد اللہ سے اس بابت کہتے ہیں تو مرد جاوید صواب ہو جاتا ہے (۱) عبد اللہ بن عباس (۲) عبد اللہ بن عمر (۳) عبد اللہ بن زبیر (۴) عبد اللہ بن عمر بن العاص اور قبیلے کے نزدیک عبد اللہ بن عبد اللہ ابن مسعود بھی داخل ہیں۔ کما فی فوائیح الرصورت شرح مسلم الثبوت۔ اصاص احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ صحابہ کرام نے احادیث کثرت روایت کی ہیں۔ انہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

معاذ اللہ
کلام کہ
کہتے۔

تعدا میں سب زیادہ ہیں، ابوہریرہ (۲) عبد اللہ بن عباس (۳) عبد اللہ بن عمر (۴) آدم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (۵) جابر بن عبد اللہ (۶) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ نے ایک ہزار چھ سو ساٹھ احادیث روایت کی ہیں ان میں سے پچاس کے متفق علیہ اور ایک سو بیس نام بخاری کے افراد میں اور انچاس نام مسلم کے افراد میں ہیں (عمدۃ القاری) عبد اللہ بن مرثد اور رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں تمام طائفہ شیعہ مجری میں بجز کچھ سال وفات پائی اور مولائے مشکل کشا کے صاحبزادے حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی، نماز کو اسطے جب جنازہ رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک سفید برفہ اگر کفن میں داخل ہو گیا مگر تلاش کرنے پر دستیاب ہو سکا دفن کرنے کے بعد ایک آواز سننے میں آئی، بولنے والا نظر نہ پڑا وہ کہتا تھا یا ایہذا النفس المطمئنتہ الی ما جئتی الی ما قبلكم صلیتہ ورضیتہ فان خلی فی عبادتی وادخلنی جنتی، ترجمہ ہے اطمینان والی جان اپنے رب کی طرف داپس ہو یوں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہوا اور میری جنت میں آ کر میری عمر میں مینائی جاتی رہی تو وہ شعر پڑھا کرتے تھے۔ **ان یاخذ اللہ من عینی ویرحمہ** یعنی لیست فی قلبی منہا نوراً + قلبی ترکی و قد ہی غیر فی حی دخیل + فی لہی صبارم کابرم کالتسیف مظنہ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں کی روشنی سلب فرمائی تو کوئی مصائب نہ نہیں سکتے کہ میری زبان اور قلب میں اس کے بولے روشنی پیدا ہو گئی ہے میرا قلب پاکیزہ ہے اور دماغ میں کوئی فساد نہیں اور نہ ہی زبان قاطع رکھتا ہوں جو تلوار کی طرح تیر سخاوت میں بروقت مقابلہ غالباً نبوی الی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ گنہگار صرف ایک مرتبہ گناہ کر کے اس کے برے انجام سے بچو رہنا اس گناہ سے زیادہ بُرے گناہ کرنے وقت کو آٹھ کا آٹھ سے شرم نہ کرنا گناہ سے زیادہ بُرے اپنا انجام معلوم نہ ہونے کے باوجود ہنسنا گناہ سے زیادہ بُرے گناہ کو کہ خوش ہونا گناہ سے زیادہ بُرے کسی گناہ کے فوت ہونے پر رنج کرنا گناہ کرنے سے زیادہ بُرے گناہ کرتے وقت اللہ کے دیکھنے سے نہ بھگانا اور ہوا کا پردہ کھول لینے سے خوف نہ کرنا گناہ کرنے سے زیادہ بُرے۔ آپ نے فرمایا حکمت کی بات جس سے بھی سنوے تو کہو نہ کہ کبھی آدمی کے منہ سے حکمت کی بات نکل جاتی ہے حالانکہ وہ حکیم نہیں ہوتا جیسے اناڑی کا شکار آپ نے فرمایا ایک ہفتہ یا ایک ماہ یا اس سے زیادہ کسی سلطان گھر کا خیر اٹھانا کیے بعد دیگرے حج کرنے سے بہت اچھا ہے فی سبیل اللہ اشرفی خرقہ کرنے سے بھی جانی کی خدمت میں پیسوں کا طباق بطور پیش کرنا بہت اچھا ہے آپ نے فرمایا جب میرے بھائی سے جھگڑو کوئی مکروہ بات پہنچی تو میں نے اسکو تن محال میں سے ایک پر جموں کیا۔ اگر وہ مجھ سے بلند مرتبہ تھا تو مجھے اسکی قدر ہوئی اگر کہڑوں سے ایسی باتیں بنیتا صلح و خیر خواہی صادر ہو کر رہی ہیں اور اگر وہ میرے برابر تھا تو جھگڑا پر فضیلت حاصل ہو گئی (کہ میں اسکی مکروہ بات کا جواب نہیں دیکھ کر قرآن کریم کا ارشاد ہے **وَأَنْ تَعْفُوْا خَيْرٌ مِّنْكُمْ**) اور اگر مجھ سے کم درجہ تھا تو میں نے اسکی مکروہ بات کی پروا ہی نہیں کی اپنے حق میں میرا طریقہ کار ایسی ہے جو شخص اس طریقہ کار سے گریز کرے تو اللہ کی ذمہ دہ ہے۔ کسی شخص نے آپ کو گالی دی جواباً فرمایا تم نے تو مجھے گالی دی۔ لیکن میرے اندر تین عداوتیں ہیں (۱) یہ کہ جھگڑا اللہ کی جہ کسی آیت کے متعلق معلومات حاصل ہوتے ہیں تو میری عقل غائب ہوتی ہے کہ تمام لوگوں کو یہ معلومات حاصل ہو جائیں (۲) یہ کہ جب میں مستنا ہوں کہ ظالم مسلمان کے لئے انصاف کیا تو مجھ کو خوشی ہوتی ہے حالانکہ اس سے میرا معاملہ کبھی نہ ٹپے گا۔ (۳) یہ کہ جب مستنا ہوں کہ مسلمانوں کے ظالم شہر میں بادش ہوئی تو مجھ کو مسرت حاصل ہوتی ہے حالانکہ میرے پاس جھگڑ میں چرنے والا کوئی جانور نہیں جو اس سے فائدہ حاصل کر سکے آپ کی آنکھوں میں پانی اترتا یا جس سے مینائی جاتی رہی معالجین چشم نے آ کر عرض کیا کہ ہم آپ کی آنکھوں کی پانی تو نکال دینگے لیکن پانچ یوم تک آپ کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے آپ نے فرمایا بخدا میں پانی نہیں نکلواؤں گا۔ پانچ یوم کی نماز پڑھی بات ہے مجھے ایک کعت میں بھی ترک کیا اگوا لائیں۔ کیونکہ

مجھے حدیث پہنچی ہے کہ جس نے ایک نماز قضا ترک کر دی تو بروقت ملاقات اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا (صفحة الصفوة وغیرہ)

غیر

نہ

کہ

شکل

جواب

نہ

کہ

شکل

جواب

(وكان مما يحل ان) اس کلام کے معنی میں شاہن بخاری مختلف ہیں اور اختلاف ایک اشکال کا اور وہ ہے جبکہ

دفع کر نیے معنی کلام مختلف ہو گئے اشکال کی تقریر ہے کہ فقرہ جملہ سابقہ میں کا تبار اس طرف ہوتا ہے کہ "کان" میں ضمیر اسم کا

مرجع اسم رسالت ہے اور جملہ اسم رسالت مرجع قرار پانگا تو وہ مما یحی ان خبر کا فعل درست نہیں ہو سکتا کیونکہ یہاں ہما مصدر یاد

من ابتداء ہے۔ تو حاصل عبارت یہ ہوگا۔ وكان من تحريك الشفتين۔ مثنیٰ ابتداء کا مدخل کبھی فعل متکبر کا واسطے ہدا ہوتا ہے۔

جیسے سورت من البصيرة الى الحوف تا دیکھی ایسے فعل کا ہدا ہوتا ہے جو خود تو تمتہ نہیں مگر تمتہ کی واسطے اصل جو جیسے خواجہ صاحب

الذرا کہ فرنی خود تمتہ نہیں اسلئے کہ اس سے ایک قدم نکالنے پر متحقق ہو جاتا ہے لیکن اس پر تمتہ افعال متفرع ہوتے ہیں جیسے یہاں

وغیرہ اس من کو ابتداء غیر اتصالیہ کہتے ہیں۔ چونکہ فقرہ زیر بحث میں دونوں قسم کا فعل نہیں اسلئے یہاں پر من باین معنی نہ ہوا۔ اور کبھی من

ابتداء کے مدخل اس چیز ہوتی ہے جس سے کسی کا مفصل ہوا معتبر ہو جیسے قرآن کریم میں انہ من سلیمان اور کافہ میں علامت

ابن ماجہ بلکہ الترتیب کا فعل فضا الفاعل اس من کو ابتداء اتصالیہ کہتے ہیں۔ فقرہ زیر بحث میں یہ من بھی نہیں ہو سکتا۔ معنی یہ ہے

کہ آپ لبوں کی تحریک سے ناشی ہو مفصل تھے جن کا درست نہ ہونا انظر من الشمس اور ابن ابی اس ہے۔ علامت کو مثنیٰ قدس امر منقول

نے شہج بخاری میں اس اشکال کا یہاں ایک کان کی ضمیر اسم کا مرجع اسم رسالت نہیں بلکہ ما قبل فعل "علاج" کا مصدر علاج

ہے اب معنی یہ ہوں گے کہ آپ کا علاج یعنی وجہان شدت لبوں کی تحریک سے ناشی تھا یا ہما موصول ہوا۔ معنی من ہے تو معنی یہ ہے کہ آپ

ان دونوں میں سے نئے جو لبوں کو حرکت دیتے ہیں۔ پہلی صورت میں من ابتداء اتصالیہ ہے یا تعلیلیہ اور دوسری صورت میں تعضیلیہ

ان دونوں صورتوں میں خبر کا فعل درست ہے اور معنوی حیثیت سے بھی کوئی خیار نہیں۔ پہلی صورت پر علامت جسے صفائی نے مثنیٰ

کیا کہ اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ وجہان شدت لبوں کی تحریک سے حاصل ہوا لاکہ جملہ سابقہ دالت کرشمہ کہ لبوں کی تحریک سے پیشتر

نزول وحی سے شدت محسوس فرماتے تھے تو یہ جواب درست نہ ہوا۔ اس اعتراض کا جواب علامت میں نے دیا کہ وجہان شدت اگرچہ پیشتر

حاصل تھا مگر تا ظہور لبوں کی تحریک ہی سے ہوا کیونکہ امر باطنی ہے۔ برادری اس پر نیز یہ تحریک واقع ہوا اسی واسطے اس نے کہا کہ

وجہان شدت بود نزول قرآنی لبوں کی تحریک سے ناشی تھا اس سے ظاہر ہوا کہ "کان" کی ضمیر اسم کا مرجع مطلقاً "علاج" یعنی وجہان شدت

نہیں حتیٰ کہ اعتراض واقع ہو کہ وہ تو تحریک سے پہلے حاصل ہے بلا "علاج" یعنی وجہان شدت بود نزول قرآنی مرجع ہے۔ دوسری

صورت پر کسی نے اعتراض نہیں کیا مگر اتم لکھوون کے نزدیک محسوس ہے کہ وجہان ضرورت مجازاً فقہا کرنا جائز نہیں اور جب پہلی صورت

سے اشکال مندرج ہو گیا تو اسکی کیا ضرورت رہی پھر علامت میں نے فقرہ زیر بحث کی دو تاویلیں لکھ دیں کہ (۱) یہ کہ کان کی ضمیر اسم کا مرجع

"علاج" یعنی وجہان شدت ہے اور میں نے تعلیل اور راوی کا مقصد یہ ہے کہ وجہان شدت کے دو سبب تھے اول نزول قرآنی

جس کو پہلے جلد میں بیان کیا ہے اہد دوم لبوں کی تحریک جس کو اس جملہ میں بیان کیا (۲) یہ کہ کان معنی "وجہان"

یا جانے جو بعض ظہور آتا ہے اور "کان" کی ضمیر اسم کا مرجع وہی "علاج" ہے اب معنی یہ ہوں گے کہ وجہان شدت بود نزول

قرآنی لبوں کی تحریک سے ظاہر ہوا۔ اس تاویل اور علامت کو مثنیٰ کی پہلی صورت کا حاصل ایک ہو گیا۔ صحیحی نے اسلئے کہ ان جملات میں

کھینچنا محسوس ہوتی ہے مفہوم بیان ان سے اگرچہ صحیح ہو گیا لیکن اس کی جائزہ میں تبارک نہیں ہوتا جس سے کلام کی سلامت بمرجع

ہو کر معنوی تعقید پیدا ہو گیا خطرہ ہوتا ہے اسلئے صحیح تر جواب ہے جو بعض دوسرے اکابر نے افادہ فرمایا کہ کان کی ضمیر اسم کا مرجع اسم

رسالت ہی ہے جیسا کہ کلام سے متبادر ہوتا ہے۔ اور ہما یعنی "س" تھا ہے۔ اہل عرب انظم و نردونوں میں باین معنی استعمال کرتے ہیں

چنانچہ ایک شاعر کرتا ہے: **وَإِنَّمَا لَمْ تَنْصُرِبِ الْكَبْشِ صَوْبِيَّةٌ** + **عَلَى وَجْهِهِ يُلَقِي اللِّسَانَ مِنْ الْعَيْمِ** یعنی میری
ہم منڈھے کے ٹھہر پر یہاں اوقات ایسی ضرب لگتے ہیں جس سے وہ زبان منڈھے سے باہر نکال دیتا ہے خود حدیث میں بھی یہاں معنی "سُرْبِيَّةً"
آئی ہے جیسے حضرت براء بن عازب کی حدیث ہے: **كُنَّا إِذَا أَصَلْنَا خَلْفَنَا الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا نَحْبِبُ أَنْ**
تَكُونَ عَيْنَ عَيْنَيْنِ یعنی ہم جب منگو کے پیچھے نماز پڑھنے کا قصد کرتے تو کثرت سے پرجا کرتے تھے کہ آپ کی دائیں جانب ہوں اور چپے
سمراہ بن جندب میں ہے: **كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الضُّمُّ مِمَّا يَقُولُ لِأَصْحَابِهِ**
مَنْ تَرَأَى مِنْكُمْ سَرًّا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ چکے تو بسا اوقات اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ تم میں سے
کس نے خواب دیکھا ہے۔ اور ہائے علامت بھی اپنے کلام میں "مِمَّا" بمعنی "سَرًّا" استعمال کیا ہے چنانچہ امام الخوافی علامت سیوریہ
طَرِ الرَّجُلِ فِي تَصْنِيفِ الْحِجَابِ میں فرماتے ہیں: **اعلم انهم مما يحذونون**۔ یہاں پڑھنا "بمعنی سر تہا ہے۔ الغرض
اس جواب کی تقریر پر ہمارے میں سلاست اور معنی میں جزالت پیدا ہو جائے گی اور معنی کلام یہ ہوں گے کہ حضور پُرْنَا کثرت سے اپنے مبارک
گو حرکت دیا کرتے تھے یعنی جبریل امین علیہ السلوٰۃ والتسلیم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جب بھی کوئی حرکت پیش کرتے تو آپ ان کی حرکت
پڑھنے جاتے تاکہ یاد ہو جائے اور بھول نہ جائیں یہ واسطے ارشاد بانی ہونے لاکھیر **لَا تَحْزَنْ لِمَا نَسَاكَ التَّجَلُّبُ بِهِ إِلَى تَحْقُرَانِ عَلَيْنَا**
بَيَانُهُ تاکہ تہا کہنے کی طبری میں قرآن کیسا تھا اپنی زبان کو حرکت نہ دے دیکھا اسکا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے مذمت ہے تو جب ہم اسے
پڑھیں سو وقت اس پڑھے ہونے کی ابتداء کو دیکھ کر شیک سکی یا ریکورڈنگ ظاہر فرمانا ہمارے ذمہ ہے دیکھئے اس معنی پر ارشاد بانی کیا
صاف صاف اور خوب چسپاں ہو رہا ہے **سؤال** نہیں نہیں بلکہ ارشاد بانی کسی جواب پر چسپاں نہیں ہوتا کیونکہ اس حدیث میں
حضور کا بول کو حرکت دینا مذکور ہے اور ارشاد بانی میں زبان کی حرکت سے منع کیا گیا تو ارشاد بانی کہاں منطبق ہوا۔ ہاں ارشاد
بانی میں اگر بول کو حرکت دینے سے منع کیا گیا ہوتا تو انطباق بالکل صحیح تھا **جواب** کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کے
ذکر پر کف کر کے دوسری کو مقدم کر دیا کرتے ہیں اہل معانی کے یہاں اسکو "احتفاء" کہا جاتا ہے جیسے آیت **وَجَعَلَ الْكُفْرَ**
مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ میں "الحس" پر انکفار کے "واللہون" کو اس کے بعد مقدم کر دیا اسی واسطے کہتے ہیں کہ یہ آیت از قبیل "احتفاء"
ہے اس قبیل سے فقہ زہری بھی ہے کہ "شفقتیہ" پر انکفار کے "الکعبہ ولسان" مقدم کر دیا۔ چنانچہ کتاب التفسیر کی
معاہت بطریق جبریت میں دونوں کا ذکر ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں **فَكَانَ مِمَّا يَحْكُمُ اللِّسَانَ** وشفقتیہ اور قرآن کریم میں
لسان پر انکفار اسکے فرمایا کہ لطف میں صل وہی ہے۔ اب بفضلہ تعالیٰ پورا پورا مطابق ظاہر ہو گیا۔ فقال ابن عباس سے
فَانزَلَ اللَّهُ تَعَالَى تِلْكَ جَلَّةً مَعْرُوفَةً مگر "فانك" ساتھ جیسے اس شعر میں **وَالْعَلْمُ الْعَلْمُ لِلْمَرْءِ نَيْفَعُهُ** +
أَنْ سُوْفَ يَأْتِي كُلُّ مَا قَدِ رَأَى کہ **اعلم** اور **أَنْ سُوْفَ** کے درمیان **فعلہ المرفوع** نَيْفَعُهُ جملہ معترضہ فاعل ہے
ہے یہاں پراس جملہ معترضہ سے مقصود یہ ہے کہ مخالف کے سامنے بول کی حرکت کا نقشہ علی طور کھینچ کر دکھایا جائے تاکہ مزید وضاحت
حاصل ہو کہ کون کونسی صورتوں میں زیادہ انکشاف ہوا کرتا ہے۔ اسکو "تقلید یا الفعل" اور اسکو "تقلید
بالقول" کہتے ہیں یہاں پر صحت دورا ویں نے لیوں کی حرکت مشابہہ کرانی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سعید بن جبیر
کہا اور انہوں نے موسیٰ بن عائشہ وغیرہ کو جس سے حرکت لکھی تسلسل قائم ہو گیا۔ اسی واسطے حدیث ہذا کو مسلسل
بتصویب الشفة کے ساتھ موزوم کیا جاتا ہے جیسے اس حدیث کو جسکے راویوں نے بروقت روایت مصافحہ کیا تھا "مسلسل
بالمصافحہ" کہتے ہیں مگر حدیث زہری کے جملہ راویوں میں چنگر اس حرکت کا تسلسل باقی نہیں رہا اسلئے غیر متصل ہے۔ حدیث مسلسل

تہ دفعاً قوسہ حاصل ہوتے ہیں (۱) ضبط لاوی ۲۷ اتصال مراع جس سے تلمیذ کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ **سوال** مسجد بن حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو یہ فرمایا کہ میں نبیوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حرکت دیتے دیکھا تھا مگر میں جیسا کہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ میں نبیوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے حضور پر نور کو حرکت دیتے دیکھا مگر میں نبیوں کو حرکت دیتا ہوں جیسے حضور پر نور کو حرکت دیتے تھے۔ **جواب** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر یوں فرماتے تو یہ مفہوم ہوتا کہ بروقت نزول وحی حضور کو حرکت دیتے دیکھا تھا اور بروقت نہیں کیونکہ سورہ قیامتہ میں کی یہ آیات ہیں بالاتفاق ملگی ہے اور امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس واقعہ کو بدن والوحی میں لکھا ہے جس سے ظاہر ہوا کہ یہ واقعہ نزول وحی کے ابتدائی زمانہ کا ہے جبکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر یہ بھی نہ بھٹے تھے اسلئے کہ ان کی ولادت ہجرت سے تین سال قبل ہوئی ہے۔ پھر حضور کی تحریک کا علم نہیں کیونکہ ہوا۔ اس میں و احتمال ہیں (۱) یہ کہ کسی ایسے صحابی نے قبردی جنہوں نے بروقت نزول وحی حضور کو حرکت دیتے دیکھا تھا یا اس واقعہ کے بعد خود حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے قبردی تھی اور بروقت انبار اس حرکت کو مشاہدہ کر دیا تھا یہی احتمال راجح ہے۔ کیونکہ ابوداؤد طیالسی علیہ الرحمۃ نے اپنے مسند میں اسکی تصریح بیان فرمائی ہے

رفأ نزل الله تعالى لا تحرك به لیساً ذك لتعجل به اس کے مانند سورہ ظہر بشر کی یہ آیت ہے **وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ**۔ ترجمہ اور قرآن میں جلدی نہ کرو جب تک اسکی وحی تمہیں پوری نہ ہو۔ اور بر قول بلع ان دونوں آیتوں کی شان نزول بھی ایک ہے جو حدیث زیر بحث میں مذکور ہوئی **سوال** اگر دونوں کا مفہوم اور شان نزول متحد تسلیم کیا جائے تو بروقت قیامت لازم آئیگی۔ وہ یہ کہ ان میں سے جب پہلے ایک آیت کا نزول ہوا اور جب میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھنے سے مانعت کی گئی تو اب دو احتمال ہیں (۱) یہ کہ آپ نے اس حکم کی تعمیل کی اور ان کے ساتھ پڑھنا ترک کر دیا (۲) یہ کہ تعمیل نہیں کی اور باوجود مانعت حسب معمول پڑھتے رہے۔ بر تقدیر اول احتمال حیاتہ اپنے اس عمل کیا اور ان کے ساتھ پڑھنے سے روک گئے تو دوسری آیت کا شان نزول یہ نہ رہا اور نہ دونوں کا مفہوم ایک ہوا کہ جب آپ نے ان کے ساتھ پڑھنا ترک فرمایا تو پھر ساتھ پڑھنے کی مانعت کا کیا عمل ہے اور بر تقدیر احتمال دوم لازم آئیگا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل رسول نہ کریں جو بدیہی البطلان ہے۔ کیونکہ حکم خداوندی کی تعمیل نہ کرنا معصیت ہے اور رسول سے معصیت کا صدور ممکن نہیں کہ رسول معصوم ہوا کرتے ہیں **جواب اقل**

ان آیتوں میں **لا تعجل** اور **لا تحرك** دونوں صیغہ نہی ہیں اور نہی اگرچہ حقیقتاً تحریم کیواسطے ہوا کرتی ہے جیسے امر وجوب کے لیسکن مجازاً دوسرے معانی میں بھی مستعمل ہوتی ہے۔ **وَقَالُوا كَيْفَ نَسْتَعِيبُكَ وَلَوْ كُنَّا نَسْتَعِيبُكَ لَوْلَا نَسْتَعِيبُكَ**۔ بیان عاقبت کے واسطے جیسے **لَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ خَافِلاً يَّسُورَ كَيْفَ لَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ دِينًا**۔ جیسے **لَا تَعْتَذِرُوا وَاللَّيْوَمَ تَحْتَرِكُونَ**۔ تھیر کے لئے جیسے **لَا تَعْتَذِرَنَّ عَنِيبَاتِكُمْ**۔ تمہارے لئے جیسے کوئی اپنے بول بوالے سے کہے **لَا تَفْعَلْ حَتَّىٰ تَسْتَوِيَهُ** کے لئے جیسے **إِضْبِرُوا أَوْ لَا تَضْبِرُوا**۔ تہدید کے واسطے جیسے **لَا تَأْخُذْ بِالْحَيْبَةِ فَإِنَّهَا دَلْدَلَةٌ**۔ ارشاد کے واسطے جیسے **لَا تَسْتَلُوا عَنَّا شَيْئاً وَإِنْ سَأَلْتُمْ لَنَكْفُرْ بِكُمْ**۔ اس سے مخاطب کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے کہ وہ دنیوی منفعت اپنے آپ کو نہ مانے۔ مخاطب کو اختیار ہے کہ وہ کہے یا نہ کہے اگر نہ پکارتو متکلم کی جانب اصلاح کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہوتا جیسے امر ارشادی میں دنیوی منفعت کے حصول کی رہنمائی مقصود ہوتی ہے۔ اگر مخاطب نے منفعت حاصل کرے تو کسی قسم کا مواخذہ نہیں۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بروقت نزول وحی حضرت جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے جس سے تکلیف محسوس ہوتی تھی مولیٰ تعالیٰ نے ابتداً سورہ طہ، شوریٰ کی آیت **وَلَا تَعْجَلْ** نازل کر کے اس سے بھی فرمائی۔ لیکن یہ نہیں چونکہ ارشادی تھی اور ہوا پڑھنے میں اگرچہ مشقت سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ مگر مواخذہ پڑھنے میں

نہی فرمائی اور نہ ہی صحابی

حالات وحی بھی محسوس ہوتی تھی۔ نظر برآں آپ اپنے معمول پر قائم تھے اور ساتھ پڑھنا ترک نہیں فرمایا یہاں تک کہ مولیٰ تعالیٰ کو جب محبوب کا اس طرح مشقت برداشت کرنا گوارا نہ ہوا تو سورہ قیامت کی آیت کا نسخہ لکھا۔ نازل کر کے پھری فرمائی۔ یہی چونکہ تحریم کیواسطے تھی اسلئے آپ نے ساتھ پڑھنا ترک فرمادیا۔ حدیث زیر بحث کے آخر میں ہے کہ اس آیت کے بعد حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب وحی کے حاضر ہوتے تو آپ خاموشی کے ساتھ سنتے رہتے تھے **حاصل** جواب یہ ہوا کہ سورہ ظہر شریف کی آیت نزول میں مقدم اور اس میں نبی بارشاد کیواسطے ہے۔ بخلاف آیت سورہ قیامت کہ اس میں نبی تحریم کے لئے اور اس کا نزول ہر قسم ہے۔ اس تقدیر پر سوال ہیں کہ کردہ دونوں باتوں میں سے کوئی بھی لازم نہیں آتی۔ لیکن کسی کذب سے اس بات کی تائید دستیاب نہ ہو سکی کہ سورہ ظہر شریف کی آیت نزول میں مقدم اور اس میں نبی بارشاد کیواسطے ہے۔ **فہذا الجواب** ان کا ان صوابا فمن الرحمن وان كان خطا فمنی ومن الشیطان اور کتاب التاسخ والمنسوخ میں علامہ ابو عبد اللہ محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ سورہ اعلیٰ کی آیت "سنقرنک فلا تنسئ" ان دونوں آیتوں کیلئے ناسخ ہے۔ **جواب** وہم محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی لیکر حاضر ہتھے اور ذہنی طور پر پیش کر رہے تھے نبوی جسم کے ساتھ مس نہ کریدیں اس کا قلب میں لقا شروع کرتے تو آپ ہی وقت محبت کیساتھ بڑھنے کا ارادہ فرماتے اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ ظہر شریف کی آیت کو لا تعجل سے نبی خلیٰ قلب میں لقا تمام ہونیسے پتیر پڑھنے کی ہدایت کی۔ یہاں تک کہ جبریل لقا تمام کرنے کے بعد باقی طور پر پیش کریں۔ چنانچہ اس کے بعد بروقت لقا آپ محسوس ہوتے۔ پھر جب حضرت جبریل ذہنی طور پر پیش کرتے تو ان کے ساتھ پڑھنے جاتے جس سے مشقت کا سامنا ہوتا تھا اسلئے مولیٰ تعالیٰ کو گواہ نہ ہوا اور اس سے سورہ قیامت کی آیت کو لاکھاج میں نبی فرمائی اس جواب میں اگرچہ دونوں ہی اپنے حقیقی تھے تو ہم پر بھی نہیں لیکن شان نزول کا اتحاد باقی نہیں رہتا یہ جواب باریت بالشریح احمد صاوی قدس سرہ کے اس کلام سے مستفاد ہوتا ہے جو انہوں نے سورہ ظہر شریف کی آیت مذکورہ کے ماتحت فرمایا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

زان علینا جمعہ وقرآن (جہاں جہاں ہمیں جمعہ اور قرآن کا نزول ہوا) اس کا فاعل لیکن یہ اسناد بخاری ہے جیسے انبت الربیع البقل میں کہ ظون کی طرف اسناد بخاری ہے فرق اتنا ہے کہ اس میں ظون زمان کی طرف اور اس میں ظون مکان کی طرف؛ لیکن اصل یہ ہے: **انبت اللہ فی الربیع البقل** اور اس کی جمعہ اللہ لک فی صدہ لک اور ضمیر منصوب کا مرجع قرآن ہے اور بعض روایات میں **جمعہ لک صدہ لک** بصیغہ مصدر آیا ہے اور صدہ لک اس کا فاعل اور بعض میں جمعہ لک فی صدہ لک بصیغہ مصدر ہے اور صدہ لک سے شیعری کی زیادتی اور بطول کی تائید کرتی ہے اور بعض میں **جمعہ لک صدہ لک** ضمیر سنان الیہ کا مرجع اسم جلال اور ضمیر مجرور کا قرآن اور مصدر منصوب ہے اور بعض میں **جمعہ لک فی صدہ لک** بزیادت فی مال سبب وابتوں کا ایک ہے اور لک میں لام برائے تعلیل ہے یا برائے تبیین کما فی فتح الباری سوال مذکورہ بالا روایات میں سے بعض میں لفظ لک ہے اور بعض میں نہیں ہے اس سے بعض میں اگرچہ لفظ جمع کی اسناد صدر کی جانب چوری ہے مگر حقیقت اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے کما صحت نظر برآں اگر لک کو برائے تعلیل میں کے تو فعل الہی کا معلق بالذمیر ہے لازم آگیا جو اصل پر جواب لک تعلیل کا فعل بھی فعل کیلئے صحت مترتب ہوتا ہے جیسے خلق لک وہاں لک لایض جمعہ لک میں لک برائے تعلیل اور لک کا دخول انتفاع مقدم ہے یعنی خلق لک انتفاع بعد از خلق لک نہیں ہوتا بلکہ لک میں لک کا دخول انتفاع مقدم ہے اور لک صحت مترتب ہونے کیلئے لک کے فعل کے ہونے کا اصل لفظ لازم آیا اور کوئی لک کا دخول صحت مترتب ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے۔ ضروریہ لک کا دخول صحت میں لک کا دخول صحت ہونا عموماً ہوتا ہے۔

جلالین کے قول **قَالَ اللَّهُ لِلْعَلَّةِ الْغَائِيَةِ** پر حاشیہ صادی میں فرمایا ای وہی المتروکہ علی آخر الفعل ولیست حلقہ باعتمادہ
 لاستعمالہ الاخرض علی الله تعالیٰ فی الافعال والاحکام۔ **اقول** رانم انھوں اس بات کے کہنے سے قاصر رہا کہ
 یہاں پر لام برے تیبین بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ لام تیبین کی تین قسم ہیں۔ (۱) وہ کہ مفعول کو قائل سے ممتاز کرے اور یہ ہمیشہ ظرف لغو
 ہوا کرتا ہے اور یہ ایسے فعل تجبیا ولام تفسیل کے بعد واقع ہوتا ہے جو حُب یا بغض پر دلالت کوں جیسے **مَا أَحْبَبْتُ لِرَبِّدِي** مجھے زید
 کیسا محبوب ہے۔ **مَا أَبْغَضْتُ لِرَبِّدِي** مجھے زید کیسا مبغوض ہے۔ اور **مَا أَحْبَبْتُ لِي** "زید مجھے محبوب تر ہے اور میں یہ بغض
 لی"۔ زید مجھے مبغوض تر ہے۔ اس لام کا مدخل مفعول ہوتا ہے اور اگر بجائے لام لی ذکر کریں تو مفہوم برعکس ہو جائیگا کیونکہ الی بھی تیبین
 کے واسطے آئے مگر اس کا مدخل قائل ہوا کرتا ہے (۲) وہ کہ مدخل کی قاطبیت کو بیان کرے جو مفعولیت کیساتھ ملتبس ہو جیسے **بَدَلْتُ لِرَبِّدِي**
 میں (۳) وہ کہ مدخل کی مفعولیت کو بیان کرے جو قاطبیت کیساتھ ملتبس ہو جیسے **سَقَيْتُ لِرَبِّدِي** میں یہ دونوں لام ظرف مستقر ہو کر مبتدا محذوف
 "الطاعی" کی خبر ہوا کرتے ہیں (معنی اللیب) اور لای کا لام ان تینوں قسموں میں سے کوئی بھی نہیں پھر تیبین کیواسطے کیسے ہو سکتا ہے
 رو قرآنہ کی تفسیر میں و تقریہ فرما کر اس بات کی جانب اشارہ کیا کہ لفظ قرآن آیت میں کتاب الہی کا حکم نہیں ملا مصدر یعنی قرأت
 ہے جسکی اضافت مفعول کا طرف ہو رہی ہے۔ یہ آیت کا استخراج نبی کی تعلیل ہے جسکے معنی لفظ "ان" سے مستفاد آئے ہیں اس کا حکم کے
 حاصل معنی یہ ہوں گے کہ یاد کرنے کی جلدی میں قرآن کو جبریل کے ساتھ ساتھ نہ پڑھتے جائیے اسلئے کہ اسلئے آپ کے سینہ پاک میں محفوظ کر کے رہا
 مبارک برجامی کرنا ہلکے وقت ہے آپ شقت کیوں برداشت کرتے ہیں

فَإِنْ أقرَأناه فَاتَّبِعْ قرآنہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے "فاتبع" کی تفسیر میں **وَاسْتَمِعْ**
وَاصْبِرْ فرمایا یہ لفظ ابتداء کے معنی موضوع کی تفسیر نہیں بلکہ تفسیر بالمراہ ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب ہم بواسطہ جبریل قرآنی وحی کو
 پڑھیں تو اس وقت اطمینان کیساتھ لگا کر اس میں **سَمِعْ** یا **استمع** سے کہیں اختیار فرمایا "استمع"
 مجرد سے کیوں استعمال نہیں کیا **جواب** کبھی خط کی زیادت معنی کی زیادت پر دلالت کیا کرتی ہے اور یہاں مقصود یہ تھا کہ آپ جبریل کی
 قرأت کو توجہ کیساتھ سنیں اسلئے تفسیر میں استعمال اختیار کیا اسلئے معنی میں بالقصد مشتقا بخلاف سماع جو مجرد سے ہے اس کے
 معنی میں مشتقا خواہ بالقصد ہو یا بالقصد نہ ہو اسلئے سماع پر آیت سیرہ سننے سے جو واجب ہو جاتا ہے خواہ سننے کا قصد کرے
 یا نہ کرے۔ اور باب افعال سے **انصت** اور افعال سے **انصت** اور مجرد سے **نصت** اگرچہ ہم معنی ہیں مگر اول کو اکثر استعمال
 ہونے کی وجہ سے اختیار فرمایا۔ **سَمِعْ** انصت کے معنی میں استعمال اسلئے کہ دونوں اہل تہذیب تفسیر کیسے جہاد میں ہے
 الا انصت السکوت والا سماع پھر اس پر اکتفا کیوں نہیں کیا **جواب** "فاتبع" کے بعد انصت ذکر کرنے میں
 تفصیل اور التعمیر ہوئی جس سے سماع کا ذکر کم ہو گیا جو اسکی اہمیت پر دلالت کرتا ہے۔ **سَمِعْ** قرآنی وحی فرشتے کے توسط سے
 کیوں بھی گئی **جواب** میں حکمت کا فخر قرآن بالواسطہ امت کے حق میں منت ہو جائے اور افراد امت اسی منت کے ماتحت امین اور
 ریاست دار اصحاب علم سے قرآن کی تفصیل کیا کریں کیونکہ قرآن یا کسی علم کو بالمشافہہ حاصل کرنے میں جو انکشافات حاصل ہوتے ہیں وہ کتاب
 پر اکتفا کر نیسے میسر نہیں سکتے اسلئے کتاب پر اکتفا کرنے والا فلاح یاب نہیں ہوتا **سَمِعْ** حدیث زبیر بکث اور حضرت اباب بن
 مطاہقت کیونکہ یہی **جواب** اس طور پر کہ آیت مذکورہ میں قرآن کریم کی کیفیت تلقین و تلقن بیان کی گئی جس پر حدیث زبیر بکث مشتمل
 ہے پہلے اس حدیث میں قرآن کریم کی صفت کیفیت تلقین و تلقن مذکور ہوئی اور حدیث سابق میں موصوفہ قرآن کریم مذکور ہے جو حدیث
 زبیر بکث میں ہو حدیث سابق کیساتھ مناسب چوتی کردہ موصوفہ مشتمل ہے اور یہ صفت پر اسلئے حدیث زبیر بکث کو مؤخر ذکر کیا

تفسیر القاسری

تفسیر القاسری

تفسیر القاسری

رخصت کامر ترمو صوف کے مرتبہ سے مؤخر ہوا کرتا ہے۔ پس یہ حدیث سابق حدیث کیساتھ مناسب ہوئی اور سابق ترجمہ الباب کے ساتھ
 مناسب تھی تو دراصل سابق یہ بھی ترجمہ ابواب کے ساتھ مناسب ہو گئی، اس لئے کہ مناسب شے کا مناسب شے کا مناسب ہوتا ہے۔
(ثمان علینا بیانہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بیان ذلک کی تفسیر الفاظ مختلف منقول ہوئی ہے۔ جہاں پہ
 ابو عوانہ نے اس روایت میں موسیٰ بن ابی عائشہ سے نقل کیا کہ ان تقریبات اور کتاب التفسیر میں سراسر اس لئے انہیں سے نقل کیا
 کہ ان نبینہ علی لسانک اور جویر نے بھی ان سے ہی الفاظ نقل کئے صرف اتنا فرق ہے کہ انہوں نے بجائے "علی لسانک"
 اپنی روایت میں "لسانک" نقل کیا ہے۔ لیکن یہ دونوں تفسیریں بالکل پہلی تفسیر کے ہم معنی ہیں کیونکہ بظاہر ان سے ہی مفہوم ہوتا ہے کہ
 "بیان سے مراد قرآن کریم کا زبان پر جاری فرمادینا ہے جسکا حاصل قرأت ہے اور تفسیر اول کا مدلول ہے۔ اب واضح ہو گیا کہ یہ ہر کسکسیر
 اگرچہ لفظاً مختلف ہیں مگر حاصل سب کا ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ بیان قرآن سے مراد قرأت قرآن ہے۔ اور فاتح کی ذکوہ تفسیر فاسمہ و انصت
 کو پیش نظر رکھتے ہوئے ترتیب معانی کا اقتضا یہی ہے کہ "بیان سے قرأت مراد لی جائے نہ کہ بیان معانی جو بیان کی تفسیر ثانی ہے۔ ورنہ
 ترتیب معانی فوت ہو جائیگی۔ جب ثابت ہوا کہ تینوں تفسیروں میں معنوی اختلاف نہیں اور تینوں اسی امر پر دلالت کرتی ہیں کہ بیان سے مراد قرأت
 ہے تو یہ کہنا باطل ہوا کہ حدیث زیر بحث کے راوی سے نقل تفسیر میں ہم واقع ہوا ہے اور وہ یہ کہ ان تقریبات کو "بیانہ" کی تفسیر میں نقل کر کے
 حالانکہ قرآن کی تفسیر تھا۔ اور بیانہ کی تفسیر نہیں بلکہ اسکی تفسیر ان نبینہ علی لسانک ہے۔ باطل سلفے ہوا کہ راوی کی جانب
 وہم کی نسبت سوغت ممکن تھی جبکہ ان دونوں تفسیروں میں معنوی اختلاف ہوتا۔ حالانکہ ہم بیان کیجے ہیں کہ دونوں میں لفظی اختلاف ہے۔ معنوی نہیں
 دونوں کا حاصل ایک ہے پھر نسبت وہم کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ غالباً اس قائل نے کتاب التفسیر میں سراسر اس لئے نقل کر کے تفسیر
 "ان نبینہ علی لسانک" کو تین معانی پر محمول کیا جو خلاف ظاہر ہے کیونکہ اس محل میں ضمیر منصوب پیشتر تقدیر مضاف "معانی"
 کی طرف احتیاج ہو گیا اور تقدیر خلاف اصل ہے۔ بجز اسی پر نہیں بلکہ اس مقصود کی ادائیگی ایک اور تقدیر کی جانب محتاج ہے کیونکہ تین
 معانی زبان پر یہی ساطت لفظ ممکن نہیں تو اب تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ ان تین معانیہ علی لسانک بالالفاظ۔ بخلاف اس
 صورت کے جبکہ اس تفسیر کو ظاہر پر چھوڑ کر تفسیر اول کے ہم معنی قرار دیا جائے کہ اس میں کسی تقدیر کی طرف احتیاج نہیں ہوتی اور فاتح کی تفسیر مذکورہ
 سے بھی مناسبت باقی رہتی ہے جسکو ہم اور بیان کیجے ہیں۔ وبتما قرءنا ظہر بطلان معانی فیض الباری ص ۳۳ من ذلہ قال
 "قد وقع ههنا سوء ترتیب من الراوی فذکر ان تقرأه فی تفسیر بیانہ وهو وهم منه لان تفسیر
 لقوله وقرأه لا لقوله بیانہ فقل تفسیر هذا الی هذا ویشهد له ما أخرجه البخاری فی التفسیر ص ۳۳
 ۲ متناوئاً و فیہ قرأه ای ان تقرأه و بیانہ ای ان نبینہ علی لسانک و هذا واضح فی المراد فلا تفتت
 الی المتناوئیات ام۔ اقول وذلک لانتفاء التناوئین بین التفسیرین معنی کما فصلناہ فی الشرح و الاستشہاد
 بروایة اسوامیل لا یثبت ما ادعاه من سوء الترتیب کما لا یخفی علی المناظر اللیبب بل ہی بظاہر ہا بعض
 س روایة الی عوانة وذلک لانھا تفسیر الی ان بیان فی قولہ تعالیٰ "بیانہ" بمعنی التبیین کالسلامہ بمعنی
 التسلیم فهو مضاف الی المفعول وهو القرآن تبیین القرآن علی لسانک عیسا سے عن اجراء علیہ وهو المعنی بالقرآۃ
 فرجعت ہا فان الروایتان الی معنی واحد وهو خلاف ما تصدیقہ لہ هذا القائل
 اور بعض محققین نے بیان کی تفسیر تین معانی کے ساتھ فرمائی اس تقدیر پر فاتح قرآن کی تفسیر فاسمہ و انصت نہ ہوگی۔
 بلکہ فاتح قرآنہ بقرآنک ہوگی جس کا مطلب ہو کہ جب جبریل وحی کی قرأت کریں تو قرأت میں اسکی ابتداء کیجئے۔ باس طرح کہ آپ کی قرأت

لا بد علیہ
 بخلاف
 ذمہ علی اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ

ان کی قرأت کے تابع ہو سکتا ہے۔ اس تفسیر کے پیش نظر آیت زیر بحث سے علماء کرام نے ایک اصولی مسئلہ پر استدلال فرمایا ہے کہ وقت خطاب سے تاخیر بیان جائز ہے یا نہیں۔ علمائے اہل سنت کی اکثریت جو ازیں طرف گئی اور آیت زیر بحث کو دلیل قرار دیا ہے لفظ "تھو" واقع ہے جو اپنے مابعد کی توجی پر دلالت کیا کرتا ہے۔ نظر ہر اہل آیت زیر بحث سے یہ بات صاف طور پر ثابت ہو گئی کہ وقت خطاب سے تاخیر بیان جائز ہے۔ البتہ وقت حاجت سے تاخیر بیان سبکے نزدیک درست نہیں۔ اصول فقہ میں اس کی تفصیل مذکور ہے

معمول علمائے اصول تصریح فرماتے ہیں کہ لفظ "علی" وجوب کے لئے آتا ہے۔ اور وہ ان آیات میں دو جگہ مذکور ہے (۱) ان علینا جمعه وقرآنہ اور (۲) ثم ان علینا یا اذہ میں تو کیا نبوی سینہ میں قرآن کو محفوظ کر کے زبان پر جاری کرنا اور قرآن کی پاکیزگی کو حضور پر نور پر ظاہر کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب تھا جو اہل سنت واجب و معنی پر لولا جاتا ہے اور دونوں معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں (۱) اس فعل کو کہتے ہیں جس کا تاکہ سخت عفت ہو۔ ہاں معنی کوئی چیز اسلئے واجب نہیں ہو سکتی کہ اسپر کوئی حاکم نہیں جو عقاب کر سکے وہ خود سب پر حاکم ہے (۲) اس فعل کو کہتے ہیں جس کا صدور لازم ہو۔ ہاں معنی اسلئے واجب نہیں کہ وہ فاعل متنازعہ فاعل بالا کا نہیں۔ ہاں علی یہاں ہر جہ پر معنی ضرورت کے لئے ہے اور یہ ضرورت بر بنائے وعدہ ہے اور اس کے وعدہ میں مختلف نہیں ہوتا اس لئے وہ ایسا ضرور فرماتے گا

مذکورہ بالا آیتوں میں اس کا معنی ہے

سر لفظ آیات حدیث زیر بحث میں مذکورہ آیات کو اپنے ماقبل سے بظاہر مناسبت نہیں کیونکہ ماقبل میں احوال قیامت کا ذکر ہے اور ان میں قرآن کریم کی کیفیت تلقین و تلقن بیان کی گئی ہے۔ اس واسطے روانہ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن تغیر و تبدیل سے محفوظ نہیں اگر موجودہ ترتیب مجانب اللہ معنی تو ان آیات اور ان کے ماقبل میں مناسبت کا فقدان نہ ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ قول ان کے دیگر اقوال کی طرح ظاہر البطلان ہے۔ **وَأُولَٰئِكَ سَمِعُوا لِقَاءَ رَبِّهِمْ فِي ذَٰلِكَ يَوْمَ يَكْفُلُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا** اور زیادتی و کمی سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں تمام جن وانس اور ساری خلق کے مقدر میں نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کیے یا تغیر و تبدیل کر سکے چونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا اسلئے یہ خصوصیت صرف قرآن کریم ہی کی ہے۔ دوسری کسی کتاب کو یہ بات مستثنیٰ نہیں۔ ثانیاً اسلئے کہ آیات کی باہمی مناسبت کا انکشاف تاریک قلوب پر نہیں ہو سکتا اس لئے قلب پاکیزگی اور کلام سے جمال مشاہدہ قرآن نقاب آن گاہ بخشاید کہ دارالملک یہاں راہباید عالی از عرفا علمائے اہل سنت جن کو مولیٰ تعالیٰ نے طہارت قلب سے سرفراز فرمایا انہوں نے مناسبت کی متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں جن میں سے بعض کو تفسیر مجاہد میں بیان فرمایا ہے۔ ہم یہاں پر لفظ مختصراً لکھتے ہیں کہ آیت اللہ تعالیٰ سے اعراف و آیات الہی کی جانب مہمانت دونوں میں تقابل ہے اور تقابل وجوہ مناسبت میں محدود۔ سابقہ آیات اعراف کو متضمن ہیں کیونکہ ان میں ایسے انسان کا ذکر ہے جو آیات الہی سے قیامت اور خسرو نشتر کا منکر اور قرآن سے اعراف کرنے والا ہے اور ان آیات میں کامل انسان جان ایمان اپنے محبوب کا ذکر فرمایا ہے جو آیات الہی میں سے قرآن کی جانب بروقت نزول مہمانت فرماتے تھے۔ **سَبَّحَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيْمُ**

آیات

اللہ کی سسر تا بقدم شان جن یہ + ان سے نہیں انسان وہ انسان میں یہ
 قرآن تو ایمان جاتا ہے ان میں + ایمان یہ کہتا ہے میری جان میں یہ
 (وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)

عطا فرماتے سے مراۃ انکار کرنے کی عادت نہ تھی باقی رہی پیش کر دیا میت جیسے عمر بھر کے دو ایک واقعات تو وہ از قبیل نوار میں جن کا استثناء عادت پر اثر انداز نہیں ہوا کرتا ماسی نظریہ کے تحت فرزدق شاعر نے بھی لکھا اللہ کرتے ہوئے نعت میں یہ شعر عرض کیا۔
 ما قال لا قط الا في تشهد ولا لا التشهد كانت لا نفعه من كفاذي ترجمہ اس شعر سے ہو سکتا ہے۔
 سے نرقت لا بزبان مبارکش ہرگز نہ مگر یا تشهد ان لا اللہ الا اللہ اور لا یرب الا اللہ سے پاک کر کے واقع کے مطابق اس مضمون کو محبت بھری زبان سے سنا چاہتے ہیں تو آئیے اور عظمت قدس شکر کا یا یماں افروز شعر جموم جموم کر پڑھئے۔
 دو جہاں کی بہتر باں نہیں کہا ملنی دل و جاں نہیں، کہو کیا ہے وہ جو ہاں نہیں مگر انہیں اگر انہیں نہیں اس جملے سے ثابت ہو کہ بڑی جو تمام مخلوق کے جوہ سے ازیر تھا اور جو دو حکم پر بغیر قیودت تخصیص بھی حاصل ہوئی۔

(اجود ما یحون) اجود بالرفع اسم مکان ہے اولیٰ کی خبر جو با محذوف ہے اور یا از قبیل خطب
 ما یحون کا لامیر قائم ہے جہاں پر بوجہ قائم مقام خبر کا حذف وجوبی ہوتا ہے۔ اور ما مصدریہ ہے اور حاصل
 خبر محذوف ہے اور فی رمضان حاصل مقدر کا ظرف مستقر ہے جو حاصل خبر محذوف کی ضمیر سے حال ہے۔ اور محبین
 یلقاہ خبر بیل حاصل مقدر کی ضمیر سے حال ہے تو دونوں حال متداخل ہیں یا مکان میں ضمیر مستر اس کا اسم ہے جو کل
 مرجع اسم رسالت یا اسم مکان ضمیر شان ہے اور اجود بوجہ ابتداء مرفوع ہے اور فی رمضان اس کی خبر اور خبر کا
 اکثر روایات میں اجود مرفوع آیا ہے جسکی وجہ یہ ہیں اور رفع کی تائید چودھویں باب سے باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 کی روایت سے ہوتی ہے۔ کہ اس میں اجود سے پیشتر مکان نہیں اور بعض روایات میں اجود منصوب آیا ہے اسلئے کہ قبر کان
 ہے اور کان میں ضمیر اسم رسالت کی طرف عائشہ کا اسم ہے۔ اب اجود کے مضاف الیہ ما میں دو احتمال ہیں (۱) یہ کہ
 مصدریہ ہو (۲) یہ کہ نکرۃ موصوفۃ۔ پہلے احتمال پر لازم آتا کہ کذا کی خبر مصدر واقع ہو جائے جو جائز نہیں۔ دوسرے احتمال
 از لفظ عربیت کوئی خبر نہیں۔ اس احتمال پر بھی یحون نام نہ ہو گا۔ جیسے کہ رفع کی دونوں وجہ پر نام ہے۔ فی رمضان
 اور حین دونوں کان کے ظرف لغویوں گے۔ اس جملے سے ثابت ہوا کہ نبوی جو یہ نسبت دیگر اوقات ماہ رمضان المبارک میں
 زیادہ ہوتا تھا۔ اور یہی معلوم ہوا کہ شہر رمضان کی طرح صرف رمضان کہنا بھی درست ہے۔ اور ماہ رمضان المبارک
 میں جو دو حکم کی زیادت ہونا چاہئے

(وکان یلقاہ) الی قولہ من الریح الی سلة) کان میں ضمیر اسم راجع بسوئے جبریل ہے یا
 بسوئے اسم رسالت مگر اول فقرہ سابق محین یلقاہ خبر بیل راجع ہے القرآن یلدا اس کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے
 منصوب ہے۔ اور یلدا اس میں صد اس سق سے اخذ ہے جسکے معنی ہیں کسی چیز کو ایک کا دوسرے پر پڑھنا اسی کو ہماری زبان میں دہ
 کہتے ہیں اور کھی صد اس سقہ بمعنی ارتکاب ذنوب آتا ہے کہتے ہیں حاسر الذنوب یعنی اقرار تھا۔ اور کھی صد اس سقہ
 بمعنی مجرد (دراستہ) آتا ہے جس کے معنی ہیں معرفت کے ساتھ پڑھنا اور اس میں صد اس سقہ کے ہم معنی ہے اسی
 طرح تدریس میں لکھا میں مبالغہ بھی ہے اور تدریس (لکھی معنی) (الصحیح) اور کھی معنی (حما) لازم و متعدی دونوں تانے
 لیکن اسکا مصدر ساقس ہے قرآنی دور میں یہ حکمت بھی تھی کہ وہ حکم طریقہ پر آپ کو محفوظ ہو سکے تاکہ وعدۃ الہی سنقر ناک
 فلا منتسبی پورا ہو جائے اور فید اس میں فایر لے عطف اس کا ابد یلقاہ پر موقوف ہے۔ اس جملے سے ثابت ہوا کہ
 بر نسبت دن رمضان کی شب میں نبوی جو دو دن زیادہ ہوجاتا تھا کیونکہ اب زیادت جو کہ تین سبب جمع ہو گئے (۱) رمضان کہ موسم خیر

ہے کہ اگر اس پہننے میں بندوں پہرولی تعالیٰ کی نعمتیں زیادہ ہوتی ہیں (۳) ملاقات جبریل کہ صاحبین کی ملاقات مزین نعمت کا باعث بنتی ہے۔
 خصوصاً جبکہ وہ ملاقات کرنے والے قاصد رب الغائبین ہوں۔ کیونکہ اس ملاقات میں آپ کے مقامات کی ترقی اور علوم میں اضافہ ہوتا تھا۔
 جس کے شکر میں جو زیادہ فرماتے تھے۔ (۳) صدائے رسالت قرآن کہ مزین حقائق و معارف پر اطلاع کے لئے سبب اور جو وغیرہ مکالمہ لفظی
 کے ساتھ مستفہ ہونے کے واسطے باعث اور ترقی بالائے ترقی کے واسطے موجب۔ اسی لئے صدائے رسالت قرآن ان شکر بالائے تشکر
 کی مقتدی ہے کہ لائن شکوہ کا نرینہ فکرم۔ نظر براں نبوی جو شہب مضان میں بے پایاں ہو جاتا تھا عرض و کلمات
 فقیر را تم بحدوث ۵ بلا زمان سلطان کہ رساند امیں دُعا را کہ لبشکر بادشاہی ز نظر مران گدرا۔ اس بیان سے
 ہر تہ جہوں کا حسن ترتیب آشکار ہو کر یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ ہر جملہ ما بعد میں نسبت ماقبل تخصیص پائی جاتی ہے اور وہ بھی علی
 سبیل الترقی۔ کیونکہ (۱) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تمام انسانوں کے جوہر پر مطلقاً نبوی جوہر کی افزونی بیان
 کی ہے مثلاً لیسنا ترقی کرتے ہوئے آپ کے جوہر پر خود آپ کے رمضان جوہر کی فراوانی اور ثلثاً آپ کے رمضان جوہر پر خود آپ کے رمضان شہینہ
 جوہر کی بنیاد بیان فرمائی ہے ہم قرآن کریم حدیث حسانہ ذکر کر چکے ہیں کہ قرآنی وحی کے نزول کی ابتدا ۱۰ ہجری رمضان المبارک
 یوم دوشنبہ میں ہوئی تھی۔ جملہ زیر بحث میں اس ابتدائی نزول کی کیفیت کی جانیاں ثابت رہے ہیں جسکی پیش نظر حدیث زیر بحث اور
 توجیۃ الباب میں مطابقت نمایاں ہوتی ہے۔ کیونکہ اس جملہ میں یہ صراحت مذکور ہے کہ جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام رمضان
 کی ہر شب میں حاضر ہو کر ایک مرتبہ قرآن پاک کا دورہ کیا کرتے تھے تو قرآنی دورہ کے لئے بارہ ہینوں میں رمضان کا انتخاب اسی مناسبت
 سے ہوا کہ زمین پر قرآنی نزول کی ابتدا اس پہننے میں ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں خود قرآن کریم سے بھی یہ بات ثابت ہے چنانچہ ارشاد ہوا۔
 "شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ" جب ثابت ہوا کہ وحی قرآنی کے نزول کی ابتدا ماہ رمضان میں ہوئی تھی تو
 اس سے ابتدائی نزول کی کیفیت بھی ظاہر ہو گئی جو توجیۃ الباب ہے۔ یہ کہ قرآنی وحی کے نزول کی ابتدا اس حال میں ہوئی
 کہ وقت نزول وحی ماہ رمضان تھا۔ جیسے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن کا ایک بارگی نزول بھی اس پہننے میں ہوا ہے اور وہ
 اس طریقے پر کہ جبریل ابن علیہ الصلوٰۃ والسلام لوح محفوظ سے پورا قرآن اخذ کر کے آسمان دنیا پر پہنچے اور وہاں پر فرشتوں کو اطا
 کیا یا فرشتوں نے موجودہ ترتیب کے موافق اپنے صحیفوں میں لکھ کر بیت العزت میں لکھ دیا جو آسمان دنیا پر ایک مقام ہے جسے
 جبریل میں علیہ الصلوٰۃ والسلام یہاں سے وقتاً فوقتاً حسب اقتضاء حکمت جتنا جتنا منظور الہی ہوا خدمت نبوی میں پیش کرتے رہے
 یہاں تک کہ یہ نزول تیس سال کی مدت میں پورا ہوا۔ اس جملے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن کے بعض حصہ پر قرآن کا اطلاق ہوتا
 کیونکہ تین سال نزول وحی موقوف رہا کہ جب مشروع ہوا تو ہر رمضان میں ساری نازل شدہ سورت و آیات کا دورہ کیا جاتا تھا جو
 یقیناً بعض قرآن میں ہوا اس جملے میں ان پر قرآن کا اطلاق کیا گیا پس معلوم ہوا کہ بعض قرآن پر قرآن کا اطلاق درست ہے۔
 افسوس یہ معلوم ہوا کہ ہر وقت ملاقات اہل صلاح جو دو سخاوت میں افزائش پسندیدہ چیز ہے اور صاحبین کی زیارات اور اسکی تکرار
 لائق ہے جبکہ تکرار ہر روز کے نزدیک کر وہ نہ ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان میں تلاوت قرآن کی کثرت مستحب ہے اور یہ تمام اذکار سے
 افضل ہے کیونکہ اگر کوئی اور ذکر اس سے افضل یا مساوی ہوتا تو جبریل امین اور حضور پُر نور اسکو فرما دیتا۔ سوال
 رمضان میں قرآنی قدر اس لئے نہ تھا کہ وہ افضل اذکار ہے بلکہ اس سے مقصود یہ تھا کہ حفظ مستحکم ہو جائے۔ جو اب حفظ مستحکم تھا
 اور مزین استحکام کے لئے ہر روزی نہیں کہ ہر سال رمضان شریف کی ہر شب میں دورہ کیا جائے۔ پھر سال وفات سے پہلے رمضان میں روز تہ
 دورہ کیوں کیا گیا۔ علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں کہ ایک فعل سے چند مقصود ہو سکتے ہیں چنانچہ یہاں پر استحکام حفظ کے ساتھ ساتھ یہ مقصود بھی

عظماؤ الزوم ثم دعاهم ودعا ترجمانه فقال ايكم اشرب نسبا هذا الرجل الذي يزعم
 ابراس بن جهم ان كلبا ياكل اس کے اس پاس ہمارے دو مٹھے تھے پھر ان کو قریب بلا کر اپنے ترجمان کو بلا کر پوچھا ان نے کہا تم میں کون شخص
 اتہ نبی قال ابو سفیان فقلت انا اقربهم نسبا فقال ادنوا مني وقربوا اصحابه
 ان سے نسبت میں قریب تر ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ابو سفیان نے کہا میں ہوں ان کو قریب سے کہا ان کو مجھ سے قریب کرو
 فاجعلوهم عند ظهره ثم قال لترجمانه قل لهم اني سائل هذا عن هذا الرجل
 اعد ان کے ساتھیوں کو قریب رکھنے پر پشت ہٹا دو۔ پھر ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا ان کے ساتھیوں سے کہہ کر اس شخص (ابو سفیان) سے ان کو
 فان كنت نبی فكن نبوة فوالله لو لا الحياء من ان ياتروا علي كذب الكذب عنده ثم كان
 (مدعی نبوت) کے متعلق سوال کرتا ہوں میں اگر مجھ سے غلط ساری کرے تو تم تکذیب کرنا (ابو سفیان) نے کہا ہمارا گھر گھوکو اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ ساقی
 اقول ما سألني عنه ان قال كيف نسبة فيكم قلت هو فينا ونسب قال فهل قال هذا القول
 وہیں ہو کر یہ خبر سنی اور نقل کر سکتے ہیں کہ متعلق فرود چھوٹ ہونا پھر سب سے پہلی بات جو آپ کے متعلق مجھ سے دریافت کی یہ تھی کہ بلا انہما ہے اس میں ان کا سب کیا ہے
 منكم احدا فقط قبله قلت لا قال فهل كان من آباءه من يملك قلت لا قال فاشرف الناس
 میں نے کہا وہ ہمارے یہاں عالی نسب ہیں ہرقل نے کہا تو کیا یہ بات دعویٰ نبوت کہی تم میں سے کسی نے ان سے پہلے کہی تھی میں نے کہا نہیں ہرقل نے کہا
 اتبعوه ام ضعفا لهم قلت بل ضعفا لهم قال ايزيدون ام ينقصون قلت بل يزيدون
 تو کیا تم نے باہر کی بادشاہت کے لیے میں کہا نہیں ہرقل نے کہا اور مجھ لوں نے انکی تبلیغ کی ہے یا دے ہوؤں میں کہا بلا کہہ ہوؤں نے ہرقل نے کہا بڑھتے
 قال فهل يزيدون احد منهم تخطة ليدنيه بعد ان يدخل فيه قلت لا قال فهل كنتم
 جاتے ہیں یا کم ہوتے ہیں میں نے کہا بلکہ بڑھتے جاتے ہیں ہرقل نے کہا تو کیا ان میں سے کوئی ان کے دین کو بڑھا چکا ہے میں نے کہا نہیں جانتا میں نے اس میں داخل ہو چکے ہیں
 لتهمونه بالعداب قبل ان يقول ما قال قلت لا قال فهل يغدر قلت لا ونحن من
 کہا نہیں ہرقل نے کہا تم لوگوں پر چھوٹ ہونے کے ساتھ متہم کرتے تھے اس لیے جواب کہی ہے میں نے کہا نہیں ہرقل نے کہا تو کیا وہ ہرقل نے کہا نہیں
 في مدية لا ندرى ما هو فاعل فيها قال ولم يخفى كلمة اذ دخل فيها شيئا غير هذه
 میں نے کہا نہیں لیکن ہر زمانہ مصالحت ہر گز تھے میں نے نہیں کہہ اس میں کیا کر رہے ہیں ابو سفیان نے کہا کہ مجھے اس کے سوا کسی اور بات نہ ہوتی تھی میں نے جواب
 الكلمة قال فهل قائلتموه قلت نعم قال فكيف كان قتالكم اياه قلت اشراب
 تفصیل چیز ملازمت ہرقل نے کہا تو کیا تم نے اس سے جنگ کی ہے میں نے کہا ہاں ابولا تو ان سے جنگ کرنے کا کیا حشر ہوا میں نے کہا جنگ ہمارے ان کے درمیان
 بيننا وبينه سجال يتال منا وتال منه قال ما اذ ايا امر كره قلت يقول اعبدوا الله
 قتل کے اندر ہے پھر ایک کے ہاتھ میں ہمدردی کے ساتھ دیکھ کر پوچھتا ہے کہ تم نے ہرقل سے کہا کہ وہ تم کو حکم کرتے ہیں میں نے کہا کہتے ہیں کہ تمہارا
 وحده ولا تشركوا به شيئا واتركوا ما يقول اباؤكم ويا مراديا الصلوة والصدق
 اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اور اپنے باپ دادا کی باتیں چھوڑ دو اور ہمیں نماز کا حکم کرتے ہیں اور راست گوئی کا
 والعقاب والصلوة فقال لترجمانه قل له سألناك عن نسبه فذكرت انه فيكم
 اور سلام و نازیا افعال سے بچنے کا اور صلہ رحمی کا۔ اب ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ ابو سفیان سے کہو۔ میں نے تم سے ان کے نسب کو دریافت
 کیا تھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ تمہارے یہاں

ذُو نَسَبٍ وَكَذَلِكَ الرَّسُولُ لَمَبْعُوثٌ فِي نَسَبٍ قَوْمِهَا وَسَأَلْتُكَ هَلْ قَالَ أَحَدٌ مِنْكُمْ هَذَا

عالی نسب ہیں۔ اور رسول بھی اسی طرح ہی قوم کے اعلیٰ نسب میں بھیجے جاتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ یہ بات تم میں سے کسی نے

الْقَوْلَ قَدْ كَرِهْتُمْ أَنْ كَلِمَةً أَوْ كَانَ أَحَدٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلَ قَبْلَهُ نَقَلْتُ مِنْ جِبَلٍ يَا لَيْسَ بِقَوْلٍ قَبْلُ

ان سے پہلے کہی تھی تو نئے بتایا کہ نہیں۔ میں نے دل میں کہا اگر کسی نے یہ بات ان سے پہلے کہی ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص پہلے کہی ہوئی بات کے پیچھے

قَبْلَهُ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ مِنْ مَمْلُوكٍ فَذَكَرْتُ أَنْ لَا فَقُلْتُ فَلَوْ كَانَ مِنْ آبَائِهِ

پڑھے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گذرا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ پس میں نے دل میں کہا اگر ان کے

مَنْ مَمْلُوكٍ قُلْتُ مِنْ جِبَلٍ يُطَلَبُ مَمْلُوكٌ آيِدِيهِ وَسَأَلْتُكَ هَلْ كُنْتُمْ تَتَّبِعُونَهُ بِالْحِذْبِ قَبْلُ

باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ یہ شخص اپنا آباؤی ملک چاہتے ہیں اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم ان کو لوگوں پر جھوٹ بولنے کے ساتھ

أَنْ يَقُولَ مَا قَالَ فَذَكَرْتُ أَنْ لَا فَقَدْ أَعْرَفْتُ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ لِيَدِّرَ الْحِذْبَ عَلَى النَّاسِ

تسم کرتے تھے اس بات سے پیچھے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ پس میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ ایسے ہرگز نہیں ہو سکتے کہ لوگوں پر جھوٹ بولنا چھوڑ دیں اور

وَيَعِزُّبَ عَلَى اللَّهِ وَسَأَلْتُكَ أَشَرَفَ النَّاسِ لَتَبْعُوهُ أَهْضَعًا وَهُمْ قَدْ كَرِهْتُمْ أَنْ ضَعَفَا

اور اللہ پر جھوٹ بولیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ اونچے لوگوں نے ان کی اتباع کی ہے یا رہے ہو ان کے پیچھے ان کے دہے ہو ان کے

اتَّبَعُوا وَهُمْ أَتْبَاعُ الرَّسُولِ وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيدُ مِنْ آهَرٍ يَنْقُصُونَ قَدْ كَرِهْتُمْ أَنْ يَزِيدُوا

اتباع کی ہے۔ اور وہی لوگ رسولوں کے پیچھے جا کرتے ہیں۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ بڑھتے جاتے ہیں یا کم ہوتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ بڑھتے جاتے

فَكَذَبْتَكَ أَمْرًا لَا يُؤْمَانُ حَتَّى تَبَيَّنَ وَسَأَلْتُكَ أَيَزِيدُ مِنْهُمْ أَحَدٌ سَخَطَةً لِيَدِّبِهِ بَعْدَ

ہیں۔ اور ایسے ہی مشران ایمان ہے یہاں تک کہ کامل ہو جائے۔ اور میں نے تم سے سوال کیا تھا ان میں سے کوئی ان کے دین کو بڑا بھگا رہا ہے یا نہیں

أَنْ يَدَّخُلَ فِيهِ قَدْ كَرِهْتُمْ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الْإِيمَانُ حَيْثُ تَخَالَفَ بِشَأْنِهِ الْقُلُوبَ

بھیجتا ہے تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ اور ایسے ہی ایمان ہے جبکہ اس کی تازگی ظہور میں ہوست ہو جائے تو پھر نکلتا نہیں کہتا۔ اور میں نے تم سے سوال کیا

وَسَأَلْتُكَ هَلْ يَغْدِرُ قَدْ كَرِهْتُمْ أَنْ لَا وَكَذَلِكَ الرَّسُولُ لَا تَغْدِرُ وَسَأَلْتُكَ بِمَا أَمْرًا

سوال کیا تھا کہ وہ ہرگز نہیں کرتے ہیں تو تم نے بیان کیا کہ نہیں۔ اور ایسے ہی رسول بھی ہرگز نہیں کرتے اور میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ وہ حکم کیا حکم کرتے

فَذَكَرْتُ أَنَّهُ يَا مُرْكُمُ أَنْ تَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبَيْنَهُمَا عِبَادَةٌ

ہیں تو تم نے بیان کیا کہ وہ حکم کرتے ہیں کہ اللہ کی عبادت کو داد کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ بناؤ۔ اور تم کو بت پرستی سے منع کرتے ہیں

أَلَا وَفَإِنْ وَيَا مُرْكُمُ بِالْقِسْوَةِ وَالصَّدَقِ وَالْعَقَابِ فَإِنْ كَانَ مَا نَقُولُ حَقًّا فَسَيَمْلِكُ

اور نماز کا حکم کرتے ہیں اور راست گوئی اور صفت کا پس اگر تمہاری یہ باتیں سچی ہیں تو غریب وہ میرے

مَوْصِعَ قَدْ حَقَّ هَاتَيْنِ وَقَدْ كُنْتُ أَعْلَمُ أَنَّهُ خَارِجٌ وَلَمْ أَكُنْ أَظُنُّ أَنَّهُ مِنْكُمْ

پاؤں تلے کی زمین (بیت المقدس) کے مالک ہو جائیں گے اور مجھے یقین تھا کہ وہ ظاہر ہونے والے ہیں مگر یہ خیال نہ تھا کہ تم (قریش)

فَلَوْ أَرَى أَعْلَمُ أَرَى أَخْلَصُ إِلَيْهِ لَتَجَسَّمْتُ لِقَائِهِ وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَفَسَلْتُ عَنْ

میں سے ہوں گے تو کاش مجھے یقین ہو جاتا کہ ان تک پہنچ جاؤں گا تو مشت برداشت کر کے اعلیٰ ملاقات حاصل کرتا اور ان کے

پاس پہنچتا تو ان کے پیردھرتا رہتا

قَدْ مَنِيهِ ثُمَّ دَعَانِيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي بَعَثَ بِهِ مَعَ رِجِيَةِ الْكَلْبِيِّ

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت نامہ منگایا جو حضور پروردگار نے ہدایت دہر گئی شہر بصری کے امیر
إِلَى عَظِيمٍ بَصْرِيٍّ فَدَفَعَهُ عَظِيمٌ بَصْرِيٌّ إِلَى هِرَقْلٍ فَقَالَ أَهْ فَأَدَانِيهِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کو بھیجا تھا اور میرے اس کو ہرقل کے پاس پہنچا دیا تھا پھر اس کو پڑھا تو اس میں لکھا تھا اللہ کے نام سے شروع جو نہایت ہر وہاں
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلٍ عَظِيمِ الرُّومِ سَلَامٌ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى أَمَا بَعْدُ

رحمت والا یہ دعوت نامہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمد کی جانب سے روم کے منظم ہرقل کو بھیجا جاتا ہے اس پر سلام جو ہدایت کی راہ لے کر ہے بعد
فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسَلِمُكَ تَسْلِيمًا يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرًا مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ

از میں میں تم کو اسلام کے کلر شہادت کی دعوت دیتا ہوں مسلمان ہو جاؤ سلامت دہر گے اللہ تمہیں دو دن اجر عطا فرمائے گا اور اگر تم نے کلر شہادت
فَإِنَّ عَلَيْنَا إِيْمَانُ الْيَرِيْسِيْنَ وَيَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

قول کرنے سے سدا روئی کی تو رہا یا کا گناہ بھی تم پر نہ لگا اور اسے کتا بیا ہے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں کیسا ہے وہ یہ کہ عبادت کریں
أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

گر خدا کی اور اس کا شریک کسی کو نہ کریں اور ہم میں کوئی ایک دوست کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا پھر اگر وہ نہ انہیں لو کہہ دو تم
فَإِنْ تَوَلَّوْا أَهْلُوا الشُّكْرَ يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ قَالَ أَبُو سُفْيَانَ فَلَمَّا قَالَ مَا قَالَ وَفَرَغَ مِنْ قِرَاءَةِ

گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ابو سفیان نے کہا۔ پس جب ہرقل سوال جواب کر چکا اور نبوی دعوت نامہ کے پڑھنے سے خفا سا ہوا تو اس
الْكِتَابِ كَثُرَ عِنْدَهُ الصَّعْبُ فَأَسْرَفَتْ الْأَصْوَاتُ وَأَخْرَجْنَا فَقُلْتُ لَا صُحْبَانِي حِينَ

اس شور و شغب بڑھ کر آوازیں بلند ہو گئیں اور ہم کو باہر کر دیا گیا جب ہم باہر کر دئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں
أَخْرَجْنَا لَقَدْ أَمْرًا مِنْ أَبِي كَبْشَةَ إِنَّهُ يَخَافُهُ مَلِكُ بَنِي الْأَصْنَمِ فَمَا زِلْتُ مُوقِنًا أَنَّهُ

سے کہا۔ بخدا ابوکبشہ کے فرزند (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان عظیم ہو گئی کیونکہ ان سے بادشاہ روم بھی ڈرتا ہے۔ پس مجھے
سَبِيظُهُرٍ حَتَّى أَدْخَلَ اللَّهُ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ وَكَانَ ابْنُ النَّاطُورِ صَاحِبَ إِبِلِيَاءَ وَهَرَقْلُ

یقین رہا کہ آپ منقریب غالب ہو جائیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب میں اسلام داخل فرمایا۔ اسی ہی حدیث فرمادی ہے خبری کہ
أَسْقَفًا عَلَى نَصَارَى الشَّامِ يُحَدِّثُ أَنْ هَرَقْلُ حِينَ قَدِمَ إِبِلِيَاءَ أَصْبَحَ يَوْمَ مَا خَبِثَتْ

بیت المقدس کا امیر ہرقل کا ہم نشین شام کے نصرانیوں کا مخدوم ابن ناطور بیان کرتا تھا کہ ہرقل جب بیت المقدس پہنچا۔ تو لیکن صبح کو کسل منہ
النَّفْسِ فَقَالَ بَعْضُ بَطَارِ قَيْسِ قَدْ اسْتَنْكَرْنَا هَيْئًا تَأْتِكُ قَالَ ابْنُ النَّاطُورِ وَكَانَ هَرَقْلُ

ہو گیا۔ اس پر بعض اراکین دولت نے عرضداشت پیش کی کہ ہمیں سر کاٹا کر مزاج خلاف معمول محسوس ہوتا ہے۔ ابن ناطور نے کہا کہ ہرقل عالم اور
حَرًّا أَيْ يُنْظَرُ فِي النُّجُومِ فَقَالَ لَهُمْ حِينَ سَأَلُوهُ إِنِّي تَرَيْتُ اللَّيْلَةَ حِينَ نَظَرْتُ فِي النُّجُومِ

کا جن ہونے کے ساتھ ساتھ نجوم میں بھی نظر رکھتا تھا تو بعض اراکین کے سوال کو بڑے ہراس نے کہا کہ میں نے شب گذشتہ نجوم میں نظر کر کے وقت دیکھی
مَلِكِ الْمُخْتَارِ قَدْ ظَهَرَ فَمَنْ يُخْتَارُ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ قَالُوا أَلَيْسَ يُخْتَارُ إِلَّا الْيَهُودُ فَلَا

کہ جس بادشاہ کے یہاں غصہ ہوتی ہے وہ غالب ہو گیا۔ تو موجودہ اہل زمانہ میں کس کے یہاں غصہ کا دستور ہے۔ اراکین ہونے کو نئے تو صرف
یہودیوں میں ہوتی ہیں۔ سوائے ان کی

يَهْمَتَاكَ شَأْنُهُمْ وَآخِثِبِ إِلَى مَدَائِنٍ مُلْكِكَ فليفتوا من فيهم من اليهود قبينا هم
 طرف سے سرکار فلز بنہوں اور اپنی سلطنت کے شہروں میں نگران کہ بھیجے۔ کہ ان میں جو یہودی مرد بہ قتل کرتے جاں تو راہیں شہرہ بشیر
 علی امرہما تی ہرقل یرجل ارسنل بہ مملک عثمان یحییٰ بن مخرمہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کہ ہے تھے کہ انہیں ہرقل کے پاس لکھو دیا گیا جسکو بادشاہ عثمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پوچھنے کے لیے بھیجا تھا پھر اس سے خبر معلوم کر
 فاتھا استخبرنا ہرقل قال اذہبوا فانظروا الختین ہوا ملا قنطر والیہ فحد ثوہ اذہ الختین و مسالہ
 ہرقل نے کہا کہ مجھے لکھو کہ یہ فتنہ شیعہ ہے یا نہیں تو لوگوں نے دیکھ کر بیان کیا کہ وہ مخنون ہے اور ہرقل نے اس مرد سے عرب کے متعلق
 عن العرب فقال ہم یجتنون فقال ہرقل ہذا املاک ہذہ الامتہ قد ظہر ثم کتب ہرقل الی
 سوال کیا تو اس نے کہا کہ عرب میں قسموں کا رواج ہے۔ اس پر ہرقل بولا جسکو میں نے نجوم میں نظر کرنے وقت دیکھا تھا کہ غالباً تیگاہ وہ اس امت
 صاحب لہ رومیہ وکان نظیر فی العلم وصارت ہرقل الی حمص فلم یرحم حمص حتی آتاه
 رعب کا بادشاہ ہے پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو خط لکھا جو مقام رومیہ میں تھا اور ظم میں ہرقل کے ہمراہ اور ہرقل نے اپنی سلطنت جمعی
 کتاب من صاحبہ یوافق رأی ہرقل علی خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانہ نبی فان
 کو لکھا ہوا گیا۔ اور ہرقل نے یہاں تک اس دوست کا جواب لکھا جو ہرقل کی ملکہ کے اس بات میں موافق تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظم ہو گا۔ اور
 ہرقل لعظمتہ الرومیہ دسکرة لہ یحمص ثم امر یابو ابہا فخلقت ثم اطاع فقال یا معشر
 یقیناً آپ نبی ہیں۔ اب ہرقل نے سناؤں میں رد کر لینے معنی قصر میں جمع ہوئی اجازت دی جو روم اور سلطنت جمعی میں تھا پھر اُس کے دروازے پر
 الروم هلکم فی الفلاح والرشد وان یثبت مملکم فتبا یعوا ہذا النبی فحاص
 کرنے کا حکم دیا تو وہ بند کرنے گئے۔ اسکے بعد یہ خبر ہو کر کہ لکھو کہ یہ نبی کیوں کہ اس کا سبب آگے اور پارت پانے اور اپنے ملک کے قائم رہنے کی وقت ہے اگر
 حیصتہ حمور الوحش الی الا یواب فوجدوها قد علیقت فلما ساری ہرقل نفرم
 تو ان ہی سے سمیت کر لیا۔ اس پر وہی جنگ لڑھوں کی طرح ہلک کر دوڑاؤں کی طرح بھاگے تو ان کو نہ پایا۔ پس ہرقل نے جب اسی گرفت بھی ہو ان کے
 وایس من الایمان قال سردوہم علی وقال الی قلت مقالی ایفا اختیر مہا
 ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو رولان کو یہ ہے اس ماہی لاد پھر ان سے کہا کہ میں نے ابھی جو بات کہی اس سے تمہاری وہی کچھ بگاڑا اس کا امتحان کر رہا تھا
 یشدکم علی دینکم فقد ساریت فوجدوا لہ ورضوا عنہ فکان ذلک آخر شان ہرقل
 سو میں نے دیکھ لیا پس میرے ہرقل کو سمجھ گیا اس سے راضی ہوئے تو ایمان کے بارے میں ہرقل کا حال آخر تک یہی رہا۔

قال ابو عبد اللہ اللہ ساری واولہ صلی اللہ علیہ وسلم ورویس و معمر عن النہری
 کہا ابو عبد اللہ امام کا روایت کیا حدیث مذکور کو صالح اور یونس اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہری سے

بشیر القاری
 (ابا سفیان) بن حرب بن اُمیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 ان کا نام صحیح اور کنیت ابو حنظلہ بھی ہے۔ واقعہ قبل سے دس سال پیشتر مدینہ کے ایوان سے آئی عمر بنی عمر سے دس سال پہلے

وایس من الایمان

اوغنم کی شہد بن سلام قبول کیا۔ غزوة طائف اور حنین میں شریک ہوئے ایک کچھ غزوة طائف میں تیرگ کرنگل چڑھی اور دوسری تیرگ کرنگل بیروٹ میں بمقام حنین سترہ لاکھ سے زائد سال بعد اسی سال وفات پانچویں حجۃ البقیع میں منیٰ میں ہوئے۔ اور خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ناز جنازہ پڑھائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آپ الدیلم میں اسلام قبول کرنے سے پیشتر ایک صاحبزادی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوج مطہرات میں داخل ہو چکی تھیں۔ غزوة طائف میں تیرگنے سے آگے نکل چڑھی تو نبوی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے ارشاد فرمایا یہ آگے راہ خدا میں برباد ہوئی ہے۔ اگرچہ ہوا تو ذمہ گردوں درست ہو جائے گی اور اگرچہ ہو تو جنت لے لو۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ میں جنت قبول کرتا ہوں نبوی حکم سے مقام قدیل میں پہنچ کر مناسک تالی بیت کو آپ ہی نے توڑا تھا۔ ابوسفیان میں سے "پرتیوں حرکتیں آتی ہیں

(ہرقل) ہاں کسور اور امفروج بروزن و مشق لغت میں معنی غرابال ہے اور برائے ضرورت شعری "سما سماکن اور قاف" کسور ہوتا ہے جیسے لبید بن ربیعہ کے اس شعر میں غَلَبَ اللَّيْلُ الْيَوْمَ خَلْفَ آلِ مُخْرِقٍ وَوَكُنَّا فَعَلًا بَدِيعٍ وَوَجْهٌ قَلْبٍ اور بعض حضرات نے ام عجمی قرار دیا۔ اس تقدیر پر پوجہ علمیت اور عجمیہ غیر منفرن ہے۔ اور بر تقدیر اول منفرن۔ وہاں کے اُس بادشاہ کا نام ہے جس نے اکتیس سال سلطنت کی اور اسکے عہد حکومت میں عیال صلی اللہ تعالیٰ علیہ آک وسلم نے وصال فرمایا۔ یہ سب پہلے اسی نے اشراف آباد کی تھی اور اگرچہ انویاس کا لقب قیسو تھا جیسے فارس کے بادشاہ کا لقب "کسری" اور ترک کا "خاقان" اور حبش کا "نجاشی" اور قبیلہ کا "فرعون" اور مصر کا "عزیز" اور ہند کا "سراے" اور چین کا "فضور" اور یونان کا "بطلموس" اور ہرد کا "قیطون" اور بربر کا "مجلوت" اور صابریہ کا "نرفس" اور طبرستان کا "سآلازا" اور اسکندریہ کا "ملاک" مقوقس" اور یمن کا "قیق" اور ترکا لقب قیسو" یا اس جہاں قیسو کے معنی ہیں "جیرنا" چونکہ درونہ میں سکی ماں کا انتقال ہو گیا تھا پیٹ چیر کر اُس کو نکالا گیا۔ نظر میں اس لقب کے ساتھ ملقب ہوا۔ اس چیز کو اپنے لئے باعث فرخیاں کرتا تھا کہ میثاق کے راستے سے پیدا نہیں ہوا۔ سوال اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔ "اذا هلك قيسو فلا قيسو بعدة" وَاذا هلك كسرى فلا كسرى بعدة" جواب قریش نے انہوں سے شام اور عراق میں بغرض تجارت جاتے تھے۔ اسلام لائے کہ بعد انہیں یہ خوف دائر ہو کر کہ بسلسلہ تجارت وہاں کی آمد و رفت بند ہو جائے گی جو عامہ حق میں حضرت رسال ہے کہ پندرہ شاہی اور عراقی اسلام کے مخالف ہیں پھر ہماری آمد و رفت کس طرح کارا کر سکیں گے اس پر یہ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آک وسلم نے انہیں نشانہ دیتے ہوئے فرمایا کہ قیسو کی ہلاکت کے بعد کوئی قیسو نہ ہوگا یعنی شام میں اور کسری کی ہلاکت کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا۔ صحیح عراق میں چنانچہ خدا کے مجرب نامائے محبوب کی خبر کے مطابق ہوا۔ نبوی مہر میں کسری فوشیروان کا پوتہ "پرویز" نامی تھا۔ اما پوتہ کی معرفت اسکے پاس بھی نبوی دعوت نامہ پہنچا جسکو پڑھنے کے بعد چاک کر کے پارہ پارہ کر ڈالا۔ یہ سنکر شہنشاہ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آک وسلم سے بددعا کرتے ہوئے فرمایا "مَنْ رَفَى اللَّهَ مُلْكُهُ" یعنی خدا اسکے ملک کو ریزہ ریزہ کر ڈالے۔ چنانچہ "پرویز" کا پیٹ اسکے بیٹے شمشیر نے چاک کر دیا جب سکھ دست کی امید باقی نہ رہی تو ایک نہ رہی شمشیر بگھڑا کر دیا جملہ اسطے نافع ہے۔ پھر اسی حادثہ میں وفات پائی اسکے بعد عراق میں کوئی کسری نہ ہوا۔ مشیروان جملہ پرزوں میں تھا۔ باپ انتقال کے چھ ماہ بعد جب شمشیر نے شام سے گزری تو وہ لے نافع سمجھ کر کھانگ جس سے اسکی موت واقع ہو گئی۔ نبوی بددعا کے باعث ایسی بخیرت مستطہ ہوئی کہ ہر طرف دینی اصلاح و خاندانی ہیست ٹلا ہو چکا رہ گیا۔ اور ہرقل کے بعد بھی کوئی قیسو نہ ہوا۔ لیکن اُسکا جواب نہ فرمایا تھا "لَا تَقْتُلُ اللَّهَ مُلْكُهُ" اللہ تعالیٰ اس کا ملک قائم رکھے۔ کیونکہ اُس نے اگرچہ دعوت نامہ پر لبیک نہیں کہا مگر عیسوی کی طرح اُس سے بے ادبی صادر نہیں ہوئی۔ بلکہ اُس نے دعوت نامہ کو نظیر کے ساتھ سونے کے تمبران میں رکھا تھا جو اُس کے بعد خاندان میں ہر سخت فتنوں کے پاس کے بعد دگر سے پہنچا۔ ہر سخت فتنوں میں ہنایت

ہرقل کے حالات

اور حفاظت سے رکھتا تھا۔ چنانچہ سعید الدین خلیج منصور ہی بران کرتے ہیں کہ بھگو ملک منصور قلاون نے ایک سفارت کے لیے بادشاہ عرب کے پاس بھیجا اور اُس نے بھگو بسلا سفارش بادشاہ فرنگ کے یہاں بھیج دیا اُس نے سفارش منظور کر کے تھ سے اپنے پاس ٹہرنے کو کہا میں مٹا منڈنہوا تو اُس نے کہا کہ اچھا میں تمہارے سامنے ایک عالی قدر تھ پیش کرنا چاہوں یہ کہہ کر ایک مسدوق نکالا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ پھر اُس سے سونے کا قلدان نکالا اور قلدان سے ایک عورت نامہ میں کے اکثر و خیر حرون جو ہو چکے تھے اور اسپرولیم کا کپڑا لگا ہوا تھا پھر کہنے لگا کہ یہ تمہارے نبی کا دعوت نامہ ہے جو میرے دادا قیصر کے پاس آیا تھا اور اب تک ہمارے خاندان میں ایک سے دوسرے کے پاس منتقل ہونا چلا آ رہا ہے۔ اور ہمارے باپ دادا وصیت کر گئے ہیں کہ جب تک اس عورت نامہ کو محفوظ رکھو گے ملک ہمارا خاندان میں باقی رہے گا اس لیے ہم غایت درجہ حفاظت کرتے اور تعظیم سے رکھتے ہیں۔ اور دوسرے نصراہوں کو اسپرولیم نہیں کرتے تاکہ ملک ہمارے خاندان میں باقی رہے (مجمع البحار وغیرہ)

والتی فی حدیث صحیح البخاری

(فی س کب) طرف مستقر ہو کر البوسفیان سے حال ہے۔ علامۃ اخفش کے نزدیک "س کب" "س کب" کی جمع ہے جیسے "صحب" صاحب کی اور "تج" تاجر کی اور "طیر" طائر کی اور "امام" التمحاکہ سیبویہ کے نزدیک اسم جمع ہے، جیسے "قوم" اور "ون" ابوجیان نے فرمایا میں مسلک راجع ہے کیونکہ اگر جمع ہوتا تو اس کی تصغیر "س کب" نہ ہوتی بلکہ "صحب" تصغیر کو مفرد "س کب" کی طرف پھیرا جاتا یعنی مفرد کو مسفر کر کے مذکر عاقل کو واسطے واو اور نون کیساتھ جمع بناتے ہیں بونث اور مذکر غیر عاقل کے لئے "الف" اور "تاء" کے ساتھ جیسے شعراہ کی تصغیر "شویع" و "اون" اور جواری کی تصغیر "جویع" اور در اہم کی تصغیر "س کب" اور "س کب" کی تصغیر بر تقدیر جمعیت "س کب" ہوتی۔ حالانکہ عرب کے نزدیک اس کی تصغیر "س کب" ہے پھر کہیں اس کا اطلاق دس یا دس سے زائد شتر سواروں پر ہوتا ہے جو سفر میں ہیں۔ اور امام لغت ابن سیدہ نے فرمایا کہ اس سب سواروں پر بھی اطلاق ہوتا ہے اور "س کب" بفتح الراء والکاف کو "س کب" کے دلیل سے اقل بہاؤ "س کب" کو اکثر پر ہوتے ہیں اور "س کب" کی جمع "س کب" اور "س کب" اور جمع الجمع "س کب" آتی ہے اور "س کب" بمعنی اہل اسم جمع ہے اس کا واحد "س کب" ہے جیسے قوم اسم جمع کا واحد "س کب" ہے اور جمع "س کب" اور "س کب" اور "س کب" آتی ہے۔ حدیث زیر بحث کے بعض طرز میں آیا ہے کہ بیشتر سواروں تھے انہیں میں البوسفیان ہیں چونکہ قلعے میں بہ بڑے تھے اس لئے ارسال کی نسبت انکی جانب کی گئی۔ ورنہ قاعد بھی بیکر بھی بلا نام منظور تھا۔ اور اگر "فی" بمعنی "مع" ہو تو ارسال کی نسبت کی جانب بالذات ہوگی۔ (مجمع الهوامح وغیرہ)

(قریش) قریش صوبہ ارض مصر سے کہی یعنی جمع "آئی" جیسے قریش الشیء یعنی جمعہ من ہنا ومن ہنا وضمہ بعضہ الی بعض اور کہی یعنی قطع "جیسے قریش الشیء" یعنی قطعہ اور کہی یعنی وجدان جیسے قریش من الطعام یعنی اصحاب منہ قلیلاً اور قریش وافر قریش وافر قریش یعنی اکتساب اور قریش بنینہم یعنی باغری بنینہم اور قریش یعنی قشش اور اقرش وافر قریش یہ بمعنی آخر تبعیہ اور لقرش المال یعنی جمعہ اور لقرش عن السبکات یعنی تنزہ اور لقرش القوم بمعنی جمہوا۔ اور قریش ایک یا بی جانور جو جسکو کلب البحر بھی کہتے ہیں تاکہ انہوں کی تیری کا یہ عالم کہ پانی کے اندر جانوروں کو تو اس کی طرح کاٹ ڈالتے سب پر غالب ہے تاہو کسی سے مطلوب نہیں ہوتا۔ دوسرے جانوروں کو کھا جاتا ہے اسکو کوئی نہیں کھا سکتا۔ اسکی تصغیر "قریش" آتی ہے جو عرب کے ایک شہر قبیلہ کا نام بھی ہے۔ اسکی نسبت "قریشی" اور "قریشی" دونوں آتی ہے۔ مگر اول تلفظ قیاس ہے۔ کنانہ بن خزیمہ بن مکرکہ

بن الیاس بن مضر کے ایک بوی مڑے بنت صخر سے چند بیٹے نضر ممالک مملکت مودک عذوان
 عمو عامر تھے یہ قول بہرہ ان میں سے مرن نضر کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ممالک کے بیٹے مضر کی
 اولاد کو قریش کہتے ہیں اس تقدیر پر قریش کا اطلاق اولاد مضر تک محدود ہے گا۔ مضر اور اس سے مافوق کو عذنان کہیں گے نہ قریش
 اور بعض نے کہا کہ الیاس کی اولاد کو قریش کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ مضر کی اولاد کو قریش کہتے ہیں بہر کیف قریش کی وجہ تسمیہ
 میں چند قول ذکر کئے ہیں (۱) یہ کہ حضرت ابو صفا ویدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید المفسرین حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے دریافت کیا کہ قبیلہ قریش کو قریش کے ساتھ کیوں موسیٰ کیا گیا۔ فرمایا ایک بحری جانور سے مشابہت کی بنا پر جو دریائی جانور
 کو کہا جاتا ہے اسکو کوئی نہیں کھا سکتا۔ غالباً یہاں مظلوم نہیں ہوتا اسکو قریش کہتے ہیں جس طرح وہ تمام دریائی جانوروں میں اعظم ہے اسی
 طرح یہ قبیلہ نام ہی قبائل کے اندر قدرت میں فخر میں نسبت میں اعظم ہے۔ اس مشابہت کی بنا پر قریش کی تصنیف قریش کے ساتھ موسیٰ ہوا جو اولاد
 تعظیم ہے۔ کہی مشاعرے میں بھی وہ اپنے اس شعر میں بیان کی ہے۔ وقریش ہی التي تسکن البصر + بحا سمیت قریش قریشاً
 لیکن کہی نے بجائے قریش اسکی تصنیف ذکر کی ہے تاکہ وہ اسکی تسمیہ جہاں (۲) خلیفہ عبد الملک نے اپنے باپ سے وجہ تسمیہ دریافت کی
 تو کہا کہ قبیلہ بنی مکر جمع ہو گیا تھا اور قریش نقرش سے ماخوذ ہے جو یعنی جنم آتا ہے۔ اس مناسبت سے قریش کیساتھ موسیٰ کیا گیا
 (۳) قریش نقرش سے ماخوذ ہے جو یعنی نقرش آتا ہے جیسے شاعر کے اس شعر میں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَخْرَجَنَا مِنْ عَدَنًا هٰذَا هَمْرٌ
 فَهَلْ لَنَا اِيْقَاءٌ تَقْرِبُ لَنَا مَعْرُوفٌ مِّنْ خَلْقِكَ قَبِيْلَةُ قُرَيْشٍ كَرِهَتْ اَكْمُوْلُوْا لِيْ اِكْرَامًا هٰذَا اس لئے
 قریش کے ساتھ موسیٰ ہوا (۴) قریش کو قریش سے اخذ کیا گیا ہے جو یعنی کسب آتا ہے جو کہ قبیلہ تجارت پیشہ تھا اور تجارت میں اس کو
 قدرت حاصل تھی اسلئے قریش کیرا نام موسیٰ ہوا۔ عرب اعتباراً کثرت وقت تعلقات طبقات پر مشتمل ہے جن کے اسما مخصوص ہیں اور
 انکی ترتیب ہے سب بڑے طبقہ کو شعب کہا جاتا ہے جیسے مضر۔ اس سے ابجد کو قبیلہ کہتے ہیں جیسے کنانہ۔ اور اس سے ابجد کو
 عماسراہ جیسے قریش اور اس سے ابجد کو بطن کہتے ہیں جیسے عدی اس سے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور اس سے ابجد کو
 فخذ کہتے ہیں جیسے ناعم اس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور جیسے مخزوم اس سے خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ ہیں اور جیسے ہاشم اس سے سید کائنات محمد جو جو ان محبوب خدا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور اس کے ابجد کو فصیلہ کہتے ہیں جیسے ہاشم اس کے ابجد کو عثیوہ کہتے ہیں کسی اور طبقہ کو
 ترتیب از مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کیا ہے۔ اقصم الشعب فهو اكثر حرم + عدد اني الجواء ثم القبيلة + ثم تلوها
 العاسرة ثم ال + بطن والفخذ بعد ها والفضيلة + ثم من بعد ها العشيرة لكن مني في جنبها ذكرنا قبيلة.
 (رفع القدر وغيره)

قریش کی تسمیہ کی وجہ سے

تعلقات عرب کے

(فی الملتاة الخ) اس سے صلح حدیبی کی مدت مزاد ہے جو ششہ میں واقع ہوئی تھی اور یہ مدت بقول مشہور دس سال تھی لیکن کفار
 عرب کسی مرتبہ تو مجبوراً خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ششہ میں غزوہ کر کے کفر فرمایا۔ (فاتوہ) میں فاء ضم ہے جس سے پہلے
 کبھی شرط محذوف ہوتی ہے اور کبھی معطوف اور دونوں اس کے باہر کیواسلئے سبب بنتے ہیں چنانچہ اس سے پیشتر **طَلَبْنَا اِيْتَانَهُمْ**
 معطوف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے۔ **فَجَاءَ الرَّسُوْلُ طَلَبْنَا اِيْتَانَهُمْ فَاتُوهُ**۔ یا بشرط محذوف ہو۔ **فَلَمَّا طَلَبْنَا**
الرَّسُوْلَ اِيْتَانَهُمْ جیسے آیت۔ **فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرْتُمْ** میں فانفجرت سے پیشتر **ضروب محذوف**
یا فان ضروب سوال ہر قول کے قاصد نے ان لوگوں کو ملک شام میں کس مقام پر پایا تھا جواب مقام **غزہ** پر چلا

یہ لوگ بغرض تجارت جا کر تھے "یا یلیاء" یا بمعنی "فی" ہے اور ایللیاء ہر روز تہ تبریاء یعنی عربی زبان میں بیت المقدس کو کہتے ہیں اس میں چند لغات اور بھی ہیں "ایللیا" مقصور اور الیاء "ورائلا" ہر دو روزن اعطاء اور "ایلیا" مقصور اور بتندیہ کے دو اور مشہور بالامام الاکلیلہ "بھی آئے۔ اس وقت ہر قبل بیت المقدس میں مقام حمص سے شکر آتی جالائے کے لئے سپید حاضر ہوا تھا مگر اس مشان سے کہ اسے میں فرس کر کے سپر بھول بچائے گئے تھے جن پر تل کر پور سفر ط کیا۔ بیت المقدس کی حاضری اس نعمت عظیمہ کے مشکر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے روم کو فائز پر فتح عطا فرمائی جس کی تفصیل یہ ہے کہ روم اور فارس کے درمیان جنگ تھی مشرکین مگر چاہتے تھے کہ فارس کو غلبہ حاصل ہو کیونکہ اسی ہونے کے ساتھ ساتھ مشرکین دونوں کا اشتراک تھا اور مسلمان چاہتے تھے کہ روم غالب آجائے اسلئے لڑا بہت تھے چنانچہ کسی بادشاہ فارس نے مسرکوں کی شہدہ مکان اپنا لشکر بھیجا اور قیصر بادشاہ روم نے زیر قیادت خنسن اپنا لشکر روانہ کیا۔ دونوں لشکر مقام انصاعات اور بصیری میں پہنچ کر ہر طرف جنگ ہوئے۔ اہل الاخر فارس کو روم پر غلبہ حاصل ہوا اور کچھ شہر قبضہ میں آگئے۔ نیز مگر پونجی نو مسلمانوں کو سنبھلا ہوا۔ اور مشرکین خوش ہوئے۔ اور مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم اہل کتاب ہو اور رومی بھی اہل کتاب ہیں اور ہم اسی اور فارس بھی اسی ہیں۔ ہائے بحالی فارس تمہارے بحالی مد میں پر غالب آئے تو اگر تینتے ہم سے جنگ کی تو ہم بھی ہر غالب آجائینگے اسپر سورہ روم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں مشرکین کی کیفیت کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچی۔ وہ کفار کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ تم اپنے بھائیوں کے غالب آنا ہی سے خوش ہو گئے۔ لیکن تمہیں خوش نہ ہونا چاہیے کہ یہ خوشی پایا تمہارا ہے ابغالب روم فارس پر غالب ہوں گے غیب بتانے والے آقا جناب احمد محبتی اچھن مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر ارشاد فرمائی ہے۔ ابی امین خلف جمعی کھڑے ہو کر لو لاکر تم جوئے ہو۔ آپ فرمایا اے دشمن خدا تو بڑا جھوٹا ہے۔ بولا اچھن لو لاکر تم لو کئی شہ بدلو اگر تین سال کے اندر پھر فارس روم پر غالب آئے تو تم دس دنٹ دیدینا اور اگر روم فارس پر غالب آگئے تو میں دوں گا آپ نے یہ شرط منظور فرمائی۔ اور نوی خدمت میں حاضر ہو کر ہائے طرہ شرط کو ذکر کیا۔ امتد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے طوہ خیر کہہ ہی تھی مگر تین سال میں روم غالب جائے گا میں نے تو لفظ بوضع بیان کیا تھا۔ جس کا اطلاق تین اور دس کے درمیان اعداد پر ہوتا ہے۔ ہذا مدت میں ضا کر و اور شرط میں چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابی بن خلف کے پاس پہنچے وہ دیکھ کر بولا شاید آپ نا دم ہو گئے فرمایا نہیں اور شرط اور مدت میں اضافہ کر لیں۔ مدت نو سال اور شرط میں سو سو دنٹ۔ بولا منظور ہے پھر ابی بن خلف نے بائیں خیال کر آپ کے چلنے نہ جائیں۔ ضامن طلب کیا تو آپ کے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رضانت کر لی۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ اور جب ابی بن خلف نے جنگ احد میں جانے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت عبداللہ نے بھی اس کے پاس پہنچ کر رضانت طلب کی۔ چنانچہ اس نے ایک شخص کو اپنا ضامن بنا دیا۔ پھر جنگ احد میں جا کر شرکت کی اور نوی ضرب سے زخمی ہو کر لڑے پس آکر مر گیا۔ وقت شرط سے ساتویں سال روم اور فارس میں پھر جنگ چھڑی۔ اور اس مرتبہ روم فارس پر غالب آگئے۔ (ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیتے اور ابی بن خلف ہار گیا تھے) اسکے ورثہ سے تنوا دنٹ وصول فرما کر کئی نوی ماگوسہ کر دیا۔ غلبہ فرم کے زمانہ کی تیسریں مہر صاحب میرا بیان مختلف ہے کسی تویم حد دیدیدہ کا ذکر کیا اور کسی تویم بدد بعض علماء نے فرمایا اگر روم اور فارس کے درمیان پہلی جنگ ہجرت سے ایک سال پیشتر واقع ہوئی تھی تو دوسری جنگ میں روم کے غالب آئے نہ کہ زمانہ تویم حد دیدیدہ ہوا اگر پہلی جنگ ہجرت کے چالیس سال پیشتر واقع ہوئی تھی تو غلبہ روم کا زمانہ تویم بدد آج بھی کہتے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلبہ پہلے ہجرت کے مدینہ منورہ پہنچنے تک تھے اور ان سے تھے شرط کے تنوا دنٹ وصول فرمائے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مدینہ منورہ کا زمانہ فرجی کا مال لینا جائز ہے اگر چہ یہی حال مسلمانوں کا اسلام میں ہوا اگر کہ فرجی بغیر ان سلطان اسلام دارا کا اسلام میں ہو تو بھی مسلم بزرگ خود فرما سہ جیسے با وغیرہ اس کا مال لے سکتا ہے کیونکہ اس کا مال

معصوم نہیں بلکہ اس کی جان اور مال دونوں بملح ہیں اور سب کی حرمت کے لئے یہ شرط ہے کہ بولیں معصوم ہوں سدا المختار میں ہے۔
 قال فی الشریعۃ البدلیۃ ومن شرائط الریاء عصمة البدلین وعودنھا مضمونین یا لاقلاق فقصمۃ لحدھا
 وعدم تقومہ لا یعنی ہر شے میں سے یہ سزا بھی وضع ہوگی تاکہ جمل ہندوستان کے اندر ان تکلیفوں سے روپیہ جمع کر کے منافع لینا
 درست ہے۔ جن میں کسی مسلم کا شیر (حصہ) نہیں وہ خالص غیر مسلم کے ہیں اور اگر ایک مسلم بھی ان میں حصہ دار ہے تو منافع سو وہیں ان کا لینا
 حرام ہے۔ یہی حکم ذاک قانون کا ہے کہ اگر حکومت غیر مسلم ہے تو منافع لینا درست ہے ورنہ حرام و اللہ تعالیٰ اعلم

ہاں تو دم کو غلبہ حاصل ہونے کا سبب یہ ہوا کہ فارسیوں کا امیر لشکر شہرہ مان پہلی مرتبہ جب رام پر غالب آیا تو یوں کو پامال اور ان کے ہر
 کی تخریب کرنے کے لئے خلیج تک پہنچا۔ ایک دن اس کا بھائی فرحان بیٹھا ہوا شراب پی رہا تھا۔ اس میں اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا
 بیشک میں نے خواب دیکھا ہے۔ کہ میں کسی کے تحت پریشیا ہوا ہوں۔ یہ بات کسی طرح کسی کو بھی نہ بھونچ گئی اس نے فوراً شہرہ مان
 کو خط لکھا کہ جب یہ خط ہاتھ پائے پاس پہنچے اسی وقت اپنے بھائی فرحان کا سفر قطع کر کے میرے پاس ہی مجھ پر شہرہ مان نے جو اب محترم
 کیا کر لے بادشاہ فرحان جیسا آدمی آپ کے یہاں نہیں۔ دشمن پر حملہ کرنے کے لئے ڈھب اس کو خاص طور پر آتا ہے۔ تو ایسا ارادہ نہ کیجئے
 کسی نے پھر لکھا کہ اہل فارسیوں کے مخالف ہیں لہذا جلد تر اس کا سر بچھا جائے۔ شہرہ مان نے پھر جواب دیا کہ ایسا مناسب نہیں
 ہے کہ کسی غصبنک ہو گیا۔ اور شہرہ مان سے اس سلسلے میں مراسلت بند کر دی۔ اور اہل فارسیوں کے پاس پناہ فرما کر قاصد بھیجا
 کہ میں نے شہرہ مان کو مغزول کر کے اس کی جگہ فرحان کو مقرر کر دیا۔ اور قاصد کے ہاتھ ایک پھونسا خط بھی بنام فرحان بھیجا جس میں اس کو
 حکم دیا تھا کہ شہرہ مان کو قتل کرے اور قاصد سے کہہ دیا تھا کہ جب فرحان والی ہو جائے اور شہرہ مان اس کی اطاعت قبول کر لے تو اس
 وقت یہ خط فرحان کو دینا چنانچہ قاصد نے پہنچ کر فرمان شاہی پیش کیا۔ شہرہ مان اس کو پڑھ کر لولا سر خم منظور اور تخت سے اتر کر اپنے
 اپنے بھائی فرحان کو بٹھا دیا۔ تخت نشینی کے مراسم پورے ہونے کے بعد قاصد نے وہ خط فرحان کو پیش کیا۔ اس نے پڑھ کر شہرہ مان کو
 طلب کیا تاکہ حکم شاہی کی تعمیل میں اس کو قتل کیا جائے۔ شہرہ مان بولا اتنا وقت کرو کہ وصیت لکھ دوں۔ فرحان نے کہا اچھا۔
 پھر شہرہ مان نے اپنا صندوق کھولا اور اس سے کسی خط یا بابت قتل فرحان نکالے اور اس کو دیکر لولا کہ میں نے تم سے مرتبہ
 بادشاہ کو جواب دیا کہ تمہارے قتل کو ٹالا اور تم ایک ہی غنڈے بنا پر میرے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ یہ ماجرا دیکھ کر فرحان نے تخت حکومت اپنے
 بھائی شہرہ مان کی واسطے خالی کر دیا پھر شہرہ مان نے قیصر دم کو لکھا کہ مجھے آپ سے ایک فروری کا مہنہ جس کی اطلاع نہ ہو قاصد
 کی جا سکتی ہے۔ تبدیلیے مکتوب تو آپ پچاس روپی فوجیوں کیساتھ مجھ سے ملاقات کریں اور میں پچاس فارسیوں کیساتھ ملوں گا۔ چنانچہ آدھے
 قیصر دم کو پانچ لاکھ روپیوں کیساتھ چل پڑا اور ادھر سے شہرہ مان۔ مگر قیصر دم نے اپنے آگے جا سوس بھیج دیے کہ کہیں شہرہ مان نہ ہوگا
 نہ ہے یہاں تک کہ جا سوسوں نے وہاں آکر اطلاع دی کہ شہرہ مان کیساتھ پچاس فارسی ہیں۔ پھر دونوں کی ایک مقام پر ملاقات ہوئی۔
 اور ایک سہری غیر نصب کیا گیا اور دونوں اپنے ساتھ ایک ایک چھری لیکر اس میں داخل ہوئے۔ اور توجہ مان کو بلایا گیا تو شہرہ مان نے کہا
 کہ آپ کے شہرہ مان کی تخریب میں نے اور میرے بھائی نے اپنی تہذیب اور شجاعت سے کی ہے اور کسی نے یہ ہر حد کرنے لگا چنانچہ میرے بھائی کے
 قتل کا اس نے ارادہ کیا جس کو میں نے پورا نہیں دیا پھر مجھے قتل کرنے کا حکم میرے بھائی کو دیا جس کی تعمیل سے اس نے انکار کر دیا اور اب ہم
 دونوں نے اس کو چھوڑ دیا ہے آپ کیساتھ کرنا اس سے جنگ کرینگے۔ قیصر دم بولا ٹھیک ہے اور ایک دن دوسرے سے ستاروں شادوں میں کہا کہ
 ملازمتی میں نہ سکتے تھے۔ اس کے علم میں کہ فرناش ہو جاتا ہے۔ لہذا دونوں نے اپنی اپنی چھری سے اس ترخان کو قتل کر ڈالا پھر دونوں
 نے مل کر فارسیوں پر چڑھائی کی۔ یہاں تک کہ روہیل کو فارسیوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ جس کی خبر جبریل ابن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوی خدمت میں

تشیخ الفارسی میں ہے پھر فرحان کے قتل کا حکم

باختلاف روایات ایوم حد بیدینہ پیش کی یا ایوم بدن مگر قبل کا اس وقت بسلسلہ شکر بہ بلیت المقدس میں حاضر ہونا اُدھر
 ابی ابن خلف کا شرط کے بعد ہی باہر خیال ضمانت طلب کرنا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں مگر سے باہر نہ چلے جائیں۔
 پہلی روایت کی تائید کرتا ہے کیونکہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ہر قل کی یہ طلاق یقیناً صلح کے بعد ہوئی ہے جو سترہ میں واقع ہوئی تھی
 تقریباً دو مہینوں کے غلبہ کا زمانہ اگر ایوم بدن قرار دیا جائے جو سترہ میں واقع ہوا ہے تو لازم آئے گا کہ چار سال کے بعد ہر قل شکر یہ ادا کرنے
 بیت المقدس حاضر ہوا تھا۔ جو بعد از قیاس ہے بھلاقت پہلی روایت کے کہ اُس پر استسما لازم نہیں آتا نیز اس تقریر پر روم اور فارس کی
 پہلی جنگ میں فارسوں کے غلبہ کا زمانہ ہجرت سے پانچ سال قبل ہوتا ہے اس وقت ابی ابن خلف کا ضمانت طلب کرنا بھی بعید از قیاس ہے
 اور پہلی روایت کی بنا پر غلبہ فارس کا زمانہ ہجرت سے ایک سال قبل ہے تو یہ بات قرین قیاس ہو سکتی ہے کہ اس وقت ابی ابن خلف کو
 ہجرت کے کچھ آثار محسوس ہوئے ہوں جن کی بنا پر ضمانت طلب کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تفسیر خازن وغیرہ)

رَدْعَاہُمْ فِي مَجْلِسِہِ الْاٰمِیْنِ "عَا" کی ضمیر فاعل کا مرجع ہر قل ہے اور "ہُمْ" ضمیر منصوب کا مرجع ابوسفیان اور ان کے
 ساتھی ہیں۔ چار صحیح روایات مستقر ہو کر ضمیر فاعل سے حال ہے۔ سوال "عَا" اور دعویٰ سے مشتق ہے۔ اور اس کا صلہ
 فی مہنیر تا بلکالی آتا ہے جیسے قرآن پاک ہے "وَاللّٰہُ یَدْعُو لٰی اِسْرَ السَّلَاطِہِ بِہِمَا بِرَفِیْہِیْ کِیْوٰنَ اَیَا جِوَابَ فِی سِلَہِ
 ہنہنہ صرف لغو ہوتا اور ہم نے ابھی بیان کر دیا کہ ظرف مستقر ہو کر حال ہے "عَا" کبھی بمعنی "استعان" آتا ہے اور کبھی بمعنی
 "سرعاب الیہ" اور کبھی بمعنی "طلب" یہی قابل ہے۔ اس کا کوئی صلہ نہیں آتا مستعدی بیک مفعول ہے اور استدعا ہے
 مزید کے بھی یہی معنی ہیں اور "دَعَاہِ اِلٰی الْاَمْرِ" بمعنی "ساقا الیہ" آتا ہے اور "عَاہِ" بمعنی "استحضرتہ" اور "عَاہِ
 فَلَاحِ" اور "عَاہِ بِنَلَانِ" دونوں بمعنی "سماہ بہ" اور "عَاہِ المِیْتِ" بمعنی "ندبہ" آتا ہے اور "عَاہِ" بمعنی "دعائے خیر اور
 من عا علیہ" بمعنی "دعواتا ہے۔ اور "دَعُوْا وِیْذِ عَاہِ مَعْدِہِ" سے "دَعَاہِ" بمعنی "طلب لیا کل عندہ" آتا ہے۔
 رَعِظَہُمْ اَوَّلَ السَّوْمِ عظیم کی جمع ہے اور "سوم" ہر قول صحیح عیض بن اسحق بن ابراہیم علیہما السلام کی اطوار
 کو کہتے ہیں جس میں عرب کے بعض قبائل جیسے تنوخ اور شیلخ اور غشتان وغیرہ بھی داخل ہو گئے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی
 کہ مسلمانوں نے جب ان قبائل کو شام سے جلا وطن کیا تو انہوں نے روم کے شہروں میں پونج کر سکونت اختیار کی اور وہیں وطن
 بنا لیا اس واسطے ان کے نسب بھی اختلاط سے محفوظ نہ رہ سکے یہاں تک کہ ان کا شمار بھی روم میں ہو گیا۔

(ثُمَّ رَدْعَاہُمْ) اپنے "قَبْل" "دَعَاہُمْ" پر محطوت ہے۔ سوال پھر تو یہ تکرار ہوا ہے گی جس سے کوئی فائدہ نہیں۔
 جواب جی نہیں تکرار ہوگی کیونکہ مراد ہے کہ ہر قل نے لین کو اولا شاہی مہمان خانے سے طلب کیا جہاں ہر قل کو ٹھہرایا گیا تھا۔
 جب وہ حاضر ہو گئے تو اطلاع کی گئی کہ ہر قل نے قوسے توقف کے بعد اجلاس میں طلب کیا تو اول طلب مہمان خانے سے تھی اور وہاں اس کے
 کے ہمارے سے ماہر توقف پر لفظ "ثُمَّ" دلالت کرتا ہے۔ اور یادداشت ہوں کہ طریقہ یہی ہے کہ جب کسی کو طلب کرتے ہیں تو اس کے حاضر ہونے
 پر دوبارہ طلبی کے بعد اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کی طرح یہاں پر ہوا۔

(تَرْجُمَانِہِ) اسکو چار طرح پر مصادرت ہے۔ (۱) تا اور جیم کا زبر (۲) دھون کا پیش (۳) اول کا زبر اور دوم کا پیش
 (۴) اول کا پیش اور دوم کا زبر یعنی فصیح و قریبان و خوش تقریر اور یعنی تاوان بھی آتا ہے اور اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو دو زبانیں جانتا ہو اور
 ایک زبان کی تفسیر دوسری زبان میں کرے یہ لفظ عربی ہے یا معرّب۔ بریں تقدیر اسکو "ترجمان" بمعنی "ترجمان سے بنا یا گیا ہے" طلب
 کے بعد اس سے مصدر بنا کر افعال اسما مشتق کئے گئے پانچواں پانچواں عیض بن اسحق کے باب فعللہ سے مصدر ترجمہ آتا ہے اور ترجمان

دعوات خیر کی تفسیر

لازم آئے گی کیونکہ بعثت سے پہلے نماز اور روزانہ دونوں فعل متساوی تھے نہ کہ کسی میں نہ کوئی قبیح پھر بعثت نماز کو واجب اور روزانہ کو حرام قرار دیا گیا یہی ترجیح بلا مرجح ہوئی۔ لیکن ترجیح بلا مرجح باطل کہ حکمت امر کے متافی ہے۔ اور آصرتینا حکم توجیہ نکلا کہ افعال کا حسن و قبح شرعی نہیں تو کمال حالہ عقلی ہوا اس لئے کہ شرعی افعال دونوں متافی ہیں۔ اور دو متافی چیزوں میں سے ایک کا ارتقاء دوسرے کے تحقق کو مستلزم ہوتا ہے جب شرعی ہونا باطل ہوا تو عقلی ہونا ثابت ہو گیا۔ **لیلیٰ** وہ اگر افعال کا حسن و قبح شرعی ہو تو رسولوں کی بعثت بندوں کے حق میں بلا اور رحمت ہوگی۔ اس لئے کہ بعثت سے پیشتر ہیں اور آرام میں تھے کسی فعل پر کوئی مواظف نہیں جو چاہیں اور بعثت کے بعد بعض افعال پر جیسے کہ کفار اور مدت تک خدا کے ستحق اور بعض پر جیسے کہ فرشتے اور انبیاء عذاب کے ستحق لیکن رسولوں کی بعثت بلا اور رحمت نہیں۔ بلکہ عین رحمت ہے اور وہ بھی ایسی کہ مولیٰ تعالیٰ نے اُس پر احسان جناباً قرآن کریم اسپر شاہ عدل ہے۔ **الرشاد فرمایا: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ** پس توجیہ نکلا کہ افعال کا حسن و قبح شرعی نہیں تو عقلی ہوا۔ **وَهُوَ الْمَطْلُوبُ كَذَا فِي قَوْلِهِمُ الرَّحْمَنُ يَتَّخِذُ مَثَلًا لِلشُّبُهَاتِ** **(لَمْ يَكُنْ أَوَّلَ مَا سَأَلَ لِنِي عَنْهُ الخ)** اس حدیث کے راویوں نے لفظ اول منسوب روایت کیا ہے اور یہ اس لئے کہ کان کی خبر ہے۔ اب اس کے اسم میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ کہ کان میں ضمیر شان مستتر ہوگا۔ اُس کا اسم ہوا **أَنْ قَالَ: مَا سَأَلَ لِنِي عَنْهُ** سے بدل۔ یہ احتمال ضعیف ہے کیونکہ اس تقدیر پر ضمیر شان کی تفسیر مفرد "دل" کے ساتھ ہوگی۔ جو کو فیہ میں کے نزدیک اگرچہ جائز ہے مگر ہر مذہب بصیہ میں دست نہیں اور نہ صحیح یہی ہے کہ اُس کی تفسیر جملہ کے ساتھ کی جائے جیسا کہ بصیہ میں کا مذہب ہے۔ اماہ سیوطی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب مستطاب معجم الصوامع شرح جمع البحر امع جلد الاول ص ۱۱۳ میں ضمیر شان کا دیگر ضما کر کے ساتھ فرق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **والفرق بینہ وبين الضمائر انہ لا يعطف علیہ ولا یوجد ولا یبدل منہ ولا یتقدہ خبر علیہ ولا یفسر بہ** (۲) یہ کہ **أَنْ قَالَ: "بِتَاوِيل" قَوْلُهُ "هُوَ كَمَا سَأَلَ لِنِي عَنْهُ"** اور یہ بھی جائز ہے کہ **أَوَّلُ** اسم کان ہو کہ مرفوع ہوا **أَنْ قَالَ: "خِرْحَانَ** ہونے کی وجہ سے عمل نصب میں۔ مگر یہ بھی ضعیف اور احتمال دوم مختار ہے کیونکہ **أَنْ قَالَ: "مَعْرِفَةُ بَلْكَ اعْرِفُ الْمُعَارِفَ** کیونکہ **أَنْ** اور **أَنْ** جب مصدر معرفت کی تاویل میں ہوں تو ان کے لئے حق تعریف میں حکم ضمائر ہوتا ہے جو اعرف المعارف ہیں معنی اللیب جلد دوم ص ۱۱۳ میں ہے: **واعلم انہم حکموا لَانِ وَأَنْ اَلْقَدْرَتَيْنِ بِمَصْدَرٍ مَعْرِفَ بِحُكْمِ الضَّمَا ئِرِ** لانه لا یوصف کمات ان الضمیر عندک لک فلہذا قرأت السبعة ما کان مجتہمہ الا ان قالوا فما کان جواب قومہ الا ان قالوا والرفع ضعیف کضعف ان خبرا بالضمیر عماد وندہ فی التعریف اور **أَوَّلُ** مگر ہے جبکہ اسکے مضاف الیہ **مَا** کو **مَا** موصوفہ قرار دیا جائے اور کان کے بعد جب معرفہ اندکرو آئیں تو معرفتہ کو اسم اندکرو توجیہ قرار دیا جاتا ہے۔ اسم و خبر کی شناخت کے زیر بیان معنی اللیب جلد دوم ص ۱۱۳ میں ہے: **الحالۃ التالئۃ ان یکونوا مختلفین فتجعل المعرفۃ الاسم والذکرۃ الخبر نحو خَانَ تَرِيدًا قَائِمًا وَلَا یَعکس اِلَّا فی الضمیر وندہ** اور اگر **مَا** کو موصولہ قرار دیا جائے تو **أَوَّلُ** اگرچہ معرفہ ہوا ہے گا۔ مگر **أَنْ قَالَ** کی تعریف سے اُس کی تعریف کم مرتبہ کی ہے گی۔ کیونکہ تعریف میں بقول راجع مضاف کو وہی مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو مضاف الیہ کا ہے۔ مگر ہر اندی بلا اول میں ہے **فَعِنْدَ سَبِيحٍ وَه** تعریف المضاف مساوی تعریف المضاف الیہ

یہاں پر اول کا مضاف الیہ اسم موصول ہے تو اس کو تعریف موصول کا مرتبہ حاصل ہوا۔ اور ان قال کو تعریف ضمیر کا اور مرتبہ موصول سے تعریف میں علی مرتبہ کہتی ہے۔ شرح جامی میں ہے۔ **وَالْمُنْقُولُ** مَعْنَى سَبِيْبِيَّةٍ وَعَلِيَّةٍ جَمْعُهُو **الْمُنْقُوَاتُ** اِنْ اَعْرَفَهَا **الْمُضْمَرَاتُ** ثُمَّ لَمْ يَكُنْ اَعْلَامًا ثُمَّ اسْمُ السَّارَةِ ثُمَّ الْمَعْرُوفُ بِاللَّامِ وَالْمَوْصُولَاتُ فِي بَيْنَهُمَا مَسَادَاتٌ اِنْ قَالَ "اول سے اعرف ہوا۔ اور مختار یہی ہے کہ اعرف کو اسم قرار دیا جائے۔ معنی اللبیب جلدت و مہر کے میں ہے۔ **فَاِنْ كَانَ اَحَدُهُمَا اَعْرَفَ** فالمختار جعلہ آلا سمہ بلکہ اماہر الخاتہ سبیبیہ علیہما الرحمۃ کے نزدیک ترتیب و معارف یوں ہے کہ اعرف للمعارف اسم جلات **اللَّهُ** پھر ضمائر پھر اعلام پھر اسمائے اشارۃ پھر معرفت بالاسم اور اسلئے موصول اور ان دونوں میں مساوات ہے۔ چنانچہ الفوائد الشافیہ علی اعراب الکافیہ معروفہ بہ ثنائی زیادہ میں بحوالہ علامۃ قہستانیہ علامۃ فاکھانی نقل فرمایا ہے کہ اماہر الخاتہ کو در حال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کس طرح پیش آیا۔ فرمایا: **مَعْرِفَتُ** فرمادی۔ دریافت کیا کس بات پر فرمایا اس بات پر کہ میں نے دنیا میں کہا تھا۔ اسم جلات **"اللَّهُ"** اعرف للمعارف ہے۔ **فَبِحُجَّتِ** اللہ کسی نے کجا کہا ہے۔ ع۔ رحمت حق بہا بھی جوید۔

اسم جلات کے معنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس طرح پیش آیا۔

(هُوَ فِينَا وَنَسَبٌ) میں تو میں برائے تعظیم ہے پس معنی یہ ہوتے کہ وہ ہمارے اندر نسب عظیم دے لے ہیں ہماری انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آیت **"لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ"** کو نفع خواہ نکلا دے کہ فرمایا کہ میں تم سے حسب نسب (رشتہ پردی) اور صہرہ (رشتہ مادری) میں نفیس تر ہوں حضرت آدم علیہ السلام سے اب تک میرے آباؤ اجداد سزاخ جاہلیت سے منور تھے۔ جملہ نزدیکت اور روایت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہو کر خدا اور شیخا انساب میں تفاضل معتبر ہے۔ اسی واسطے مستور احکام فرق نسب پر مبنی ہیں چنانچہ کتاب النکاح میں سادات بکفایت تفاضل انساب پر قائم ہے۔ سید ندادی اگر کسی مغل چٹان یا شیخ انصاری سے بے رضائے دلی نکاح کرے گی تو نکاح ہی ہوگا جب تک اسبب فضل علم دین مکافات ہو کر کفایت نہ ہوگی ہو۔ یوہیں امامت صغریٰ کی ترتیب میں شرف نسب بھی وجہ توجیح بتا ہے۔ تنویر الایضار میں ہے الاحق بالامامۃ الاعلیٰ قولہ **ثُمَّ اَلِ الشُّرُوفِ نَسَبًا** اور امامت کبریٰ میں تو شرع مطہر نے اس وجہ کا نسب فرمایا کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ غیر قریش اگرچہ عالم اجل ہوا مہم وظیفہ نہیں ہو سکتا۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات باتوں سے فضیلت دی جو ان سے پہلے کسی کو نہیں تھیں۔ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔ **اَوَّلُ** یہ کہ میں قریش سے ہوں (یہ تمام فضائل سے اسراف و علی ہے) وہم کہ تلافیت انہیں میں ہے گی۔ **سَوِّمٌ** یہ کہ کعبہ معظمہ کی درہانی انہیں کے لئے ہے۔ **جِجَّ** اور ہم یہ کہ خدمت مسقاہہ انہیں کا حق ہے۔ **بِجِجِّ** یہ کہ انہیں صحابہ کرام پر نصرت بخشی۔ **شَشَمٌ** یہ کہ انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سارے زمین پر اور کسی خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے عہد رسوالی) ہفتیم یہ کہ ان کے بارے میں ایک سورت قرآن عظیم کی آئدی۔ جس میں صرف انہیں کا ذکر فرمایا اور وہ سورت کا ایلاف قریش ہے۔ فقہی کتب کے مطالعہ سے مذکورہ بالا احکام کے علاوہ اور بھی احکام ظاہر ہوتے ہیں۔ جن میں شریف النسب قوم کو امتیازی شان حاصل ہے۔

اسبب فضل علم دین مکافات ہو کر کفایت نہ ہوگی ہو۔ یوہیں امامت صغریٰ کی ترتیب میں شرف نسب بھی وجہ توجیح بتا ہے۔ تنویر الایضار میں ہے الاحق بالامامۃ الاعلیٰ قولہ **ثُمَّ اَلِ الشُّرُوفِ نَسَبًا** اور امامت کبریٰ میں تو شرع مطہر نے اس وجہ کا نسب فرمایا کہ اسے صرف قریش کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ غیر قریش اگرچہ عالم اجل ہوا مہم وظیفہ نہیں ہو سکتا۔ محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات باتوں سے فضیلت دی جو ان سے پہلے کسی کو نہیں تھیں۔ ان کے بعد کسی کو عطا ہوں۔ اول یہ کہ میں قریش سے ہوں (یہ تمام فضائل سے اسراف و علی ہے) وہم کہ تلافیت انہیں میں ہے گی۔ سوام یہ کہ کعبہ معظمہ کی درہانی انہیں کے لئے ہے۔ جج اور ہم یہ کہ خدمت مسقاہہ انہیں کا حق ہے۔ بجج یہ کہ انہیں صحابہ کرام پر نصرت بخشی۔ ششم یہ کہ انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی کہ ان کے سارے زمین پر اور کسی خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے (یہی تھے یا ان کے عہد رسوالی) ہفتیم یہ کہ ان کے بارے میں ایک سورت قرآن عظیم کی آئدی۔ جس میں صرف انہیں کا ذکر فرمایا اور وہ سورت کا ایلاف قریش ہے۔ فقہی کتب کے مطالعہ سے مذکورہ بالا احکام کے علاوہ اور بھی احکام ظاہر ہوتے ہیں۔ جن میں شریف النسب قوم کو امتیازی شان حاصل ہے۔

اخلاق فاضلہ میں بھی شرافت نسب کو کافی دخل ہے۔ مشاہیرہ اور تجربہ گوارا ہیں کہ شریف قومیں ہمیشہ جمعی و دیگر اقوام سے جیا جمیت۔ تمدنیب۔ حرورت۔ مینا۔ سخاوت۔ سیر چشمی۔ فتوت۔ حوصلہ۔ ہمت۔ صفائے فریحت وغیر ما بکثرت اطلاق جمیعہ مہم ہوا اور مسو بہ میں فائدہ ہوتی ہیں۔ اور سب کا آدم دعا علیہا السلام ایک ماں باپ سے ہونا جس طرح

تفادت افراد کا نافی نہیں رہیں یا اصناف اقوام کے تفادت کا منافی نہیں۔ قریش کی برکت۔ شہامت۔ سعادت۔ فتوت۔ قوت۔ شہامت۔ اسلام و جاہلیت دونوں میں شہرہ آفاق رہی ہے۔ اور ان میں بالخصوص نبی ہاشم کی۔ یوں جاہلیت میں بھی جاہلہ خست و ذلت کے ساتھ معروف تھے۔ یہاں تک کہ ایک شاعر نے بنی جاہلہ کی ذلت طبع کا اپنے شعر میں یوں اظہار کیا۔

لشعر۔ اذ اقبل للکلب یا اباہلی عوی الکلب من شہرہذ النسب۔ یعنی اگر گتے کو اس قبیلہ کی طرف نسبت کر کے آواز دی جائے اور یوں کہیں کر لے بنی جاہلہ کے گتے تو وہ بھی اس نسب کی نحوست کے باعث غراتے لگے۔ اسی تفادت بہت کا سبب ہے کہ دنیا دین کی سلطنتیں یعنی سلطنت ملک اور سلطنت علم ہمیشہ شریف ہی اقوام میں ہی دوسری قوموں کا اُس میں حصہ معدوم یا کم معدوم ہے۔ اخلاق فاضلہ میں چونکہ شرافت نسب اثر نام رکھتی ہے اس لئے حدیث میں ہدایت فرمائی گئی کہ اپنے نطفہ کے لئے اچھی جگہ تلاش کرو۔ کفو میں بیاہو اور کفو سے بیاہ کر لاؤ کیونکہ حدیث میں اپنے ہی گتے کے مشابہ جنتی ہیں۔ نفع آخرت کے لئے بھی شرافت نسب باعث بنتی ہے۔

محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جنت میں گیا تو ملاحظہ فرمایا کہ جعفر ابن ابی طالب کا درجہ نزدیک بن ثابت کے درجے سے اوپر ہے میں نے کہا کہ مجھ گمان نہ تھا کہ نزدیک جعفر ہے کہ ہے جب بریل دین نے عرض کیا کہ انہیں جعفر سے کم تو نہیں۔ مگر مجھے جعفر کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ ان کو حضور سے قربت ہے۔ سوال اگر آدمی بے عمل ہے تو شریف نسب بھی آخرت میں نفع نہیں دے سکتا۔ خود محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جس کو صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باری الفاظ روایت کیا ہے "مَنْ اَبْطَأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يَجْرِعْ بِهٖ كَسْبُهٗ" یعنی جو بے عمل پیچھے رہ گیا اُس کو نسب اگے نہ بڑھاسکے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دار مدار عمل پر ہے نسب کوئی چیز نہیں اسی واسطے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "اِنَّ اَحْسَرَ مَكْرُمٍ عِنْدَ اللّٰهِ اَتَقَكُمُ" بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار رہے اور اگر عمل کے بغیر نسب آخرت میں نفع بخش ہو تو تمام کام فربل کی مغفرت ہونا چاہئے۔ سب کے سب کسی نسب ہی کی اولاد میں ضرور ہیں جو اب۔ نجات کا دار ایمان پر ہے۔ بغیر ایمان شرافت نسب معتبر ہے نہ شرافت حسب جملہ اوصاف و کمالات اصلا مفید نہیں۔ مقصود یہ ہے کہ بعد حصول ایمان جہر طبع و دیگر فضائل آخرت میں نفع بخش ہوں گے۔

یہ بھی نسب ہی۔ قرآن کریم میں سورہ طہ کی یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے "الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَتَّبَعْتُمْ فِيْ حَيٰتِهِمُ مَا يَتَذَكَّرُ اِيْمَانًا وَاَلْحَقْنَا بِهٖمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَنْزَلْنَا عَلٰى اٰلِهِمْ الْوَحْيَ الَّذِيْ يُنۡزِلُ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ وَاَنْزَلْنَا عَلٰى اٰلِ اِيْمَانَ السَّلٰمَ" اور جو ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان میں ان کی پیروی کی ہم نے ان کی اولاد ان سے ملا دی اور ان کے عمل میں انہیں کچھ کمی نہ دی یعنی انہیں اعمال کا پورا ثواب دیا۔ ان اولاد کے درجے اپنے فضل و کرم سے بلند کئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ مومن کی ذریت کو اُس کے درجے میں اُس کے پاس اُٹھائے گا۔ اگرچہ وہ عمل میں اُس سے کم ہو تاکہ ان سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ پھر آیت مذکورہ بالا بطور استناد تلاوت فرمائی۔ آیت وحید دونوں سے واضح ہوا کہ آخرت میں نسب نافع ہوگا اور مسلمہ شریف کی حدیث مذکور سے مراد یہ ہے کہ آدمی عمل میں اتنا پیچھے رہ گیا کہ ایمان بھی اُس کے پاس نہیں تو ایسے شخص کو اُس کا نسب فائدہ نہ پہنچائے گا۔ در نہ حدیث سورہ طور کی مسطورہ آیت کے معارض ہو جائے گی۔ سوال۔ ایک حدیث میں ہے "اَلَا كَا فَضْلِ بَعْرَابِيٍّ عَلٰى عَجَبِيٍّ وَاَلَا حَمْرُ عَلٰى اَسْوَدَ" یعنی خبر داکی عربی کو عجمی پر اصلا فضیلت نہیں نہ شرح کو سیاہ پر اور دوسری حدیث میں ہے "اَنْظُرْ فَاِنَّكَ

لَسْتَ بِمُحَمَّدٍ مِنْ أَحْمَدَ وَلَا أَسْوَدَ إِلَّا أَنْ تَفْضَلَ الْبَقْوَى الْعِنَى وَكَيْفَ بَرَكْتُ لَكَ سُبْحَانَ مَنْ بَرَزَ كَيْ سِيَاهِ كَيْسِي وَقَدْ بَرَزَ مِيَاهِ
 نہیں مگر جیکر تم اس سے بڑھ کر تقویٰ بڑھ جاؤ۔ ان دونوں حدیثوں سے صاف صاف ظاہر ہوا ہے کہ نسب و جہ فضیلت نہیں بلکہ وجہ
 فضیلت تقویٰ ہے۔ پس یہ ان احادیث کے معارض ہو گئیں جن سے ثابت ہے کہ عرب عم سے افضل ہیں اور نسب بھی وجہ فضیلت ہوتا
 ہے تو دفع معارض کس طرح کیا جائے گا جواب ان دونوں حدیثوں سے فضل کلی کی نفی رہا ہے اور فضل کلی نجات کو کہتے ہیں تو مطلب یہ ہوا
 کہ عرب کو عجم پر یا یہی معنی فضیلت نہیں کہ عرب ہونا مدار نجات ہے یا مسیح کو سیاہ پر یا یہی معنی فضیلت نہیں کہ مسیح ہونا مدار نجات ہے کیونکہ
 سبب نجات صرف تقویٰ ہے نہ سبب عربی ہونا یا رنگ کا شیخ ہونا مدار نجات نہیں۔

رَفَعَلٌ قَالَ هَذَا الْقَوْلُ مِنْكُمْ أَحَدٌ قَطُّ قَبْلَهُ "منکھ" ظرف مستقر ہو کر امر بہم مقدم
 کی صفت ہے تاکہ بیان بعد اہم ہو سکے اور احاد مذکور اس کا عطف بیان ہوا اور "منکھ" کے مخاطب اگرچہ ابوسفیان اور ان کے ساتھی ہیں
 مگر مدعا یہ ہے کہ تم حاضرین میں سے کسی نے یا تمہاری قوم "عرب" میں سے کسی نے یہ بات کہی تھی ہر قتل کا یہ مقصود ہرگز نہیں کہ صرف تم
 حاضرین میں سے کسی نے ان سے پیشتر یہ بات کسی وقت کہی ہے یعنی دعویٰ نبوت کیا ہے پس ثابت ہوا کہ خطاب شفاعی بھی عام ہوا کرتا ہے
 اسی طرح "فَعَلٌ قَاتِلُ مَوْتٌ" اور "مَاذَا يَا مَعْ كُفْرًا" میں خطاب عام ہے صرف مخاطبین مراد نہیں ہیں۔ **سَمَوَالٌ لَفْظٌ قَطُّ**
 تین قسم پر ہے۔ **أَوَّلٌ** یعنی "تَحْسَبُ" جیسے قطن زید نہ رہے یعنی حسب نہ زید نہ رہے مگر فرق اتنا ہے کہ "تَحْسَبُ" معرب
 ہے اور یہ عربی کیونکہ دوسری ہے بفتح القاف وسكون الطاء سوم اسم فعل یعنی "یکفئ" اور یعنی "انتہ" یہ بھی معنی القاف
 اور سکن الطاء ہے۔ اول استعمال نون وقایہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے قَطِيٌّ یعنی "يَكْفِيْنِي" اور اول طرح اور لفظ "فقط" ہے
 میں بھی "قط" بمعنی "انتہ" امر حاضر ہے اسکی "قا" میں تین قول ہیں (۱) زَلْزَلًا (۲) جَزْأَيْهِ (۳) عَاطِفُهُ **سُومٌ**
 حرف زمان گذشتہ زمانہ کے استغراق کیلئے جیسے مَا مَضَى قَطُّ یعنی مَا مَضَى قَطُّ قَبْلَهُ قَطُّ مَضَى قَطُّ مَضَى قَطُّ مَضَى قَطُّ
 یعنی ہر ضم ہے اور کبھی قاف بھی مضموم ہوتا ہے جیسے قَطُّ اور کبھی طاء تخفیف کیلئے مضموم ہوتی ہے جیسے قَطُّ اور کبھی ساکن جیسے قَطُّ اور کبھی
 "طا" مشدّد کیلئے مضموم جیسے قَطُّ جَزْأَيْهِ بَحْثٌ فِي دَلِّ اور دوم قسم کا استغراق ظاہر ہے سوم اسلئے درست نہیں کہ وہی کیلئے مضموم ہے۔
 اور یہاں پر کلام منطقی نہیں جواب بیشک کثرت میں قسم سوم کا استعمال نفی میں ہوتا ہے لیکن کبھی ایجاب میں بھی وارد ہوا ہے جیسے قَاتِلُ
 اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں جو نازقہ کے بارے میں واقع ہے کہ تضرعون کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ حالت اس میں بھی اجاب
 "صَلِّينَا اَكْثَرَ مَا كُنَّا قَطُّ وَاَمَنَّا مَرَّعَيْنِي" ہے۔

نوع قاتل کے معنی ہیں

رَقَا شَرَفِ النَّاسِ (الخ) اشرف الاشراف انسان انسان کے ہر دو گوشہ دینی کو کہتے ہیں اور اشرف الناس میں اشرف
 جمع شریف جو شرافت یعنی علو دینی یا دنیاوی سے ماخوذ ہوا اور ضعفاء جمع ضعیف جو ضعف یعنی کمزوری سے مشتق ہوا تو اشرف
 سے مراد وہ لوگ تھے جو دینی یا دنیاوی برتری رکھتے ہیں اور ضعفاء سے اسکے عکس سوال یہ ہوا صحیح نہیں کیونکہ اس واقعہ سے خبر صدیق
 اور فاروق اعظم وغیرہ حضرات کو شرف ابلع حاصل ہو چکا تھا جو دینی اور دنیوی دونوں برتری کے لحاظ سے اشرف تھے حالانکہ ابوسفیان نے
 ضعفاء کے اتباع کا اثبات کر کے اشرف کے اتباع کی نفی کی ہے جواب اکثریت کا اثبات اور اکثریت کی نفی مراد یہ یعنی ابلع کرنے
 والوں میں ضعفاء کی اکثریت ہوا اور گردانی کرنے والوں میں اشرف کی اکثریت۔ اس سے مفہوم ہوا کہ ضعفاء کی اکثریت کیلئے اشرف
 کی اقلیت بھی اتباع کی ہے سوال اگر اکثریت اشرف کی نفی مراد ہے تو روایت ابن اسحق اسکے معارض ہو جائیگی جسکے الفاظ یہ ہیں
 "تَبِعَهُ مِنْهَا الضَّعْفَاءُ وَالْمَسَاحِينُ وَالْأَحْدَانُ فَمَا زَوْكَا نَسَابِ الشَّرَفِ فَمَا تَبِعَهُ مِنْهُمْ أَحَدٌ" ہے۔

(رَبُّكَ يَزِيدُ قُوَّةً) سے زیادت ثابت اور نقص و زیادت یہاں پر متناہی ہیں۔ جن میں سے ایک کا ثبوت دوسرے کے استغناء کے لئے مستلزم ہے۔ پس جب یہاں بوسعیان کے جواب مذکور سے زیادت ثابت ہوئی تو نقص مستغنی ہو گیا۔ اور نقص امتداد کے لازم تھا تو استغناء لازم ہوا۔ اور چونکہ استغناء لازم تھا اور ملزم کو مستلزم ہوتا ہے اس لئے امتداد مستغنی ہو گیا پس بوسعیان کے جواب (رَبُّكَ يَزِيدُ قُوَّةً) سے یہ بات بھی نہیں ہوئی کہ کوئی مرتبہ نہیں تھا پس سوال کرنے کی کیا حاجت رہی اور ہر قل نے نفی امتداد کے باوجود اس میں بوسعیان کے جواب مذکور پر استغناء کیوں نہیں کیا جو جواب سوال میں مذکور وہ مفید مدہ کما نقص امتداد کے لازم ہے) سوال کے دہرہ کو واسطے متوقف علیہ بلکہ اسکی جان ہے مگر یہ مفید خود ہے جان ہے کیونکہ بعض صورتوں میں امتداد کے باوجود نقص ظاہر نہیں ہوتا ہے جیسا تبارک نے والوں میں سے پانچ کے مرتبہ ہونے کے ساتھ ساتھ پندرہ جدید داخل ہو گئے تو اس صورت میں امتداد کے باوجود نقص ظاہر نہیں ہوا بلکہ تعلق کرنے والوں کی تعداد میں شرا کا اضافہ ہو گیا۔ تو امتداد کے ساتھ نقص کے بجائے زیادت پائی گئی پس معلوم ہوا کہ امتداد کے لئے نقص لازم نہیں اسی واسطے ہر قل کو امتداد کے بارے میں سوال کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

رَقِيلٌ كُنْتُمْ تَقْتُمُونَهُ بِالْكَذِبِ یعنی علی الناس۔ اتہام سے مشتق ہے جو اصل میں ادخام تھا بمعنی بد معقول ہے مگر اول کی جانب بغض و دشمنی کی طرف بواسطہ "بِ" "اِحْتَمَاءً بِكَذِّ ابْنِ عَبَّاسٍ" ہے۔ اور سوال کے معنی یہ ہے کہ کیا دعویٰ نبوت کریمہ پر شہرہ جھوٹ بولنے کی ہمت رکھتے تھے۔ یعنی تم انکو لوگوں جھوٹ بولنے کیساتھ مصروف ممان کرتے تھے معقول ہونے سے سوال میں نفس کذب سے ہمت بگڑنے کی طرف اشارہ ہے کیوں کیا یعنی سوال کیا کہ تمہارے نزدیک پر کذب کی ہمت یا نہیں اور یہ سوال نہیں کیا کہ وہ جھوٹ بولنے میں نہیں جو اب ہر قل کو پہلے سے آپ کی نبوت کا علم ہو چکا تھا۔ نظر ہر اس نے چاہا ان لوگوں کے بچے صدق پر جانے۔ کیونکہ نبی سے بولا کرتے ہیں۔ ان سے کذب کی حد و ممکن نہیں۔ اسی واسطے نفس کذب کے متعلق سوال نہیں کیا ہاں ممکن ہے کہ لوگ اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر نبی کو کذب کے ساتھ متہم کر رہے ہوتے تھے۔ نیز اس عقول میں قصور سائنس بھی ہے کیونکہ سوال ہمت کے بعد سوال کذب کی حاجت باقی نہیں رہتی اسلئے کہ ہمت سبب اور کذب سبب اور استغناء و مسببیت امتداد سبب پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی نظریہ کے ماتحت ہمت کذب بخلاف کذب کی نفی سے ہمت کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ امتداد و مسببیت امتداد سبب پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی نظریہ کے ماتحت ہمت کذب کے متعلق سوال کرنے کے بعد عقول کے باوجود سوال کیا کہ وہ بھی ہمت کی طرح مسبب اور کذب سبب ہے۔ اسکی نفی بھی کذب کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اس عدول میں "ب" سبب کے شہرہ دو کلام کی خوبی بھی باقی جاتی ہے۔ اسی واسطے ہر قل نے اس کو اختیار کیا۔ بعد اس حدیث زیر بحث کی ترجمہ الباب کیساتھ کیا مناسبت سے جو جواب اول بعض مشاخرین نے فرمایا کہ حدیث زیر بحث میں مذکور آیت ہوائے کہی ہے اس آیت کے مناسبت سے جو ترجمہ الباب میں لکھی گئی تھی۔ اس فقرہ پر ہر حدیث زیر بحث کو ترجمہ الباب کے جزو دوم سے مناسبت ہوگی اور اگر وہ آیت ترجمہ الباب میں نقل نہیں تو بیان مناسبت میں کہا جائیگا کہ حدیث زیر بحث اپنی آیت کے ساتھ اس آیت کے مناسبت اور وہ آیت ترجمہ الباب لہذا حدیث زیر بحث ترجمہ الباب مناسبت ہوئی کیونکہ آیت کے ساتھ مناسبت بھی شے کا مناسبت ہوتا ہے ہر کیفیت بطور قول میں مناسبت یہ ہے کہ اقامت دین پر متفقوں میں۔ حدیث زیر بحث کی آیت میں ہے کہ تمہارا اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے اور اقامت دین پر جسکی وحی حضرت نوح بلکہ جبرائیل نے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی لکھی تھی چنانچہ آیت شروع لکھو من الذین ما وصى بہ نوحا۔ اس مضمون پر مراد دلالت کرتی ہے اور ترجمہ الباب کی آیت اجمالا۔

جواب سوم اول جملہ زیر بحث میں موصی الیہ یعنی محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ایسا وصف مذکور ہے جسکے ساتھ آپ وقت ابتدائے وحی متصف تھے اور وہ منہما لکذب ہونا پس ابتدائے وحی کی کیفیت جو ترجمہ الباب سے حدیث زیر بحث سے اس طرح مفہوم ہوتی

ترجمہ الباب کیساتھ مناسبت ہے

کہ ابتدائے دینی اس حال میں ہوئی تھی کہ "موتی بالیدہ" متہم بالکذب ہو چکے ساتھ موصوف تھے۔ مخفی ذرا لے لے کر حدیث زہیر بحث میں عدم اتہام بالکذب علاوہ آپ کے اور بھی اوصاف مذکور ہیں مگر مناسبت انہیں سے حاصل ہوگی جو بروقت ابتدائے نزول دینی ذاتاً باہر کا ستہیں موجود تھے۔ پھر ستر نہ ہے کہ ابتدائی حالات انہیں کو کہا جاتا ہے جو ستر نہوں۔

روخون منہ فی صدق الخ) اس مدت سے صلح حدیبیہ کا زمانہ مراد ہے یا ابوسفیان کے اس سفر کا زمانہ شاہدین حدیث کے اسمین قول ہیں۔ امام نووی علیہ الرحمۃ نے اول پر تفسیر فرمائی۔ علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے اول احتمال کو رد کر کے دوم کو اختیار فرمایا۔ علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے تفسیر دی کہ ہر ایک مراد ہو سکتا ہے۔ [قول شاید قول اول کی وجہ یہ ہو کہ دوسری روایت میں احتمال اول کی تصریح آگئی ہے چنانچہ فتح الباری میں ص ۵۷ سے ابوالکاسم سود کی مرسل روایت کے الفاظ یہ ہیں قَالَ فَعَلَّ يَخْدُرُ إِذَا عَاهَدَ قَالَ لَا أَلَا ان يَخْدُرُ فِي هَذِهِ هَذِهِ فَقَالَ وَمَا يَخْفَى مِنْ هَذِهِ فَقَالَ ان قَوْمِي اَمَدٌ وَاحِلَةٌ اَمَّ عَلِي حِلْفَانُهُ قَالَ اِنَّ كُنْتُمْ بَدَأْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْدَاؤُنَا ۱۰۱۔ ترجمہ ہر قل نے کہا کہ تو کیا وہ معاہدہ کر کے ہٹ کر رہے ہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔ مگر یہ کہ اپنی اس مصالحت کے زمانے میں ہٹ کر چلے گئے۔ ۱۰۱۔ ہر قل نے دریافت کیا کہ اس زمانہ مصالحت میں ہٹ کر چلے گئے کیوں ہے۔ تو ابوسفیان نے وجوہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کے مقابل اپنے حلیفوں کی معاہدہ کی ہے۔ ہر قل نے کہا کہ جب تم نے ہٹ کر چلے گئے تو ہمیں غدار لگے۔ اب ان کے غدر سے خائف ہونا چاہیے۔ دار۔ لیکن اس مرسل روایت کے منظر ایک محذور لازم آئے گا جسکی تقریر یہ ہے **تقریر صحیح** و در اس روایت مرسل کا اول اپنے آخر کیا تھا متناقض ہے کیونکہ ابوسفیان کے قول "اَلَا ان يَخْدُرُ فِي هَذِهِ هَذِهِ" سے بقاء ہے ہر قوم ہونا ہے اور ان کے قول "فان قومي امد والحمد لله" سے عدم بقاء اور بقاء عدم بعد دونوں متناقض ہیں پس یہ روایت متناقضین کی مثبت ہوئی۔ اور جو کلام متناقضین کے اثبات پر مشتمل ہو اس سے تسکوت بہت نہیں کما تھا مشہور روایت لکھتے مسطور، تیسری اس روایت مرسل نے اپنے آخر کے اعتبار سے عدم بقاء کے عہد پطالت کی توجیہ فقرہ زیر بحث معارض ہوگی کیونکہ یہ واقعہ احتمال دل بظاہر دلائل کے ساتھ ہے پھر اس روایت مرسل سے احتمال اول کی تفسیر پر استدلال کی طرح درست ہو سکے گا جو **جواب** فقہ زیر بحث اطلس روایت مرسل میں مخالف نہیں کیونکہ فقرہ زیر بحث میں جارحانہ معنی اپنے تعلق سے مل کر "مدقہ" کی صفت ہے اور تقریر عبارتوں ہوگی۔ **موتی** فی مدقہ ثابتہ منہ چونکہ تقریر صحیحہ الذخیر افادہ فقہ کیا کرتی ہے نظر بر ان منہ کی تفسیر سے فقرہ کا افادہ کیا۔ اب فقرہ زیر بحث کے معنی یہ ہے کہ ہم ایسی مدت میں ہیں جو انہیں کی جانب سے ثابت ہو اور انہیں کی جانب سے علی ہوئی ہے مصالحت کی مدت فریقین کی طرف سے ہو کر اپنی ہے اور ابوسفیان کی قوم اپنے حلیفوں کی آپ کے حلیفوں کے مقابل ہر قل کے چونکہ ہٹ کر چلے گئے اسلئے مصالحت تو باقی رہی نہیں۔ البتہ آپ بھی تمکس کے مقتضی پر قائم ہیں۔ تو فقرہ زیر بحث میں لفظ "مدقہ" سے مقتضائے مصالحت پر قیام کا زمانہ ہی مراد ہوا۔ اور اس معنی کے پیش نظر روایت مرسل میں "مدقہ" یعنی مصالحت کو آپ کی جانب صافت کیونکہ ذکر کیا ہے۔ جو تفسیریں پر دلالت کرتی ہے۔ ورنہ "مدقہ" نہ تھا چاہئے تھا کیونکہ مصالحت باب مفاعلت سے ہو چکے باعث دونوں فریق سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اس تقریر پر روایت مرسل میں ابوسفیان کا "اَلَا ان يَخْدُرُ" کہنا درست نہیں۔ کیونکہ جب مصالحت ختم ہو چکی تو غدر کا احتمال بھی جاتا رہا۔ اسلئے ہر قل نے اس پر مواخذہ کرتے ہوئے کہا: ان كُنْتُمْ بَدَأْتُمْ فَاَنْتُمْ اَعْدَاؤُنَا ۱۰۱۔ ہر قل کے اس قول میں "اعداؤ" تفسیل کے معنی پر نہیں جیسے لفظ "اَكْبَرُ" اللہ اکبر میں مدقہ کلام کے معنی فاسد ہو جائینگے۔ اب بفضلہ تعالیٰ ثابت ہو کہ روایت مرسل کا اول آخر یہاں متناقض بھی نہیں۔ اور فقرہ زیر بحث کے معارض بھی نہیں۔ لہذا روایت مرسل سے احتمال دل کی تفسیر پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ **بعض** سوال مذکورہ بالا روایت مرسل کے پیش نظر جب مصالحت ختم ہو چکی پھر زمانہ مصالحت کہاں کی رہا تھی کہ وہ مراد لیا جا سکے۔ اور جبکہ از مصالحت باقی نہ رہا تو اسکی

مطابقت حاصل ہو جائے اور جواب ہم پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ اس تقدیر پر سجال "مصدقہ" اور "مصدقہ" کا اصل و موطنی عرف اپنے مراد پر ہوتا ہے یا اپنے مصدق پر اور "حرب" مراد ہر جہد۔ تو اس جواب پر "مصدقہ" کا موطنی حمل غیر مراد اور غیر مصدق پر لازم آیا جو باطل ہے۔ اس لئے ابتدا میں کہا جائے کہ "سجال" حقیقہً خبر نہیں اور "تشیبہ" کو حذف کرنے کے باعث کلام تشبیہ یعنی "سجال" اصل عبارت یوں تھی۔ "انحرابٌ یمنینا و یمنینہ" کا سجال "توحیدتہ خبر جار مجرور کا مطلق مثلاً ثابتہ ہوا جس کے مفرد ہونے میں شک نہیں پس اس سوال وارد نہ ہوگا کہ اسکا ورود ہائے ظاہر تھا۔ ابوسفیان نے حصول مقصود کا وسیلہ بننے میں "سجال" کے ساتھ "حرب" کو تشبیہ ہی اور سلم کا ترجمہ میں ہر دو جماعت کو ان دونوں کے ساتھ کیسا تشابہ قرار دیا جن کے درمیان ایک ذول شترک ہے وہ ذول باری باری سے کبھی ایک کے ہاتھ میں وہ ذلیج اور کبھی دوسرے کے۔ ایسے ہی معرکہ جنگ کبھی ان کے ہاتھ رہتا ہے اور کبھی ہمارے جیسے کہ ایک شاعر نے بھی کہا ہے شعر۔ **قیومٌ غلبینا و یومٌ لَنَا**۔ **و یومٌ مَّا نَسَاءُ و یومٌ مَّا نَسْرُ** پس اس مقام پر باعتبار مجاز ذیل حدیث "سجال" سے "توب" کا ارادہ کیا گیا جو توبہ "بمعنی باری کی جمع ہے چنانچہ اس معنی کے پیش نظر ابوسفیان نے "سجال" خبر کی تفسیر میں لفظ "نک" ہے۔ (نیال منا و ننال منہ) کبھی وہ اپنا مطلق ہم سے پالیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے یہ فعل "نال" میں "عدوہ" "مطلوبہ"۔ "یعنی" "بلغ" "منہ" "مطلوبہ" سے ماخذ ہے پس تقدیر پر یہ دونوں فعل متعدی ہیں "نیال" کا مفعول "مطلوبہ" اور "نال" کا "مطلوبینا" محذوف ہے۔ اور "نال" میں "فلاں" "بمعنی" "وقع" اور "نال" "الرحیل" "بمعنی" "نا لازم" ہیں اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتے جیسے "نالہ" "مطلوبہ" "بمعنی" "صدیرہ" "نیالہ" اور کبھی "نال" "بمعنی" "وصل" جیسے "نالین" "من فلاں" "معرُوف" "بمعنی" "وصل" "الی" "منہ" "معدوف" اور "نال" "من عریض فلاں" "بمعنی" "نسبتہ" آتا ہے۔ الغرض ابوسفیان کا مقصود اس عبارت سے غزوہ بدر اور غزوہ اُحد کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اول میں کفار قتل کئے گئے اور دوم میں مسلمان شہید ہوئے تھے۔ **سؤال** "جملة" "نیال منا و ننال منہ" کو "سجال" خبر کی تفسیر قرار دینا درست نہیں۔ کیونکہ تفسیر ہونے کی تقدیر پر یہ ضمیر ہونا ضروری ہے جو متداکل طرف راجع ہو اور یہ جملہ اس ضمیر بابت سے خالی ہے اسلئے جملہ مذکورہ کا تفسیر ہونا درست نہیں جو جواب وہ ضمیر بابت عبارت میں مقدر ہے اصل عبارت یوں تھی۔ **نیال منا فیہا و ننال منہ فیہا**۔

سجال کی تفسیر

(مَاذَا ایا مرکم الخ لفظاً مآذاً چند جہوہ پر مستعمل ہوتا ہے (۱) "ما" استفہامیہ ہے اور "ذا" ایہم اشارہ جیسے "مَا ذَا التوانی (۲) "ما" استفہامیہ اور "ذا" ہم موصول جیسے لبید کے اس شعر میں۔ **اَلَا تَسْلَانِ لِلْمَرْءِ مَاذَا اِيْحَاوِلُ** **اَنْحَبُ قِيْقُضِي** کم ضلالٌ لِحَاطِلُ (۳) "مَاذَا" ہمارے لئے استفہام ہو جیسے (مَاذَا اِحْتِ (۴) "مَاذَا" ہمارے ہم جنس "بمعنی" شیئی "یا" اسم موصول "بمعنی" الٰذی "جیسے کئی شاعر کے اس شعر میں۔ **ذِیْ مَاذَا عَلِمْتِ سَا لِقِيْہِ و د لِسِکْتِ** **یَا مَعْیِبِ نَبِیْنِ**۔ ہر مسلک جمہور "مَاذَا" ہمارے لئے "ذی" کا مفعول تسلیم کر کے سیر لاف اور ابن خروف نے کہا کہ اسم موصول اور فارسی نے کہا کہ "بمعنی" شیئی (۵) "ما" نالہ اور "ذا" اسم اشارہ ہے جیسے شریعتہ یا ہلنی کے اس شعر میں۔ **اَنْوَرْنَا سُرْعَ مَا ذَا ایا قَرُوْکَ و وَجَلْنَا الوَصِیْلَ مُنْتَبِکُمْ حَذِیْقُ**۔ "نور" "بمعنی" "نفاہت" ہے اور "سُرْع" "مخفف" "سُرْع" "بمعنی" "سُرْع" ہے اور "حذیق" "بمعنی" "مقطوع" (۶) "ما" ہمارے لئے استفہام اور "ذا" "نا" ہے ایک جماعت نے اس استعمال کو "مَاذَا اصنعت" میں جائز قرار دیا ہے۔ لیکن ابن برہام نے "مغنی اللیبیب" میں پانچوں اور چھٹی وجہ کو یہ لکھ کر دیکھا۔ **والتحقیق انّ الّا سُنْعَاءُ لَا تَوْرَہ**۔

لہذا فقرہ زیر بحث میں بلا تکلف صرف دو جہد اور دو اختیار کیا جاسکتی ہے۔ اور ان ہر دو جہد پر ضمیر عام کی تقدیر لازم ہوگی۔ کما کہ لاجئین اور ایک وایت میں "یما یا مرکم" ہے اس صورت میں تقدیر ضمیر کی امتداد نہیں۔ اس سوال سے یہ بات مفہوم ہونی ہے کہ قوم کو امر کرنا نبوی شریف سے اسی واسطے ہر فعل نے نفس مر کے ہا میں سوال نہیں کیا کہ وہ تمکو امر کرتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ ماٹھو روہ کو روایت کیا کہ وہ

کہا ہے۔ اوسفیان نے سوال مذکور کے جواب میں چند باتیں ذکر کیں (۱) نَقُولُ اعْبُدُوا اللَّهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَفْظًا
 "امر کے بارے میں علماء واصل مختلف ہیں کہ وہ صیغہ مخصوص میں حقیقہ اور فعل میں مجاز ہے یا دونوں میں مشترک لفظی ہے یا مشترک معنوی
 قول اول مختار ہے۔ اوسفیان کا سوال مذکور کے جواب میں "اعبدوا" کہنا قول مختار کی بہترین دلیل ہے کیونکہ وہ اہل لسان میں جہاں جہاں نے
 سوال مذکور کے جواب میں صیغہ مخصوص اختیار کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا موضوع العینہ مخصوص ہے۔ اسی طرح ان سے روایت کرے تو لے عبد اللہ
 ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اہل لسان ہونے میں شک نہیں۔ بلکہ وہ اذہن میں۔ انہوں نے بھی روایت کرتے وقت اس کو برقرار رکھا۔
 پس ثابت ہوا کہ اہل لسان کے نزدیک لفظ "امر" کا موضوع العینہ مخصوص ہے۔ ایک روایت میں "لا شریک کو" لفظ "شیئا" بدل کر "واو" آیا ہے
 اس روایت پر کہ "لا شریک کو" لفظ "شیئا" لفظ "وحدہ" کی تاکید ہے۔ سوال روایت "واو" کی بنا پر لازم آئے گا کہ لفظ "امر" کے
 موضوع العینہ ہی میں ہی داخل ہو کر لفظ "شیئا" نے سوال مذکور کے جواب میں دونوں صیغے ذکر کیے ہیں۔ جواب امر یا الشیء مامور کی اقسام
 مفکوت سے ہیں کو متضمن ہوتا ہے جیسے بھی عن الشیء۔ امر یا الضد کو متضمن ہوتی ہے اسلئے "لا شریک کو" کو ذکر کیا کیونکہ
 "شیئا" عیناً لا اللہ وحدہ کی ضد مفکوت ہے چونکہ متضمن اور متضمن میں مغایرت ہوتی ہے۔ اس واسطے "واو" کا لفظ اختیار کیا
 جو مغایرت پر دلالت کرتا ہے۔

اشد ضروری تنبیہ۔ جس کا حضور خدا کرنا ہر مسلم کے لئے عموماً اور علم دین کی تکمیل کے لئے خصوصاً اشد ضروری ہے
 اسلامی تاریخ مطالعہ میں کئے والے اصحاب پر محض نہیں کہ عبد اللہ ابن سبا یہودی سب سے پہلادہ شخص ہے جس نے اسلام دشمنی کے مظہر
 مگر اسلامی لباس پہن کر ایک ایسا مشن قائم کیا تھا جو اسلامی عقاید میں تحریک و فساد کے نتائج میں اسلام کے پیروں کو تاراج کرنا ہے۔ چنانچہ
 شیعہ لافنی تفسیلیہ وغیرہ فرقے اسی مشن کی تخم بکھانے کے نتائج میں عبد اللہ ابن سبا یہودی کے اس واقعہ اور اس کے مکر و فریب کو
 شانہ عبد العزیز صاحب مکتب دہلوی قدس سرہ القوی نے اپنی کتاب محققہ اثنا عشریہ میں مفصل طور پر بیان فرمایا ہے۔ وہ مشن
 ایک قائم ہے اور مذکورہ بالا ناپاک مقصد کو واسطے طرح طرح کی کوششیں جاری ہیں اور اس کے حصول کے لئے ہزاروں دولت صرف کھاتی ہے۔
 انتہائی فریب اور کامل عیاری یہ کہ اس کیسے گرایا پر ایسے لوگوں کا انتخاب بل میں تا ہے جو اسلام کے مدعی ہیں۔ اسلئے ہم کے عقیدہ حقیقہ
 ختم نبوت کا تو ختم کرنے کے پیش نظر ایران میں مرزا علی حسین بہاؤ اللہ کو اہل قادیان میں مرزا غلام احمد کو نرت کا دعویٰ بل بنا کر کھڑا کر دیا اور کچھ
 گزیر کے یکنٹ لگانے جنہوں نے انکی آواز پر بلند آہنگی کے ساتھ تلبیح لہرا کر انکی نبوت کے گیت گانے شروع کرنے آج کل مذہب اہل
 سنت کے خلاف بخند ہی عقاید کی تبلیغ کے لئے مشرکوں اور الاملی صاحبہ بودوی اور مولوی ایسا صفی کو منتخب کیا گیا۔ اول الذکر نے اسلامی جماعت
 کی بنیاد ڈالی اور آخر الذکر نے تبلیغی جماعتیں بنوائیں۔ یہ دونوں جماعتیں بخند ہی عقاید کی تبلیغ کرتی اور بات بات پر حکم شرک لگاتی ہیں۔ اسلئے شرک کے معنی
 کی وضاحت کر دینا ضروری ہے جیسے کہ تکلیف مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ تاکہ واقف السامعین کے دھوکے میں نہ آسکیں کہ مسلمانوں کو
 مشرک نہ بنائیں۔ قسطنطنیہ کے معنی ہیں کہ وہ یہ جو دیا استحقاق عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یعنی غیر خدا کو واجب الوجود
 یا مستحق عبادت عقائد نہیں کیا ہے ہرگز مشرک نہیں ہو سکتا۔ فرقہ معتزلہ ہر مشرک کا حکم نہیں لگا یا جاتا حالانکہ وہ نبیوں کو اپنے افعال
 کا خالق کہتے ہیں۔ کیوں۔ اسلئے کہ انہوں نے نبیوں کے لئے وجوب جو دیا استحقاق عبادت کا اثبات نہیں کیا چنانچہ شرح عقائد فلسفی
 مطبوعہ الزوار حموی ص ۳۶ میں یہ بحث مسز فلق افعال عبادت فرماتے ہیں۔ الا شرک ہوا اثبات الشریک فی کلا الوہیۃ بمعنی
 وجوب الوجود کما للمجوس و بمعنی استحقاق العبادۃ کما للعبادۃ الا صنہم اللہ یعنی مشرک کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ

بشرح صحیح البخاری

بشرح صحیح البخاری

کے ساتھ الوہیت یعنی وجود جس کی کو شریک کرنا جیسے جس کو تے ہیں کہ وہ دو واجب الوجوداتے ہیں ایک خالق خیر جس کا نام اُنکے یہاں بزوان ہے اور ایک خالق شر جس کا نام اہرمن کہتے ہیں۔ یا الوہیت یعنی استحقاق عبادت میں شریک کرنا جیسے بت پرست کہ بتوں کو مستحق عبادت مانتے ہیں۔

(۲) بات ابو سفیان نے مذکورہ بالا سوال کے جواب میں یہ ذکر کیا کہ ان کو کہا تھا لیقول آتواکم کہا یعنی جن باتوں کے تمہارے آباء قائل تھے۔ ان سب کو چھوڑ دو یہ کلہ تمام امور جاہلیت کو جامع ہے۔ آباء کے ذکر میں اس بات پر توجیہ ہے کہ اُن کے لئے ابتلا حق سے مانع مخالفت باہلجی۔ کیونکہ بت پرست اور نصاریٰ دونوں اپنے اپنے آباء کے منکر تھے۔ تقلید آباء کے ترک کا حکم دیکر یہ بتایا گیا کہ آباء حق کے مقابلے میں ہر ایک کو ترک کرنے کے لئے وہ آباء ہی کی نہیں بلکہ ان کے آباء جن امور جاہلیت کے قائل تھے انہیں سے چند تھیں لایمان کیے جو اب باب الاعضائل میں درج ہے۔

(۳) طیبیہ (بدشگونی) اسکی صورت یہ تھی کہ عرب کو جب کوئی کام کرنا ہوتا تو کسی مقام پر جا کر بندھ کر اٹھنے یا کسی ہرن کو اسکی بگڑے سے بھگاتے۔ اگر وہ بزند اُس جانب اُٹھتا یا ہرن نائیں جانب بھاگتا تو اسکو مبارک اعتقاد رکھتے اور اگر ہرن بائیں جانب اُٹھتا یا ہرن بائیں جانب بھاگتا تو اسکو ناسبارک اعتقاد رکھتے۔ اُس پر نیا ہرن کے دائیں جانب چلنے کو نہیں مباح کہتے ہیں اور بائیں جانب چلنے کو مستحوج۔ شرعاً فال عمومی ہے اور بدشگونی مذکورہ کیونکہ فال میں مولیٰ تعالیٰ کیساتھ حسن ظن اور اُسکے فضل و رحمت کی اُمید ہوتی ہے جس کے محمود ہونے میں اہل شاکت متہین نہیں اگر یہ نتیجہ اُمید کے خلاف ظاہر ہو۔ اور طیبیہ یعنی بدشگونی میں رحمت حق سے نادمی ہوتی ہوتی ہے جسکے مذموم ہونے میں کلام نہیں۔ اگر یہ نتیجہ نافی نکلے (۳) عن ذی یعنی مریض کا لگنا اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ بعض کے پاس نشست و برخاست یا اُسکے ساتھ کھانے پینے سے اُس کا مرض دوسرے کو لگ جاتا ہے (۴) ہامۃ۔ یہ لفظ تشدید اور تکثیف دونوں کیساتھ مقول ہے۔ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ مقول کی ہڈی یا سر سے نکل کر ایک ہزند اُٹھتا ہے اور جب نکل سکا قائل مارا نہ چلے۔ چنانچہ ہرن ہے کہ مجھے پانی دو مجھے پانی دو۔ اس پر نہ کو ہامۃ کہتے ہیں اور اسی کا دوسرا نام صدی ہے (۵) صفرا۔ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ بچے میں ایک سانپ ہے۔ جو بھوک کے وقت کاٹتا ہے بھوک سے خبر تکلیف کا احساس ہونے سے وہ اُسی کے کاٹنے سے ہوتی ہے اُس سانپ کو صفرا کہتے ہیں اور انہوں نے یعنی منازل قرین کو ہندی میں بچتر کہتے ہیں۔ اور اُنکی تعداد اٹھائیس ہے۔ اہل جاہلیت بعض منازل میں نزول فرما کر بارش کے لئے پورے حقیقی اعتقاد کرتے تھے (۶) حُقول۔ از قبیل جن و شباط میں ایک قبض ہے جو کہ ہندی میں ہوتی ہے۔ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا کہ یہ جنگوں میں آدمیوں کو اپنی ذاتی قوت سے گمراہ کرتے اور ہلاک کر ڈالتے ہیں۔ جب ان صحیح میں سورجاہلیت جیسے عرفات میں وقوف کرنے کے بجائے صنف لہفہ میں بائیں خیال متوق پانہد تھے کہ پہا شندگان بیت اللہ میں حرام سے ماہر نہ جانتے تھے وہ مقام عرفات میں حرم حرام ہے۔ یا طواف برہنہ ہو کر کرنا جس پر اہل جاہلیت بائیں خیال ناقص کا رہند تھے کہ جن بکڑوں میں پہنچنا گئے ہیں انکو پھن کر طواف نہ کرینگے۔ اور جب اہل عرب میں جیسے کچھ اور حدودوں کو بکڑوں سے محرم رکھنا کرتے تھے وہ حرم حرام سے جو ہر ذہن ہوتے اور دشمنوں سے جنگ کرتے ہیں۔ اور باب النکاح میں جیسے اہل جاہلیت میں محمول تھا کہ جیسا ایسے شخص کی وفات ہوتی جسکے پس اندگان میں گرا قارب کیساتھ بیوی اور دوسری بیوی کا بیٹا باقی رہتے ہیں اگر بروقت وفات اُس بیٹے یا قارب میں سے کسی اور نے اُس بیوی پر کپڑا ڈال دیا تو اُس پر کپڑا ڈالنے والے کے تین حق قائم ہوجاتے تھے۔

(۱) یہ کہ اسحق نے زوجیت میں داخل کر لیا۔ وہ انصاف نہ ہوا۔ بیوی پر مقرر کرنے سے جو مورث کے کیا تھا (۲) یہ کہ چاہے تو دوسرے سے نکاح کرنے اور مہر کا خود مالک بن بیٹھے (۳) یہ کہ نہ خود نکاح کو نہ دوسرے کے نکاح میں نہ بلکہ دیکر رکھے۔ اور سو رسو معاشرت اختیار کرے تاکہ مورث کے لئے ہوئے ہر کو بصورت خلع واپس کرنے پر مجبور نہ ہوئے۔ اور اگر بروقت وفات پکڑا ڈالنے سے پیشتر اپنے بچے چلی جاتی تو اسکو مال زلف سے محروم کر دیتے تھے۔ اور باب النکاح میں جیسے بیویہ۔ ساہبہ۔ وصیلہ۔ حنا۔ جانور کہ اہل جاہلیت نے ان کیساتھ انتقال کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ جب آدمی یا بچوں مرتد نہ ہو جتنی تو اُسکے کانوں میں شنگان دیکر چھوڑ دیتے۔ ساہبہ کو ذبح کیا جاتا نہ اُس پر سولی ملی جاتی

بشیر القاری

اگر کسی شے یا چراگاہ پر پونج جاتی تو اسکو وہاں سے ہکاتے دیتے۔ اس دینی کا نام ان کے یہاں بحیثیت حقانہ یا حاکمیت سفر میں جانے والا کہتا کرتا
 سفر سے واپس آیا تو میری ذمہ داری سائبند ہے یا نہیں کہتا اگر ٹھکانہ تھا تو میری ذمہ داری سائبند ہے جبکہ ہمارے یہاں بخار کہتے ہیں بحیثیت گلی طرح اس
 سے بھی انتفاع کر حرام سمجھتے تھے۔ اور دیکری ساتویں مرتبہ عرفہ پر پہنچی تو اسکو رکھنا چاہئے اور اگر وہ ذمہ داری تو اسکو کر میں پھوڑا یا جامہ اور اگر وہ دونوں ذمہ
 اسکو فصلیلہ کیسے ہوسکتا ہے۔ اور یہ کہادش ہوس گیا پھر حال بچھنے تو اسکو چھوڑ دیتے۔ اس پر بخاری کرتے تھے اس کا یہ نام نہ اسکو چاہے پانی
 بہت رکھے ایسا دینے کا نام ان کے نزدیک صحیح تھا۔ مذکورہ بالا اعتقادات رسوم اور دیگر تمام امور حاکمیت کو وائز کو امام القبول کہا لکھتے مثال ہے

(۳) بات مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ابو سفیان نے یہ میان کی (ویدا مرفنا یا الصلوٰۃ والصدق والعفاف والصلۃ
 ایک صفات میں بجائے لفظ "صدق" لفظ "صدق" آیا ہے اور امام بخاری کے نزدیک کتاب الجہاد کی روایت میں دونوں وارد ہوئے
 ہیں۔ صلاۃ سے مراد افعال مہودہ ہیں چکی ابتدا تکیر سے ہوتی ہے اور انتہا تسلیم پر۔ "صدق" وہ قول جو واقع کے مطابق ہو اس کا مقابل
 کذب ہے۔ "عفاف" کے معنی حرام اور خلاف مروت باتوں سے اجتناب کرنا۔ "صلوٰۃ" بمعنی عطف و رحمت جو تمام انواع پر کو شل ہے۔
سوال مامورات ادبی ہیں۔ ان چار میں مختصر نہیں پھر مقام ذکر میں کی تخصیص کیوں کی گئی جواب اس تخصیص میں فضیلت کے انواع
 کا مسئلہ دیکھنا کہ اخلاق کے تحت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ فضیلت در قسم میں مختصر ہے (اول قسم قولی و دوم فعلی۔ صدق و تقویٰ اول ہے
 پھر فعلی تین قسم ہے (۱) نسبت اللہ تعالیٰ جیسے صلوٰۃ (۲) نسبت خود جیسے عفاف (۳) نسبت غیر جیسے صلہ چونکہ ان تمام فضائل
 کی سمت توجیہ اور ترک شرک پر موقوف تھی اسلئے اول اسکو ذکر کیا اور ثانیاً ان فضائل کو۔ ابو سفیان کے جواب کا حال یہ ہوا کہ کلمات کا
 فرشتے ہیں اور نقائص سے نہیں۔ سوال مذکورہ بالا سوال کے جواب میں ابو سفیان نے اولاً صیغہ "مفہم" اعبداً ذکر کیا۔ پھر
 "ویدا مرفنا" یہاں پر بھی مذکورہ چاروں چیزوں کو بصیغہ مخصوص کیوں بیان نہیں کیا اس تغیر میں کیا کہتا ہے۔ جواب اس تغیر
 دونوں باتوں کی ملکی مغایرت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ اول کا عملاً مخالف کا فر ہے اور دوم کا گنہگار۔

رفقال ترجمانہ (الخ) اب بقرہ نے ابو سفیان کے جوابات پر پھر شرح کیا چنانچہ اس جواب پر کہا اور کذبت الکرسی
 تبعث فی نسب قومہا، بقدر صفات ہے۔ ای فی اشرف نسب قومہا، یعنی بقول تمہا سے جیسے یا نبی قوم میں
 عالی نسب ہیں۔ اسی طرح زمانہ گذشتہ میں سوال ہی قوم کے نسب اشرف میں معوش ہوتے ہیں تو ان کا عالی نسب ہونا علامت نبوت ہے۔
 رسولوں کے عالی نسب ہونے کا علم قرآن کو نسب بقول سے حاصل ہوا تھا۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ علو نسب کی بنا پر لوگ تبلیغ سے فریبزد ہوجاتا
 ہیں (۴) جواب پر کہا (قللت لوطکان احد الخ) ای فی نفسی یہاں پر صورت نفس پر قول کا اطلاق کیا۔ یعنی میں نے اپنے دل میں
 سوچا کہ اگر کسی نے تم میں سے یہ بات (دعوی نبوت) ان سے پیشتر کی ہوتی تو میں کہتا کہ یہ گدشتہ بات کے دوپے ہونے والے مرد ہیں لیکن
 جب ایسا نہیں تو یہ علامت نبوت ہے (۳) جواب پر کہا (قللت فلوکان من آباءنا) الخ یعنی بقول تمہا سے جب ان کے آباؤ کوئی
 بادشاہ ہوں گے یا ان میں سے (دیس سوچا کہ اگر ایسا آباؤ میں کوئی بادشاہ گندرا ہوتا تو میں کہتا کہ دعوی نبوت کر کے اپنے باپ کا ملک فتنہ
 حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن جب ایسا نہیں تو یہ علامت نبوت ہے۔ سوال ابو سفیان کے جوابات پر تصدیق کرتے تھے بقرہ نے صرف
 ان دو مقام پر لفظ "قلت" کہا باقی پر نہیں اس میں کیا کہتا ہے جو اب باقی مقامات نقل سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نظر و فکر کو دخل
 نہیں بخلاف ان دو مقام کے کہ یہ نظری و فکری ہیں۔ اسلئے قول نفس اختیار کیا جو سوچا کے معنی میں آتا ہے۔ سوال (قللکان
 من آباءنا) میں مصلح شرط ہے اور (قللت مرحل یطلب مصلح ایضاً) جزا ہے لیکن اس جزا کا شرط مذکورہ پر ترتیب دست
 نہیں کیونکہ اگر دادا یا پردادا یا شاہ گندرا ہے تو اسوقت یہ کہنا درست نہیں کہ اپنے باپ کا ملک طلب کرنا چاہتے ہیں۔ جزا تو صرف ایک ہے

میں ترتیب ہو سکتی ہے وہ یہ کہ باپ بادشاہ ہوا ہو۔ جواب اس روایت میں لفظ "اب" حقیقی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنی پر محمول ہے۔
 جواب حقیقی اور تمام اجراء کو شامل ہیں۔ اور قول نے مسمی عام ہی کا ادا کیا تھا۔ اس واسطے کہ کتاب التفسیر سورۃ آل عمران کہہ دیتا
 میں لفظ "آباء بصیغہ جمع آیا ہے (۴) جواب پر کہا (فقد اعرف انہ لہو لیکن لیکن اس لفظ "لام" کو لام وجود اور لام جنس
 کے ساتھ موسوم کیا جائے اس لئے کہ "جحد" یا "جحد" کے معنی نفی میں اور "لام" نفی سابق کی تاکید کرتا ہے۔ علامہ نحاس نے کہا کہ
 صواب یہ ہے کہ اسکو لام النفی کے ساتھ موسوم کیا جائے کیونکہ "جحد" یا "جحد" کے معنی مطلقاً نفی نہیں۔ بلکہ راستہ نفی کو کہتے ہیں۔
 اور لام دستہ نفی کی تاکید کے لئے کلام عرب میں آیا ہی نہیں تیسری کس طرح درست ہوگا) اس لام کو واسطے در نظر میں ہیں۔ اول یہ کہ اس سے
 پیشتر مآکان ناھد یا اسکے دیگر صیغے ہوں یا لہو لیکن ناقصاً اسکے دیگر صیغے اور کبھی لام جحد سے پیشتر مکان مخدوف ہوتا ہے
 جیسے اس شعر میں۔ **فَمَا جَمَعَ لِيْغَلِبَ جَمْعَ قَوْمِيْهِمْ مَّقَاوِمَهُ وَلَا فَرَدَّ لِقَسْرِهِمْ تَقْدِيرَ عِبَارَتٍ يَّهِيَ**۔ **فَمَا كَانَ**
جَمْعَ لِيْغَلِبَ جَمْعَ قَوْمِيْهِمْ یا جیسے ابوالدرداء نے معنی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول میں جو در کعت نفل بعد عصر کے بارے میں فرمایا تھا۔
"مَا كَانَ لِادْعِهِمْ مَا تَقْدِيرَ عِبَارَتٍ يَّهِيَ"۔ **مَا كُنْتَ لِادْعِهِمْ مَا** اور شبانہ تحقیق احسان یہ دو کعت نفل بعد عصر علیہ الصلوٰۃ والسلام
 عنیدہ آلو سلم کے خصوصیات سے ہیں۔ وہم یہ کہ اسکے قول نفل سابق کا ماقبل ایک چیز ہو۔ یہ دونوں شرطیں یہاں پر محقق ہیں۔ اور اس
"يَذَرُ" و ذیٰر یعنی ترک سے شق اور باب بیع سے متعدی بیک مفعول مستعمل ہے۔ لیکن اس مانے سے مضارع اور استعمال میں ہیں
 ماضی اور ماضی ماضی نہیں۔ یعنی جب تم اعتراف کرتے ہو کہ دعویٰ نبوت سے پہلے وہ لوگوں پر چھوٹا ہونے کیساتھ تمہارے تھے تو مجھے یقین ہے۔
 ویسا نہیں ہو سکتا کہ لوگوں پر چھوٹا نہ ہوں اور دعویٰ نبوت کر کے ظلم چھوٹا بول دیں۔ پس ان کا تمہم بالکذب ہونا علامت نبوت ہے۔
 اس سوال ایک قول نے دریافت کردہ امور کی ترتیب کو بتفرق میں موقوف رکھا تھا کہ جو سوال میں مقدم تھا اسکو تفرق میں مقدم کیا۔ لیکن
 متبعین انکی کی مٹی اور ان کے اتار کے بارے میں سوال بہت کذب پر مقدم تھے جنکو تفرق میں جہت کذب سے موخر کر کے ترتیب کو نظر انداز کر دیا۔
 اس میں کیا کہتے ہیں جواب کذب علی اللہ کی نفی کو تمہم بالشان قرار دینے اور اسکی اہمیت ظاہر کرنے کے باعث ترتیب نظر انداز کر دی گئی
 (۵) جواب پر کہا **(وَهُوَ اِتِّسَاعُ الرَّسُولِ)** یعنی رسولوں کی ابتداء کر کے اول غائبانہ چھوٹے لوگ ہی ہو کرتے ہیں کیونکہ ان میں عاجزی اور فروتنی
 کا مادہ ہوتا ہے جو اجتماع سے روکتا نہیں بخلاف بڑے لوگوں کے کہ وہ اپنے بکبر کے باعث اجتماع سے محروم رہتے ہیں۔ اور جب تم اس بات کے
 متفرق ہو چھوٹے لوگ حلقہ غلامی میں داخل تھے ہیں تو یہ علامت نبوت ہے (۶) جواب پر کہا **(وَكُنْ لِيْكَ اَمْرًا اَلِيْمًا حَتَّى اَيْتَمَّ)**
 یعنی ایمان کی شان بھی ایسی ہوتی ہے کہ جب تک تمامیت کو نہ پہنچے تو مٹا خیر مٹا برحق ہے اور اس کا تمام نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ وغیر ان
 احکام کیساتھ ہوتا ہے جو تکلف سے متعلق ہوتے ہیں چنانچہ جب باہر طور کمال تمام ہو گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ**
لَكُمْ دِيْنََكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ پس جیکہ بقول تمہارے ان کے متبعین روز
 بروز دیکھتے جاتے ہیں تو یہ علامت نبوت ہے (۷) جواب پر کہا **(وَكُنْ لِيْكَ اَلِيْمًا حِينَ يَخْلَطُ بِشَاشَةِ الْقُلُوْبِ)**
 ابن اسحق کی روایت میں الفاظ ہے۔ **"وَكُنْ لِيْكَ حَلَاوَةً اَلِيْمًا لَا تَدْخُلُ قَلْبًا فَتَخْرُجُ مِنْهُ"** یعنی شان بیان ہی ہے
 کہ جب اسکی تازگی اور شامس قلوب میں سرایت کر جائے۔ تو پھر نکلی نہیں۔ اسواسطے انکے دین میں داخل ہونیکے بعد دین کو مکروہ سمجھ کر اس سے
 کوئی برگشتہ نہیں ہوتا تو یہ ہیں عزیزان سے کہ لوگ انکے دین کو قبول کر کے بعد تفرق ہو کر اس سے برگشتہ نہیں ہوتے۔ تو یہ علامت نبوت ہے۔
 (۸) جواب پر کہا۔ **"وَكُنْ لِيْكَ الرَّسُولَ لَا تَقْدِرُ"** یعنی بقول تمہارے یہ بگڑ سکتی نہیں کرتے ایسے ہی زمانہ سابق میں رسول ہونے کی شکی نہیں کرتے
 تھے کیونکہ دنیا کے طلب کر کے ہونے کی بنا پر تمہارا اور رسول غالب دُنیا نہیں تھے۔ انکا مطمح نظر آخرت ہوتا ہے۔ پس بقول تمہارے جب

بشیر القاری

میرا شک نہیں کرتے تو علامت نبوت ہے **سوال** ہر قتل کے گیارہ سوال کئے تھے۔ ابو سفیان نے سب کے جوابات دئے جو اقبل میں مذکور ہیں بروقت تبصرہ ہر قتل نے ہر سوال اور اس کے جواب کا اعادہ کیا لیکن نویں دسویں سوالات اور ان کے جوابات کو مقام تبصرہ میں ترک کر دیا۔ اسکی کیا وجہ ہے جواب یہ ترک ہر قتل سے واضح نہیں ہوا بلکہ راوی سے اختصار ہوا ہے۔ چنانچہ کتاب الجھاد کی روایت میں بلوں یا بلوغت موزوں ہیں **رَوَسًا لِنَسَاءِ كَهْلٍ قَاتِلْمَوْجَةٍ وَقَاتِلْمَكْرِدٍ وَعَمَتٍ** ان قد فعل وان حربك وحربك يكون دولا وكذلك الرسول تبتملى وكون لهما العاقبة یعنی میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم نے ان سے جنگ کیا ہے تو تم نے اسکا اقرار کرتے ہوئے بتایا کہ جنگ میں کمی ہم کامیاب ہوتے ہیں درجی وہ۔ تو عادت ایسی ہوئیں ہی جاری رہی ہے کہ رسول کے ساتھ جتلائے گئے مگر انجام انہیں کے ہاتھ ہائیں بہ جنگ علامت نبوت ہے **سوال** گیارہویں سوال کے جوابی الفاظ کی نقل مطابق اصل نہیں اس میں کمی کی شبی ہوئی ہے۔ کیونکہ بعض الفاظ جو ہر قتل کے ذکر کئے ہیں ابو سفیان کے بیان کردہ نہیں۔ اور ابو سفیان کے بعض جوابی الفاظ ہر قتل سے نقل کر لئے ہیں۔ چنانچہ ہر قتل سے جوابی الفاظ کی نقل میں طور کی ہے۔ **فَذَكَرْتُ اِنَّهٗ يَامُرُكُمْ اَنْ تَعْبُدُوا اللّٰهَ وَكَاسْتَوُوا بِشَيْءٍ وَّيُنْهَاكُمْ عَنِ عِبَادَةِ اِلٰهٍ دِفْءٍ وَّ يَامُرُكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَالصَّدَقٰتِ وَالْعَقٰتِ** انہیں نشان دادہ الفاظ ابو سفیان کے نہیں یہ شبی ہوئی اور آخر سے **وَالصَّلٰوة** ترک کر دیا گیا کی ہوئی۔ نیز ابو سفیان کے ہر جواب پر ہر قتل نے بطور تبصرہ کچھ کچھ کہا تھا اس جواب پر نیز تبصرہ کوئی نکتہ ذکر نہیں کیا۔ اسکی وجہ کیا ہے۔

جواب ہر قتل کے سوال مذکور **مَاذَا يَامُرُكُمْ** کے جواب میں ابو سفیان نے **اَوَّلًا صِيغَةً** مخصوص **اعبدوا اللہ** وحده ذکر کیا تھا **مَاذَا يَامُرُكُمْ** کا مقتضی ہے اور **وحدہ** کی تفسیر اور **وَمَا يَقُولُ** آباء کہہ سے نفی عن عبادۃ الاوثان مستفاد ہوتی ہے۔ نظر برائ نشان دادہ ہر دو جملے ہر قتل کے کلام میں از قبیل **نقل** یا **لمعنی** ہیں جس میں نقل کی لفظی مطابقت اصل کیساتھ باقی نہیں ہوتی۔ لیکن اگر عدم مطابقت نقل سے مراد اسل عدم مطابقت بحسب اللفظ ہے تو اسل کا یہ کہنا صحیح ہے کہ نقل مطابق اصل نہیں۔ لیکن اس سے ہر قتل پر کوئی الزام قائم نہیں ہوتا کہ تبصرہ بحسب المعنی کیلئے جوابی الفاظ کی نقل بحسب اللفظ ضروری نہیں۔ اور اگر ہر اسل عدم مطابقت بحسب المعنی ہے تو اسل کا یہ کہنا کہ نقل مطابق اصل نہیں صحیح ہے کیونکہ تبصرہ بحسب المعنی کے لئے نقل بحسب المعنی میں مطابق معنی کی نقل کرنا ضروری نہیں حتیٰ کہ عدم مطابقت کا اعتراض صحیح ہو۔ بلا اس کیلئے التزمی معنی کی نقل کفایت کرتی ہے۔ اور نقل بحسب المعنی کی صورت میں الفاظ کی شبی قابل اعتراض نہیں ہوتی۔ اور لفظ **صلۃ** کو عدالت میں تفسیر سابق حدیث کر دیا ہے یا **اوتابا** کہنا فی تعدد القامری کہ **عفاف** کا ذکر **صلۃ** کو مستلزم ہے کیونکہ جب حرام اور ضلالت مروتا فعال سے اجتناب تحقق ہوگا۔ جو معنی **عفاف** میں تو اس کے ساتھ عاداتنا لطف و رحمت بھی پائی جائیگی جو معنی **صلۃ** میں۔ بہر کیف یہ کئی بھی قابل اعتراض نہیں۔ اور ان جوابی الفاظ پہلے الفاظ تبصرہ بقریہ سابق محذوف ہیں۔ تقدیر عبارت یہ ہے۔ **وَكُنْ لَكَ الرِّسَالُ** یا **مرون** یا **لا مورا لمن** کو **و** یعنی وہ حکم کرتے ہیں کہ صوت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور نماز پڑھو۔ اسگولی **و** وقت یعنی پاک امنی اختیار کرو جیسے کہ تم نے ابھی ہائے سامنے اقرار کیا ہے تو زیادہ سابق میں دیگر رسول بھی ان باتوں کا حکم کرتے تھے پس امور مذکورہ کا حکم کرنا علامت نبوت ہے۔ **سوال** نسبت علی آپ سے پیشتر قریش میں دعویٰ نبوت نہ کرنا۔ آپ کے آباء سے کسی بادشاہ نہ ہونا چھوٹے لوگوں کی اجتماع میں بسنت۔ اتباع کرنے والوں کی مدد پر روزیادت عدم التراد عدم تہمت کذب۔ عدم عند مقاتلہ۔ مقاتلہ میں ایسی غلبہ ہونا۔ امور مذکورہ کا حکم کرنا ان گیارہ امور میں سے ہر ایک کے ہر قتل سے علامت نبوت کیونکہ قریش اور دیگر قبیلے آپ سے غیر نبی اشخاص ایسے گئے ہیں جن میں بعض امور مذکورہ موجود تھے جو جواب تو ریت۔ انجیل غیر کتب قدیمہ میں سید عالم تو ریتسم جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر اوصاف کیساتھ یہ امور بھی مذکور تھے تو یہ امور مطلقاً ہر نبی کے لئے علامت نہیں انکو صرف آپ کے لئے علامت قرار دیا گیا تھا۔ انہیں کتب قدیمہ ہر قتل کو علم حال تک پہنچا کر ان امور مذکورہ میں سے ہر ایک کو علامت نبوت بتایا۔ لیکن ان فی عماد اللہ لک

وہاں ہے کہ اگر کسی نے یہ نہیں سنا ہے

فان كان ما تقول حقا الخ اهرقل نے کلمہ ان جو رائے شک موضوع ہے اسلئے استعمال کیا کہ ابو سفیان کا بیان از قبیل خبر ہے جس میں مسرفی و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے۔ فائد لا ان اور اذا اگرچہ دونوں شرطیہ کلمات ہیں مگر دونوں میں معنوی حیثیت سے یہ فرق ہے کہ اول لفظہ شکل و دوم لفظہ جزم کرتا ہے اور اول حیثیت سے یہ فرق ہے کہ اول جازم ہے اور دوم جازم نہیں۔ اسی فرق معنوی اور عملی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اختلاف و انفرادیوں میں علامہ سیوطی قدس سرہ العالی نے ایک جہت سے اسکا جواب بصورت اشعار ذکر کیا ہے۔ جیسے: **جیسے: سئل علی بنی النعمان وقل له: هَذَا اسْئَالٌ مِنْ نَحْبِهِ يُعْظَمُ اَنَا انْ تَسَلَّكَتْ وَجِدْتِ مَوْتِي جَازِمًا + وَ اَذَا جَرَمْتِ فَاَنْتِ لَمْ اَجْزِمِمْ مَكَاجِرًا + هَذَا اسْئَالٌ غَا مَوْضِعٍ فَاَنْتِ شَرْطِيَّةٌ وَاِنْ اَمْرًا مَكْبُوهِي + اِنْ اِنْ نَطَقْتِ بِهَا فَاَنْتِ جَازِمَةٌ + وَ اَذَا اَذَا تَاْتِي بِهَا لَمْ تَجْزِمِي وَ اَذَا اِلْمَا جَرَمْتِ الْفَتَى يُوْقُوْعِي + بِجَلَالِ اِنْ فَاَنْتُمْ اَجْمَعِي وَ فِهْمِي۔**

موضع قد ہی ہا تین سے مجازاً تین بیت المقدس مراد ہے کہ اس گفتگو کے وقت ہر قہل وہیں پہنچا یا ہر قہل کا ہر ملک بہر حال یا بارہ از قبیل اطلاق جزا راہ کل ہے (قد كُنْتُ اعلم اذ قد خارج) یہ بات انہیں علامات کی بنا پر کہی جو کتب قدیر سے اس کے علم میں آئی تھیں اور سورہ عمران کی ثابت باہر لفظا ہے۔ (فان كان ما تقول حقا فانه نبی) اور حدیث ابو جہاد کی روایت میں الفاظ (هذه صفة نبی) اس سے یہرا نہیں کہ امور مذکورہ مطلقا صفات نبی ہیں بلکہ لفظ "نبی" پر توڑوں پر لے کر تعظیم میں معنی یہ ہو گئے کہ امور مذکورہ ایک نبی معظم کی صفات ہیں جن کے ظہور کا میں منتظر ہوں۔ اور ہمارے یہاں انکی اور ان کے بار بار کی تصویر لکھی موجود ہے۔ چنانچہ امالی صحابی میں روایت اصباحانی میں بطریق ہشام بن عروہ عن ابیہ عن ابی سفیان ہے۔ کہما فی القسطلانی کہ "بصری" کے میرے ابو سفیان سے کہا کہ ان کی تصویر دیکھ کر پوچھنا کہ ان لوگے ابو سفیان کہتے ہیں کہ پھر مجھے ایک گریہ میں داخل کیا گیا۔ وہاں تو انکی تصویر دیکھی نہیں۔ اس کے بعد دوسرے گریہ میں تو وہاں میں نے انکی تصویر اور ابو بکر کی تصویر دیکھی

رفلوا علم انی اخلص الیہ الخ از باب نصر یتصری خلوص یا خلاص سے مشتق ہے جس کے معنی باختلاف مسلہ مختلف ہوتے ہیں۔ "خلص من الہلالک" بمعنی نجا اور "خلص من القوم" بمعنی "اعتزلہم" آتا ہے اور "خلص" بمعنی "صاہر خالصا" بھی آتا ہے اور جب "صلہ" الی یا با ہو تو بمعنی وصول ہوتا ہے جیسے یہاں پر اور تجنمت الرسل بمعنی کتب معظمہ اور تجنمت فلا نامن میں القوم بمعنی اختارہ و قصدت قصدہ آتا ہے۔ اور تجنمت لاکم بمعنی تکلفہ علی مشقہ۔ یہاں پر اسی معنی میں ہے۔ اس تجنمت سے مراد ہجرت ہے جو ان نے اپنے سر قح کے پیشتر ہر مسلم پر فرض تھی اور مراد یہ ہے کہ اگر یقین ہوتا کہ سلامتی کیساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا تو ہجرت کر کے شرقی ممالک میں آکر ان کے پاس ہجرت کی حضوری سے پہلے قتل کر دیا جاؤں جیسے کہ ضغاطر کو سلام لانے کی بنا پر وہ میوں نے قتل کر دیا تھا جس کی تفصیل منقریب آتی ہے۔

ولو كنت عندك لغسلت من قد ميه) اور (واب دعاء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الناس الى الاسلام والنبوة) کی روایت ہے (ولو كنت عندك لغسلت قد ميه) اور روایت شد ان عن ابی سفیان میں ہے (ولو علمت انه هو لمشييت اليه حتى اقبل واسه واغسل قد ميه) غسل متعدی بنفسہ ہے جیسا کہ ان دونوں روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ نظر ہر اس روایت زیر بحث کی توجہ میں بعض شراہین نے فرمایا کہ "غسلت" میں ازلت کے معنی کی تفہیم ہے۔ اسلئے عن صلواتی ہوا ہے قول اس تقدیر پر غسلت کا مفعول بقرہ ہوگا اور وہ بلحاظ معنی "دس" ہو سکتا ہے۔ اب سنو یہاں کے کہ اگر مجھے خدمت قدس

نبوی دعوت نامہ کی تشریح

فَاذْأِفِيهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (الخ) اس سے ثابت ہوا کہ خطبہ کی ابتدا تسمیہ کے ساتھ مسنون ہے اگرچہ مکتوب لایہ کا فرہو۔ سوال اصول فقہ میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ خداوند رسول جب اپنے کلام میں گزشتہ شریعت کو بدو انکار و فسخ فرمائیں تو انکی بقا شریعت محمدیہ کے احکام ہونگی حیثیت سے ہوتی ہے اور ہم ان کے ساتھ مکلف ہوتے ہیں۔ نظر بریں الزم آتا ہے کہ خطبہ کی ابتدا بیچینے والے کے نام سے مسنون ہونے کی تسمیہ کیساتھ کیونکہ خداوند قدوس نے قرآن کریم میں سلیمان علیہ السلام کے ایک خط کو نقل فرمایا ہے جو بلقیس کو بھیجا تھا اسکی ابتدا میں نہیں کا نام ہے تسمیہ نہیں چنانچہ بلقیس نے اسکا اظہار کیا تھا جس کو قرآن کریم نے بایں طرز نقل فرمایا ہے۔ فَالْتَقِیْآئِحْمَا الْمَلَاوِی الْقِیْ اِلٰی كِتَابِ كُرْمِیْ اِنَا مِنْ سَلِیْمَانَ وَاِنَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنْ كَا تَعْلَوِا عَلٰی قُرْآنِیْ مَسْلٰیْمِیْنَ ہ ترجمہ۔ وہ عورت بلقیس بولی اے سردار و بیشک میری طرف ایک عزت والا خدا والا گیا۔ بیشک وہ سلیمان کی طرف سے ہے۔ اور بیشک وہ اللہ کے نام ہے جو نہایت نہرمان رحمت والا۔ یہ کچھ پر بلندی نہ چاہو اور گردن رکھتے ہوئے یہ حضور حاضر ہو۔ جلالین وغیرہ تفسیر میں اس مکتوب کی عبارت حسب ترتیب لیل مذکور ہے۔

سُلَیْمَانَ عَلَیْهِ السَّلَامُ كَا دَعْوَتِ نَامَةِ بِنَامِ بَلْقِیْسِ مَلِكَةِ سَبَا

مِنْ عِبْدِ اللّٰهِ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوُدَ اِلٰی بَلْقِیْسَ مَلِكَةَ سَبَا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ السَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَبِعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَلَا تَعْلَوِا عَلٰی وَا تُوْنٰی مُسْلِمًا ہ ترجمہ۔ بندہ خدا سلیمان بن داؤد کی طرف سے مکتوب بلقیس کے پاس اللہ کے نام سے جو نہایت باہم والا ہے اس پر سلام جس نے بنا عبادت کی بعد از اس ہرگز کچھ پر بلندی نہ چاہو۔ یعنی تعظیم ارشاد کرو اور ذکر نہ کرو۔ بعض بادشاہ کیا کرتے ہیں اور مغزبان ہرگز ارشاد سے گردن رکھتے میرے حضور حاضر ہو۔ علامہ الشیخ سلیمان جمل قدس سرہ کے ہاشیہ جلالین فتوحات الہیہ جلد سوم ص ۱۸۱ میں ہے (المعربین) باسم اللہ لانہا کانت کافرۃ فارتدت فحان من کفرها ان تستخف باسم اللہ فجعل اسمہ وقایۃ لاسم اللہ ام یعنی سلیمان علیہ السلام نے اس دعوت نامے کو اللہ کے نام پاک سے شروع نہیں کیا اسلئے کہ بلقیس اس وقت کافرہ اور خوانہ تھیں تو ان کے کفر کی وجہ سے خوف دامگیر ہوا کہ اول نظر بنام الہی پر پڑے گی تو اسکی بے حرمتی کھالیں گی اس لئے اپنے نام کو شروع میں لاکر نام الہی کی حفاظت کی کہ بے حرمتی ہو تو میرے نام کی ہونا نام الہی کی نہ ہونے پائے اور تفسیر ارشاد نقل سلیم وکشفات میں دعوت نامہ کی جو عبارت عبادت کی ہے اس میں تسمیہ کا ذکر ہی نہیں۔ نہ درمیان میں نہ اول میں بلکہ اول دونوں تفسیر کے نقل کے مطابق عبارت خطبہ میں ترتیب یہی ہے۔ رَوٰی ہن نسختہ الكتاب من عبد اللہ سلیمان بن داؤد اِلٰی بَلْقِیْسِ مَلِكَةِ سَبَا السَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَبِعَ الْهُدٰی اَمَّا بَعْدُ فَلَا تَعْلَوِا عَلٰی وَا تُوْنٰی مَسْلِمًا ہ جب آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ دعوت نامہ کا آغاز بیچینے والے کے نام سے ہونا چاہئے تو نبوی دعوت نامہ ہر نقل اور دیگر احادیث جو ابتدا یا تسمیہ پر دلالت کرتی ہیں وہ سب کی سب صحیح ہو کر ناقابل عمل نہیں کیونکہ خبر احاد ہونے کے باعث ثنی ہیں اور آیت قطعی اور ثنی قطعی کے معارض نہیں ہو سکتی اور بارہا عمل متروک ہو جاتی ہے۔ جواب اول۔ آیت مذکورہ اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ دعوت نامے کا آغاز سلیمان علیہ السلام کے نام سے تھا اور اس کی ابتدا بسم اللہ الرحمن الرحیم سے نہ تھی حتیٰ کہ نبوی دعوت نامے اور احادیث ابتدا یا تسمیہ کو متروک قرار دیا جائے۔ چونکہ من سلیمان کو آیت مذکورہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم

پر مقدم ذکر کیا گیا ہے اس لئے بادی نظر میں اشتہار پیدا ہوتا ہے کہ دعوت نامہ میں بھی اسی طرح مقدم مذکور تھا حالانکہ یہ تقدیم بقیس کی حکایت میں ہے جس سے ٹھکی عنہ میں مقدم ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ امام رازی قدس سرہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ تقدیم حکایت میں ہے۔ ٹھکی عنہ میں نہیں تفسیر کرے بلکہ ششم صحت میں ہے۔ البعث الثانی یقال لما قدم سلیمان اسمہ علی قوله یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم (جوابہ) حاشا نہ من ذلک بل ابتدا اھو یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم وانما ذکر بقیس ان هذا الکتاب من سلیمان ثم حکت ما فی الکتاب واللہ تعالیٰ حکم ذلک فالقدیم واقع فی المحکاہ ترجمہ دوسری بحث اس مقام پر یہ کی جاتی ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے دعوت نامے میں اپنے نام کو یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم پر کیوں مقدم کیا اس کا جواب ہے کہ ان کا نام اس سے پاک ہے بلکہ انہوں نے دعوت نامہ کی ابتدا یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی تھی البتہ بقیس نے پہلے اس بات کو ذکر کیا کہ یہ دعوت نامہ سلیمان کی جانب سے ہے پھر دعوت نامہ کے اندر وہی مضمون کو جس سے ان کے نام کو قول بقیس میں تقدیم حاصل ہوگی اس لئے تعالیٰ نے اسی کی حکایت فرمادی تو یہ تقدیم حکایت بقیس میں واقع ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے قول بقیس کی حکایت فرمائی ہے شریعت سابقہ کی نہیں تھی کہ مسائل کا اعتراض درست ہو۔ **اقول** جواب الفاعل "ثم حکت ما فی الکتاب" اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عبارت "من عبد اللہ سلیمان بن داؤد الی بقیس ملکہ سبتا" دعوت نامے کے اندر تھی۔ تو لا محالہ دعوت نامے کے لفظ پر ہوگی جہاں پر یہ تحریر کیا جاتا ہے بلکہ ایسی ہی تھا چنانچہ علامہ قسطلانی قدس سرہ السامی نے اسی مسئلہ زیر بحث پر ارشاد الساری میں فرمایا۔ **فان قلت** قد قدم سلیمان اسمہ علی البسملة اجیب انما ابتدا بالبسملة وکتب اسمہ عنوانا بعد ختمہ لان بقیس عرف کونہ من سلیمان بقراءة عنوانہ الممہود فی ذلک قالت انہ من سلیمان انہ یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم فالقدیم واقع فی حکایۃ الحال۔ ترجمہ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے نام کو یسبحہ اللہ پر مقدم کر دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے دعوت نامہ کی ابتدا یسبحہ اللہ ہی سے کی تھی اور دعوت نامے پر سبیل بھر کر کے پتہ کے مقام پر اپنا نام ہا میں طور لکھا تھا "من عبد اللہ سلیمان بن داؤد الی بقیس ملکہ سبتا" اسلئے کہ بقیس کو دعوت نامے کا مخاطب سلیمان ہونا معلوم پتہ کی عبارت پڑھ کر معلوم ہو گیا تھا اسلئے اس نے ترتیب علم ملحوظ رکھے ہوئے کہا۔ ان من سلیمان وانہ یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم کہ ابتدا پتہ کے مقام پر نظر رکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دعوت نامہ مخاطب سلیمان علیہ السلام ہے پھر کھول کر دیکھا تو پہلی نظر یسبحہ اللہ شریف پر پڑی جس سے معلوم ہوا کہ اس کی ابتدا بسم اللہ شریف سے کی گئی ہے۔ تو سلیمان علیہ السلام کے نام کی تقدیم واقع کی حکایت میں ترتیب علم پر مبنی ہے۔ دعوت نامے میں نہیں۔

تقدیر بعد فی المحکاہ یہ کی ایک وجہ بھی ہے جبکہ عبارت دعوت نامہ کی ترتیب حسب قبل ہو جیسے کارشاد العقل السلیم وغیرہ تفاسیر کی روایت اسی پر محمول ہے۔ کما سیماتی **یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم** من عبد اللہ سلیمان بن داؤد الی بقیس ملکہ سبتا **السلام علی من اتبع الهدی اما بعد فلا تغلوا علی واولئ** مسلمین اس ترتیب میں تسمیہ مقدم اور سلیمان علیہ السلام کا نام مؤخر ہے مگر بقیس نے بروقت حکایت ان کا نام مقدم اور تسمیہ کو مؤخر ذکر کیا کیوں۔ اس لئے کہ قول بقیس "انہ من سلیمان وانہ یسبحہ اللہ الرحمن الرحیم" مقام تعلیل میں واقع ہے کہ اس نے دعوت نامے کے کریم بجزت نبوی علی سبیل المتوفی دو علت بیان کیں جو توفی میں **الا حق الی الا علی** کہا جاتا ہے مگر تفسیر کا تعلق لحدوت کو اللفظ معروض کا استعمال اس مقام پر یہی کہ اسم گرامی کی عظمت کے پیش نظر گوارا نہیں۔ خیر (۱) یہ کہ دعوت نامہ عزت والا اس لئے ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی جانب سے آیا ہے جو بادشاہ وقت ہیں (۲) یہ کہ اس دعوت نامے کا آغاز نہایت ہرمان رحمت والے اللہ کے نام سے کیا گیا ہے جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تقدیر فی المحکاہ یہ

صورت مذکورہ میں تعلیل علی سبیل الترتیب پر مبنی ہے۔ اس توجیہ کی بنا پر آیت مذکورہ کی وجہ اعراب یہ ہوگی کہ "قالت" فعل ہے
ضمیر "میں" مستتر ارجح ہوتے "امراة" یعنی "میں" یا "انہا الملاء" جملہ اور انی الفی الی کتاب کریم" جواب "انہ" میں
سلیمان "وانہ یشہد اللہ الرحمن الرحیم" ہر دو جملے معطلہ "ان لا تغلوا علی ذالذین" موضع رفع میں کیونکہ
کتاب سے بل بعض ہے بشرطیکہ "ان" ناصب ہو اور اگر حرف تعریف ہے تو بعد کے لئے محل اعراب نہیں گزرنی وجوہ الاعراب والقرآن
لابی البقا العکبری قدس سوتہ۔ مخفی شے کے اس تقدیر پر سلیمانی دعوت نامے کو نبوی دعوت نامے کیساتھ ترتیب تیسرے اور اسم میں
توافق حاصل ہو جاتا ہے جس سے مذکور ترتیب کی تائید کر سکتے ہیں۔ نیز تقدیم فی الحکایت کی ان دونوں توجیہات پر "انہ" میں سلیمان "وانہ
یشہد اللہ الرحمن الرحیم" میں ضمیر منصوب اول کا مرجع "کتاب" یعنی کل کتب ہے اور ضمیر منصوب ثانی کا مرجع بعض کتب ہے یعنی ماسوا
تیسرے نہ دعوت نامے میں دو تسمیہ کا ہونا لازم آئیگا۔ فناصل فانہ یحتاج الی تجرید الذہن **جواب** وہم بلکہ آیت مذکورہ
ظاہر و متبادر معنی کے اعتبار سے اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعوت نامے کی ابتدا یشہد اللہ الرحمن الرحیم سے کی گئی تھی، اسکی تفصیل
یہ ہے کہ مفسرین کرام نے "انہ" میں سلیمان "وانہ یشہد اللہ الرحمن الرحیم" میں دو احتمال میان فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ ہر دو جملے
معطلہ ہوں گے تا کہ ان آفتابہ احتمال ظاہر ہے۔ دوم یہ کہ ہر ایک کو جملہ مستانفہ حوالہ مقدر کا جواب قرار دیا جائے تو یک عام تسمیر
میں مذکور ہے، ہمارے خیال ناقص میں احتمال خالی از محذور نہیں۔ اسی واسطے فرمایا ہے۔ لزوم محذور کی وجہ یہ کہ جب ملقب ہے کہ
یا ایھا الملاء الفی الی کتاب کریم" لے سوا اور میرے پاس ایک حضرت والا خط "دعوت نامہ" والا گیا ہے یہاں پر کتاب
بعضی کتب سے "تو بافتدا طبع یہ سوال پیدا ہوا کہ "خط" دعوت نامہ کس کلمے اس سوال کے جواب میں کہا گیا۔ انہ" میں سلیمان "وانہ
دعوت نامہ" منجانب سلیمان ہے اس جواب میں بھی ضمیر منصوب کا مرجع "کتاب" یعنی کتب ہے پھر سوال پیدا ہوا کہ اس خط "دعوت نامے"
کا مضمون کیا ہے یا نہیں کیا لکھا ہے تو اسکا جواب آیت "انہ یشہد اللہ الرحمن الرحیم" ہے یا "انہ یشہد اللہ الرحمن الرحیم
ان لا تغلوا علی ذالذین" میں ان دونوں تفادیر پر ضمیر منصوب کا مرجع کتاب یعنی ما لیکتب فیہ ہے اور بقدر یہ سوال مضمون
یا "مکتوب" مضاف مقدر ہے۔ بر تقدیر اول خبر "ان یشہد اللہ الرحمن الرحیم" ہے اور بر تقدیر ثانی یشہد اللہ الرحمن الرحیم
ان لا تغلوا علی ذالذین" میں سلیمان بر تقدیر اول جواب ہے کہ اسکا مضمون یشہد اللہ الرحمن الرحیم ہے یا "ان یشہد اللہ
الرحمن الرحیم" لکھی ہوئی ہے اس صورت میں محذور لازم ہے کہ جواب ال کے مطابق نہیں کیونکہ پھر قسم سوال سے سائل کا نشانہ ایسی چیز کا
حیادت کرنا ہوا کہ اسے جو خط "دعوت نامے" میں مقصود بالذات ہو۔ ظاہر ہے کہ تسمیر دعوت نامے میں مقصود بالذات نہیں وہ تو حصول برکت کے
لئے ہوتی ہے۔ اور بر تقدیر ثانی جواب ہوا کہ اسکا مضمون یشہد اللہ الرحمن الرحیم ان لا تغلوا علی ذالذین" میں ہے یا اس
میں لکھا ہوا ہے اس صورت میں مقصود بالذات مذکور ہونے کی وجہ سے جواب مطابق سوال ہو گیا اگر مقصود بالعرض تسمیر بھی مذکور ہے مگر
محذور لازم آتا ہے کہ حکایت خلاف واقع ہو جائے گی کہ خط "دعوت نامے" میں ان لا تغلوا لکھا ہوا تھا بلکہ لا تغلوا "بغیر ان"
تھا جیسا کہ دعوت نامے کی فرمائیت کردہ عبارت ظاہر ہے۔ نظر بر ان احتمال دوم خلاف ظاہر ظہر۔ اور احتمال اول پر چونکہ اس قسم کے محذور
لغزذات لازم نہیں تھے اسلئے وہ ظاہر قرار پایا۔ لیکن احتمال اول پر "ان" کی خبر یشہد اللہ الرحمن الرحیم" یا مع بندہ عبادت
کے نہیں بلکہ باوجود متعلق ہے جسکی تقدیریں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ لفظ "مقصود" ہو۔ دوم یہ کہ لفظ "تأبیت" یا کوئی اور لفظ
قبیل فعال عام بر تقدیر احتمال اول آیت کا مضمون دعوت نامے کی طرف اس ترتیب پر صادق آتا ہے جو تقدیم فی الحکایت کی وجہ سے اس
میں ذکر لکھی اور بر تقدیر احتمال دوم بھی صادق آتا ہے اور اس ترتیب پر بھی جو جلا لیلین وغیرہ میں نقل کیا ہے۔ ہمارے خیال ناقص میں

مقام کی خصوصیت کے پیش نظر متبادر ہونیکے باعث احتمال اہل نظر ہوا۔ اس واسطے مدسراک السنن ادا اور ارشاد العقل السلیم وغیرہ تفاسیر میں لفظ مصعد سے اس کی تقدیر اختیار فرمائی ہے چونکہ تصور نما ہنسی پر محمول ہوا کرتی ہیں، نظر برائ آیت مذکورہ سے بیانات ثابت پہلی گئی
 شیلیمانی دعوت نامہ میں جملہ من عبد اللہ سلیمان بن داؤد ابی بلقیس مملکت سبباہ تسمیہ پر مقدم مذکور تھا بلکہ اس نعت نامے کی تصدیق تیسو اللہ الرحمن الرحیم سے کی گئی تھی پس اس کا بیان کردہ مخالفت دور ہوا۔ نبوی دعوت نامے و احادیث ابتدا بالتسمیہ اور آیت مذکورہ کے مابین توافق حاصل ہو گیا۔ سوال لیکن اس تقدیر پر آیت مذکورہ اور اس ڈرامت میں مخالفت ہوگی جو ارشاد العقل السلیم وغیرہ تفاسیر میں سلیمان بن داؤد کے متعلق مذکور ہے کیونکہ آیت اپنے ظاہر و مبنا ہنسی کے اعتبار سے دلالت کرتی ہے کہ اسکی تصدیق تیسو کے ساتھ کی گئی تھی اور آیت مذکورہ دلالت کرتی ہے کہ دعوت نامہ کا آغاز جملہ من عبد اللہ سلیمان بن داؤد ابی بلقیس مملکت سبباہ سے ہوا تھا۔ اور تسمیہ اسیں مذکور ہی تھی۔ جواب۔ اس مخالفت کو حل دور کیا جا سکتا ہے کہ روایت میں مشورہ بالذات پر تفصیر ہے تسمیہ چونکہ مقصود بالذات نہیں، نظر برائ راوی نے بروقت ڈرامت ابتدا سے اسکو حذف کر کے باقی عبارت نقل کر دی۔ سوال تو اب اس ڈرامت میں اور اس میں مخالفت ہو جائیگی جسکو جلالین وغیرہ تفاسیر میں ذکر کیا ہے کیونکہ اس ڈرامت کی آیت سے تسمیہ دعوت نامے کے شروع میں ہوا اسکی رو سے درمیان میں جواب ڈرامت ارشاد العقل السلیم کو روا۔ جلالین وغیرہ ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ نبوی دعوت نامہ۔ احادیث ابتدا بالتسمیہ اور آیت مذکورہ اپنے ظاہر و مبنا ہنسی کے اعتبار سے اسکی تسمیہ کرتی ہیں۔ سوال اب علامہ قسطلانی قدس شکر کا جواب درست ہے کہ وہ ترجیح یا قدر روایت کے خلاف ہے کیونکہ وہ دلالت کرتا ہے کہ عبارت من عبد اللہ سلیمان بن داؤد ابی بلقیس مملکت سبباہ کو مقام تیسو پر ہرگز نہ لکھا تھا دعوت نامے کے ذریعہ عبارت تھی اور ترجیح یا قدر روایت کی تصدیق دعوت نامے کے اندر تھی جواب علامہ قسطلانی قدس سرہ کے جواب میں کتب اسمہ عنوانا بعد ختمہ کا عطف ابتدا بالبسملة پر نہیں جسی کہ انما کے تیسو میں ہونیکے باعث عبارت مذکورہ کے دعوت نامے کا اندر ہونے کی نفی ہو جائے بلکہ انما ابتدا ابو البسملة پر معطوف ہے ماب ہو سکتا ہے کہ عبارت مذکورہ دعوت نامے کے اندر تسمیہ بھی تھی اور مقام تیسو پر بھی، نظر برائ علامہ کے جواب اور ترجیح یا قدر روایت میں مخالفت نہ رہے گی۔ ہذا

وَلَعَلَّ اللَّهُ يُجِدَّ بَعْدَ ذَلِكَ أُمَّرًا -
 ومن محمد عبد الله ورسوله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم تسمية بعد دعوت نامہ کی ابتدا اپنے نام پاک سے فرمائی اور اس کے ساتھ منصب رسالت کا اظہار بھی فرمایا ابتدا ثابت ہوا کہ تسمیہ کے بعد بھیجنے والے کا اپنے نام سے خطی ابتدا کرنا اور اپنے منصب کا اظہار مسنون ہوا اس واسطے فقیر کا کتاب الحروف دستخط میں اپنے نام کیساتھ "صمد مملکت سبباہ" تحریر کیا کرتا ہے اور اس میں ذکر نعمت بھی حاصل ہے
 قبیل شکر عظیم الروم یعنی معظم اہل ارض مضاف مقوی ہے یعنی معظم اہل الروم سوال "مملکت الروم" یا "امیر الروم" کیوں تحریر نہیں فرمایا جواب اس کے کہ حکم اسلام وہ دنوں میں تھے معزول تھا کہ بغیر خطے نبوی کسی کو یہ منصب حاصل نہیں ہوتے جب قاری نے دعوت نامے کی عبارت من محمد عبد اللہ ورسوله پر ہی توہر نقل کا جہانی شکر فقیرنا کہ ہرگز بعد دعوت نامہ قاری کے ہاتھ سے تصحیح لیا۔ ہر نقل بولا تھے یہ کیا کیا نام سے کہا کریں اس واسطے ہمیں یاد اگر نہیں ہے اپنے نام سے ابتدا کی ہے اور سرکار کو بجائے "مملکت الروم" صاحب نام عظیم رو م تحریر کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ ہر تکبر انسان ہوا ہے آپ کو بڑا اور سرکار کو حقیر تصور کرتے ہیں۔ ہر نقل ہے کہ ہر تضرع اللہ انسان ہو گیا ہنسی یہ منشا ہے کہ دعوت نامے کے مضمون پر مطلع ہونے سے خیر اسکو پسند کیا جاگا اگر وہ اللہ کے رسول ہیں تو نسبت میرے نام سے ابتدا کریں گے اس کا کو زیادہ ہونا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے سچ فرمائی کہ ان صاحب ناموں ہوں مالک دوم نہیں میرا اول دوم کا مالک اللہ ہے (سلاہ علی من ابغى الهدى) سوال کا فرق ابتدا و اسلام

جیسے اس آیت میں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْتَوْصُوا بِالنَّبِيِّ** اس آیت میں امر کو دوام کے لئے کہنا درست نہیں کیونکہ یہ آیت منافقین کے بارے میں نازل ہوئی تھی تو معنی آیت یہ ہوئے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَاسْتَوْصُوا بِالنَّبِيِّ** اس آیت میں امر خلاص کے لئے ہے نہ دوام کی واسطے جو اب آیت مذکورہ کے نزول میں تین قول ہیں (۱) مجاہد کا کہ منافقین کے حق میں نازل آئی تھی۔ امر کا خلاص کے لئے ہونا اسی قول پر مبنی ہے (۲) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کہ مومنین اہل کتاب کے بارے میں اس کا نزول ہوا تھا (۳) ایک جماعت معتبرین نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ اس آیت میں خطاب مومنین اہل اسلام پر ہے۔ ابو خراز کے دونوں قول کے پیش نظر آیت میں امر دوام کے لئے ہوا۔ اور انہیں کے ماتحت آیت کو تمثیل میں پیش کیا گیا ہے۔ اگر دو ماننے کی وجہ سے کہ ایک اجر اپنے نبی پر پایا لائے گا۔ اور ایک محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے گا یا یہ ہے کہ ایک اجر اپنے اسلام لائے پر اور ایک اجر اپنے مصلحین کے قول اسلام کا سبب بننے پر۔

(الثم الیریسین) یریس اس کی جمع ہے جو اصل میں اس میں تھا سیواسطے ایک روایت میں (اسرا یسین) آیا ہے اور ایک روایت میں یریسین اور ایک روایت میں اسرا یسین؛ باضافہ بانی نسبت وارد ہوا۔ اول یریسینی کی جمع ہے۔ اور ثانی یریسینی کی غرض کلاس فقط میں چار وجہ مردی ہیں۔ ابن فارس نے اسرا یس کے عربی ہونے کا انکار کیا جو صحری نے کہا کہ یریسامی زبان کا لفظ ہے بعض نے کہا کہ "یریس" اپنی اصل ہے۔ اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ اس میں تکلفی ہوا ہے کہ اصل میں سرائیس تھا جو "سرا یسا" سے مشتق ہے۔ عین کلمہ کو فاکل جگہ اور فاو عین کی جگہ کر دیا۔ بہر کیف اسرا یسین کے معنی کی تفسیر میں چند قول ہیں (۱) اس کا اشتکار ان (۲) اصواء (۳) اہل کس یعنی ٹیکس گینوگان (۴) خذل تم و خذل یعنی خدمت گزاروں و متعلقین (۵) متکبرین (۶) یہود و نصاریٰ متبعین عبد اللہ ابن ربیع زمانہ سابق میں گذر رہے۔ اس نے اور اسکے ساتھیوں نے اپنے نبی کو شریعہ کیا تھا۔ اسی تقدیر پر یائے نسبت اپنے حقیقی معنی پر ہوگی۔ اور دیگر معانی پر بے مبالغہ جیسے احمری میں۔ یہاں پر برزگ نے مسلک صحیح اول معنی مراد ہیں کیونکہ دیگر روایات میں ان کی تصریح آگئی ہے۔ چنانچہ ابن اسحق کی روایت بطریق نرسوری میں ہے: **فَوَلَّانَ عَلَيَّكَ** **الْثَمَّ الْاَلَا كَارِثِينَ**۔ بوقرائی نے اپنی روایت میں آکارین کی تفسیر **خِزْلَانِثِينَ** سے کی ہے۔ اور روایت صدائینی میں ہے: **فَوَلَّانَ عَلَيَّكَ** **الْثَمَّ الْاَلَا حَيِّثِينَ**۔ اس کے اور قرائح کا اشتکار کو کہتے ہیں۔ لیکن عجزاً بنظر اطلاق الجوز قرائح کے کل "کل رعایا مراد ہے۔ اور اس جز کی ذکر میں تخصیص یا این کہ آگئی کہ اشتکار ان اکثریت میں ہوتے ہیں۔ **سَمَوَالِ نَبِيِّ ارشاد** **فَوَلَّانَ عَلَيَّكَ** **الْثَمَّ الْاَلَا رِثِيْنَ** قرآنی آیت **لَا تَجْرِدْ دِلَارَةَ فِرْعَوْنَ** سے آخری حصے مخالف ہے کیونکہ آیت دلالت کرتی ہے کہ گناہ کی عقوبت گنہگار تک محدود ہے گی۔ دوسرا اُس میں ماخوذ نہ ہوگا۔ اور نبوی ارشاد دلالت کرتا ہے کہ رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں ہر قتل پر مواخذہ ہے۔ جو اب ہر قتل پر دو نوبت ہوں گے۔ ایک خود کے اسلام قبول نہ کرنے پر۔ دوسرا رعایا کے اسلام قبول نہ کرنے کا سبب بننے پر کہ بالعموم رعایا نہ مذہب میں بادشاہ کے تابع ہوا کرتی ہے۔ اسی واسطے مثل مشہور ہے **الْاَنَامُ عَلَي دِيْنِهِمْ**۔ چونکہ ہر قتل کا اسلام قبول کرنے سے انحراف رعایا کے عدم قبول واسطے سبب بنا۔ اس لئے ہر قتل پر مواخذہ برائے سببیت ہو۔ نبوی ارشاد سے یہی مراد ہے۔ اور آیت اس کی نفی نہیں کرتی۔ اور اسلام قبول نہ کرنے پر مواخذہ رعایا سے ہوگا جس کا اثبات ہر قتل پر نبوی ارشاد نہیں کرتا۔ اور آیت اسی کی نفی کرتی ہے۔ پس نبوی ارشاد اور آیت میں مخالف نہ ہوا۔ اور نبوی ارشاد سے ثابت ہوا کہ ہر قتل پر دو مواخذہ ہوں گے۔ ایک خود اسلام قبول نہ کرنے پر۔ دوسرا رعایا کے قبول نہ کرنے کا سبب بننے پر۔

سَمَوَالِ نَبِيِّ ارشاد میں ہر قتل پر صرف دو مواخذہ کا ذکر ہے پہلے کا انہیں پھر نبوی ارشاد سے دونوں کا اثبات کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ جو اب کلام میں "مع اثبات" مخالف ہے جس پر مبنی دلالت کرتے ہیں۔ کہ جب برائے سببیت گنہگار ہوتا ہے تو خود قبول نہ کرنے پر

بدعت اولیٰ گوئیگا۔ اصل کلام یہ ہے: **مَنْ عَيَّنَ مَعِيَ اُمَّتِكَ اِنَّكَ اَكْهَرُ اَسْنِينٍ**۔

ریا اهل الكتاب الخ لاویان صحیح البخاری جیسے اصیلی اور ابونہر کی روایت میں "واو" نہیں، بریں تقدیر جملہ

قاری "ان حوٹ" بدعتاً کلا سلاہ کا بیان ہے۔ عبدوس۔ قابسی اور نسفی کی روایت میں "واو" ثابت ہے۔ اس تقدیر پر

"واو" مقدر پڑا نزل ہے جو ان حوٹ پر معطوف ہے تقدیر عبارت یوں ہوگی: "ان حوٹ بدعتاً کلا سلاہوا قول لک ولا تباعث

یا اهل الكتاب"۔ **سوال** اس تقدیر پر معطوف کا حرف احد حرف معلق کی بقا لازم آئے گا جو جائز نہیں۔ جو اب یا اس وقت ناجائز ہے

جیکہ معطوف جمع مستفاد کیساتھ معزوف ہوا اور اگر بعض مختلفاتی ہیں جو معزوف کے معمول ہوں تو جائز ہے جیسے آیت **وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ**

وَالْاٰلِیْمَانَ میں کہ اخلصوا، معطوف "واو" کے بعد معزوف ہے اور "الایمکن" مذکور اس کا معقول ہے۔ یہ محقق ہے کہ تقدیر

کی طرف متعلق اس وقت ہوگی جیکہ **یا اهل الكتاب** کو قرآنی آیت قرار دیا جائے جو اہل ہجرت میں دعوت نامہ تحریر کرنے سے پیشتر نزل ہوگی

تھی جیسے کہ کلام ابن اسحق اسکی جانب بیا کرنا ہے۔ اور اگر یہ اختیار کیا جائے کہ آیت کا نزول وفد بخران کے قتلے میں ہوا ہے جو وفد میں واقع

ہوا تھا تو اس تقدیر پر الفاظ کلام رسول ہیں۔ کیونکہ دعوت نامہ تقدیر وفد بخران سے چند سال پیشتر مسیح کے اواخر میں تحریر کیا گیا تھا پھر وحی

نبوی الفاظ کے موافق نازل ہوئی۔ نظر برائے تقدیر معطوف کی طرف احتیاج نہ ہوگی اور اب یہ باتی "ان حوٹ" بدل عاباً کلا سلاہ پر معطوف ہوگی

"اما" کا جواب ثانی قرار پائیگا۔ لیکن یہ قول حدیث سے خالی نہیں۔ اول یہ کہ تقدیر علمائے کرام نے جو قرآن وحدیث کے زیادہ عادت

تھے۔ دعوت نامے سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عدو کا فر کی جانب آید و آیات تحریر کر کے مینا جائز ہے۔ استدلال یہ وقت درست

ہو سکتا ہے جیکہ ان الفاظ کو قرآنی آیت قرار دیا جائے۔ دوم یہ کہ اگر الفاظ مذکورہ کلام رسول ہوتے تو قرآن تو آیتیں ہم بصیغہ خطاب بنا

حالات دعوت نامے میں **فان تولوا** بصیغہ غائب ہے۔ نیز **فقولوا** نہ ہونا چاہئے تھا کہ اسکے مخاطب ہر نزل اور اسکی جماعت نہیں بن سکتی۔

بکرموت **فاشهدوا** حالات دعوت نامے میں **فقولوا** موجود ہے تو معلوم ہو کہ یہ الفاظ قرآنی ہیں کلام رسول نہیں

(مَا قَال) سے مراد وہ سوالات و جوابات ہیں جو ہر نزل نے بیان کئے تھے (الصخب) کا آوازوں کے اختلاط کو کہتے ہیں جو وقت

مخاصر ہوتا ہے (اصوت) باب سماع سے معنی عظیم ہے (ابن ابی کبشہ) سے مراد عبدالرحمن بن ابی کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما علیہ السلام ہیں عرب کا دستور تھا

کہ کسی کی تعقیب کرتے وقت اسکو نسب غیر معروف کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اسی نظر سے کہنا ہوا ابو سفیان نے آپکو ابو کبشہ کی طرف

منسوب کیا جن کی طرف نسبت معروف تھی۔ اور بقول ابو القتیہ: انہی داہن ما حولہ ابو کبشہ آپ کے رضاعی باپ تھے

ان کا نام تحرت بن عبد العزی تھا جو بقول ابن کثیر مشرف باسلام تھے۔ کبشہ نامی ان کے ایک لڑکی تھی جسکی وجہ سے

ان کی کنیت ابو کبشہ ہوئی۔ اور کلبی نے کتاب الد فائن میں بیان کیا کہ یہ ابو کبشہ حضور کے رضاعی والد حضرت حلیمہ سعدیہ

کے شوہر ہیں۔ نکانام بھی یہی تھا۔ اور ابن ماکولانے ایک قول یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کے والدین انکی کنیت بھی

"ابو کبشہ" تھی۔ اور ابو الحسن جرجانی نسباً بہ (علم انساج ماہر) نے بیان کیا کہ یہ ابو کبشہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

آلہ وسلم کے نانا کے نانا ہیں اسلئے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد وہب آپکے نانا ہیں اور وہب کی والدہ قیلہ کے

والدہ ابو کبشہ تھے جو وہب کے نانا تھے۔ اور بعض نے فرمایا کہ وہب کی کنیت بھی ابو کبشہ تھی۔ اور بعض نے فرمایا

کہ یہ ابو کبشہ حضرت عبدالمطلب کے نانا کی کنیت ہے جن کا نام عمر بن زید خزارجی تھا۔ ان کے علاوہ ابو کبشہ

کے باپے میں اور بھی اقوال ہیں، انہیں سے ہر ایک مراد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ نسب غیر معروف کی جانب ہر ایک سے حاصل ہو جاتی ہے جو

ابوسفیان کا مقصود ہے

انہ یخافہ ملک بنی الاصفہان کہوہ ہے اولاً اسلئے کہ تمام تعلیل ہے جس کیواسلئے مفترکہ نہیں آتا۔
 ثانیاً اسلئے کہ دوسری روایت میں خبر پر لام آیا ہے یعنی انہ یخافہ جو مفترکہ کی خبر نہیں آتا بنی الاصفہان سے مراد وہی ہیں اور تیسری
 بنی الاصفہان کہنے کی وجہ بقول ابن کثیر بنی الاصفہان ہے کہ ان کے دادا سردار بن عبص نے بادشاہ حبشہ کی لڑکی سے نکاح کیا اس سے
 جو لڑکا پیدا ہوا وہ ننگ میں کل برزوردی تھا بدیں وجہ اسکو اصفہان کہنے لگے چونکہ سردار وہی اسی کی اولاد میں ہیں۔ نظر مولانا کو بنی الاصفہان کہا
 جاتا ہے اور کتاب التیجان میں ابن ہشام نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ ان کی پردادی حضرت مسیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یعنی میں) انکو
 ہونے کے لئے اسے کثیر زینت پہنا کر راستہ کو دکھانے میں زرد محوس ہونے لگے یا اس وجہ ان کا لقب اصفہان پڑ گیا۔

فما نزلت موقناً انہ سیظہر حتی ادخل اللہ علی الاسلام اظہر ظہراً ازباب مع معنی
 ۱۰ اشکی ظہریج اور ظہر ظہراً ازباب نصیر معنی مکان قوی الظہر اور ظہر ظہوراً ازباب فتح معنی بوز اور ظہر
 الشقی وب معنی نبد لا خلف ظہریج اور ظہر البیت معنی علاء اور ظہر افلان وعلیہ معنی غلبہ یہاں اس قبیل سے
 ہے اور صلہ عمارت میں مقدر اسی سیظہر باعدانہ یا علی اعدانہ معنی اللیب وغیرہ میں ہر کہ لفظ حتی تین معنی میں آتا ہے
 ۱۱ اتہائے غایت یعنی اکثر ہیں (۲) تعلیل یعنی قلیل ہیں (۳) استثناء یعنی قیل اور حتی کا استعمال تین وجوہ پر ہوتا ہے اول
 جازایہ تین قسم ہے (۱) غایۃ معنی الی مگر اس میں رد الی میں پندہ وہ فرق ہے فرق اول یہ کہ حتی اسم ظاہر کیساتھ مخصوص
 ہے بخلاف الی کہ وہ ظاہر اور ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ فرق ثانی یہ کہ حتی فعل ماقبل کے غایت تک تریکی انشاء پر دلالت
 کرتا ہے بخلاف الی اسبواسلئے کہتہ حتی مزید جار نہیں اس ترکیب میں مقصود تکمیل تریکی انشاء نہیں ہوتا۔ فرق ثالث
 یہ کہ حتی کے مجرور کیلئے شرط ہے کہ شئی کا آخری جز ہو جیسے اکلن السمکۃ حتی ساسھا یا آخری جز کے ملاتی ہو جیسے سلام ہی
 حتی مطلع الفجر بخلاف الی اس کے لئے شرط نہیں۔ فرق رابع یہ کہ حتی کا مابعد اسکے قبل میں عموم داخل ہوا کرتا ہے
 بخلاف الی کہ میں عدم دخول غالباً۔ فرق خامس یہ کہ حتی اپنے مجرور کیساتھ خبر متکملہ جگہ واقع نہیں ہوتا بخلاف
 الی کہ وہ واقع ہوتا ہے جیسے والا مؤثر الیک۔ فرق ساس کے یہ کہ حتی قابل تہا نہیں بخلاف الی جس پر ترکیب صحت
 نہیں صورت میں البصرۃ حتی الکوفۃ (۲) تعلیلیہ معنی کی جیسے ولا یز الون یقاتلونہ کم حتی یرونہ کم
 (۳) استثنائیہ معنی الا جیسے وما یعلمان من احد حتی یقولوا ای الا وقت قولہما یہ لے استثناء متصل
 ہے اور جیسے مقنع کندی کا شعر لیس العطاء من الفضول سماحۃ حتی تجود وما لک ذلک قلیل یہ لے استثناء
 منقطع ہے۔ ثانی عاطفہ جو معنی داو عاطفہ ہوتا ہے مگر دونوں میں چند فرق ہیں۔ فرق اول یہ کہ حتی عاطفہ کا معطون
 مشروط بشرط ثالث ہے۔ شرط اول یہ کہ اسم ظاہر ہو جیسے کہ حتی جار کے مجرور کیلئے ہی یہ شرط تھی بشرط دوم یہ کہ حتی سے پیشہ واقع شدہ
 جمع کا بعض ہو جیسے قدم الحاجر حتی للشاۃ یا حتی سے پیشہ واقع شدہ کل کا جز ہو جیسے اکلن السمکۃ حتی ساسھا یا
 مانند جیسے اعجبینی النجاریۃ حتی حدیثھا۔ شرط سوم یہ کہ معطون حتی ماقبل کے لئے ترقی کے اعتبار سے غایت ہو۔ جیسے
 مات الناس حتی الا نبیاء یا تنزل کے اعتبار سے جیسے مات الناس حتی الخلاقون اس شرح میں ترقی اور تنزل کی دونوں
 صورتیں مجتمع ہیں۔ فقہنا کم معنی الکلمۃ فانتم یتھا لوتنا حتی یتبنا لاکھا یعن۔ فرق دوم یہ کہ حتی کا معطون
 جملہ نہیں ہوتا۔ فرق سوم یہ کہ جب حتی سے مجرور پر عطف ہوتا ہے معطون پر جرح جاکا اعادہ کیا جاتا ہے جیسے مردت بالقوم
 حتی یزید۔ ثالث ابتدائیہ یہ بھی انتہائے غایت پر دلالت کرتا ہے مگر اس کو ابتدائیہ بدرجہ کہتے ہیں اس کا مابعد کلام

تین معنی میں آتا ہے

اس کے معنی مجازی ہیں اور نسبت ہرقل یعنی تابع اور درست ہے ہوا کے معنی صفتی ہے۔ اور استعمال واحد میں لفظ سے۔ یعنی مجازی دونوں معنی ہوں۔ عند تحقیق باطل ہے کہ انقرضانی مقامہ میں صورت مذکورہ میں لفظ صاحب کی اضافت درست نہیں۔

جواب اول۔ بیان پر لفظ صاحب میں عموم ہمارے جسکی صحت محل کلام نہیں یعنی لفظ صاحب ایسے معنی مجازی میں استعمال ہے جو معنی حقیقی کو شامل ہیں اور وہ یہ کہ معنی متعلق ہے ابھی یہ ہونے لائن نا طولی کہ ایلیا اور ہرقل دونوں سے تعلق تھا مگر ایلیا سے ماکنہ اور ہرقل سے مستانہ۔ جواب دوم لفظ صاحب میں عموم ہمارے نہیں بلکہ صاحب لفظ معنی مجازی اور اس میں استعمال اور لفظ ہرقل سے پیشتر تقریباً سابق ایک لفظ صاحب مفہوم جسکی معنی درصحت جامع ہر اڑی علوم ہونے کے کتاب کے اعتبار تقدیر اعلیٰ ہے

(**استقفا**) یہاں پر ارباب مجازی کی روایات مختلف ہیں بعض میں صیغہ اسم مودی ہے۔ اور بعض میں صیغہ فاعل بر تقدیر اول چار طرح روایت کیا گیا اول **استقفا**۔ الف مضوم۔ میں ساکن۔ تان مضوم۔ فاشندہ منصوب کما هو عند النفا سی یہ مشہور ہے (۲) **استقفا**۔ مثل سابق مگر غیر تشدید۔ فاشندہ منصوب کما هو عند الجوا الیعی۔ ان دونوں کی صحیح "اساقفہ" اور اساقف آتی ہے۔ (۳) **سقیفا** بضم سین کسرتان وتشدید فاشندہ منصوب کما هو لیسر جانی (۴) **سقیفا** بضم سین قاف تشدید فاشندہ منصوب کما هو لابی ذعن المستطی چاروں صورتوں میں معنی پیشوئے دین مسوی غیر سخان ہونے کی بنا پر مفسرین بر تقدیر دوم (۱) **سقیف** ماضی مجہول از باب افعال۔ کما فی ہرولہ المستطی (المجوی ۲) **سقیف** ماضی مجہول از باب افعال کما عند الکشف یعنی (۳) **سقیف**۔ ماضی مجہول از باب نوص ہر سہ معنی "جعل استقفا۔ ان تینوں صورتوں میں بھی خبر سخان ہونے کی بنا پر عمل نصب میں ہے۔ (حین قدم ایلیا) ایلیا یعنی بیت المقدس میں ہرقل کا قدم رکھنے میں ہوا تھا جو حضورؐ کو رسول اللہ تعالیٰ علیہ السلام کے عمر و حدیبیہ کا زمانہ ہے۔ چونکہ اہل ہرم کو فارسیوں پر فتح حاصل ہوئی تھی اگلے ہرقل بظہر شکرانہ حاضر ہوا تھا جسکی تفصیل گذر گئی

(**خبیث النفس**) یعنی مری النفس یعنی متفکر اور معنی کلمہ بھی آئے۔ حدیث میں فرمایا: **لا یقون احدکم** خبیث نفسی مسلمانوں کیلئے میں تعلیم ہے کہ اپنے حق میں اس لفظ کو استعمال نہ کریں۔ دو سکر نکالیا تھا اس کے معنی استعمال کر سکتے ہیں یہ لکھتے نہیں لکھتے ہے (بظہر شکرانہ) جمع بظہر لینی یعنی ہر کین دولت یعنی مشیر کاہ (قد استنکرنا ہیئتک ہینت سبئی حالت۔ اور یہ جملہ سوالیہ ہے۔ یعنی **آہینک منکر کا**)

وقال ابن الناطور وکان ہرقل حزا (۱) اور بڑے صفت مطون طیر مقدمہ متولہ اول اور کان ہرقل حزا اول متولہ ثانی ہے اصل عبارت میں **قال ابن الناطور وکان ہرقل حزا** اور **کان حزا** اور **مطون طیر** میں کان مجاہدیم مظهر ہے ہرقل تھا اور مطون میں کان کا اسم ضمیر تہی جہر کہ مرید ہی ہرقل جب مطون طیر حزن ہوا تو مطون میں اسم کان کو کیلئے ضمیر مظهر کر دیا گیا **قال** اپنے متولہ اول اور ثانی سے مگر طیر الیہ مذکورہ اور جواب ہرقل فقال لہم انہم کے درمیان جملہ مترتب ہے۔ (حزا ۱) ہرموزن **حزاب** یعنی سخا ہن **حزا** یعنی **حزب** سے ماخوذ ہے۔ کا ہن اسکو کہتے ہیں جو آئندہ حالات شیطا میں کے الفا سے بیان کرے یا نہ وہ علم نجوم اور حزا اسکو بھی کہتے ہیں جو اعضا کے خطوط اور ہر کے تر کیلئے گزشتہ آئندہ حالات بیان کرتا ہے۔ (بظہر فی النجوم) کان کی خبر ثانی ہے۔ ہرقل تقدیر محل نصب میں ہے۔ یا حزا کی تفسیر ہرقل تقدیر اس کیلئے محل اعراب نہیں کہ جملہ ضعیف ان مطون میں ہے جن کیلئے محل اعراب نہیں ہوا۔ بر تقدیر اول اس کلام سے یہ مستفاد ہوا کہ ہرقل ہر ہر ہر کا ہن تھا۔ اور یہ تقدیر ثانی یہ مستفاد ہوا کہ ہرقل کا ہن یعنی عالم علم نجوم تھا۔ اس نے اس میں کھانت ہر ہر ہر معنی را کا و مشہور تھی اور عام طور پر لوگ اس پر عمل کرتے تھے۔ شیخ عادوں معنی پر اوتاد

ووثوق موعود ہے۔

فقال لھم الی قولہ ملک المختان قد ظھروا یہ الہامیں دولت کے سوال مذکور کا جواب ہے کہ مجھے نجوم

میں نظر کرنے سے ملو ہوا جس بادشاہ کے ملک میں حضور کا دستور ہے اسے غلبہ حاصل ہو گیا یعنی غلبہ حاصل ہو جائیگا کہ اگر ملک اس کے قبضے میں آجائیں گے **مُلُکُ الْمُخْتَانِ** بضم نون و اسکان لام اور دابت کشیدہ یعنی میں نفع و کسر ہام ہے **سوال** جب غلبہ آنا آئندہ میں ہوگا تو اسکو ہر قس کے بے سیفہ یعنی قد ظھروا کیوں تعبیر کیا **جواب** چونکہ اس غلبہ کا وقوع ہر قس کے نزدیک متیقن تھا اسلئے غلبہ مستقبل کو بے سیفہ تعبیر کیا کہ آئندہ میں حرج و مرجکے وقوع سے قس کو ہر حال میں ہرگز شک و شبہ نہ ہوگا اور اسلئے کہ واقعہ کے تحت جیسے ماضی تعبیر کر کے ہے **سوال** تعبیر کیا حقیقہ کیوں تعبیر کیا **جواب** تعبیر قبول استاذ ہونی کے لفظوں کی بنا پر ظہور لایا گیا۔ ان تفصیل پر کہ ظہور مستقبل میں ہے

جو کہ مستعدان کہتے ہیں **ظہور** ماضی مشبہ ہے جو کہ مستعدان کہتے ہیں اور **ظہور** لفظ مستعدان پر ظہور ماضی مشبہ کیلئے بوضیغہ **ظہور** موضوع ہے **ظہور** مستقبل مشبہ کے لئے **وجہ** مشبہ مذکور میں مشرک کے باعث استعال کیا گیا **سوال** استعدان اصل یہ ہوا یا تبعیہ **جواب** نہ اصل نہ تبعیہ اصل یہ اسلئے نہیں کہ وہ اسلئے انجاس میں ہوا کرتا ہے اور **ظہور** امض میں نہیں بلکہ فعل ہے اور تبعیہ اسلئے نہیں کہ وہ مشتقات میں ہوتا ہے بلکہ دونوں مشتق کا **مشتق** منہ **مستعد** ہوا ہے یہاں پر دونوں مشتق **ظہور** اور **ظہور** کا مشتق منہ ہے یعنی **ظہور** نظروں شبیہ بالاستعداد کہا جا سکتا ہے کہ **استعداد** منہ **استعداد** منہ **العلامة** الکاثری نے

سعی البیضاوی۔ **العرض** ہر قس کا یہ بیان نبوی علیہ کے ہاں میں ہی نجوم کے اس حساب پر مبنی تھا کہ برج عقرب میں علویین کا قزح ہر چہرے میں ہوتا ہے۔ نظروں میں قزح ساٹھ سال میں ہوتے پہلے بین سال کی ابتدا میں وکالت نبوی واقع ہوتی اور دو سترے میں مال کے قریب یا ختم

خاک حرام میں قزحی نزول کا آغاز ہوا اور سترے میں سال تمام ہو چکے قریب صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا جو فرج مکہ **ظہور** اسلام کا پیش فرمایا انہیں یا م میں ہر قس نے نجوم میں نظر کر کے الہامیں دولت کے سوال پر نبوی علیہ کی خبر یاں حساب بیان کی تھی کہ برج عقرب عناصر اربعہ میں سے **آب** کی جائزہ منسوب ہے اسلئے اسکو **مائی** کہتے ہیں اس برج میں علویین کا قزح نکو اس باسکی دلیل تھا کہ قوم میں حضور کا دستور ہے اس کی جانب ملک منتقل ہوگا **سوال** اس زلزلے میں عرب کی طرح ہر دیوار میں بھی زمین ختم جاری تھی پھر قرآن مندا کو روک کر حق میں انتقال ملک کی دلیل قرار دینا یہ ہونے کی قس کی طرح درست ہے **جواب** ہر ملک منقوسی ہو چکا تھا۔ نصاریٰ کے ماتحت تھے۔ قرآن مذکور بل تبخیم کے نزدیک اس قوم کے حق میں دلیل نہیں جس کا ملک منقوسی ہو چکا ہو بلکہ اس قوم کے حق میں دیگر ملک کا انتقال کی دلیل ہے جس کا ملک باقی ہوا اسلئے کہا جاتا ہے ہوتی ہوں **ظہور** یہ ہر مرد و زن میں ہو سکتے عربی مراد ہے **سوال** نبوی علیہ کی خبر کو کہ قزح نے بیان کیا حساب نجوم پر مبنی تھی اور اسی خبروں پر شیوخ اور قس واقف و متواضع

ہے کہ **انھو** مصروفی مکتب الفقہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے اس مقام پر ذکر کر نیسے **نجوم** ہوتا ہے کہ **انھو** قس قابل اعتماد و وثوق ہیں پھر اس خبر کو ذکر کرنا امام بخاری علیہ الرحمۃ کے لئے کس طرح جائز ہوا **جواب** امام بخاری علیہ الرحمۃ اس خبر کو یاں قصہ پر ذکر نہیں کیا کہ اس پر اعتماد جائز ہے۔ حتیٰ کہ اسکا نجوم کی تقویت منہم ہوا **نجوم** شیخ کا ارتکاب لازم آئے بلکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ ہے کہ سیدنا **عبدالرحمن** علیہ السلام اللہ تعالیٰ علیہم السلام وسلم کے ہاں میں ہر ایک فریق کی زبان پر پیشین گوئیاں جاری ہوئیں۔ اہل حق نے بھی پیشین گوئی کی۔ اہل باطل نے بھی پیشین گوئی کی کہ انہوں نے بھی کی جنوں نے بھی کی کہ انہوں نے بھی خبریں دیں اور وہ صحیحوں نے بھی خبریں دیں اور وہ صحیحی اور غیر صحیحی ہر طرح سے نبی صول

ہوئیں تو آپ کے متعلق انکار کی اصلاً گناہ نہیں ہے بلکہ موافق اور مخالف ہر ایک مستحق ہے اور مستبر اور غیر مستبر ہر ایک طریقہ آئندہ کرتا ہے۔ آپ کی حقانیت کو ہرگز دلیل ہے جسکی جائز امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس خبر کے ذکر سے اشارہ فرمایا۔

ومن ہذہ الامم ای من اهل ہذا العصر۔ لغت میں **امم** یعنی جماعت ہے تو اس فقرے میں کل الی عمر یہ **امم**

کا الملق جوازاً فیصل طلاق اسم ضمنی الکل ہوا بخلاف قرۃ آئینہ مملکت ہذا کہ الامتہ قد ظہرہ کہ اس میں لفظ امتہ اپنے جتنی معنی پر ہے۔ کیونکہ اس سے مراد عرب ہے۔ کل اس میں عرب نہیں رہا قالوا لیکن یحتمل ان الیہود الذی رسول الہدایت کے اس وجہ سے حکم پر ہوا ہے کہ وہم غنمہ ہونے پر ہوں جس میں عرب ہی مانا گیا کہ عرب ہی ہی دوسرے تو یہ لاکھن دولت کا یہ غنمہ کہ یہود کے اندر پھرنے کا اس طرح درست ہوا جواب الہدایت دولت کے یہ عرب اپنے علم کی بنا پر کہ ہے انہیں ہی علم کا غنمہ عرب ہونے پر ہوا کہ ہے۔ مدائن مملکت جمع مدینہ یعنی شہر ہے اسکے نام سے اختلاف ہے بعض نے کہا کہ مدائن یا ملک کان یعنی آقا قریبہ سے ماخوذ ہے تو مدینہ ہر روز صمدیہ ہوا اور مدائن ہر روز قبائل دونوں میں الفتح کے بعد ہر روز ہے اور بعض نے کہا کہ کان یعنی مملکت سے ماخوذ ہے تو مدینہ ہر روز موفعہ ہوا اور مدائن ہر روز مفاہیش دونوں میں الفتح جمع کے بعد آیا ہے۔ الحاصل یہ ہے کہ اولیٰ تصریح ہے اور تصریح ثانی الجوز ثانی یعنی ماہر علی اور ہما ہی فی حینہ المشور یعنی امر سے مراد مشورہ ہے (ابنی ہر قل برجل النبی ہر قل کے پاس ایک دولا گیا جبکہ ملک عثمان امیر مصر نے بھیجا تھا روایت میں اس کو کا نام مذکور نہیں رہتا اس شخص کا جیکے ہوا بھیجا تھا مگر ہم پتیر ملک عثمان کا عدی بن حاتمہ کو ہر قل کے پاس بھیجا بیان کر چکے ہیں۔ تو ممکن ہے کہ اس شخص کو انہیں کے ہوا بھیجا ہو

ریحیہ عن خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جملہ رجل کی صفت ثانیہ ہے اور جملہ ارسال بہ الہ صنت اولیٰ تھا اس مرد کی خبر روایت ابن اسحاق میں باہر لفظ مذکور ہے۔ فقال خرج بنی اظہرنا رجل فروعاً لاندہ نبی فقد اتبعہ ناس وخالفہ ناس فانکث بلبنہم ملاحم فی مواضع فترکہم وہو علی ذلک۔ ترجمہ تو اس مرد نے خبر لیتے ہوئے کہا کہ ہمارے اندر ایک شخص کا نظور ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو کچھ لوگ اس کے پیرو ہو گئے اور کچھ نے مخالفت کی تو بت میں جا کر سید کے چند مقامات پر ان کے درمیان معرکہ اولیٰ ہوئی تو میں انہیں اس حال میں پھوڑا آیا ہوں

ہذا مملکت ہذا کہ الامتہ قد ظہرہم بغیر ہم و سکون لام اور قابسی کی روایت میں بیع ہم اور کہ لام ہے اس روایت کی بنا پر ہذا امتہ ہے جس کے مشار الیہ شہنشاہ کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور مملکت ہذا کہ الامتہ خبر اور قد ظہرہم حال منظر ہے اور تصریح روایت اولیٰ ہذا امتہ تکلی خبر الذی نظرہ فی النجوم یا ہذا فعل مخروف جاکو کا فاعل ہوا اس تصریح کے مشار الیہ ہر قل کا قول گذشتہ ملک الختان قد ظہرہ ہے اور مملکت ہذا کہ الامتہ خبر ہے۔ جملہ اس جملے کے لئے صحاح شفاء کے حکم میں ہوا ہے اور اس طرف حلف نہیں لایا گیا اولیٰ روایت میں مملکت بمعنی مضارع معروف ہے اس تصریح پر ہذا امتہ مملکت جملہ خبر میں ہوا ہذا کہ الامتہ مفعول ہوا اور قد ظہرہم جملہ خبریہ اولیٰ روایت میں مملکت حرف جار کے ساتھ آیا ہے اس تصریح پر یہ قد ظہرہ کا حرف منور مقیم ہو گا ہذا کا مشار الیہ خبر ہے جو نجوم میں نظر کر کے یا الکی ہی اس عبارت میں ہو گا۔ ہذا الذی آیتہ فی النجوم قد ظہرہم مملکت ہذا کہ الامتہ النبی یحتمل حدیثی عمدۃ القاری (ابن فضیلہ) ملک کے ایک عظیم الشان شہر کا نام ہے جسکی شہنشاہ کا درجہ ہوا ہے اس میں تمام شہر میں صغیر نامی شہر ہوں ہی اس پر متفق ہیں کہ ہے تو نے خلیفہ نصاریٰ کی سکونت اس شہر میں ہوئی تھی جو کہ باب کی کتاب موسوم کرتے تھے اس شہر کے اندر قبور کئی تھیں زمین میں ایک گارہوں نہ ہوا تھا جسکی ختمیں اس کے بنائی گئی تھیں۔ اور دشمنوں کے ہر گز ہوا تھا۔ اس میں سنوں بکثرت تھے کہ گویے کے معنی پر سونے کی ایک کڑی بھی ہوئی تھی جس پر باب جھاڑا تھا۔ اسکے نیچے چاندی کی چادر سے جزا ہوا ایک دروازہ تھا جس سے داخل ہو کر دروازے اور کتبے کے دروازے تک پہنچتے تھے اس پر خانے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جاری بطرس کی قبر تھی اس شہر میں ایک گریلا درجی تھا جس میں لوہے کی قبر تھی

(قلتم یرحمہم جمیعاً یعنی یا کفر یا مکابیر یا یغابا یعنی یا آقا قریبہ)

اور ذلّ حمل لبعیر معنی ملّا اور ذلّ فعل حدّا یعنی ما زال لبعول حدّا اس صورت میں نقل ناقص ہے اور ذلّ
 لغویہ یعنی انضم غنم غنم للبعیر اور ذلّ مکان یعنی فاروقہ یہاں پر قبل ہے لیکن باس صحیح میں ذلّ حرف نفی
 صحیح نہیں ہوتا۔ (مقصود) بکسر حاء و سکون میم تائید معنوی اور علیت کی بنا پر غیر صرف تھا ما ہے۔ ملک شام کا مشہور شہر ہے جس کو قبل
 نے دلا مسقط بنا رکھا تھا اور عمالقمہ کے ایک شخص حمص بن المہران بن حان کے نام کیساتھ موسوم ہوا جسے شہر حلب حلب بن
 المہران کے نام کیساتھ موسوم کیا گیا۔ امام فعلی فرماتے ہیں کہ اس شہر میں موسوم کیلام رونق افزہ ہوتے ہیں۔ اور اس واقعہ سے دس سال
 بعد حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے اسے اس میں لکھ کر لیا تھا۔ نسبت یہ کہ درشاہ اسکی زمین باؤل سے پاک کرے، اسواسلے یہاں پر اسکی زمین سے
حتیٰ اناہ کتاب من صا حیلہ اس سے ضحاطر مراد ہیں جن کا تذکرہ مغرب لکھا کہ وہ شرف باسلام ہوئے
 اسکی بنا پر دیوں نے انہیں شہید کر ڈیا تھا۔ (واحدہ نہیں) بفتح الف و نون مشدّد اپنے اسم غیر سے مل کر خواجہ پر مسنون ہو اس سے منہم ہوا
 کہ قرآن اور ضحاطر دونوں نے نبوت کا قرار کیا تھا۔ ضحاطر اور قرآن ہم ہے کما سبق اور قرآن ملک کی طبع اسکی تم ذرہ مکا کما سیاتی
 (فأذنت) یا بفتح یعم سے ہے۔ أذنت الیہ وہ أذنا یعنی استمع لہ انا ہے و اذن بالثقی اذنا یعنی علمہ بہ اذ اذنی
 لغوی الشواذنا یعنی انجانہ فرید انا ہے یہاں پر اسکی قبل سے ہے۔ لغوی (سکر) بتقریر و معضات اسی فی دخول حصن و سکر
 منقہ مال و سکون سین و فتح معان وہ تصریح کے اور بروت یعنی من مساکرہ آتی ہے اور بقرآن یعنی دستا حصر تصریح اول
 ہر حال سے آنکھ دروائے بند کر گئے۔ اور من تصریح جانن شہر کو جمع ہونے کی جگہ سے دی۔ بعد اجتماع بروت کے بعد انہی بند کر کے پھر تصریح کسی
 بلائی جس سے آج ہرگز درویل کو خطاب کر کے چوکھٹات کہ جو آئندہ آپس میں یہ طریقہ اپنی حفاظت کے پیش نظر اختیار کیا تھا کہ دیوں کے مجمع
 میں رہ کر بکری بکری سے خطرہ نہ تھا۔ کہ قبول نبوت کی طرف اگر محبت ناگوار گذری تو ضحاطر کی طرح قتل کر ڈالیں گے۔

ریا معشر الرود جمع معاشر آتی ہے۔ اس ہجرت کو کہتے ہیں جو کسی ایک چیز میں شریک رکھتی ہو۔ چنانچہ نبوت میں
 اشتراک کے باعث انبار ایک معشر ہیں۔ اور تقدیر میں اشتراک کے سبب فقہاء ایک معشر ہیں۔ اسواسلے استیناس میں اشتراک کی وجہ سے
 انیس ایک معشر ہوتے۔ اور استنار میں اشتراک کے پیش نظر جن ایک معشر ہوتے۔ رهل لکھری الفلاح والرشد لکھ
 غیر مقدم اور فی الفلاح ظون مستقر ہے رعیتہ مقدم کا جو مبتلا ہو کر ہے۔ فلاح معنی کا مہلکات نامی اور شدہ یعنی راد اور
 سکون شین اور اولیٰ پر فتح ہی آتا ہے یعنی استقامت اور احتداد ہے۔ (وان یثبت) آن موصول حرفی اپنے فعل سے مل کر جو
 اصالت الفلاح پر مسنون ہوا جو قرب الرشد پہلا قیماً یعنوا یہاں پر تم راد میں ہیں (۱) بعینہ جمع ذکر ماضی صاع صوف
 (۲) قیاً یعنوا بعینہ جمع ذکر ماضی صاع صوف (۳) قیاً یبع بعینہ جمع منکر صاع صوف معروف (۴) قیاً یبع بعینہ جمع ماضی صاع صوف
 سے ماخوذ ہیں (۵) قیاً یبع بعینہ جمع منکر صاع صوف معروف (۶) قیاً یبع بعینہ جمع ذکر ماضی صاع صوف
 از باب تفاعل (۷) قیاً یبع بعینہ جمع منکر صاع صوف معروف از باب افتعال یہ تین جمع یعنی بیوی کردن سے ماخوذ ہیں۔
 بر تقدیر راد و اسیت و دم فابغزایہ اندس سے پشیران معان لکھری عنہ فی الفلاح والرشد و نبوت الملک
 غرور مقصد ہے۔ بعد باقی روایات پر فابغزایہ عطف ہر کے بعد ان مقدم ہوا کہ چونکہ استفہام وغیر ما شیا استعسک بعد واقع ہو اسی
 واسلے ما ماضی صغیر سے تون علامت رفع ماضی صاع صوف اور منکر کے صیغے منصوب ہیں اس فابغزایہ کے ما بعد میں ذل ہیں۔ اول قول تیسرے
 نما کہ ما بعد بتاول مغز ہر مقدم پر معطوف جو کلام سابق سے تہم ہوتا ہے اور وہ یہاں پر رعیتہ فی الفلاح (۸) ہوگا۔ تقدیر
 عبارتوں ہوگی۔ ہل یحکون لکھری عنہ فی الفلاح والرشد و نبوت الملک قیاً یبع بعینہ معنی کہ رتقدیر جمع ماضی صاع صوف

اور قیاماً یعنی بر تقدیر صد حج مکرم اور فحماً یعنی متناً بر تقدیر دسیت ہزار اور قنناً یعنی منکماً بر تقدیر دسیت ہجرت اور
 قنناً یعنی متناً بر تقدیر دسیت ششمین و ہم قول شیخ رضی کہ ما بعد تاویل مغزوں کو کہ متداہمی کی خبر جو حقاً مفہوم ہے اور وہ یہاں قنناً
 ہوگی اس قول پر یہ فہم برائے عطف نہیں بلکہ جن (ثیہ) ہے اس کا ما بعد جملہ شرط مفہوم ہو کر کہ جہاں ہوگا

(هذا النبي) اور روایت ابن عساکر اور ابویں میں زیادہ ہے یعنی "لخذ النبي" قبل نے یہ بات ہے
 کہی کہ اس کو کتاب سابقہ سے معلوم ہوا تھا کہ کفریہ ستر ہنا ملک کے چل جانیکا سبب ان ہایا کرتا ہے نیز تواریت شریف میں حضور پروردگار صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کی دعوت قبول نہ کرنے والوں کے متعلق ہا میں طرز تعبیہ کر دی گئی تھی جس کا نقل کو علم تھا: "وَذِيْنَا مِثْلًاكَ أَمْ سِئِدُهُ أَيْ اِسْتِنَا
 لَمْ يَقْبَلْ صَرَاحِي الَّذِي يُؤْتِي بِرَبِّي فَأَيُّ أَهْلِكَ" ترجمہ اور لے موسیٰ تم صلیلو ہاؤ ذرہ والہ انہی مجھوں گا جو انسان ہے
 اس کلام کو قول ذکر کیا جس کو وہ میری جانب سے پیش کریں گے تو میں اس کو ہلاک کر دوں گا۔

(فی اصول) خاص حصیص حیضاً و حیضتہ یعنی نفس سے ماخوذ ہے اور بوزید نے کہا کہ "حاص" یعنی رجوع اور حیض
 یعنی عدل عن الطریق" آتا ہے اور خطابی نے کہا کہ دونوں یعنی عدل عن الطریق آتے ہیں جب کوئی شخص کسی لہجہ میں نہیں جانتا ہے۔
 جس سے چھٹکا لانا ہوتو عرب اپنے تمام اس میں ایسے نفس کے متعلق کہا کرتے ہیں: "وقع فی حیضتہ بیض" یا "وقع فی حیضتہ بیض"۔
 ای فی اختلاف طحاہیج مینہ؟ اور جب کوئی شخص گروا ہے صاحب میں گرفتہ ہو جائے اور کسی مقام پر نکاح طے کی تو قننہ نہ توہا ہے پہلے
 کہا کرتے ہیں کہ اس پر زمین تک ہوگی اس پر ہوم کو عرب اس الفاظ تعبیہ کیا کرتے ہیں "جعلت کذا رخص علیہ حیضتہ بیض" یعنی قننہ قننہ
 حیضتہ حصر الوحش" مفعول مطلق بر لے نہ ہے۔ جنگلی گدھوں کی چمک کیسا تھا دیوں کی نفرت کو شہ زدی گئی کیونکہ جنگلی گدھوں میں دیگر
 حیوانات کی نسبت چمک شدید ہوتی ہے اس واسطے وہ شدت نفور میں سرپا مثل میں آتے ہیں یہ ہمزہ فقہ الیاء اور روایت امیل میں "نفس
 یہ اشوالہم نزہ آتیا ہے اول میں قلب مکانی ہے کہ عین کا جملہ "ہمزہ" کو فاعل کہہ دیا گیا اور فاعل یا کو میں کلمہ دروہ یعنی قننہ
 اور تقدیر قد سملہ حالیہ (ایضاً) ممدو ہے یعنی ہذا الساعة اور بوزید نے خلافیت منسوب ہے (فقہ روایت) اس کا مفعول بر تقدیر
 شدت بکرہ مفہوم ہے اور روایت کتاب التفسیر میں ہے (فقہ روایت) "لذین احببتہ"

(رسجد وال ورضوا عندہ) رسول فاعل ہے تقریب ہے جس کا ما بعد اس کے ما قبل ہے متاخر ہوتا ہے اور
 اس میں شک نہیں کہ مسجد ہ اور رضاً مہرل کے قول فکر سے متاخر ہیں جس طرح ہرل کا قول منکودہ خود میں مقدم اور ہر دونوں وجود میں
 متاخر ہیں ای طرح مذکورہ مسجد کا اور رضاً میں بھی باعتبار وجود تقدم و تاخیر ہے کہ رضاً کو وجود میں تقدم حاصل ہے اور ہمزہ کو تاخر تکلفی ہونے
 پر بھی تو ہمزہ کیا تھا نظر بر ان مناسب تھا کہ ذکر میں رضاً کو مقدم اور ہمزہ کو تاخر کر کے کہوں کہا جائے رضوا عندہ و مسجد والہ تاکہ ذکر اور
 وجود میں مطابقت ہو جائے کہ جو چیز وجود میں مقدم تھی وہ ذکر میں بھی مقدم ہے اور جو چیز میں مؤخر تھی وہ ذکر میں بھی مؤخر ہے جو اب جس طرح
 رضاً کو باعتبار وجود جهت تقدم حاصل ہے ای طرح ہمزہ کو بھی ایک امتیاز سے بہت تقدم حاصل ہے وہ یہ کہ ہمزہ دال ہے اور رضاً دال اور شک
 نہیں کہ دال من حیث ہو دال وجود ذی شئ دال من حیث ہو مدلول پر مقدم ہوتا ہے ای جهت تقدم کے پیش نظر ہمزہ کو ذکر
 میں مقدم کر دیا اور رضاً کو مؤخر۔

یادوں کہا جائے کہ ہمزہ ظاہر تھا کیونکہ از قبل انفعال وجود ہے اور رضاً بھی کیونکہ از قبل صفات قلب ہے انظاہر اپنے ظہور کے سبب ذی ہمزہ
 رکھتا ہے نظر بر ان ہمزہ کو ذکر میں مقدم کر دیا گیا کہ معافی قولہ تعالیٰ (ابن واسطکین) لا سکتا بسبب اور اباً مسببہ مگر اباً ہمزہ
 اسکتا پر دلالت کرتا ہے اسلئے ذکر میں مقدم کر دیا گیا یا اس لئے کہ اباً ظاہر تھا اور سکتا پر ذی ہمزہ انظاہر کو اپنے ظہور کا ہامت ذی ہمزہ شرف

بعضیوں نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ہوئے۔ مجھے کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے درخت سے فرمایا۔ بیٹ جا۔ دو تو را داپس ہوا۔ اور انہیں ریشوں پر سنا
 شائوں کے بدستور ہم گیا باعزالی نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اجازت عطا ہو کہ اس قدر سے حد درخوں ہائے مبارک کو پوسدوں حضور نے اجازت عطا
 پھر عرض کی اجازت عطا ہو کہ حضور کو سوجہ کروں۔ فرمایا لا تسجدوا احدًا ولا امرأت احدًا ان تسجدوا احدًا لا امرأت احدًا ان تسجدوا احدًا من الخلق
 لا تسجدوا احدًا من الخلق عطفًا علیہا اور امام فقیر ابو الیث کی روایت میں یہ الفاظ ہیں لا تسجدوا احدًا ولا تسجدوا احدًا من الخلق
 ولا تسجدوا احدًا من الخلق عطفًا علیہا ان تسجدوا احدًا من الخلق عطفًا علیہا ان تسجدوا احدًا من الخلق عطفًا علیہا ان تسجدوا احدًا من الخلق
 کوئی سے کسی کے لئے اسکا حکم کرنا تو حدت کو حکم فرمانا کہ حق شوبہ کی عظیم کے لئے اسے سوجہ کرے جتا کہ نہ کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حدیث ۱۵۱۱ اما احمد و ابن مکتبہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کعب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 سے آئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سوجہ کیا حضور نے فرمایا۔ معاذ بن یسار میں ملک شام کو گیا وہاں نصاریٰ کو دیکھا کہ اپنے پاؤں پر
 اور مردوں کو سوجہ کرتے ہیں تو میرا دل جا با کہم حضور کو سوجہ کریں فرمایا۔ (فلا تفعلوا فانی لو سجدت امر احد ان تسجدوا احدًا من الخلق
 امرت المرأة ان تسجدوا احدًا من الخلق) ترجمہ۔ جبہ ہرگز نہ کرو۔ میں اگر اللہ کے لئے سوجہ کا حکم بنا تو حدت کو سوجہ شوبہ کا یہ حدیث من ہے اسکی سند
 میں کوئی ضعیف راوی نہیں۔ ابن ابی حبان نے اسے صحیح میں روایت کیا اور ہندری نے اسے صالح ہونے کا اشارہ کیا

مسئوال اصول فقہ میں بیٹے ہو چکے کہ قرآن وحدیث میں شریعت سابقہ کسی حکم اگر بیان فرمایا جائے تو وہ مقتضائے شراباداری عزائم
 (فبذلک اهدانا للذی انزلنا علیک الذکر) شریعت محمد کا حکم قرار دیا جاتا ہے اور ہم اس کے ساتھ مکلف ہوتے ہیں۔ بشرطیکہ قرآن وحدیث میں اس پر انکار نہ فرمایا ہو
 حد نہ منسوخ فرمایا جائے۔ انکا اس حکم کے لئے ناجز ہوتا ہے اسلئے وہ کام اگر قرآن میں بیان کیا گیا ہے تو انکار کا بھی قرآن میں ہونا ضروری ہے
 حدیث غیر متواتر میں ہونا کافی نہیں کیونکہ قرآن قطعی ہے اور حدیث غیر متواتر قطعی اور قطعی کا ناسخ قطعی ہوتا ہے قطعی نہیں ہو سکتا۔ نظریوں میں مذکورہ بالا احادیث
 سے سوجہ تحت کی حرمت ثابت ہو سکتی گی کہ سب کی سب خیر آحان ہونیکے باعث قطعی ہیں۔ اور غیر اللہ کے لئے سوجہ تحت کا جو قرآن کریم
 سے ثابت ہو کہ قطعی ہے حضور ﷺ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام وغیرہ حضرات کے سوجہ تحت کو اپنی طوبیہ بیان فرمایا
 ہے اور فرمایا عقی بن العباسی ذکرہ وکذا شیخنا ابوترجمہ اور یوسف نے اپنے ماں باپ کو تحت پر بیٹھا یاد دہ دونوں میں سب سب یوں
 اس کے لئے سوجہ سے اسے شریعت یعقوب میں اگر سوجہ تحت غیر اللہ کے لئے ناجائز ہوتا تو یعقوب علیہ السلام ہرگز نہ کرتے کیونکہ انبیاء کے کام سب ناجائز
 کام صادر نہیں ہوتا تو ثابت ہوا کہ ان کی شریعت میں جائز تھا قرآن کریم نے جو اس پر انکار نہیں فرمایا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ہماری شریعت میں اسکا جواز
 برقرار کھا گیا ہے۔ مسنون نہیں ہوا جو اب آیت مذکورہ اتنا ثابت کہ شریعت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سوجہ تحت کی ممانعت نہ تھی۔
 کہ انبیاء کے کام طہیم الصلوٰۃ والسلام فعل ممنون نہیں کرتے۔ صحتاً لغت جنوادوں طرح ہوتا ہے یا تو اسکی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو۔
 یہ ایجاحت شیعہ ہوگی کہ حکم شرعی ہے یا اسکی شریعت میں اسکا ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب مکہ مکرمہ میں منع نہ فرماتے مباح ہے یا بااحت اصلیا
 ہوگی کہ حکم شرعی نہیں بلکہ حکم ہے اور جب دونوں صورتیں فعل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعت یعقوب میں اسکی نسبت کوئی حکم تھا حتیٰ کہ سوجہ تحت
 جواز کہ شریعت سابقہ قرار دیکر اس کیلئے ناسخ قطعی تلاش کیا جائے۔ مسوال علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ سابق شریعتوں میں غیر اللہ کے لئے سوجہ
 تحت جائز تھا پھر مسنون ہو گیا ظاہر ہے کہ حکم شرعی کے دفع کو نسخ کہتے ہیں یا باحت اصلیا کے دفع کو نسخ نہیں کیا جاتا۔ کما ہو موضح فی
 الاصول۔ اور ثبوت میں قصہ یوسف علیہ السلام کو پیش فرماتے ہیں تو ثابت ہوا کہ شریعت یعقوب میں سوجہ تحت کا جواز حکم شرعی تھا نہ کہ باحت
 اصلیا جو کما اس جواز پر آیت مذکورہ نے دلالت کی تو قطعی ہے تو ضروری ہوا کہ اسکا ناسخ قطعی ہوا اور احادیث مذکورہ متواتر ہونیکے باعث نہیں
 ہیں وہ ناسخ ہو سکتی ہیں جو اب۔ یہ بات صحیح ہے مگر ناسخ قطعی پھر بھی ضروری نہیں کیونکہ سوجہ تحت سے پہلے مراد سوجہ معروف ہے جس کے

معنی ہے غیر اللہ کے لئے ما تھا ٹیکنا یا باں معنی سجدہ تحرت پر نہ آیت مذکورہ کی دلالت قطعی ہے اور نہ آیت (وَإِنْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدْوا
 لِذَكَرِ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْرَاهِيمَ) کی حالانکہ اسی قصہ یوسف و آدم علیہما الصلوٰۃ والسلام کو توار سجدہ تحیت کے ثبوت میں پیش کیا جاتا
 دلالت قطعی کیوں نہیں اسلئے کہ انوار کرام کا ہر وہ آیت میں بذکرہ پر اختلاف ہے۔ پھلا سجدہ کے معنی مراد میں کہہ ما تھا ٹیکنا ہیں
 یا عرف سر ہو کا یا بر تقی یعنی اول دو سو اختلاف یہ کہ آدم و یوسف علیہما السلام مسجود لہ تھے یا مسجود الیہ۔ اھتیبس
 اختلاف ترجیح میں ہے۔ لیکن علمائے سجدہ یعنی (سجدا کے) کو ترجیح دی اور بعض نے سجدہ یعنی (ما تھا ٹیکنے) کو اور ہر دو حضرات مسجود
 تھے کہ اور بعض نے مسجود ہونے کو۔ اور تحقیق نے اسی کو اختیار فرمایا یہ حال خود اختلاف نافی قطعیت ہے نہ کہ ترجیح بھی مختلف۔
 نظر میں ہر وہ آیت کی دلالت کو بلا سجدہ تحیت کے جو ازہر قطعی نہدی بلکہ ظنی ہے پس احادیث مذکورہ ناسخ نہیں کہیں گے اور اگر آیات کی دلالت
 جو ازہر قطعی تسلیم کر لی جاتی تو ہم کہتے ہیں کہ تحريم میں وارد شدہ احادیث متواتر ہیں چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محمد شاہ دہلوی مدنی
 سرور الفتوی تفسیر عن مریدی میں سجدہ تحیت متعلق فرماتے ہیں (اور امت ہائے سابقہ جائز پورچا پورچہ در حدیث یوسف و اخوان ایشان واقع
 شدہ و اثر شریعت الایر طریق ہم فیما بین مخلوقات حرام است بدلیل حدیث متواترہ کہ دریں باب وارد شدہ) اور حدیث متواتر سے قطعی کاسخ
 روایہ سے سوال ان احادیث کو متواتر کہنا درست نہیں کیونکہ حدیث متواتر کے دو دو کا مسئلہ جب یہ بحث آیا تو بعض علماء نے باں الفاظ
 مطلقاً نفی فرمادی۔ (امثلاً ان من اکل حیاناً لا یوجد) ترجمہ خبر متواتر ہو نہیں اور دلیل القدر محمدت ابن مہلح کو کافی تفسیر کے بعد
 ایک حدیث متواتر متباب ہو سکی چنانچہ فرماتے ہیں کہ من کرم من حدیث من کتاب علی متعقبات اقلیدمویہ مقعدہ من الناس اور سوا
 کہا جا سکتا ہے حضرت بحر العلوم کہنوی سرور الفتوی نے اپنی طبع جستجو کے بعد فوائض الرجوع شرح مسلم الثبوت میں پورچہ در حدیث
 کا اضافہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں کہ حدیث (وَقُلْ لِلْعَقَابِ مِنَ النَّاسِ) اور حدیث (وَالنَّاسُ كَانُوا اقْبَادًا) متواتر گناہ صدقہ اسی متواتر
 ہیں تحريم سجدہ تحیت کی احادیث ان صحیح النظر اباب علم سے محقق نہیں بلکہ متواتر ہیں تو اس مقام پر ضرور شمار کرتے یا نکلے سوا اولیاء ہوتے
 لیکن کسی نے سنا نہیں کہ آیا تو معلوم ہو کہ آیا متواتر نہیں جو جواب ان حضرات صلی گئے مطلق متواتر میں نہیں بلکہ روایا متواتر میں ہر جس کو
 لفظاً متواتر نہیں کہے ہیں ماہ تفسیر مریدی کی عبارت مذکورہ میں احادیث متواتر سے مراد روایا متواتر نہیں جتنی کہ اعتراض مذکورہ اور وہ بلکہ
 مراد ہے کہ احادیث تحريم قبول متواتر ہیں کہ تمام ائمہ نے انہیں مانا ہے اور روایا متواتر حدیث کی طرح قبول متواتر حدیث سے بھی قطعی کاسخ
 ہے جیسے حدیث (لا ھبۃ لوارث) کہ اس سے وصیت الدین و قرین کو منسوخ قرار دیا گیا جو منسوخ قرآن ہی۔ چنانچہ امام اجل بخاری
 علیہ رحمۃ الہامی کشف الاستار میں فرماتے ہیں (ھذا الحدیث فی قوۃ المتواتر ان المتواتر نوعان متواترۃ من حیث
 الرایۃ و متواترۃ من حیث ظہور العمل بہ من غیر تکرر فان ظہورہ یعنی الناس عن رایتہ وھو بھذہ المشا
 فان العمل ظہورہ مع القول من ثلثۃ الفتوی بکلا تنازع فیجوز النسخ بہ)

ت
 کونہ پورچہ
 سوا کے
 تھو پورچہ
 کدالت
 قطعی نہیں
 ۱۱

ت
 کونہ پورچہ
 کی کونہ
 سوا کے
 متواتر
 محمد

ت
 کونہ پورچہ
 سوا کے
 متواتر
 ہے

تیسرے سجدہ تحیت مذکورہ کی حرمت ہر جماع قطعی ہے۔ ہاں اولیٰ عن مریدی میں آیا کہ (ارجح قطعی است بر تحريم سجدہ) اجماع اگر غیاب
 نہیں ہوا لیکن دلیل نسخ نصیحتہ کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (یجتمع امری علی الصلۃ)
 کشف الاستار میں ہے (الاجماع لا ینعقد البتہ بخلاف الکتاب السنۃ فلا یتصور ان ینکون ناسخاً لہما ولو
 وجہ الاجماع بخلافہما کان ذلك بناء علی نفس تاخر ثبت عندہم انہ ناسخ للکتاب السنۃ مسلم الثبوت اور کسی
 شرح فوائض الرجوع میں ہے (الاجماع دلیل علی النسخ کعمل الصحابی بخلاف النص المفسر میں معلوم ہوا کہ
 سجدہ تحیت کا حجاز کسی نص قطعی سے منسوخ ہو چکا ہے۔

قرآن کریم سے سجدہ تحیت کی تحریم

حدیث النبی

قال رسولنا محمد وآياتنا من بعد ان انتم مسلمون ترجمہ کیا جاتا ہے کہ تم سجدہ تحیت کا حکم دینگے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو۔ امام محمد بن محمد حافظ الدین قدس سرہ و جہیز میں فرماتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ - مخاطباً بالحقاقۃ فیقول اللہ تعالیٰ ایماہم کہ بعد از انتم مسلمون تم پر نازل ہوئی ہے اس آیت اور نواقی السجود لہ فیقول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یخفی عن الاستیمان لسجود التیمم بدلالة بعد ان انتم مسلمون ومع اعتقاد جنوز العبادۃ لا یکون مسلماً تکلیف یطلق علیہ طمئیناً بعد ان انتم مسلمون ترجمہ اس کے بعد نازل ہوئی ہے اس آیت اور نواقی السجود لہ فیقول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یخفی عن الاستیمان کہ تم مسلمان ہو۔ یہ آیت اس وقت آئی جب صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے کی اجازت چاہی اور ظاہر ہے کہ انہوں نے سجدہ تحیت کی درخواست کی تھی اس دلیل سے کہ فرمایا ہے بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو اور سجدہ عبادت چاہتے تھے کہ مسلمان نہیں بننا تو یہ کیوں فرمایا جاتا ہے کہ تم مسلمان ہو۔ اقول یعنی اس کی دلیل اس سے ہے کہ آیت میں کہتے ہیں کہ تم سجدہ کرنے کی اجازت چاہی نہیں ہوتا اور اس میں درخواست نہیں کرنے والوں کو مسلمان قرار دیا جا رہا ہے پس معلوم ہوا کہ آیت میں کفر سے مراد کفر حقیقی نہیں۔ تو لامحالہ حنفیوں کا کہنا ہے کہ یہ آیت میں شائع ہے خصوصاً سجدہ تحیت کی نسبت درجہ پرستش غیر کیا تھا شاربہ اسکی صورت یعنی بنا صورت کو نظر ادنی تقاضا ہے تو کفر صوری ضرور ہے ایسا واسطے نصاباً احتساب میں فرمایا ان حدیث الکفر صوری ہے ترجمہ سجدہ صورت کفر ہے اور اسی فی استنباط التنزیل میں آیت کے تحت فرمایا رفقہم لیسوا السجود (غیر اللہ تعالیٰ) ترجمہ اس آیت کریمہ نے فرمایا کہ سجدہ تحیت کا سجدہ حرام فرمایا پس قرآن کریم نے ثابت فرمایا کہ سجدہ تحیت ایسا سخت حرام کہ شاربہ کفر ہے صحابہ کرام نے حضور کو سجدہ تحیت کی اجازت چاہی اور فرمایا ہے کہ تم سجدہ کرنے کا حکم دینا معلوم ہوا کہ سجدہ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا جب خود حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا کردار

سوال جب یہ آیت سجدہ تحیت کی تحریم پر دلالت کرتی ہے تو سجدہ تحیت کے جواز پر دلالت کرنے والی ہر وہ آیات و روایات کا ناسخ کی فرمادینا چاہئے تاکہ قطعی کا ناسخ قطعی ہو جائے۔ قبولاً متواتراً حدیث کوناسخ قرار دینے یا اجماع مذکور سے نفس ناسخ پر استدلال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ جواب آیت ہذا کا ناسخ اسلئے قرار نہیں دیا جاسکتا کہ سجدہ تحیت کی تحریم پر اسکی دلالت قطعی ہے قطعی نہیں۔ اور ہم اسوقت یہ تسلیم کرتے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں کہ ہر وہ آیات کی دلالت سجدہ تحیت کے جواز پر قطعی ہے اور قطعی دلالت کا ناسخ نیز قطعی دلالت کا ناسخ کے نہیں ہو سکتا۔ باقی رہی یہ آیت کہ آیت ہذا کی دلالت تحریم پر قطعی کس لئے ہوئی تو اسکی تفصیل یہ ہے کہ آیت ہذا کی شان نزول میں دو قول قوی ہیں۔ اول یہ کہ بحران کے نصاب میں ہے علی صلواتہ والسلام نے حکم دیا ہے کہ تم ان کو فرمائیں اور یہ آیت نازل ہوئی اور یہاں کہ ان بشیوان یوتیہ اللہ العتبات الخکمر والنبیوت لہ فیقول للناس کو فواعبدا علی من دون اللہ ولکن کونوا ربانیا نبین بعد انکم تعلمون انکم انتم تدرسون ولا یامرکم ان انتم مسلمون اور اباً ایماہم کہ بعد از انتم مسلمون ترجمہ کسی آدمی کو یہ حق نہیں کہ تم اسے کتاب و حکم وغیرہ سے بھر دو لوگوں سے کہہ کر اللہ کو سجدہ کرنے سے بندہ ہو جاؤ۔ چنانچہ کہہ کر اللہ والے ہو جاؤ۔ اس سبب سے کہ تم کتب سچا سچے ہو اور اس سبب سے کہ تم اسے بھر دو اور نہ تمہیں حکم دیا کہ کفر قبول و زمینوں کو خدا نظر ہو گیا کہ تمہیں کفر کا حکم دیا۔ بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوئے۔ دوم یہ کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کرنے کی درخواست پیش کی اور یہ آیت نازل ہوئی کہ اسبق جلالہم میں ہے (نزل لہما قال لفقاری بخان بن عیسیٰ امرھما ان یخزواہ مریداً لہما لیتعیر المسلمین

حدیث النبی

حدیث النبی

حدیث النبی

البحر والبر والبحر علیہ وسلم قول اول آیت میں بحران کے نهاری کا طبع کے لئے تو (بعد از انتم مسلمون) میں بحران
 اختیار کیا گیا کیونکہ نهاری بحران صلاحتہ اور معنی یہ لینے ہوں گے آیا امر لیا کہ اولین بالکفر بعد ان کا تو مسلمین ہر جہر کیا
 صبی ہوا ہے لگے باپ داداؤں کو جو اس کے زمانے میں بنی حق پر تھے کفر کا حکم کرتے بعد اسکے کہ وہ ایمان لائے تھے اس تقدیر پر (ایا امر کفر بالکفر)
 میں لفظ کفر اپنے معنی حقیقی پر ہے گا جو اس مقام پر بغیر سابق ایوارہ ملا کر خود ماننا ہیں اور بقول دوم لفظ کفر میں اول کی امتیاز
 ہوگی کیونکہ کفر تو سب سے اور مسلمانوں نے اسکی اجازت نہیں چاہی تھی اول اس لئے کہ یہ جاہ سے تصور تھا و زاد اول سے تو صیحا آداب عالم
 آشکارا فرمایا تھا یعنی مخالف ہر شخص جانتا اور دیکھ کر میں چڑھا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور شرک کے برابر کسی شے کو دشمن نہیں رکھتے۔
 تو کسی صحابی سے عبادت نبی کی درخواست اور وہ بھی خود نبی سے کیونکہ تصور بھی خصوصاً یہ ہے کہ درخواست کرنا تو ان کو نئے جاہل صحابہ معاذ بن جبل
 قیس بن سعد سلمان فارسی جن کی کھدایاں اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثانیاً اس لئے کہ حضور قدس صل اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جواب میں ہی فرمایا کہ ایسا
 نہ کرو اگر وہ خواست سب سے عبادت کیلئے ہوتی تو اس پر کتنا فرق پڑتا بلکہ یہ فرماتے کہ تم عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے کافر ہو گئے پہلاری عورتیں نکاح سے نکل
 گئیں تو یہ کہ وہ بارہ اسلام لائے کیونکہ عبادت غیر اللہ کی درخواست کرنا کفر ہے اور کفر کبھی آدمی اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اور یہ بیان نکاح سے
 نکل جاتی ہیں اور جب نہیں فرمایا تو مسلم ہو اگر درخواست سب سے عبادت کے لئے نہ تھی۔ ثالثاً اس لئے کہ اگر وہ خواست سب سے عبادت کیلئے ہوتی تو درخواست
 کنندگان کو درخواست کر کے یا جو مسلمان قرار دیا اور دست ہوتا کہ وہ تو کچھ عبادت غیر اللہ کی درخواست کر کے اسلام سے خارج ہو گئے جلا کر کوئی آقا
 اسی آیت میں بایں خطاب (بعد از انتم مسلمون) ان کو مسلمان بنا رہا ہے جب ثابت ہوا کہ سب سے عبادت کی درخواست نہ تھی جو کفر نہ بلکہ عبادت
 کی درخواست کی تھی جو کفر نہیں تو کلام حال لفظ کفر میں تلویح کیا ہو گئے۔ کہ کفر سے کفر صوری مراد ہے اور شک نہیں کہ کفر نہ تھی کفر صوری ہے۔
 کما سبق تو اس تاویل کے بعد آیت سے سب سے عبادت کی تکریم مفہم ہوگی نظر زان آیت کی دلالت اس تکریم نلی ہوئی نہ تھی اس واسطے تاخیر فرما نہیں گیا
سوال۔ اس آیت کی دلالت تکریم پر اگر تعلق تسلیم کر لی جائے تب بھی ان دونوں آیات کے لئے تاخیر نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ دونوں ذیل خبر میں اور خبر
 منسوخ ہوتی نہیں اسی طرح مذکورہ بالا عادت متواترہ کو تاخیر فرمادینا درست نہیں جو اب تک خبر منسوخ نہیں ہوئی کیونکہ واقعہ امر کا
 غیر واقع ہونا ممکن نہیں مگر وہ آیت ہے کہ وہ آیات مذکورہ عبادت کی تکریم کے جواز کو مستفسر نہیں احادیث متواترہ مذکورہ لئے جس جواز کو منسوخ کر دیا۔ اسی طرح
 آیت مذکورہ اگر تکریم تعلق الدلالة ہوتی تو اس سے بھی وہ خبر منسوخ ہوجاتا جو کفر آیت تکریم پر تعلق الدلالة نہیں نظر بران اسکو تاخیر نہیں دیا
 گیا۔ والنقصیل یہ کلام مرید علیہ فی الرسالۃ السنیۃ المستمراۃ بالزیلۃ الرکیبۃ فی تحریفیم بحجور التبیۃ معجد والمأذیۃ
 الحاضرۃ اما مراحل السنۃ مولانا شاہ احمد رضا خان قدس سرہ قدس اللہ تعالیٰ علیہ الصواب الیہ للارجح والماکب
فکان ذلک آخر شان ہر قل (رواۃ حدیث لفظ آخر) کو خبر (کل) قرار دیکر منسوب آیت کیا ہے کما فی
 ارشاد الساری وغیرہا البیگانہ پر یہ شبہ اور ہوتا ہے کہ لفظ آخر کو تعریف ملی کامر تہ حال ہے کیونکہ یہ لفظ شان کی طرف مضامین اور وہ لفظ
 (ہر قل) کی طرف جو کلم ہے اور مضامین کو تعریف کا وہی مرتبہ حاصل ہوتا ہے مضامین کا جو پس لفظ (شان) کو تعریف ملی حاصل ہوتی تو لفظ آخر کو بھی
 تعریف ملی کامر تہ حاصل ہوا اور تعریف ملی کامر تہ تعریف اشارہ سے اعلیٰ ہے نظریں لفظ آخر کو تعریف میں لفظ اول سے اعلیٰ ہے اور ہر قدر
 ہے کہ اعراب کا اسم قرار دیا جائے کما ہر قدر مفصلاً فی ^{۱۸۸۸} نظیر فقہ کا فی ترجمہ ثروتی کو محتمل ہے اگر ذلک کا مشا والیہ ہر قل اول
 والی قلت مقالہ آفا اختبر بھاشد نکو علی ذلک بقدمائیت) قرار دیا جائے۔ اور (شان) یعنی فرمان) ہو تو معنی یہ ہو گئے کہ قول مذکور
 اس مجلس میں ہر قل کی آخری بات تھی کہ اسکے بعد اور کچھ نہیں کہا مجلس برفاست ہوئی اور پہلی بات اس مجلس میں یہ کہی تھی (یا معشر الریحل کھ
 فی الفلاح والرشاد ان بیئتہ ملککم فیتا بعوا العذ الیئ) اور اگر ذلک کا مشا والیہ (اختیار ملک برایان) قرار دیا جائے

تھا کہ تصویر حضرت مسیح کے بدن دکھانے پر تم خواہ غواہ کہد کہ یہ ہمارے نبی کی تصویر ہے۔ اس لئے میں نے ترتیب قیام کی کہ اسے پیش کیا اگر کسی نے یہ نہیں
 میں تو ضرور پہچان لوگ پختہ بخدا تعالیٰ ایسا ہی ہوا۔ اور یہی دیکھ کر اس حیران نصیب کے دل میں درد اٹھا کہ تو اس جانتے ہے۔ اٹھا بیٹھا۔
 دم نہ خورہا۔ کَلَلْتُمْ نُورًا وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

یہاں تک دونوں حدیثیں متفق تھیں۔ ترجمہ۔ مختصر حدیث صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تھا جو لفظ حدیث ہشتادہ رخصی اللہ تعالیٰ
 عنہما سے بیٹھے خطوط ہمالی میں تھے۔ اہب حدیث ہشتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وازید ہے کہ اس میں پانچ انبیاء لوط واسحق و یعقوب
 واسمعیل و یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر شریف مذکور ہے۔ لہذا اس سے اخذ کرتے ہیں۔ اور جو مضمون حدیث عبد اللہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں مذکور ہے اسے خطوط ہمالی میں رکھا ہے۔

فرماتے ہیں پھر اس نے ایک اور قافہ کھولا۔ جو سیاہ پر ایک تصویر گندمی رنگ سا ولی مرد مرنخول موخت گھونگر والے بال آنکھیں
 جانب باطن مائل تیز نظر ترش رو۔ دانت باہم چڑھے۔ ہونٹ سٹٹا۔ جیسے کوئی حالت غضب میں ہو۔ ہم سے کہا۔ انہیں پہچانتے ہو۔ یہ
 موسیٰ ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پہلو میں ایک اور تصویر تھی صورت ان سے لٹی مگر سر میں خوبیل پڑا ہوا۔ پیشانی کشادہ چپٹا ہوا
 لٹی۔ مائل (سر مبارک مدد گول) کہا انہیں جانتے ہو۔ یہ ہارون ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر اور قافہ کھلا تیز سفید پر ایک تصویر نکالی۔ مرد
 گندم گل کسے بال میدھے۔ قریباً نہ چہرے سے آثار غضب نمایاں کہا۔ یہ لوط ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر اور قافے سے حریر سفید پر ایک تصویر
 نکالی۔ گورا رنگ حسین سُرخی شگفتگی ناک و بچی۔ رخسارے بلکے چہرہ خوبصورت کہا۔ یہ اسمٰعیل ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر حریر سفید پر ایک تصویر
 نکالی جو اسخ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ تھی مگر تپ زریں پر ایک تل تھا۔ کہا۔ یہ یعقوب ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر حریر سیاہ پر ایک تصویر
 نکالی۔ رنگ گورا چہرہ حسین۔ ناک بلند قاسم خوبصورت چہرے پر نور و رخشاں اور مسین نازخ شوع نمایاں۔ رنگ میں سُرخی کی جھلک تاباں کہا
 یہ تھا سے نبی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ آله وسلم کے چہرہ اسمٰعیل ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر حریر سفید پر ایک تصویر نکالی۔ کہ صورت آدم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام سے مشابہ تھی چہرہ گویا آفتاب تھا۔ کہا۔ یہ یوسف ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر حریر سفید پر ایک تصویر نکالی۔ شرح رنگ باریک سا قی
 آنکھیں کھلے ہوئیں جیسے کسی کو روشنی میں چوند لگے۔ پٹ اٹھرا ہوا۔ تو مائزہ ظاہر مائل کے مگر حدیث عبدا کا میں ہیں۔ حریر سیاہ پر گوری تصویر جھک
 عنصو سے نزاکت دل کشی تھی ساق و سرین خوب گول، کہا۔ یہ داؤد ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر حریر سفید پر ایک تصویر نکالی۔ قریب سرین پاؤں میں
 طول۔ گھونٹے پر سہارا جسکے ہر اون پر لگے تھے۔ گردن دلی ہوئی پشت کوناہ گورا رنگ کہا۔ یہ سلیمان ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ پر وہ گھوڑا جس
 پر جانب تہیں بولا ہے کہ انہیں کھائے تھے ہے پھر حریر سیاہ پر ایک تصویر نکالی مرد جوان۔ رخسار نہایت سیاہ رکتہ بال کثیر۔ چہرہ خوبصورت
 آنکھیں حسین اعضا متناسب کہا۔ یہ عیسیٰ ابن مریم ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھے کہا۔ یہ تصویر یہی تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔

پھر تعین ہے کہ یہ منور تھی تصاویر میں کیونکہ کہنے لگے۔ تم کہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر مطابق باقی۔ بقیل نے کہا کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 اپنے رب فرشتے سے عرض کی تھی کہ میری اولاد کا انبیاء بھی دکھائے جن سمانہ و تعالیٰ نے اپنے تصاویر میں انہیں جو مغرب شمس کے قریب خزان آدم
 علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھیں۔ ذوالقرنین سے وہاں سے نکال کر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا انہوں نے پارچے ہائے حریر پر انہیں
 جو بعض ہادی چلی آئی ہیں۔ مسن لوزہ قلم تم مجھے اندوختی کا شایانہ انصوتی تسلطت کو اور کرتا اور مرتے دم تک تم میں کسی ایسے کا بند
 بنا جو غلاموں کیسا تھا نہایت سخت برتاؤ رکھتا مگر اگر دل نہیں آتا پھر میں مدد جانتے دیکر نصحت کیا اور وہاں سے ساتھ آدمی کو کہہ کر حدیث اسلام
 تک پہنچا دیا جیسے اگر صریح رضی اللہ تعالیٰ عنہما حال عرض کیا۔ صلہ یق رہنے اور فرمایا سکین۔ اگر اللہ اُسکا بھلا چاہتا تو وہ ایسا ہی کرتا عیسیٰ
 سلطنت ترک کر کے ان قبول کر لیتا میں سوال نہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فری کر دیا یہودی اپنے یہاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت پاتے ہیں۔

بشرح صحیح البخاری
 حدیث ہشتادہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما
 وازید ہے کہ اس میں
 پانچ انبیاء لوط واسحق
 و یعقوب واسمعیل و یوسف
 علیہم الصلوٰۃ والسلام
 کا ذکر شریف مذکور ہے
 لہذا اس سے اخذ کرتے ہیں
 اور جو مضمون حدیث عبد اللہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں
 مذکور ہے اسے خطوط ہمالی
 میں رکھا ہے۔

اقول نیزیں طویل مدت طویل پیمند اللہ عزوجل صحیح ہے۔ امام حافظ عبدالرحمن ابن کثیر جو امام فخر امام غزالی سے فرمایا۔ خذ احدیث
 جید الاسناد ورجاله ثقافت مسائل اس حدیث پر نقل سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قائم النبیین
 یعنی آخری نبی ہیں کیونکہ آپ کا خاتمہ تصور سنیوں کے خیرین عقابیکہ نقل کے قول دیکھا اما انہ کان آخر البیوت الخ سے روشن ہوا صحیح بخاری
 مسلم علیہ کی تصریح بھی باہر لفظ دار ذکر جو بعد لفظ اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بخار شاد فرمایا لانه سیکون فی امتی کذلک البیوت ثلثون کلامہم
 انہ نبی وانا خاتم النبیین لانی بعدی) ولفظ البخاری لکننا (وجالون کذلک البیوت قرینا من ثلثین تبرجہم قرینا من مست میں حضرت
 میں لہ حال کذاب بھیگے ہر ایک دعا کر کے کہہ کرے ہی ہر حال میں خاتم النبیین ہیں میرے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ خود قرآن کریم فرماتا ہے۔
 وما کان محمد الا بالحد من رجال کذرو لکن رسول اللہ وخاتم النبیین کان اللہ بکل شیء علیما ابراہیم محمد تہا سے مردوں میں
 کسی کے پاپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے ان خصوص سے امتیازات ہوتے ہیں کہ آپ کے بعد دوسرا خاتم النبیین
 ہوگا اور نہ امت طلب ہے کہ آپ کے بعد دوسرا خاتم النبیین مکن ہی نہیں آیا انفاذ دیگر وراثت ملاتے امر ہے کہ آپ کا مثل مکن ہی نہیں اور
 جو شخص مکن ملے اس کا شرعی حکم کیا ہے جو اب تمہارا اسلام کا وہ عظیم الشان عقیدہ ہے چیلر مکن کی صحت ہو تو وہ ہو مگر نہ سب اسلام کی
 جان کہا جائے تو یہاں ہرگز دشمن اسلام عبد اللہ ابن سبا کیھوی کے دشمن نے جو نبیوں کو صفحہ ۱۹۶ پر لکھے ہیں اس عقیدہ کو نہیں لگانے
 کے لئے مختلف تدبیر اختیار کیں۔ چنانچہ بعض درویشان اسلام کو جمع دین میں پچاس کران سے امکان کی بحث تھرا وہی نہیں یعنی آپ علم ہی انتر لگائے
 نظریہ ان ضروری ہوا اس مسئلہ کو فقہاء سے تحریر کر دیا جائے مگر ان نظریں خصوصاً طلب علم دین اہل باطل کے دام فریب سے محفوظ رہیں۔
 تحقیق اہل سنت وجماعت کی روشنی میں سرور دنیا محبوب خدا جانا ہند جیسی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مثل مستنع بالذات ہے
 اسکی تفصیل سے بشیر دیا توں کا بیان ضروری ہے اقل مستنع بالذات کی تعریف کما سے فہم جو اب میں سہولت ہوگی اور وہ صہ کہ مستنع بالذات
 تحت قدرت نہیں ہوتا اس سے مخالفین کا دام فریب تار تار ہوجائے گا۔

مستنع بالذات وہ مفہوم ہے جس مصداق کا وجود عقلاً جائز ہو جیسا اجتماع النقیضین اور ان تقاضا النقیضین
 کرانیں سے ہر ایک کے مصداق کا وجود محقق حاصل جائے نہیں مکنی۔ اولاً پس پیش ہر ایک حکم کرتی ہے کہ ان کا مصداق موجود و محقق نہیں ہو سکتا
مستنع بالغیور وہ مفہوم ہے جیسے مصداق کا محقق عقلاً درست ہو مگر کسی امر خارجی کے پیش نظر درست نہ ہو جیسے ہر مذہب فلسفہ عقل
 اول کا عدم مستنع بالغیر ہے عقل اسکا محقق جائز مکن ہے مگر جب یہ عقلاً اول علت نامہ واجب الوجود کی معلول ہے تو جائز نہیں یعنی چونکہ
 جائزہ ہے جو کسی عقل کو مستلزم نہ ہوا اور یہ حال کو مستلزم وجود واجب الوجود ہے اسلئے کہ معلول کا علت نامہ کے عدم کو مستلزم ہوتے ہیں عظیم
 ہوا کہ عدم عقل اول میں مستلزم فی نفس نہیں بلکہ علت نامہ واجب الوجود کی معلولیت کی بنا پر آیا اس لئے مستنع بالغیر ہے۔ اور ہر مذہب ہر سنت اور
 والہو ایک ایمان مستنع بالغیر تھا اور وہ غیر انما الہی ہے جسکے متعلق عدم ہونیسا امتناع آیا اور نہ فی نفس میں جو اسواسطہ یہ دونوں کے ساتھ مطقت تھے۔
 وہ مستنع بالذات کی تعریف قطع نہیں کی کما حقہ عقلاً فی الاصول۔ آج کل ظاہر بلکہ اساتذہ کی زبانوں پر مستنع بالذات کی تعریف اربع
 جہی ہے کہ جس چیز کی ذات امتناع کو مقتضی ہو اسکو مستنع بالذات کہتے ہیں۔ یہ تعریف غلط ہے کیونکہ اسکی ذات متحقق ہی کہاں ہے جن کو امتناع کو مقتضی ہو۔
 فامعن النظر ولا تکن من الموسوعین۔

مستنع بالذات یا انفاذ دیگر بحال بالذات زیر قدرت نہیں اور ان کے مقدر تو نہیں قادر مطلق جل تجود کا محض لازم نہیں بلکہ بعض
 فریب یا کرتے ہیں بلکہ محالات کا دائرہ قدرت خارج رہنا میں کمال ہے۔ اگر کالات کو مقدر مانا جائے تو وہ ذر ذر عرا منہ کے وجود ذاتی سے ہر دو صورتیں
 جسکے تجویز یہ بات آگلی کہ قادر مطلق ہر اسم عالم کا خالق نہیں کیونکہ جب ہر نامی منتفی ہوا تو قادر مطلق ہر اسم ہر نامی مستنع مکن کی مثال آنا

بشیر صحیح البخاری

بشیر صحیح البخاری

اقول یہ غیر طویل حدیث طویل بخمد اللہ حدیث صحیح ہے۔ امام حافظ عبداللہ ابن کثیر پھر امام فخر اعجاز سیوطی نے فرمایا۔ ہذا حدیث
 حیدر الاسناد ودرجہ الیقین اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضور پر صلوات اللہ تعالیٰ علیہ آکر وہ طہر فخر النبیین
 یعنی آخری نبی ہیں کیونکہ آپ کا خاتمہ تصور یہ سبب نہیں کہ آخر میں نبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مذکور امانتہ کان آخر البیوت الخ سے روشن ہو کہ صبح بخمدی
 مسلم پر اس کی تصریح بھی باہر لفظ دار ذکر محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فخر شاد فرمایا انا نہ سیکون فی امتی کذبون تلتون کلہم یزعم
 انہ نبی وانا خاتم النبیین لانی بعدی ولفظ البخاری لکننا (وہ جالون کذبون قرأوا من تلتون) ترجمہ عقیدت پر اس میں تقریباً
 تیس مجال کذاب نکلیں گے ہر ایک دعا کرے گا کہ وہ نبی ہر حال اکثر میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ خود قرآن کریم فرماتا ہے۔
 وما کان محمد الا الحد من رجا لکونہ وکن رسول اللہ وخاتم النبیین کان اللہ بکل شیء علیما خزیر محمد نہایت مردوں میں

کسی کے ہاتھ میں ہاں نہ کہ رسول پر اور سب نبیوں میں بھیجا اور اللہ سب کے جاننے ہاں نفوس سے امتیازات ہونا ہے کہ آپ کے بعد ورا خاتم النبیین
 ہوگا اور یہ امتیازات طلب مر ہے کہ آپ کے بعد ورا خاتم النبیین من ہوا نہیں یا با لفظ دار ذکر دریافت طلبت امر ہے کہ آپ کا مثل ممکن ہوا نہیں اور
 ہر شخص ممکن طے اس کا شرعی حکم کیا ہے جو آپ ختم نبوت اسلام کا وہ عظیم انسان عقیدہ ہے جبہ بیان کی صحت ووقوف ہو بلکہ سب سلام کی
 جان کہا جائے تو بیجا ہوگا۔ دشمن اسلام عبد اللہ ابن سبا بھڑوی کے دشمن نے جس کو لکھ کر صفحہ ۱۹۶ پر لکھے ہیں اس عقیدہ کو ٹھیس لگانے
 کے لئے مختلف تفسیر فقہیہ کیں۔ چنانچہ بعض مراحا اسلام کو طبع نہیں پچھان کر ان سے امکان کی بحث شروع فرمادی ہے لیکن باہر علم بھی نہیں لکھانے
 نظر میں خود ہی ہوا اس سلسلہ کے لئے سے تکرر کر دیا جائے تاکہ جملہ ناظرین خصوصاً طلبہ علم دین اہل بھل کے دام فریب سے محفوظ رہیں۔
 تحقیق اہل سنت وجماعت کی روشنی میں سرور دنیا محبوب خدا جبار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مثل مستحبات الذات ہے
 اسکی تفصیل سے پیشتر وہ باتوں کا بیان ضروری ہے۔ اول مستحبات الذات کی تعریف کہ اس سے فہم جو اب میں سہولت ہوگی اور وہ صہم کہ مستحبات
 تحت قدرت نہیں ہوتا۔ اس سے مخالفین کا دام فریب تار مار ہو جائے گا۔

مستحبات الذات وہ مفہوم ہے جس میں مصداق کا وجود عقلی جائز ہو جیسا اجتماع النقیضین اور اس تقاضا النقیضین
 کرانہیں سے ہر ایک کے مصداق کا وجود تحقق حاصل جائز نہیں رہتی۔ اور باہر میں پیش ہوا ہے حکم کرتی ہے کہ ان کا مصداق موجود و تحقق نہیں ہو سکتا
مستحبات الغیور وہ مفہوم ہے جس کے مصداق کا تحقق عقلاً درست ہو مگر کسی امر خارجی کے پیش نظر درست نہ ہو جیسا ہر مذہب فلاسف عقل
 اول کا عدم کہ مستحبات الغیور سے عقل اس کا تحقق جائز رہتی ہے مگر جب حقائق کے عقل اول حلت نامر واجب الوجود کی معلول ہے تو جائز نہیں ہو سکتی کیونکہ
 جائز وہ ہے جو کسی حال کو مستلزم نہ ہوا ہے حال کو مستلزم جو عدم واجب الوجود ہے اسلئے کہ معلول کا علت نامر کے عدم کو مستلزم ہوتی ہے ہر معلوم
 ہو کہ عدم عقل اول میں مستقل فی نفس نہیں۔ بلکہ علت نامر واجب الوجود کی معلولیت کی بنا پر آیا اس لئے مستحبات الغیور ہے۔ اور ہر مذہب اہل سنت وجماعت
 والو لوہب کا بیان مستحبات الغیور تھا اور وہ غیر اخبار الہی ہے جس کے مستحق عدم ہو جیسا امتناع آیا اور فی نفس میں ہوا اس واسطے یہ دونوں کے ساتھ مختلف تھے۔
 دوسرے مستحبات الذات کی تشریح واقع نہیں رہتی کما تھا مقرر فی الاصول۔ آج کل طلبہ بلکہ اساتذہ کی زبانوں پر مستحبات الذات کی تعریف باطل
 جاری ہے کہ ہر چیز کی ذات مستقل کو مستحق ہوا اسکو مستحبات الذات کہتے ہیں۔ یہ تعریف غلط ہے کیونکہ اسکی ذات مستحق ہی کہاں ہے جن کو امتناع کو مستحق ہے۔
 فامعن النظر ولا تکن من المسوعین۔

مستحبات الذات یا بالفاظ دیگر مجال بالذات زیر قدرت نہیں اور نہ مقدر ہونی ہے قادر مطلق جل جلالہ عاجز نہیں بلکہ جس کے نفس
 فریب یا کرتے ہیں بلکہ محالیت کا دائرہ قدرت قاصر رہنا میں کمال ہے۔ اگر کالات کو مقدر مانا جائے تو وہ ذرات عجز اسم کے وجود ذاتی سے باہر ہونے پر
 جسکے تجویس یہ بات آئیگی کہ قادر مطلق عز اسمہ عالم کائنات نہیں کیونکہ جبہ ذاتی منتفی ہوا تو قادر مطلق عز اسمہ ہوا تو ممکن ہو گا یا مستحبات الذات کی ذات

بشیر صحیح البخاری

ذکر نہیں تو متنع سے بجا اول کہا دین فی الاصول فی دلیل سے کہ حال اگر مقدر ہو تو وہ حال سے غالی نہیں تو ہر حال مقدر ہو گا یا جس
 کلمات مقدر ہو گئے اللہ نہیں ہو گئے۔ دوسری صورت تہجج بلا مزج یا مزج باطل اور جو باطل کو مستلزم ہو وہ باطل تو یہی ہوگی
 صیغہ باطل ہوں اور جہلی عقدا سے باطل کہ جب ہر حال مقدر ہوگا تو حالات ہر ایک حال کا متعلق ازواجہ لہذا ہذا کی قیاسی ذر تو یہی مقدر ہوگی۔
 وہ جب کسی فنا مقدر ہوئی تو وہ واجب بالذات نہ ہوگی کی فنا مقدر ہو تو وہ ممکن ہوتا ہے نہ واجب بالذات کیونکہ واجب بالذات نہ موجود ہے جسکی فنا ممکن نہ ہو۔
 پس محمد۔ خانی ثابت ہوا کہ متنع بالذات نہ ہوتے نہیں۔ سوال قرآن کریم فرماتا ہے اِنَّ اللہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے
 اور متنع بالذات بھی کیسے ہے تو سہمیر بھی قادر ہوا چہرہ کہ کس سخن درست ہے کہ متنع بالذات پر قادر نہیں جو واجب اس مقام پر آیت مذکورہ کو پیش کرنا
 باطل ہے متنع قرین ذرا غلط ہے جس سے جو لے جائے کم ذمہ نمازوں کو گمراہ کیا کرتے ہیں۔ آیت سے یہی تو ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے متنع بالذات
 تو شے نہیں ہوا تو لاشے ہے اور آیت شے قدرت کا اثبات کہ ہر شے پر نہ نکلا شے ہر شے پر نہ ہو کہ کہتے ہر اور متنع بالذات اور جو نہیں چہرہ سہرا اثبات قدرت
 کس طرح ہو گیا شیح عقائدی نسفی کے شروع میں ہے اللہ الشیخ عندنا نحو الموحون المہست کے نزدیک شے موجود کہتے ہیں۔ ان دو قولیہ ہیں
 کیسے کے بعد جواب کی تقریر ہے۔

جواب کی تقریر

اوصاف و ذمہ ہیں قسم اول وہ وصف جس کے موصوف کا تعدد عقل جائز رکھتی ہے پھر ذمہ ہے ایک جہیں شرک واقع ہے اور
 اس کے موصوف کثرت متحقق ہے جیسے بشریت، عمریت، باثمیت، نبوت، رسالت و غیرہ اوصاف جو کثیرین میں مشترک ہیں جو قسم اول اوصاف کے بعد
 سے آپ کا مثل متحقق ہے۔ دوسرا وہ وصف جس میں شرک واقع نہیں جیسے حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا پسر ہونا حضرت
 عائشہ صدیقہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہما کا شوہر ہونا، ام جملۃ النعمان ہونا، منزل علیہ القرآن ہونا، جمالی معراج ہونا وغیرہ اوصاف
 جو آپ کے ساتھ مخصوص ہیں وہ ان میں شرک واقع نہیں ہوا۔ ایسے اوصاف میں آپ کا مثل ممکن ہے کہ وہ واقع نہیں ہوا اور نہ ہر قسم ذمہ وہ
 وصف جس کے موصوف کا تعدد عقلاً جائز نہیں جیسے اول مخلوق ہونا، اول مؤمن ہونا، ہر وقتا ہر وقتا اول مشافع ہونا، اول مشفہ ہونا، جانا اللہ نہیں
 ہونا، انیس سے ہر ایک صف کا موصوف ایک ہی ہو سکتا ہے مقدر ہونا ممکن نہیں۔ کیونکہ اول مخلوق کے معنی میں وہ ذات واحد و متصف نہیں ہے جسے
 ہر ماقی ہوا اول مؤمن کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا یا ان لانے میں ہے جسے ماسوا ہر ماقی ہوا۔ اول مشافع کے معنی میں وہ ذات واحد ہر وقتا مشفہ ہونا
 کرنے میں ہے جسے ماسوا ہر ماقی ہوا۔ اول مشفہ کے معنی میں وہ ذات واحد ہر وقتا مشفہ ہونا، جانا اللہ نہیں ہے جسے ماسوا ہر ماقی ہوا۔
 النبیین کے معنی میں وہ ذات واحد ہوا تمام انبیاء سے متاخر ہو جو ممکن ہے اوصاف آپ کے لئے ثابت ہیں اور عقل کے موصوف کا تعدد جائز نہیں رکھتی اس لئے
 ان میں آپ کے مثل متنع بالذات ہے۔ ملکہ اہلسنت ایسے ہر اوصاف کا امتداد ہے آپ کے مثل کو متنع بالذات فرماتے ہیں انہوں نے اوصاف قسم اول میں
 مثل مکان کی نفی نہیں فرمائی۔ مکان سے یہ تصور لگوانا جاہل سے جاہل میں ہیں کہہ سکتا کہ تو ذرا آگاہ ہے نہ وصف بشریت میں مش کا اثبات فرما رہے۔

ذمہ کی تقریر

قل یا ایہذا نبی مثلكم) اور وصف بشریت تمام اہل سے ہے۔ اول میں مثل کی نفی سے قرآن کا انکار ہوا جائے گا جو کفر ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا
 کہ قسم دوم کے اوصاف مذکورہ میں آپ کا مثل متنع بالذات ہے تو اب ہم ان کے حکم شرعی کا تعداد بیان کرتے ہیں۔ اول وہ یہ ہے کہ اول چار اوصاف میں مثل
 کو ممکن عقلاً دیکھ لے والا گمراہ ہے۔ کیونکہ یہ چار اول اوصاف آپ کے لئے حدیث غیر متواتر سے ثابت ہیں بلکہ ان چار اول اوصاف میں مثل کو ممکن عقلاً دیکھنے سے
 حدیث غیر متواتر ظنی کا انکار لازم آئے گا اور حدیث غیر متواتر ظنی کا انکار گمراہی ہے کفر نہیں۔ اور ہر نفی وصف (خاتمہ النبیین) میں مثل کو ممکن عقلاً
 کرنے سے قرآن ظنی کا انکار لازم آئے گا اور ان ظنی کا انکار کفر ہے۔ امیر اسلے امام علامہ شہاب الدین ابن فضل اللہ نے جہنم میں تو شتی حقیقی اپنی
 کتاب (المعتدل فی المتفق) میں فرماتے ہیں اور کس کو دیکھ لے لے نبی دیکھ لے بود یا ہست یا خواہ بود کس کو دیکھ لے مکان اور کس کو دیکھ لے مکان

این است شرط حق ایمان بخاتم انبیا: محمد مصطفی صلی الله تعالی علیه وسلم ترجمه: اور جو شخص کہ کہہ کر کہے بود و سزا نبی ہوا تھا ہے یا ہوگا اور جو شخص کہے کہ کہیں چکر ہو انہیں سے ہر ایک کا فر ہے خاتم انبیاء محمد مصطفی صلی الله تعالی علیه وسلم پر ایمان دہشت ہوئی یہ شرط ہے کہ کہے بعد و سزا نبی کا مکان کی نفی کرے اور اسکو متبع بالذات لے کر کہے کہ اسکا کوئی نہیں ہے (و لکن من استولى الله و خاتم النبیین) کا انکار لازم آئیگا جو کہ ہے

اقول

قدرت قدم العلامۃ محمد بشیر الدین بن مولانا محمد اکرم الدین عثمانی القنوجی فی ہذا المسئلۃ عن طریق الصواب حیث قال فی شرحہ مسلمہ الشیخ المسعی یکتشف المہم مما فی المسئلۃ و من ہہنا ینظر بطلان قول من قال یا امتناع مثل سیدنا و نبینا محمد صلی الله علیہ وسلم عقلاً لا لاخبار الدلالة علی ان الله تعالی لا یخلق بدوہ نبیاً و ہو خاتم النبیین و جاء البطلان ان فیما بعد صلی الله علیہ وسلم ممکن مثل المہم ممکن کما اشعر بہ قولہم القادر علی الشئ فان علی مثله کما فی شرح المواقف و غیرہ من الغتہ لکلایمہ فلا بد ان یتکون مثله مہمکماً و المہمکماً کا یخرج عن الامکان لعلہ و یؤیدہ قد وقع النزاع فی ہذا فی حصون و اکتب فیہ سراسر سائل لکن جاء الحق و رزق الباطل ان الباطل کان ترہوقاً و ذلک لوجہین الاول نہ بناء علی سون الفہم انہ یقول احد من المعتقدین ان امتناع المثل عقلاً لا لاخبار الدلالة علی ان الله تعالی لا یخلق بعد نبیاً و ہو خاتم النبیین کما نفیہ حتی یتوجه علیہ ان لاخبار بعدہ الشئ لا یجعل الشئ صمتغاً عقلاً کیف ہو لا یلیق بما قبل فضلہ عن الفضلاء الذین ہم حماة الملة البیضاء بل القول بامتناع المثل عقلاً یعنی علی ان وصف الخاتمیکہ لا یحتل التعدد عقلاً کما ذکرناہ آنفاً و نعم ما قیل و کو من عائب قولاً صحیحاً و لفظ من الفہم السقیم و الثاني انک قد علمت ان المثل فی القسم الاول من الوصف ممکن فی القسم الثاني من الوصف صمتغ بالذات فان اراد بقوله و مثل المہمکماً ممکن المثل فی القسم الاول فقوله صحیح و لکن لا ینفعہ ولا یضوہا لکن فاقہم فان ائلوں بامکنہ وان اراد المثل فی القسم الثاني من الوصف فقوله باطل و لا یصح الاستشہار بکافی شرح المواقف من ان القادر علی الشئ علی مثله لان المراد بالمثل فی ہذا القول المثل فی القسم الاول من الوصف الخواص و المثل فی القسم الثاني من الوصف لزوم الاستحالة و هو انتقاد الوجوب لذلک كما فصلناہ سابقاً فیمتدین بنسخی ان یقرہ قوله تعالی جاء الحق و رزق الباطل ان الباطل کان ترہوقاً فاعلم ان لا یجوز الحق حقیق بالاختلاف کان مراد الباطل حرم بالرفض ولو کان ذمہم قد اختلفت ہذا القول امر و رد فی قلبی اخینا المسعودی و ابو محمد الیاس لا عظم حسا نہ الله القوی عن شوق غیبی و غوی فما لوعده حین قرأته مسلم النبوت عند فی حقیقہ بما قد مر

و
عن
ہ
بہر

سوال بیخی نے روایت ابو الفیاض ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے آیت (و من الارض مثلعن یتنزلا منہم) کا تفسیر صحیح اسکا کیسا ہے ثابت پیش کی ہر قول سبع الرضین کی کل رضی نبی نبیکم و آدمہ کا ذکر کہمکم و فوج کمو حکم و ابو الہیثم کا براہیمکم کی عینی کیسا کہہ اسرا ت پر دالت کرتی ہے خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ و آلہ وسلم کے بعد ان کا مثل نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے کیونکہ اس سے نبی اللہ تعالیٰ انہا اپنے زمانے میں اس کا اثبات فرمایا ہے میں پھر مثل کی نفی کس طرح درست ہو سکتی ہے جو اب یہ دامن مفید عنہ نہیں آؤگا اس نے کہ اگر ہر اسکی سند صحیح ہے جیسا کہ اس نے صحیح کی ہرگز متن میں شذوذ نہیں کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں ابو الفیاض نے فرمایا اس واسطے خود بہت ہی غر شعوب) میں ان کی ایک روایت شاذ المتن ہے اور جب شذوذ متن روایت ضعیف تھی تو قابل احتجاج ہی نہ تھی۔

و لکن من استولى الله و خاتم النبیین

علاوہ ازیں اگر کوئی مسلم کہے کہ اس نے سنی مذہب میں کسی مسئلہ پر قبیل عقاید ہے جن میں حدیث مشہورہ صحیحہ نہیں جوتی اور بارز قبیل آحاد ہے۔ ثانیاً اس کے کلام مطلقاً مسلک لفظی میں نہیں حتیٰ اگر ایک اثبات میں سکوت میں کرنا درست ہو بلکہ کلام مثل خاص کی لفظی میں ہے کہ صحیحہ صحیحہ پر روایت دلائل نہیں کرتی اور غالباً اس سے مراد وہ محدثین ہیں جنہیں انہوں نے اپنے کتب میں اس کی جانب سے طبقات زیر میں حکام پہنچانے تھے۔ ہدایت میں نیلے سابقین کا ذکر ناما ضعیف پر قریب ہو سکتا ہے۔ قاضی عسقلانی نے (صحیحہ الحاکم ایضاً لیکن ذکر السہقی فی الشعب) انہ شاذ المتنب بالمترق قال الحافظ السیوطی وهذا الکلام فی غایۃ الحسن فانہ لا یلزم من صحیحۃ الاستناد صحیحۃ المتنب الاحتمال صحیحۃ الاستناد ویكون فی المتن شذذاً وعلیہ تمتع صحیحۃ او اثبتین ضعف الحدیث اعنی ذلک عن تاویلہ لانی مثل هذا المقار لا تقبل فیہ الا حدیث الضعیفہ ویکون ان قول علی ان المراد بحدیثہ الذین کانوا ہم للثرون لجز عن انباء البشور ولا یبعد ان یسمی کل منہو یا سہل التقی الذی یبلغ عنہ واللہ اعلم بما بعد فیہ کلام لا یتبعہ هذا المقام۔

سزا والا صالح ابن کیسان بن یونس معمر عن الزہری ضعیف منہو کا صحیح حدیث ہے جو پیشتر ذکر ہوئی۔ اور اس کلام کے معنی یہ ہیں کہ حدیث ہر نقل کو زہری سے ان ہر ہر حضرت سے روایت کیا ہے چنانچہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی نے صحیح ابن کیسان کی روایت بطریق ابویہم ابن سعد کتاب الجہاد کیا ہے اور اس میں ہے صفحہ ۱۰۲ میں میری اب داؤد بن علی بن ابی اسحاق علیہ السلام را النبوة الخ بیان فرمائی ہے جو ابوسفیان کے قول (حقاً ان دخل اللہ علی لا سلاہ) پر یا میں روایت (و ان کا ان ختم ہوئی ہے) میں تصدیق ابن منظور کو نہیں۔ اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تخریج بطریق مذکور فرمائی ہے۔

اور روایت یونس معمر اور تمام ہذا نقل بطریق لیت کتاب الجہاد کیا ہے اور اس میں میری اب داؤد بن علی بن ابی اسحاق علیہ السلام را النبوة الخ بیان فرمائی ہے جو ابوسفیان کے قول (حقاً ان دخل اللہ علی لا سلاہ) پر یا میں روایت (و ان کا ان ختم ہوئی ہے) میں تصدیق ابن منظور کو نہیں۔ اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی تخریج بطریق مذکور فرمائی ہے۔

اور روایت معمر بطریق ہشام ابن یوسف اور عبدالرزاق ابن ہمام کتاب التفسیر اور ہشام بن یوسف ۵۵۲ میں زہری روایت نقل کیا اہل کتاب قالوا الی کلمۃ متواہدیننا وینکحکم) بیان فرمائی ہے مگر اس فقرہ میں نا طور کا ایک فقرہ مذکور کیا ہے پورا نہیں۔ سوال فقہ زہری کے معنی میں واقف ہیں۔ اول یہ کہ امام بخاری علیہ رحمۃ الہی نے حدیث ہر نقل کو ان ہر ہر حضرت سے بطریق اپنے شیخ ابوالیمان روایت کیا ہے اس وقت پر اسنا طہر ہوگی۔ حدیثاً ابوالیمان انہ الثلاثة عن الزہری۔ دوم یہ کہ بطریق دیگر روایت کیا ہے جو مذکور ہے۔ اسی طرح ان ہر ہر حضرت کی روایت اور زہری کے شیخ میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ وہی عبید اللہ بن جواسنا مذکور ہے تھے۔ دوم یہ کہ شیخ دیگر ہوں جبکہ دونوں احتمال میں تو شرح میں احتمال دوم۔ اقتصار کیوں کیا گیا جو اب ابوالیمان کے شیخ اللات ۳۳۵ ہے اور صالح ابن عبید اللہ ان کے ذمہ ہے۔ حدیث ۳۳۵ میں ہے کہ وہی ابو یونس کی ۱۵۹ حدیث میں وہ معمر کی ۳۳۵ حدیث میں نظر برآں ہے ابوالیمان ان ہر ہر حضرت سے سماع عقلاً ممکن ہو گا اس فن روایت میں عقلی احتمال کاغایت نہیں کرتا ثبوت سماع ضروری ہے جو امام بخاری علیہ رحمۃ الہی کی سند میں سنیات نہیں ہیں۔ سلسلے احتمال دوم پر اقتصار کیا گیا نیز یہ احتمال بھی قابل ماعت نہیں کہ ان ہر ہر حضرت کی روایت کے اندر عبید اللہ کے علاوہ زہری کے کوئی اور شیخ ہوں کیونکہ اگر وہاں ہوتا تو امام بخاری علیہ رحمۃ الہی نے فقہ زہری کو زہری (معمر زہری) پر حتم فرمائیے بلکہ ان دونوں کے شیخ کا ذکر ضروری تھا کیونکہ (عن الزہری) پر اقتصار اس بات کو قیام دہل ہے کہ ان ہر ہر حضرت کی روایت میں زہری کے بعد فقہ مدعا میں جو سند سابق میں مذکور ہو چکے اس واسطے ان کو یہاں پہنچ کر نہیں کیا گیا۔

التطبيق الصواب بين الأحاديث ترجمة الباب

قال الإمام البخاري عليه جملة البخاري باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله صلى الله عليه وآله
 أقول اعترض عليه بأن الأحاديث المذكورة تحت هذه الترجمة لا يطابقها كثير منها وقد تصدى لرد نفعه
 الأذكياء وقد وجدنا فالاسلان اقاد وامن الجواب يجرى فيما ههنا وفيما يأتي من الابواب الاخرا ف شمر الذي
 للتطبيق بين هذه الترجمة وكل حديث من هذه الاحاديث فاورد واما الاستلزام بيلا سماع ولا تميل اليه
 الطباع كما استنف عليه انشاء الله تعالى وسنم تفكرى القاتر ما يفيد هذا الخبير على الوجه الا نيق ولندكر امر الوطية و تصيد
 الاول ان الوحي في قوله (بدء الوحي) اسم كما في عمدة القاري ومعناه الكلاء الوحي لا التعريف المعهود وهو القرآن يكون
 الوحي استملا يمنع فتن بخاربه فلا تنزل فصا صحت الترجمة كيف كان ابتداء القرآن نزولاً على محمد صلى الله عليه وسلم
 ومخصوص القرآن باعتبار نزوله الاول على رسول الله صلى الله عليه وسلم وادامة النزول عمر من ان يكون
 على الاطلاق او بعد الاحتماس فالمستعمل بكيف حال القرآن بذلك الاعتبار هذا هو ترجمة الباب للمعبر عنها
 بقوله كيف كان بدء الوحي في فتن النظر والوحي ينقسم الى مستنوع وغير مستنوع وهو الحديث فخصيصا امتلوا ههنا
 بالخير كونه اعظم معجزاته صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وللمباحث عنه في علم الحديث ذاته الشريعة صلى
 الله تعالى عليه وآله وسلم لا مطلقا بل من حيث الرسالة واليه ايماء في الترجمة حيث ورد لفظ الرسول في القرآن
 اعظم الابرار صلى الله تعالى عليه وآله وسلم الثاني ان الصفة تنقسم الى قسمين صفة الشيء في نفسه وصفة
 الشيء بالنسبة الى متعلقه ومعلوم ان تصادف الشيء بصفة في الواقع يصحح ان يعتبر ايضا متعلق ذلك الشيء من
 حيث انه متعلق بصفة اخرى مثلا اذا قيل زيد لا يذنبها فيستفاد منه ان الضرب لا يذنب كون زيد بحيث
 يضره بوجه صفة لزيد كما لا يخفى على المتامل في القرآن وحى طه محل هو جبريل عليه السلام والوحي اليه هو
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فههنا ثلثة اشياء الوحي الحامل للوحي اليه لكل واحد من هذه الثلثة
 تعلق مخصوص مع الاخر فانصاف الحامل الوحي اليه بصفة صحيح بالنظر الى ما ذكرنا انفا لاعتبار انصاف هذا
 الوحي بصفة اخرى الثالث معلومان جبريل عليه السلام جاء حين ابتداء نزول القرآن مستظلا بشكل رجل
 ولذا حفظ ما نورا عليك فاعلم ان الحديث الاول هو حديث عبد الله بن يوسف ذكر فيه وصف من اوصى الحامل
 اعنى تشكله بشكل رجل هو من اوصى النبي كان متصفا بما حين ابتداء الوحي وهذه الاوصاف هي المعتبرة
 في هذا المقام ولا يخفى على ذي بصيرة لا يفهم في النظر الى الامر الثاني يؤخذ من هذا الحديث حال ابتداء الوحي اعنى حال
 القرآن بذلك الاعتبار هو كونه بحيث تشكل تاما بشكل رجل فحصل المطابق بين هذا الحديث وترجمة الباب
 اما الحديث الثاني وهو الاول من حديث يحيى بن بكير فقد ذكر فيه وصف من اوصى الوحي اليه وهو كونه في غير
 حين لا يتدفع في النظر الى الامر الثاني يستفزع من هذا الحديث حال ابتداء الوحي اعنى حال القرآن بذلك الاعتبار هو كونه
 بحيث كان الوحي اليه في غير زمان فطابق هذا الحديث ترجمة الباب اما الحديث الثالث وهو الثاني من حديث يحيى بن بكير
 فقد ذكر فيه القرآن باعتبار نزوله الاول بعد الاحتماس لزوما وذلك لان المذكور وفيه انزاله الاول بعد الاحتماس

اصول

۱۔ چونکہ در تشریح او اوقات ہلکہ مذکورہ فی الحدیث تو اس قبل اور عبارت کو ترجمہ کیا ہے مگر اسکا مدلول مرعی مطابق معنوی نہیں ہے بلکہ اسکا مدلول مرعی
 و ذرات۔ لاشکال نہایت کو مقصود ہونا چاہیے اسلئے یہ لفظ بیان کر کے اس فرض یعنی کھیلانی ہوگی غایت ترجمہ کیطریق ہونا چاہیے صرف نہیں جو ظاہر ترجمہ کی مقصود
 ہے جو اسکو بہت قریب تکلف کے بعد بھی قابل قبول تطبیق دینا مستحسن نہ ہوگا۔ دیکھ لیجئے مولف نے سرخ کتاب میں باب کیف کان مدد الوسی فی اصول
 ان یحکمہ اللہ علیہ تم فرمایا اور اسکی بعد یہ ضمیمہ ذکر فرمایا میں تو وہی کا بھی ذکر نہیں کیا۔ حدیث سے تو اکثر خلاف ہی صرف ایک حدیث میں
 میں منقول وہی ذکر ہے اسلئے بعض حضرات کو اس وقت فرمادیا جان سکتا ہے اسباب حدیث اللہ علیہ الالوہی کا یہ ہے الہی و کیف
 جعل العزیمہ باب مدد الوسی اور اکثر حضرات نے اوطاق مختلفہ فرما کر صلاقت میں فرق فرمایا ہے ترجمہ میں تفصیل موجود ہے مگر انصاف سے
 ہے کہ کوئی محقق اسرفاں تسکین کو تلف شدہ کی شان کو باطن نظر نہیں آتا جسکی وجہ سے تمام اصحاب کا یہ ترجمہ کر کے بیان ہونا نہیں ہوتا جسکی وجہ سے
 ہی اسلئے تو آئندہ کیا ہوگا کہ فیہ اس کی نگہستان میں بہار مرا۔ مگر عادت مذکورہ فی باب یہ ہے کہ اس سے اور حضرت صاحب غیر کے بعض نسخوں
 سے یہ معلوم ہوا کہ مولف کی غرض اصل مدد الوسی کا بیان کرنا نہیں بلکہ وہی کی عظمت و اسکا نظارہ و عطا سے شرم ہونا اور واجب الاتباع اور
 ضروری تسلیم ہونا تھا اسلئے یہ عبارت لکھی کہ کتاب میں غیر اور مناسبت۔ اور وہی منقول اور غیر منقول۔ و ان کو شامل ہے۔ اور بعد وہی عام ہے۔
 زمانہ ہونا مکان اختلاف ہواں ما حالات غرض میں کی بجا رہی مراد میں۔ اسباب سے بعض اوقات عادت اور ترجمہ میں مطابقت کا تکلف نظر آتی ہے۔
 جب اسکی کوئی ترجمہ نہ ہوگا۔ افسوس کہ بعض نے اسکی ترجمہ میں غرض مولف کا کھانا اہم اور ضروری سمجھتے ہوئے اس میں مفید کارآمد ہے۔ انہی بلطف۔

من چہ میگویم و طنبور من چہ می سوا ید

اقول نا۔ علی شہد تو شہد ہنس جس کہ ہند ہجرتی عام کے بیٹے مری بڑی آئی۔ فقیر کا تباہی خوف اسباب علم کی خدمات میں عرض کرتا ہے کہ
 مشہور بصیحت و نظر الی ما قال لا عنظر الی قس قال کے ماتحت حضرت شیخ الہند کی خانہ ساز شخصیت کو نظر انداز کر کے اسے ذکر کرنا بالاکلام یہ
 بیجا ہے بلکہ نظر ڈالیں پھر اسکی وجہ سے اسکا بقول صاحب کچھ نہیں ہے بلکہ فقیر پیش کرتا ہے کہ حضرت شیخ الہند کو فہم بخاری کی کما حقہ اور اسکیں۔ باب
 میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت شیخ الہند سے ہم دو کچھ دیکھ رہے تھے۔ اول اس نے کہ لفظ سے من چہ میگویم۔ طنبور من چہ می سوا۔ امام بخاری
 علیہ رحمۃ الہی نے بظاہر ترجمہ الہی و کیف کان مدد الوسی فرمایا ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ مدد الوسی سے جانا جو خط کشیدہ
 جملات غیر ہوسا اس پر لالت کرتی ہیں کہ ترجمہ (رد و الوسی) کو ترجمہ الہی و کیف کان مدد الوسی ہے۔ اس میں اصل اس میں کہ حضرت شیخ الہند بخاری
 پر بھی امام بیہوش اور اعلیٰ و بعد کے ذرا بعد میں اس کا اور کیا پھرتی رہے اس میں نہیں ہوا کہ ترجمہ الہی و کیف کان مدد الوسی سے۔ حالانکہ بخاری مطبوعہ ہند میں۔
 کیف کان مدد الوسی سے کتب میں بھی کہ بعض اصحاب کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے بلکہ بعض جلی ترجمہ ہے۔ اور اگر شیخ الہند کے خیال شریف میں تھا کہ کیف کان
 مدد الوسی اور مدد الوسی کا مفہم متحد ہوا اس کا نام دیکھ کر کچھ گمے کہ (مدد الوسی) ترجمہ الہی و کیف کان مدد الوسی کا اظہار من
 الشمس لمدابین من کلامہم ہے مگر یہ اصل مرتبہ نام الہی و کیف کان مدد الوسی کا مفہم ہے۔ حالانکہ بخاری مطبوعہ ہند میں۔
 کرتا ہے یہ تو ایسی برہمی البظان بات ہے جبر کا نتیجہ ہے اور اطفال علم ہونے سے بھی جملات ذکر سے کا خانیسا اسلئے کہ اصول مذکورہ کا
 حاصل ہے کہ لیا اوقات ترجمہ الہی و کیف کان مدد الوسی اور ذیلی عادت قبول ہوا کرتی ہیں چنانچہ اس پر خط کشیدہ عبارت نیز اولالت کرتی ہے نظر ہوا (د)
 اصول مذکورہ کے ماتحت اس ترجمہ الہی و کیف کان مدد الوسی میں ہوسکتا کیونکہ اصول مذکورہ اس ترجمہ میں جاری ہوگا جو بصورت عمومی ہو
 تا کہ ذیلی عادت حسب ارادہ گرامی ترجمہ کے لئے دلیل بن سکیں اور یہ ترجمہ الہی و کیف کان مدد الوسی سے عمومی نہیں اسلئے کہ وہی جملہ فقیر نے لکھا ہے۔
 ہے۔ سوال میں اس اصول مذکورہ کا مدد الوسی ہی ہے جو آئے ہے ترجمہ کیا کہ حضرت شیخ الہند ذیلی عادت کو مدلول التزییہ و زمانہ اشارہ کی دلیل ہے۔

سے ہے ہی امام بیہوش نے ہی سہا ہے

دے ہے جس کو انہوں نے باعظا و غیر فرض خفی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور جو سکتا ہے کہ **الترزی** اور ثابت بالاشارة جملہ پر ہو جس اصل
 مذکورہ کا تحت اس ترجمہ کو پیش کرنا درست ہو جائیگا البتہ حضرت شیخ الہند الغزالی احادیث کو ظاہر ترجمہ کیے ذیل قرار دیتے تو ایک اعتراض صحیح تھا
جواب۔ ردنا تو اس کا ہے کہ شیخ الہند اصل مذکورہ کے پیش نظر ذیلی احادیث میں سے ایک حدیث کا ظاہر ترجمہ کیا تاکہ مطابق ہونا تسلیم کر
 لیتے ہیں چنانچہ اس باب کو دہلہ مشہور پر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: **ابو** اسکے بعد احادیث سنہ مذکورہ فی الباب میں بھی بخیر کرنا فرودی سے
 کہ ظاہر ترجمہ کے موافق ایک روایت ہے جس جس سے سہولت یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ظاہر ہی ہے کہ ظاہر ترجمہ کیا بیان کرنا مقصود نہیں۔ **تو** اکتف کی فرض
 کچھ ہو ہے **اب** تو یاد ہو گیا کہ شیخ الہند ذیلی احادیث میں سے ایک حدیث کو ظاہر ترجمہ کی دلیل قرار دے لیے ہے جس میں حدیث کا ظاہر ہی نہیں
 کیونکہ ظاہر ترجمہ (کیف کان بدء الوجی) پر جسکے جملہ انشائیہ جملے میں کوئی مبتدئ ہی بھی شاک نہیں کر سکتا اور جملہ انشائیہ تہذیبی ہوتا نہیں
 حتیٰ کہ ذیلی حدیث کو اس کے لئے دلیل بنانا صحیح ہو۔ **لعمرو** اللہ حضرت شیخ الہند (بدء الوجی) کو ظاہر ترجمہ قرار دے لیے ہے جس پر سابق
 میں نقل کردہ حضرت کی یہ عبارت تین دلیل ہے۔ **اب** اور اسکے بعد چھ حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائیں بعض میں تو وہی کا ذکر ہی نہیں اور بدء
 الوجی سے تو اکثر خالی ہیں۔ **ع** ایک حدیث جملہ دلیل بتلا روٹی کا ذکر ہے حضرت کے اس ارشاد اگر ہی کے مطابق جب ظاہر ترجمہ (بدء الوجی)
 ہو تو یہ جملہ انشائیہ نہیں حتیٰ کہ ذیلی حدیث کو اس کے لئے دلیل بنانے کے **جواب** بدء الوجی کو ظاہر ترجمہ قرار دینے پر قوت مبنائی کی داد
 دی جا سکتی ہے لیکن ذیلی حدیث کو اس کے لئے دلیل قرار دینا پھر بھی درست ہوگا۔ کیونکہ دلیل دعویٰ کے واسطے ہوتی ہے اور دعویٰ جملہ خبریہ
 ہوتا ہے اور بدء الوجی جملہ خبریہ نہ کہ خبریہ ہے۔ **د** وہ تو مرنا قصہ قصیدی ہے اور شیخ الہند کی اشک ثنون کے ماتحت کھینچنا
 کہ مبتدئ مقدر بیان کر بدء الوجی کو جملہ خبریہ قرار دینا دلیوں کہا جائے کہ اصل عبارت یہ ہے **ھذا** بدء الوجی تو فساد اول بود کہ اگر لنگا کہ
 ظاہر ترجمہ (کیف کان بدء الوجی) ہے۔ **ز** کہ **ھذا** بدء الوجی سے پہلے **رض** نہ جملے مانع عیب آفت میں مبتلا ہوں۔ **ح** لگتے تو دل لگایا
 پر نہ سمجھا سکا مال کیا ہے۔ **حاصل** وہاں فعل **قال** اس لئے کہ شیخ الہند کا اپنے خیال شریف کی تائید میں بعض حضرات کا قول (ان
 کتابنا من احادیث الباب لا یتعلق آلا بالوجی لا بدء الوجی فیکف جعل الترجمة باب بدء الوجی) پیش کرنا درست
 نہیں کیونکہ شیخ الہند کی نظر میں **اب** بدء الوجی کو ترجمہ الباب قرار دیا اور ان بعض حضرات کے خیال میں **باب** بدء الوجی کو رد و
 یا توں پر بعد المشرقین پر کہ ان بعض حضرات کے قول پر تو ذیلی احادیث میں سے ایک بھی حدیث ترجمہ الباب کے مطابق نہیں ہو سکتی بلکہ پوری ہوگی
 میں ایسی حدیث کا ملنا ممکن نہیں بلکہ جملہ احادیث مذکورہ میں ایسی حدیث متبادلتہ کے کیونکہ کسی حدیث میں **واب** بدء الوجی کا ذکر نہیں
 سکتا جو ان کے نزدیک ترجمہ الباب ہے اس قول سے تائید کی طرح ہو سکتی ہے **فعلیاً** بتدقیق النظر علوہ ازین کوئی ذی شعور یہ نہیں
 سکتا کہ **واب** بدء الوجی ترجمہ الباب اس لئے فقیر کا ظن غالب ہے اگر عبارت کسی کی نہیں شیخ الہند کی خود تراشیدہ ہے۔ **و** دیوبندی صاحبان کی
 وہیم عبارت ہے کہ اپنی تائید کے بعد تیس دنوں کے میں خیر کے غلط سبب کو یاد کرتے ہیں یا شیخ الہند نے محمد ابن اسماعیل رحمہ اللہ کے قولے کو
 اپنی تائید کی خاطر رخ کر کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیا ہے انہوں نے امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا تھا (و قال کیف
 کان الوجی لکان احسن لانه تعرض فیہ لیبیان کیفیتہ الوجی کالیبیان کیفیتہ بدء الوجی لفظ) یعنی اگر امام بخاری علیہ الرحمۃ
 (کیف کان بدء الوجی) کے بجائے ترجمہ الباب میں (کیف کان الوجی) فرماتے تو زیادہ اچھا تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس باب میں ہی **اب**
 بیان کی ہے جس میں کیفیت وہی کا ذکر ہے نہ صرف کیفیت وہی کا حال نہ کہ ترجمہ الباب اس کا مقصود ہے **و** ذی شعور نہ تھا **الظن** الصواب
 اس لئے اسے نہ تصحیح ہوگی۔ **ب** شیخ الہند نے ایک ترجمہ الباب (کیف کان بدء الوجی) نہیں بلکہ **بدء** الوجی اور اصل کے پیش نظر
 لکل طائفہ برادریوں کے ذریعہ **الترزی** اور ثابت بالاشارة مقصود ہے **بل** **الترزی** اور ثابت بالاشارة کی بات تو حضرت بہت سے گستاخوں نے جنتا چ

فرماتے ہیں (۱) وحی کی عظمت (۲) اس کا خطا و سہو و غلط سے منترہ ہونا (۳) اس کی واجب الاتباع ہونا (۴) اس کا فردی التسلم ہونا اور جب شہادت کرتے کرتے تنگ گئے تو آخر میں فرماتے ہیں (غرض وحی کی جگہ مادی مراد ہیں)۔

یہ نشانی الٰہی کے ارشاد و الٰہی ہوتا ہے کہ اس کے بعد تلاوت اور تفسیر میں مطابقت بلا تکلف نظر آتی ہے، اس پر شاہد الٰہی کا مطلب یہی ہے جو ہا کرتا ہے یعنی احادیث میں وحی کی عظمت اور وحی کا خطا و سہو و غلط سے منترہ ہونا اور وحی کا واجب الاتباع ہونا اور وحی کی تسلم ہونا مذکور ہو چکے باعث وہ ترجمہ کیا تھا باعتبار دلیل التزانی اور ثابت بالاشارة مطابق ہو گئیں جب فی حدیث میں وحی کی عظمت کا ذکر ہے تو وحی کا ذکر بھی ہوا ہے تو ممکن نہیں کہ عظمت وحی کا ذکر ہو اور وحی کا ذکر نہ ہو کیونکہ عظمت معنات ہے اور وحی معنات الیہ اور معنات کا ذکر معنات ہونے کی حیثیت سے مضاف الیہ کے ذکر کو مستلزم ہے۔ اسی طرح ذیلی مراد میں جب وحی کا خطا و سہو و غلط سے منترہ ہونا مذکور ہے تو وحی کا ذکر بھی ہوا۔ یوں ہی ذیلی احادیث میں جب وحی کا واجب الاتباع ہونا اور وحی کا فردی التسلم ہونا مذکور ہے تو وحی کا بھی ذکر ہوا۔ غرض مکہ اس ارشاد الٰہی بنا پر ذیلی احادیث میں سے ہر حدیث میں وحی کا ذکر ہے اور حضرت پہلے فرمایا کہ میں کہ امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ نے اس باب میں چھوڑیں ذکر فرمائیں بعض میں تو وحی کا ذکر بھی نہیں تو حضرت کے دونوں قول متناقض ہو گئے کیونکہ یہ سب الیہ کی قوت میں ہے اور وہ موجبہ کلیہ کی قوت میں اور یہ دونوں متناقض ہوتے ہیں اگر باور نہ ہو تو قطعی ہی اٹھا کر ملاحظہ فرمائیے۔ اور متناقضت میں سے ایک صادق اور دوسرا کاذب ہوتا ہے تو حضرت کا ایک قول صادق ہوا اور دوسرا کاذب ہوا۔ نیز یہ کہ کون سا صادق اور کون سا کاذب ہے اس کو آپ خود فرمائیں۔ ہمارا دعویٰ اسی قدر تھا کہ یہ کلام متناقض پر مشتمل ہے وہ بھلا یہ تعالیٰ با حسن و جود ثابت ہو گیا۔ جس میں کسی حاکم کے نزدیک صلا خطا نہیں۔ **حاشا** مسئلے کے اصولوں مذکورہ کے ماتحت بھی احادیث غیر مطابق رہیں کیونکہ حضرت فرماتے ہیں کہ (بعد بھی عام ہے نہ مانہ ہوا امکان اخلاق ہوں یا حالات غرض وحی کی جگہ مادی مراد ہیں) اور جب اس ارشاد الٰہی کے مطابق کُل اخلاق و حالات بھی عین ہوتے اور توجیہ الباب سے جملہ مادی مراد تو جملہ اخلاق و حالات بھی ترجمہ آتا ہے مراد ہے اور جب ترجمہ الیہ کے جملہ اخلاق و حالات بھی مراد ہیں تو فردی سے کہ ہر حدیث جملہ اخلاق و حالات پر مشتمل ہوتی ہے ترجمہ الیہ کے مطابق ہو جائے۔ حالانکہ ہر حدیث کا استعمال دو کرا احادیث مستندہ کا مجموعہ جملہ اخلاق و حالات پر مشتمل نہیں کیونکہ قبل وحی کے حالات سے نبوی ولادت با سعادت بھی ہے جو تمام عالم کے حق غیرت عظمیٰ تھی وہ نہیں سے کسی حدیث میں مذکور نہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت کے میان کردہ اصول مذکورہ کے ماتحت احادیث ترجمہ الیہ کے ساتھ انفرادی مطابق ہیں نہ اجتماعاً۔ اب فقیر کا تب الحروف ناظرین کی خدمت میں گزارش کرتا ہے کہ جب حضرت شیخ الہند کے پہلے ہی اصول کا یہ حال ہے تو باقی ماندہ اصول کو اسی پر قیاس کر لیں اور ترجمہ کے ساتھ مجموعہ جموں کو ہی سمجھا کر نہیں جو حضرت نے امام بخاری علیہ رحمۃ اللہ کے لئے تحریر فرمایا ہے یعنی یہ قیاس کُن دنگستان میں بہار مرا۔ بخلاف طوالت اور قلت فرصت انہیں با کج وجہ فساد پر اکتفا کرتا ہوں ورنہ سہ زفری تا بقدم ہر کما کی نگرم کہ شہداسی دل یکشد کہ جلا بیاست۔

بخاری شریف کے اس پہلے باب کی احادیث پر ہم مطابقت کا جو اشکال پیش کیا گیا۔ اتنا شیخ الحدیث نے اس کا جواب اپنی کتاب (کالا بواجب التراجیم) میں دو جگہ ذکر فرمایا۔ اول مقدمہ میں زیر اصول سبکی حقیقت ناظرین ملاحظہ کر چکے جو صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲ پر ابتدائے کتاب میں حکوایت میں کرتا ہوں حضرت فرماتے ہیں۔
ردباب کیف کان بدوہ الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقول اللہ جل جلالہ
انا وحینا الیک کما اوحینا الی لوط و النبیین من بعدک یراؤں باب ہے اور یوسف رحمۃ اللہ ناظرین علماء کی نظر میں
 ہمیشہ سے بہتم بالشان جلا آتا ہے بشرح متفصیل سے اس کے متعلق ہر ہر کو بسط سے تحریر فرمایا ہے مگر ہم صرف وہی عرض کرنا چاہتے ہیں۔
 جو ہم کو اس تابعیت سے متصوہ ہے۔ واللہ العاوی۔

شرع اصول میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ بسا اوقات ترجمہ الباب کا مدلول مطابقی مؤلف کو مطلوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس سے کسی خاص غرض کی طرف اشارہ ہوتا ہے، کسی کا عادت یا سبب ثابت کرنا منظور ہوتا ہے سو یہاں یہی صورت ہر اول تو ملاحظہ فرمائیے کہ مؤلف نے کتاب کو باطنی معنی سے شرح کیوں فرمایا اس کی کیا وجہ خاندان کو لگے کہ کتاب کا عادت کے موافق ابواب فصلا کی تسکین کر لینے موقع پر بیان کیا ہے اور متعدد ابواب کے نقل و نقل کے متعلق وہاں مذکور ہیں یہاں ہر صفت اس ایک باب کے مقدمہ لکھے ہیں کیا غرض ہے اس جہت کی کیا وجہ۔ سو ادنیٰ توجہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی کی نبوت اور تمام اصول و فروع اسلامی کی صحت جو کہ وحی پر موقوف ہے اسلئے سب سے پہلے وحی کا بیان اور علم سے بھی اول وحی کا ذکر مناسب ہوا۔ چنانچہ شرح معنی صاف ہی ارشاد فرماتے ہیں سو اس سے معلوم ہو گا کہ مؤلف درحقیقت اس غرض سے اس موقع پر اسے کہ وحی پر جو کہ جملہ امور اسلامیہ مدار ہے اور یہی ایک ہی دلیل ہے کہ میں کسی طرف سے خطا و غلطی کا ادنیٰ احتمال نہیں ہو سکا۔ آئیہ الباطل من بین ید یدہ وکل من خلفہ اور یہی بندہ پر مفروض الطاعن ہے ان الحکمہ آلا یدلہ۔

اور تمام اہل عقل و دماغ اہل شرافت و حکمت اور تمام مخلوقات بھی مل کر اسے کسی ایک حکم کا معارضہ نہیں کر سکتے اور جیسا وحی کا حق و دعویٰ ہے نافذ رہی ہے ایسے ہی اس کے خلاف کا باطل و لغو ہونا نصیبی ہے عقائد ہوں یا اعمال اصول ہوں یا فروع عبادات ہوں یا معاملات خلاق ہوں انہوں کی سب سے خیر و شر کا مشا اور تحت طبع وحی ہے وحی کے ہوتے کوئی دلیل کوئی حجت قابل تفتاب بھی نہیں اسلئے مؤلف اپنی کتاب میں ان وحی کی حکمت اور عصمت اور صداقت کو بیان فرما کر اس کے بعد اور چیزوں کو ذکر کرے گا اور وہ بیان کرے گا سب سے خود میں اللہ ہی ہو گا جنہی کہ وحی کے متعلق بھی جو احوال بیان کرے گا وہ بھی وحی سے ماخوذ ہونگے کیونکہ قابل اعتماد اگر یہ تو وحی ہی اس کے بعد عادت مستندہ کیونکہ فی الباب میں ہی خود کرنا ضروری ہے کہ ظاہر ترجمہ کی اف ایک اشارت ہو جس سے بہرہ رسد آتا ہے کہ ظاہر ہی ہے کہ ظاہر ترجمہ کی بیان کرنا مقصود نہیں مؤلف کی غرض کچھ اور ہے۔ سو اس غرض کے بعد کیا طریقہ اس بہتر اور اہل و عاقل و فہم کوئی نہیں ہو سکا کہ انہیں عادت میں خود کر لینے بعد ایک امر مشترک مناسب مقام میں لکھ کر مقصود ترجمہ فرمایا جائے کہ جملہ عادت مذکورہ فی الباب بہرہ رسد اسلئے مطلق ہو جائیں اور مؤلف کا مقصود بھی محقق اور ثابت ہو جائے سو احادیث مذکورہ میں تاویل کر لینے ہی کچھ نہیں ہے کہ غرض مؤلف بیان عظمت عصمت وحی سے کہ آئیہ خلفی علی العناصل المتقطن بالجملہ ہر دو امر مفروضہ بالذات خوب نشین ہوتا ہے کہ ترجمہ الباب سے مؤلف کی غرض اثبات عظمت صداقت وحی ہے اب اس پر صراحتاً یہ ہم کا دل چاہتا احادیث کے باطنی معنی کو لے کر اشارت کی وایت کی تطبیق میں تاویل کی بھی عادت ہوگی۔ استحضار آتا ہے اور یہی غرض کئے نتیجے ہیں کہ بینہ الوحی میں مؤلف نے صبر و کوعام رکھا ہے اسلئے اسکو اپنی طرفت زمانہ امکان کیساتھ متقدم کر لینا ہرگز ٹھیک نہیں۔ بلکہ زمانہ امکان دونوں سے عام ہے کہما اظہر من الا حادیث نیز وحی بھی متلو اور غیر متلو دونوں کو شامل ہے کہما صریح بہ الشاکہ و فی اللہ تقدس مؤلف بلکہ مؤلف کا مقصود اعظم وحی غیر متلو صحاح و اس موقع پر خاص وحی متلو راہین سے صرف تطبیق ہی میں غلط نہیں پڑا۔ مؤلف رحمہ اللہ کی جو اس ترجمہ سے غرض اصلی یہ ہوتی جاتی ہے فالذکر الخیر الخیر لہم خلاصہ یہ ہے کہ یہ باب مقدمہ کتاب کے بعد مقاصد میں انتہی بلطفہ

سوال نرا سمان جواب زریسمان

اقول کلام بھی مجھ پر جوہ فاسد ہے اول اسلئے کہ لفظ اباب کے بعد عبادت ذکر کی جاتی ہے اسکو ترجمہ الباب کہتے ہیں اسلئے کہ ترجمہ پر ترجمہ آتا کا اطلاق نہیں ہوتا عادت پڑھنے والا ہر حال معلوم اسکو جانتا ہے نظر میں بنایا خود دیکھا دینا کو قادی کی قرآن سے سزا نہیں ہوجاتا ہے بخاری شریف اس پہلے باب کا ترجمہ رکھتے کان بدو الوحی انہی ہوتا ہے اذ الوحی نہیں جیسا کہ حضرت شیخ ابنہ نے لکھا ہے اور جو کہ ترجمہ جملہ سوا لہ سے ملتا ہے احمد ابن حنبل قسطانی تقدس سرور النورانی ارشاد السکای شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں کہ فی قول البخاری باب کیف کان بلصافہ ہاتھ

و سوال اولیٰ و ثانیہ

بشرح صحیح البخاری

ارادہ و تعظیم کو بصیغہ ازکیں تعبیر فرمایا ہے جسکی تضعیف پر طالت ظاہر بھی جانتے ہیں محفل اللہ کے نزدیک ارادہ و تعظیم شہر ادرآپ آپ کو محض فرمایا
 ہیں تو آپ ہی انصاف سے کہیں انکی تسبیح آپ کیلئے تعظیم ہوئی یا مضر بلکہ حضرت اشعرا کا ذکر کو تمام تحقیق میں میں کرنا آپ کو کھلا افرہ ہر صفحہ ۱۹
 پر ہولہ مذکور ہوئے ہیں بلکہ ارادہ تعظیم کے اثبات میں ترقی کر کے فرمایا (بلکہ بولف کا مقصود وہی غیر متلو ہے) مفید رہی نہیں کیونکہ وہی غیر متلو
 مقصوداً عظیم ہوئی تو وہی متلو غیر عظیم ٹھہری اور ظاہر ہے کہ عظیم کو غیر عظیم پر اولویت حاصل ہوتی ہے تو ترجمہ الباب میں (الوحي) سے صرف وہی غیر متلو کا
 مراد لیتا ہوں ہوا اور اس کی اعلیٰ ارادہ تعظیم کی مثبت ہوئی۔ بلکہ اس نے ارادہ تعظیم کا افادہ کیا۔ حالانکہ خود الملئہ حوالہ مذکورہ میں اسکی
 تضعیف فرماتے ہیں کیونکہ انہوں نے ارادہ تعظیم کو بھی بصیغہ ازکیں تعبیر فرمایا ہے مگر اس کا واسطے لایا کرتے ہیں الغرض خود الملئہ
 کے کلام سے تعظیم کا اثبات کا سنا ہے یہ بطبیان سے اب حقیقت حال مجھے سنئے۔ ترجمہ الباب میں خود (الوحي) کے اثبات میں افعال ہو سکتے ہیں۔
 (۱) کہ صرف وہی غیر متلو مراد ہوئے دست نہیں آتے ارادہ تعظیم کی تضعیف فرمادی ہو جسکی ہر ماہ آپ کے مجھے بوجھے تسلیم فرم کر دیا کرتے ہیں۔
 ثانیاً اسنے کہ ہر تقدیر پر حدیث کو کوئی حدیث ترجمہ ایک مطابق نہ ہے گی کہ انہیں وہی غیر متلو کا ابتدائی حالات مذکور نہیں (۳) پر وہی متلو
 غیر متلو دونوں ارادہ ہیں یہ بھی درست نہیں کیونکہ الف لام میں اصل ہے جس سے بیرون ترجمہ صارفہ عدل جائز نہیں کما حقہ مصحح فی کما حقہ اور
 یہاں پر مقصود تعظیم کا وہی ہے چونکہ وہی غیر متلو کا ہونہو نا باطل ہو چکا اسنے وہی متلو ارادہ ہونے کے لئے مستغنی ہو گئی۔ اس پر آپ نے یہ فرما کر ارادہ اسکی
 برضا من حی متلو ارادہ سے تطبیق میں ہی ضل نہیں جاتا بولف ہذا اللہ کی جو اس ترجمہ سے غرض اصلی ہے نہ فوت ہوئی جاتی ہو الخذل الخذل
 دو خود ملئہ کے ہیں اول یہ کہ خاص ہی متلو ارادہ سے تطبیق میں ضل ہوا ہو گا۔ یہ اس پر منی ہو گا تطبیق احادیث مجھے سے تا صریحہ نہ ہم بیان کر چکے
 ہیں کہ حدیث سے وہی متلو کا ابتدائی حال معلوم ہوتا ہے وہم کہ مؤلف ہر حوالہ کی غرض اصلی فوت ہو جاتی ہے سو یہ اس پر منی ہے کہ آپ کے بیان
 امور عظیم ہی عصمت ہی صداقت ہی و غیر بولف کے مقصودوں و ارادہ کا مقصود ہونا باقہ ہر دو طرح ثابت ہو سکتا ہے اولیوں کو مؤلف کے ہیں
 کی ہو کہ اس ترجمہ سے مجھے یہ مقصود ہیں سورہ تہیج تو مقصود ہے وہم کہ آپ نے اپنے میں کہ دیا ہو گیا اولیائے کرام کا ہمام دومتر کے حق میں
 جنت نہیں ہوتا کما فی شیخ العقابیل السنہی اور پکا سنا دومتر کے حق میں جنت کیونکہ ہو سکے گا پس بفضل تعالیٰ ثابت ہوا کہ ترجمہ الباب میں (الوحي)
 سے مراد وہی متلو ہے۔ اسکی ایک جواز بھی ہے جو کہم التطبیق الصواب میں بیان کر چکے ہیں وہ یہ کہ علم حدیث کا مضموع مجموعہ فصل اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی صفات پر مگر مطلقاً نہیں بلکہ اس حدیث الرسالہ اور وہی متلو رسالت پر ہر ہاں اعظم ہے نظریں ابتدائے کتاب ہی متلو
 کما بتدائی حالات بیان کرنا مناسب ہوا

بشیر القاسمی

بشیر القاسمی

آپ تک ہے کلام شیخ ابن کثیر منوی فسادات کا نمونہ پیش آیا تھا قصداً مستحباب نہیں کیا کہ اس کیلئے وقت حویل دیکھتا ہے وہ مسئلہ تو اس سن نزول
 گفت اب کلام جو نکات پر یہاں انتقام ہے اسلئے بیان ہے کہ بعض عقلی فسادات پر بھی روشنی ڈالنے طلبین گرجے ان کا بیان ہوا ملخص نظر نہیں کر سکتے
 فساد پر تیسرا شد فروری ہر تاگر ناظرین کلام شیخ ابن کثیر علیہ السلام علم حدیث خصوصاً اشعرا کے ذکر میں غلاب دے تہذیب طریقے کے مستاد رہیں جائیں وہ
 یہ کہ حضرت شیخ ابن کثیر کے کلام میں مذکور ہر نام بخاری علیہ السلام الباری کو بیان افادہ کر دیا ہے ترجمہ بنا تا ہے۔ ذکر کر گیا بیان کر گیا، بلکہ آپ کی کتاب لا یوان الخ
 جس کلام مذکور نقل کیا گیا ہے اسے کوہ دروغ تہذیب افلا سے ہر ترجمہ جو کہ تہذیب تعظیم یا ترجمہ انسان اسم بخاری علیہ السلام الباری صبیح علیہ السلام کی شان
 میں استعمال کر سکتا ہے جس کی کما عقول تہذیب تھا کہ ترجمہ جو ہے اسے ذکر کر گیا بیان کر گیا، مگر اولیائی میں ماہانہ کی دست زالی ہر جہاں تقاضا
 تہذیب سے نہ سچ ہر ہاں میتہ صادر کر رہے ہیں و بیان مقصود تہذیب دے میتہ واحد ہے وہاں میتہ جمع استعمال فرماتے ہیں۔ ہاں طوطی و ہر ہندی ماہانہ
 اللہ تعالیٰ کا ذکر بصیغہ جمع کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ انکی زبانوں پر جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مانتے ہیں اللہ بعض ماہانہ
 بجائے نظر تعالیٰ (نظر اصحاب) کا استعمال کر کے کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ صاحب مانتے ہیں اللہ تعالیٰ مانتے ہیں اللہ تعالیٰ مانتے ہیں اللہ تعالیٰ مانتے ہیں

